

# پیش نوشت

بازی گر ایک آشفہ مزاج اور ہم خورد جوان بابر زمان کی آپ بیتی ہے۔ بڑی اہم اور ہی ہے اس کی بہت شہرت کمائی ہے اس نے۔ یہ سب ہنگام ایک مقبول سلسلہ ہے۔ پڑھنے والے نہایت بے قراری سے اس کا انتظار کرتے ہیں اور بہت ذوق و طبع سے پڑھتے ہیں مگر اس کے مصنف کا نام بھی شائع نہیں ہوا لیکن ہر وقت اس میں فکریں عدول زادہ کے اسلوب طرز نگارش سے آشنا ہیں ان کے لیے یہ راز بھی راز نہیں رہا۔ بات دہاں ہے کہ فکریں عدول زادہ کا طرز فکر اس قدر منفرد اور یکساں ہے کہ بقول شاعر

کون بچھے کہ کیسا ہے تو چھپائے نہ ہے!

بازی گر کا اسلوب بیان یہ ہے معربانہ طرز انداز و بیان آسان نظر آتا ہے آسان ہی مشکل بھی ہے۔ اس میں کبھی کبھی بڑے نادر مقامات آتے ہیں۔ ایسے ہیقت خوال سر کرنے پڑتے ہیں کہ بھگتی کے کھٹکے اور علامتوں کی باریکی کے سہانے آگے بڑھنے کی گنجائش نہیں۔ اس میں درون کا یہ ہے اس غری اور ہمارے کام لینا پڑتا ہے کہ عزیز میں جھول پیدا نہ ہو۔ سلاست و روانی اپنی پوری رعنائی کے ساتھ برقرار رہے۔ سچ پوچھیں تو یہ الفاظ کے بھل استعمال ان کی شخصیت و رعایت ان کی زندگی اور تربیت کا فن ہے اور اس فن میں فکریں عدول زادہ کو ہمارے حاصل ہے۔ یہ ہمارے اصول نے اپنی جگہ اور صلاحیت و ہیقت اور ہیقت سے حاصل کی ہے۔

فکریں عدول زادہ نے بہت کچھ اور خوب کچھ ہے۔ بازی گر کو ان کے فکریں مغرب ایک سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ صرف بابر زمان کی آپ بیتی نہیں بلکہ اپنی ہی ہے۔ اس کے کردار معاشرے کے ٹھکرے تھے انسان ہیں جو اندھیرے کی کھڑے ہیں اور اندھیرے کی دشا پوان چھٹے ہیں۔ یہ جو کچھ بد معاش اور بھڑے ہیں۔ فکریں عدول زادہ نے کچھ سے کچھ ہے مگر اس میں شریں بھی شریں کا پہلو ہے اور یہ زندگی کی ایک باریکی ہیقت کا اظہار ہے۔ معاشرے کا کوئی بھی فرد مریا نہیں ہوتا۔ اس کے وجود میں ایک اچھا انسان بھی چھپا ہوتا ہے اور اپنی اپنی اندھیرائی کے امتزاج سے اس کی فکریں اور دیگر ہوتی ہے۔ اور اسی اچھائی اور بڑائی کے تضاد سے اس کی شخصیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔ یہی تضاد کمائی میں زندگی کا رنگ بن جاتا ہے۔ فن کار کا کام فن ہے کہ اپنے کرداروں کے اس تضاد کی ہیقت کچھ سے اور اس غری اور چابک دستی سے کہے کہ ان کی ہیقت اور نفرت ان کے دھو دھو اور خوشیاں ملادی کی اپنی ہیقت اور نفرت اور اپنی خوشی اور غم میں چلنے پانے سے کہ فانی جب کھٹے کے حصار میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ اس کے حوس صرف کھٹے میں جاتا ہے اپنی خوشیاں اپنی آسرو خواہشات اور وہ سب کے طوفان کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اسے زندگی میں نہیں ملتا۔ کھٹے والا جب اپنے قدر میں کے یہ نگاہات نہیں کرتے میں کا یہ جاتا ہے تب ہی قبل عام کی سند حاصل کرتا ہے۔ بازی گر ایک ایسی ہی اپنی ہیقت ہے۔ اس میں صرف تعجب و تعجب کا سامنا نہیں ہے زندگی کی ہنگامہ آرائی ہے۔ بل جمل ہے اور کھٹے سے جو بھی غم کی کوشش کرتا ہے۔ کھٹے میں دل گرفتہ کر دیتی ہے اور یہی ہوس اور دم برد کر دیتی ہے۔ کھٹے میں نا اور حیروں میں غم کی کافور مٹ جاتا ہے۔ فکریں عدول زادہ کے ان کی غری یہ ہے کہ اندھیرے میں چلنے والوں اور اندھیرے میں رہنے والوں نے اپنے کرداروں کی ہیقت و تعجب و کھٹے سے جس طرح ان کی عادات و اطوار اور اقدار مختلف ہیں۔ اس طرح ان کی شناخت بھی ایک ہوس سے مختلف ہے۔ ہر ایک کا اپنا طبع و مزاج ہے اور اپنی نرالی کج نگاہی اور کج دیکھ ہے۔

بازی گر کی تعمیر و فکریں میں کلاسیکل داستان نگاری اور جدید افان نگاری کا تبادل اور امتزاج ہے کہ اسے پڑھتے ہوئے الف لیلہ کا سندباد جہازی۔ آرائش فکریں کا حکم طائی۔ فضائے آزاد کا آزاد اور ایسے ہی دوسرے لازوال کردار بار بار آتے ہیں مگر جس طرح یہ تمام کردار اپنی اپنی جگہ منفرد اور یکساں نظر آتے ہیں اسی طرح بازی گر کا بابر زمان بھی اپنی انفرادیت اور اپنا عینہہ کھٹے ہے۔ وہ دلیہ ہے جو خصلت ہے جو خصلت اور وہ ہے جو خصلت و خصلت تو وہ ہے ہیقت بھی ٹوٹ کر کہتے ہیقت کی آگ میں بھی ملتا ہے۔ قدم قدم پر حساب اور اتلا سے دیا جاتا ہے اور وہ آزادانہ ان کا عقاب کرنا ہے۔ موت سے کھٹے کوئی کہنے میں نہ لند کھٹے کرتا ہے۔ حیروں اور حیروں کے شکر اور رعایت سے شکر بھی ہوتا ہے۔ بازی گر ایک ایسا فکریں ہے جس میں بابر زمان کو سوچ کا مقام حاصل ہے۔ دوسرے تمام کردار اور واقعات اس کے گرد و کھڑے ہیں۔ فکریں نے اس کردار کو جس ہیقت سے تخلیق کیا ہے اسی احتیاط اور مہارت سے اس میں توازن اور اعتدال بھی برقرار رکھا ہے۔ اپنے شگفتہ اور دل نواز طرز فکر سے اسے نمایاں ہے کھٹے اور سنوارا ہے۔ بازی گر فکریں عدول زادہ کی ایک مقبول اور ہر دل عزیز اپنی ہیقت ہے۔ اسے کبھی قبل عام کی سند حاصل تھی آج بھی ہے اور یہی ہے کہ آئندہ بھی اسے ہی مقام حاصل رہے گا۔



شاید میری زندگی میں کوئی تبدیلی نہ آئی کہ میں اس دہرے ملنے کے بجائے خلافت عمول رہی۔ اسیشن نہ چلا جاتا اور لگاتار سے آنے والے بڑے بڑے کام تین ماہ سے تین گھنٹے لٹ رہی تھی۔ روزانہ صبح سویرے میرا کام شروع ہوتا تھا۔ یہ عادت میں نے اپنے والد سے سیکھی تھی۔ شروع شروع میں میں ان کے ساتھ ہی آتا تھا مگر وہ گھنٹوں کے درود کے باعث زیادہ دیر چلنے سے سہو دور ہو گئے تھے اس لیے میں نے تنہا عمر خیر میں شروع کر دی تھی۔ یہی اس طرف سے بھی اس طرف میں شہر کے مختلف حصوں میں نکل جاتا اور کوئی آٹھ بجے گھر واپس نہ آتا۔ اس روز اسیشن کی روٹی شباب پر تھی پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آج بڑا بکریں عامی کاغذ سے آ رہی ہے۔

رہی جب کسی بڑے اسیشن کے پٹریٹ فارم پر گرستی ہوئی داخل ہوتی ہے تو معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے زندگی کا سوچ آج کر دیا ہے۔ عکس ڈھنگ جاتی ہے۔ خصوصاً میری عمر کے لوگوں کے لیے یہ تہنشاہ دیدنی ہوتا ہے۔ جگہ جگہ پر لٹی پچھتے ہوئے نواہذ فروش گھبرائے ہوئے مسافر آتے والے جاتے والے بچے بڑے اور جوان نشتے نشتے چہرے، گوسے کالے چھوٹے لہجے دیکھتے تھے۔

میں بھی شہر کا ذکر کر رہا ہوں اس کا نام لیا ہے۔ گراہا ہوا ایک ایک گھر شہر کے اس کی آبادی دھاتی فاکہ سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کے تین اطراف پہاڑ ہیں اور چاروں طرف ندی ہے۔ اس محل وقوع کے اعتبار سے اسے دکن شہر میں شہر کا شہر کہا جاتا ہے۔ شلیہ ہی وجہ بھی کہیں دوسرے شہر کی سی ملے

تو میں کے ہو گئے۔ اس شہر کی فضاؤں میں ایک سکون ملا ہوا ہے۔ کوئی بڑھنے میں نردان حاصل کیا اس لیے اسے لوگ کوئی شہر کے نام سے یاد کرتے ہیں عجیب بات یہ ہے کہ گوئی بڑھ کے اس شہر میں بڑھ نہ رہا ہے کہ پیر درائے نام ہیں۔ اس کے برعکس یہاں کی آبادی ہندوؤں اور مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ جن دونوں باتریوں کی آمد شروع ہونے شہر کی گھاٹھی میں ایک دم اضافہ ہو جاتا ہے۔ زندگی تیز ہو جاتی ہے بازار بچھنے لگتے ہیں اور بہت سے بے کار لوگ روزگار سے لگ جاتے ہیں ہاتھ پاؤں کی سالگرہ کا یہ میلہ مسلسل ایک مہینے تک جاری رہتا ہے۔ اس عرصے میں شہر کی آبادی خاصی زیادہ ہو جاتی ہے۔ شہر کی انتظامیہ کو بڑی مشکل پیش آتی ہے۔ رضا کار طلبہ کے دستے بن جاتے ہیں۔ یہ دیکھ لیا آنے والے بڑے مسافروں کی مدد کرتے ہیں اور انتظامیہ کے کاموں میں مل جاتے ہیں۔ اسیشن سے سات میل دور دروہوں کا خاص علاقہ ہے جسے بڑھ گیا ہے۔ یہ علاقہ کئی مربع میل میں پھیلا ہوا اور ایک جزیرے کی کیفیت رکھتا ہے۔ کیونکہ یہاں کی دنیا قطعی مختلف ہے۔ سارے علاقے میں کوئی بڑھ کا کوئی بڑھ نہ ملتا اور گھوٹے بنے ہوئے ہیں۔ گریٹے رنگ کے کڑوں میں لیں بڑھ تری ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ یہاں مسافروں کی ہستیاں لینے کے لیے بعض مسافر تو ایسے ہیں جن میں میرے برابر بڑے سہو ہیں۔ مسافروں کے اس سلسلے کا سب سے نمایاں مندوہ ہے جس کے احاطے میں پہلے ایک بہت قریب درخت اپنی شاخیں پھیلائے کھڑا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ گوئی بڑھ کا بڑھائی رخت



کے ساتھ میں ریاضت کی قیام و زوال حاصل کیا تھا۔ یہاں بھوت کو تم کی  
مورتیاں ہیں اور اس ترتیب سے نصب کی گئی ہیں کہ ان سے کوئی بھوت کی پوری  
زندگی کی مکمل پوری ہے۔ اس مندر کا کس کو دیکھ کر پہنچنے سے بہت پست  
دیکھ کر کہنے لگتا ہے۔ جین دونوں یہاں میلا گئے ہیں۔ ان میں ایک سات میل کا  
راستہ مختلف رنگوں اور سونوں کے پاتروں سے آلودہ ہے۔ بعض یاری  
پہیل مل کے آتے ہیں اور اس طرح کو گھر سے اپنی والدہ زیدت کا  
انہار کرتے ہیں۔

یہ اس دن کا ذکر ہے جب شاہ کی ولادت کا جشن منایا جا رہا  
تھا اور سارا شہر دلہا تھا۔ یہی مطلب کہ رشا کا رستے میں شامل کرنے کی  
کوشش کی گئی تھی۔ گھریلی بہت ذرا اعلیٰ تھی، اس لیے میں نے اپنی  
والدہ کی حالت کا ہند کر کے چھٹی لے لی تھی۔ بوزہ دیکھ کر اس نے اسی تھی۔  
مجھے معلوم تھا کہ بہت سے طلبہ کی ڈیوٹی ان میں سے تھی۔ یہ کہ وہ یاتروں  
کی رہبری کریں۔ آج انھیں خوب مزا آیا ہوگا۔ انھوں نے ساری رات گزری  
ہوئی۔ ان کا حال احوال دیکھنے اور بوزہ دیکھ کر میں نے اترنے والے مسافروں  
کا تماشہ دیکھنے کے لیے میں پلٹ خام پڑ گیا جیسے ایک کس نے پلٹ  
خام کی زور سے چلنے لگے۔ انھوں نے میں انھیں دیکھ کر غمی ہو کر دیکھ کر اس کا  
سیاہ انھیں تیریلیں بنانا ہوا۔ پلٹ خام میں داخل ہوا۔ یہاں صاحب نے  
منتظر رہتے ہیں۔ ایک ایک جگہ کے مسائل پر دوبارہ کے ساتھ ساتھ انھیں  
نے دیکھ کر کہنے لگے کہ اس کے ایک کپاٹھ کے ساتھ ایک بوزہ اور اس  
کی کم سن لڑکی کے بارہ دہ کا دھڑکے ہیں۔ کسی کی بھی نظر ان پر نہیں گئی۔ یہ  
سین کا زمانہ تھا۔ قلم کی مسافر زیادہ تھے۔ ہر شخص اپنی جگہ میں سست تھا۔  
کوئی رشا کا صاحب گھر میں آ کر کدو کے لیے نہیں آیا۔ گو ان کے پاس سامان  
عصر تھا۔ لیکن بوزہ اسے لینے کا نہ پراختا تھا۔ بوزہ نے جھجکا تھا۔ کم سن  
لڑکی انھیں میں ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ اس کی عمر تیرہ سال سے زیادہ نہیں  
ہوئی۔ میری نظر اس پر پڑی تھی۔ وہ بہت نازک اور سبب تھی۔ میں اس  
کی طرف کھنچا چلا گیا اور میں نے آگے بڑھ کر ان کا سامان اٹھایا۔ بوزہ نے  
کوئی پوچھ نہ پوچھا اور میں میرا شور مچا دیا۔ لڑکی کی نگاہیں منوریت سے  
چمک اٹھیں۔ بوزہ اس شکل سے حال کی تھی۔ ان کے دلے والے کا کوئی ہاتھ معلوم  
ہوتا تھا۔ لیکن لڑکی کے نقش و نگار خاص ہندوستانی تھے۔ صرف اس کے  
ہاتھ سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کا تعلق بوزہ کی نسل سے ہی ہو سکتا ہے۔  
مجھے یقین تھا کہ اگر کوئی بپال، بہت اور بھونوں کے سوان کا وطن کہیں اور  
نہیں ہو سکتا۔

اس شیش سے باہر آ کر میں نے کسی طرح بدوہد کر کے ایک ناک  
حاصل کیا، میں نے ناک کے واسطے سے ساتھ ساتھ اور وہ دونوں بچا نہشت پر بیٹھ  
گئے۔ میں نے غصے سے دیکھا۔ اس کے خدشوں پر غصہ چھائی ہوئی تھی  
ویسے اس کا رنگ خون میں تھوڑے سے پانی سفید اور پیلا رنگ ملا کے  
بنا گیا تھا۔ وہ اپنے رواجی لباس اور عارضی لباس میں ایک نازک سی گویا

ہو رہی تھی۔ اس کے گندے ہونے سے سیاہ بال کٹکٹکے ہوئے تھے۔ اس  
کے دانت تینوں کے بنے ہوئے تھے۔ وہ بہت شریک لڑکی معلوم ہوئی تھی۔  
جب وہ اپنی دراز لگیوں کو جنبش دیتی تو مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے تازہ  
چمکے لکھنے لگے۔ میری عمر اس زیادہ نہیں تھی۔ یہی کوئی سو لڑکھو سال  
ہوئی۔ فرسٹ ایر کا طالب علم، گھر میں خدائی کچھ اچھا اور ذوقی شوہر تھا۔  
آج کم کی لڑکی کو اس طرح نہیں دیکھا تھا۔ انھوں اور نادوں کے قصے  
مجھے عجیب معلوم ہوتے تھے۔ خاندان میں ان حسین لڑکیاں تھیں مگر ان نظر  
ہی نہیں گئی تھی۔ اسکول میں بھی میں نے اپنے ساتھیوں سے بہت کچھ سنا تھا۔  
انہوں نے مجھے کہہ کر لڑکا خولینہ، مغزور اور بد تہذیب ہے۔ بچا ہوا والد صاحب  
کی تو بڑی میری جانب سے کہ تھی۔ مجھے زندگی کی یہ کہ وہ بوزہ کو گھر سے  
تھی۔ میری اچھے شام تک نہ گئی تھی۔ دوسروں کی برائیاں کیے رات کو سو  
جائے۔ سب کا یہی معمول تھا۔ میں جب نوں میں تھا اسی وقت سے میں نے  
نفسد کر لیا تھا کہ میں زندگی کے اس ستر میں نہیں پڑوں گا۔ میں نے میری  
فرسٹ کلاس پاس کیا۔ کالج کے لیے فرسٹ ایئر میں وڈیف آف کریا میرے  
زمین دار باپ کی شان کے خلاف تھا۔ انھوں نے تجارت سے لے کر  
کر دیا۔ علاوہ ان دیکھ کر کوئی ایسی نہیں تھی۔ میں کھاتے پیتے لوگ تھے  
عزت تھی لوگ احترام کرتے تھے۔ جھک کے سلام کرتے تھے۔ چارہ سنیہا  
دو چوٹے حالی، ایک ماں، ایک باپ۔ اگر مجھے شام کر لیتے تو دل بوزہ  
تھے، بہتر ہے مجھے شام کر لیتے تو دیکھ کر والد صاحب مجھے کال بوزہ کے نام سے  
پکارتے تھے۔ پتہ نہیں ہو کہ یہ کیسے تھے۔ یہ رات لکھا ہوا رنگ بوزہ اور  
چہرہ زمین داروں کے بیٹوں کے چہروں کی طرح دکھش اور بداد تھا۔  
ہاں میں نے مزاج فکر اور اطوار میں غزوان سے مختلف تھا۔ صاحب کی  
حالت تھی تو گھر میں مردان برسات تھی۔ میرے عموالات میں فرق نہیں آتا  
تھا۔ ایک بار ملے کر باپ کا صبح میرے لیے جایا کریں گے چنانچہ میں جا آ رہا  
والد صاحب ہار گئے۔ میں نہیں ہارا۔

بوزہ کے ساتھ اس لڑکی کو کچھ کے بھرے جیسے احساسات  
حالی ہوئے۔ جسم میں کوئی چیز نہ تھی۔ جی جی ہائے گھر کے جاؤں اور  
شیشے کی اس الماری میں بند کر دوں جس میں چینی کے برتن رکھے تھے۔ میں  
میں دھام آئے دیکھا کروں۔ انھوں اور خدشوں کے متعلق میں نے  
صرف شرم سے تھے اور وہ شرم کبھی اپنے نہیں لگے تھے۔ میں شہروں  
کی ایک جگہ تھا مگر آج ان کی اور ان کے شعروں کی حقیقت مجھ پر واضح  
ہو رہی تھی۔ راستے میں بوزہ شخص نے شفقت سے میرا ہاتھ پھیرا اور اپنا  
نام بتایا۔ اس کا نام اچین تھا۔

آوردان کا نام ہے میں نے بے اختیار پوچھا۔  
اس کا نام کو اسے میری بچی ہے۔ اس نے جواب دیا۔  
میرا آپ بہت سے آئے ہیں؟ میں نے شام سے پوچھا۔  
بہت بہت دور سے آئے ہیں۔ بوزہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ لیکن

ہمارا تعلق ہمایونی تہذیب ہی سے ہے۔  
"ڈان کے لوگ بہت اچھے ہوتے ہیں شریف، ایک عفتی۔  
"لیکا کے لوگ کچھ کم اچھے نہیں ہوتے۔"  
باتیں شروع ہوئیں تو ہم تھام رہے تھے۔ اس نے  
مجھ سے میری تعلیمات ان کے ہائے میں پوچھا۔ میری خرافات کی بڑی تعریف  
کی۔ بوزہ کی ہندوستانی صاف نہیں تھی لیکن اس کا لہجہ بھاری عہد کر تھا۔  
انھوں میں گہرائی اور چہرے پر ہندو تھا۔ وہ کوئی معمولی شخص معلوم نہیں ہوتا  
تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ آپ وہاں کیا کام کرتے ہیں؟  
چندائی کی کر سکتے ہیں؟ اس نے مختصر جواب دیا۔  
"آوردہ؟" میں نے بھوک کر پوچھا۔ یہ پڑھتی ہیں؟  
"ہاں کو رست اچھی طالبہ ہے۔"

"گورا! آپ کی شہر اچھا لگتا ہے؟ وہ اب تک خاموش رہی تھی۔  
میں نے پہلی بار ڈرتے ڈرتے اسے مخاطب کیا۔  
اس کے چہرے کی نرمی گہری ہوئی۔ اس نے آنکھیں پٹ پٹا کر  
نکلتے دیکھ میں کہا۔ بہت اچھا۔ اس کی ہندوستانی میں کوئی پوچھتی تھی مگر  
آواز بڑی نرم اور نیک دار تھی۔

آپ جاتے گھر آئیے نا، ہماری بہنیں ہیں، ماں ہیں۔ وہ سب  
آپ سے مل کے بہت خوش ہوں گے۔  
اس نے بڑے لڑکے لڑکی جھکائیں۔ اس کے بجائے بوزہ نے  
جواب دیا۔ مغزور آئیں گے۔ میں نے اپنے بچے کے گھر ضرور آئیں گے۔

سات میل کا سفر قرار آیا تو میں کٹ گیا۔ جب ہم بھگیا پہنچے تو  
دھوپ تیز تھی۔ اچین قلمی مندوں کے کس چمک رہے تھے اور ہر طرف بد  
یاتروں کے گھول کے غول والے دواں تھے۔ میں ان دونوں کو حیران کی طرح  
نے دیکھا۔ یہاں غول کے ان کے ناموں کا اندازہ کیا اور جب انھیں قیام کا پتہ  
پہل گیا تو انھیں ان کے نہیںوں میں بسا کے میں نے اجازت چاہی بوزہ  
اچین مجھ سے بہت متاثر تھا۔ دیکھ کر بار بار دعائیں نے ہاتھ کرنا تھا اگر  
اس کا بیٹا زیادہ بڑا ہوتا تو آج میرے برابر ہوتا۔ وہ اپنے چہرے ایک گہری دی  
میں گہری تھا۔ بوزہ کے جسم میں سکون تھا اور وہ کچھ شام تھا۔ جب میں  
واپس چلنے لگا تو اچین نے مجھے روک کے کہا کہ تم کو کھانا اور تھوڑی سی ایک  
دھان کال کے پتے پر لے جاتے ہیں۔ میں نے ڈال دی۔ میں نے لالہ لالہ واپس کرنا  
چاہی مگر اس نے میری ایک دستھی چلتے چلتے اچین نے میرے گھر کو پتہ  
دیا تھا۔ کیا پتہ بہت آسان تھا۔ یہاں مکان مگر گھر میں میں تھا۔ میں نے اسے  
مکان کا نقشہ دکھائی تھا اور ہاتھ آکر وہ قبول نہ لیتے۔ اسی کو لے کر اپنے  
شیر کی کواڑ سے مجھے روک لیا۔ آپ ادھر کریں گے؟ وہ نکلتے نکلتے کوئی  
مغزور آئیں گے؟ میں نے ہلک کر کہا۔ لیکن آپ یہی آئیں گی۔  
اس نے نشانی میں سر ہلایا۔ مغزور آئیں گے؟  
واپس میں راستے میں میرے ذہن میں کوئی اور چیز نہیں تھی۔

یہ اس دن کی کہ سنی ہو رہا۔ بابا بوزہ۔ انھیں کی دی ہوئی ملا میں نے  
جیسے بول کھلی تھی اور کواڑ چوری زری آنکھوں میں محفوظ تھا۔ آج کا  
دو ت ایک نیا دواں معلوم ہوا تھا اور میں خود کو انہیں اجنبی محسوس کر  
رہا تھا۔ گھر کے میں نے لالہ کو تاخیر سے لوٹنے کی وجہ سے کچھ بھڑکی میں  
رواں اور انھیں کے لیے میرے پاس انہیں کی الامور تھی۔ اسے لالہ صاحب  
نے دیکھا اس سے سوچ میں پڑ گئے۔ پھر کہنے لگے۔ "تھیں یہ لالہ کی صورت  
جس میں آج میں کوئی چارہ ہے۔ یہ میری بہت ترسوں کی لالہ ہے۔ مجھے بہت  
ہے؟ اس شخص نے اتنی معمول خدمت پر یہ تعریفیں کیوں کر کر دی؟"

"ہاں، انہی نے مجھے دی ہے۔ میں نے کدے کے ہر خاصی سے کھل  
میں سے لے کر بیت سنگ کیا۔ گورو مانا ہی نہیں۔ وہ ایک بہت نیک شریف  
اور مال دار شخص معلوم ہوتا ہے۔"

میں پھر رشید ہو کر اس کی جھوٹ بول رہا ہوں۔ پہلے ہی میں ان کا  
سب سے مشکل تھا۔ انھوں نے لالہ کی بارگاہی کو کسی طرح کی طرح ہے  
لگا ہوا۔ لالہ اور والد کے کھڑکی تھیں۔ نے اسقاط سے اپنے زور  
میں سے متعلق بولا۔

ان آج سے گزرتا تھا اگر گیا، رات آتی تو مجھے خند نہیں آتی۔ علاوہ  
میں جلد سے لالہ کا مادی تھا۔ اپنی رات کو میں بڑے گھر کی کواڑا بہت  
نقدوں میں لالہ لالہ سے میری قلمی کو کسی کاٹ قرار میں تھا۔ میں نے کبھی  
دیکھی تھی نہ کبھی تھی۔ والد صاحب کو میری غنا سے پہلے جانتے تھے تو مجھے کچھ  
تھے ان کے بارے میں سے پہلے کچھ خبر نہ تھی۔ سوال کی پادشاہی ہوتا تھا۔ خدا  
خدا کر کے وہ کوئی ان میں پہلی کی کارزار لیا تھا۔ انھیں سلام کیا اور صلہ  
سے جلد سے بدل کے گھر سے نکلا گیا۔ آج اور چارے کے بجائے میرا رخ  
بھگیا کی سمت تھا۔ بوزہ راستے میں پہل چلتا ہوا پھر ایک ہاتھ میں  
بیٹھ گیا۔ بیٹھ گیا مجھے پہنچنے سے پہلے ہی اس کی شکل آقا۔ شخص جگہ کا  
تھا اور شام کی کدوں میں چھل چھا کر نہ کرنا اپنی محبت کا اظہار کرنے  
کے لیے مضطرب تھا۔ شاید کسی کو سکون بہت ہند تھا اور صبح سکون اور میں  
کی علامت ہوئی ہے۔ اس سال ڈنڈے مختلف محضوں سے کوئی بڑے بڑے  
تعداد میں پہل آئے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ ان میں اس وقت اپنی بچی کو کے  
ساتھ کسی مسئلہ نہ ہوگا۔ احتیاطاً میں نے جیسے میں ہانک لالہ صاحب۔  
غرض قسمی سے وہاں وہاں موجود تھے۔ جب رات کی تھوڑی سی باسی مندوں  
میں جلوت کے لیے چلے گئے تھے۔ میں نے غصے سے کواڑ لگا دی۔ بوزہ  
اچین برآمد ہوا۔ دیکھ کر کچھ کچھ انھوں نے میری کواڑ کو دیکھ کر بولا۔ "آؤ  
آؤ بیٹا نہ مٹاؤ۔"

"آپ ٹھیک تو ہیں تاہم؟" میں نے پوچھا۔  
"بیاصل۔ بھوکا رہا۔ باہر آیا ہے۔" اشارت تم سے اس کا ذکر  
رہا تھا۔ اچین نے کچھ پانی پینا یا اس پر ایک سفید چلو دیکھی ہوئی تھی۔  
ساتھ ہی کواڑ کا بستر نہ لیتی ہوئی تھی۔ میرے پیچھے ہی آٹھ چھٹی اس نے











وہ دونوں جو جوہر سے کوڑا کرہاں کے احساس ہوا کہ میں اُسے اپنے لیے  
لہاں لایا تھا اتنے لوگوں کے موجودگی میں اُس نے کوئی بات ہی نہیں  
کہی حتیٰ کہ میری دل شکنی تھا بلکہ اُنہیں نے غلطی وقت اتنی کہیے  
قدیم طرز کا ایک ایسی گوند دیہ و الدما کے شہیدہ امار کے بازو جو وہیں  
وہ نہیں لانا اپنا بغیر میں طرح و لے کے آیا تھا اُسی طرح وہاں سے گیا  
جب کہ یہ خیال تھا کہ اُس میں کوئی غصہ ہوگا جو وہ دگر ہمارے والد صاحب  
حوا کے لئے لگا۔ اُس میں غصہ کوئی ایسی قیمتی چیز جس جو وہ مجھ سے چھوٹا  
نہیں چاہتا تھا۔ وہ چل گیا لیکن دوبارہ اُسے کو وہ بھی کہنا گداس کے  
چلنے کے بعد گھر میں اُس کی یاد کو راجی کہ بائیں ہوتی رہیں۔ مجھے خوش  
تھی کہ والد صاحب نے اُس کی ذہانت اور شرافت کا گواہ اثر قبول کیا ہے۔ وہ  
بہر جیل جیل کے اُس کی اطمینان میں اور سادگی میں سوک کا تذکرہ کرتے  
تھے جب والد اکبر کو تھے تو مجھے لگا تھا جیسے وہ میری مخالفت بیان کر رہے ہیں۔

نیچے میں داخل ہوا، اس کی شکل میں وہی غیور دبا ہوا تھا اور اس کی سانس کی آوازیں نہیں تھی۔ کوئی بچہ بچھا ہوا تو نہیں آیا تھا؟ ”اس نے گھبرائے گھبرائے لمحے میں کہا۔  
 ”نہیں۔ کوئی لے اور میں نے ایک ساتھ جواب دیا۔

کوئی ایک نئے رات کو روزوں سے دروازہ کھینچ کر آواز ملنے لگیں میں جاگ اٹھا اس بے وقت دنگ میں حیران رہ گیا پھر تیار ہو کر صحن میں پہنچا اور ادراقی جاگ گئے تھے آجی رات کے کون پہلے کھڑے آسکتا ہے؟ کسی کی بھولیں نہیں آیا لکن پرسکتا ہے؟ میں آج صحن کا دروازہ پر پہنچا جیسے ہی میں نے دروازہ کھولا سنا کہ وہ گیا۔ میں کچھ گڑبڑ جواب دیکھ رہا ہوں اس کا خیال تھا۔ وہی سامنے کھڑی تھی کہ راکس برنی کی طرح تہی ہوئی دروازے پر کھڑی تھی اور اس کھیل میں کٹھنی سے بل بوتی تھی۔ مجھے دو دانے پر دیکھتے ہی وہ تیزی سے میری طرف بلی چمکے اور بے جا بھی گئے آگئے تھے اس لیے میں ایک طرف بیٹھ گیا۔ وہ "میں نے بہت سے کہا ہے خیریت تو ہے؟" وہ دروازے میں بار بار سر اٹھا کر دیکھنے لگی۔

مادرِ دعاؤں والدہ صاحبہ نے تذہیب سکے لیے میں کیا۔

چترانا کچھ یہ عالم ہوا کہ مندی اچانک بڑی گنتی کتابوں میں جی نہیں  
 لگتا تھا۔ کتابیں کیا اس کام میں نہیں لگتا تھا۔ دوسرے دن میں جس ایک  
 دوست کے گھر کا باؤڑ کر کے بھگیا پوچھ گیا۔ بوڑھا اہلین گھر کی غیرت  
 بہن بھائیوں کا مال پر بچنے لگا۔ کرانے نام کے لے کے تمام گھروں کا  
 مال احوال پر پھاڑا جس کے کان میں یہی باتیں لگ رہی تھیں جو اپنی  
 نے کل رات سنے تھیں۔ چاروں میں وہ بچے جوئے تھی چند ہی کسی اس  
 نے سرکے والے کو بھی۔ اب یہ یہ معمول ہو گیا کہ کسی کسی رات میں  
 نکال کے بھگیا پتہ پاتا۔ یہاں تک پہنچا۔ بھگیا کی راتوں میں پہلے  
 سے کچھ اور اضافہ ہو گیا تھا۔ ایک ہفتے بعد دوسرے ایک رات کے ساتھ  
 والد صاحب سے لڑا اور رات گئے واپس گیا تو کشتہ ایک ہفتے میں کسی  
 بل میں نے کوشش کی تھی کہ اسے تنہائی میں ملاقات پر مانے مگر مجھے  
 کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ بوڑھا بھگیا میں شاید مجھے میں پہنچے۔ یہ آیا تھا۔  
 وہ بہت کم باہر نکلتا۔ دن بھر اپنے خیمے میں گزارتا اور باہر مایا جی تو  
 ملنے واپس آ جاتا۔ پہلے والا کھٹ ختم ہو گیا تھا اور اب ہم دونوں ایک دوسرے  
 سے ہم کیم کے غائب ہوتے تھے۔  
 زمین دن مجھے ایسا موقع مل گیا جب اہلین میں ایک کسی ضرورت کے  
 تحت ہو گیا تھا کہ بی بی کام ضرورت ہوگئی۔ مجھے کے اوپر پڑھ پڑھا  
 تھا۔ احتیاطاً میں نے اندر چھٹک لیا مناسب سمجھا اور یہ دیکھ کر حیرت زدہ  
 رہ گیا کہ وہاں تنہا کر اور جو تھی اس کا چور کل آ تھا۔ بابا کہاں ہیں؟ میں  
 نے ناقابل یقین پیچھے میں پوچھا جیسے زمین میں کہیں چھپا بیٹھا ہو۔  
 وہ وہ کسی کام سے شہر گئے ہیں دوسرے آئیں گے یہ کرانے  
 سادگی سے جواب دیا۔  
 نہ کہہ سکا تھا کہ آگے؟ ابہر مانے سے پہلے بابا مجھے دے گئے تھے میں نے  
 اچھوڑ کر نہیں کہا ہے۔







سنی ٹری۔ میں کسی میں باہر سے لو کی کہک ہاں سے گھڑیں لے گے؟  
تھیں کچھ تہ نہیں تھاری جوان تہیں ہی میں اس کا آتا ہے لہجہ کے اسے  
کہیں چھوڑاؤ؟

لاکھ دیے ہیں؟  
 "وہ نہیں کہیں ماننا چاہتے ہیں اور وہ کافرات کیسے ہیں؟ میں نے  
 تیری سہ پہچان اور یہ زیورات کس کے ہیں؟"  
 "یہ زیورات مجھے ہیں۔" ایک بابا آجین نے ملے وقت میں اپنے

وہ میری کئی دسک پہاڑ بیٹھے تھے اگر میں نے والد ماجد سے کہا کہ اس کا کوئی جزو جو دینی ہے۔  
- یہ کیسے ممکن ہے؟ - وہاں متعال میں ابرے۔  
- وہ بھی کہہ رہے۔

اور انہوں نے خوف آزمایا کہ میں اگتھے ہوئے کئے کہ وہیں کی  
ہنگی جاویں۔ جب رات ہو جانے اور غلط انداز نگاہ ڈال کر وہاں یہ نہیں  
میں سر نہ کہہ سکتے جب وہ غم آئے تھے تو ہم خاموشی سے کھڑے  
میں جاتے تھے۔







تعلق سے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا، مستورات کے ڈبے کے اوپر ایک عورت کی تصویر بنی سوتیلی رات کے وقت وہ تصویر روشن ہو جاتی تھی میں نے گاڑی پر ایک سرسری نظر ڈالی، لوگ ڈوب کر پڑے ہوئے تھے ہاتھ والوں کو کبھی مدد ہی آئے ہوں کبھی۔ گاڑی وہاں کئی پسند نہ آئی تھی مگر لوگ بہت دیوانگی کا مظاہرہ کر رہے تھے یہاں فیملی بھی سوار ہونے پر تیار تھی تاکہ دھارتیوں کی سیر کی جاسکے لے لے رضا کار طالب علم سٹیشن سے نکل جاتیں۔

ہمارے ساتھ عورتوں کا کوئی دبا نظر نہیں آ رہا تھا میں نے  
گورا کو اشارہ کیا اور تیزی سے اسٹین کی طرف جانے لگا جو مردوں ایک  
دوسرے کے پیچھے دوڑتے دھندلتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور  
میں کچھ خیر نہیں تھی کہ قدم کس بے ترتیبی سے پڑ رہے ہیں، اچانک  
کسی نے زور سے میرا بازو پکڑ لیا، میرا دل دھکک سے رہ گیا۔ گورا فوج  
سے پیچھے تھی، وہ وہیں ٹھہک رہی تھا جہاں گھڑی تھی، ایک لمحے میں جیسے  
بہر طرف اندھا چھا گیا، مگر دوسرے ہی لمحے میں نے غور کو کھینچا، وہ  
میرا کلاس انڈیو بگٹ فیض تھا، کہاں؟ اس کی آواز مجھے فریاد تھی۔  
”کچھ نہیں ڈرا میرا دلوان، کچھ دو تین روز میں آجیاؤں گا۔“ میں نے  
گورا کے جواب پر اتار تم نے نہیں کیے جیسے چھوٹے بھائی کو تو نہیں دیکھا پاتا  
”نہیں، کیا وہ نہیں مل سکتا ہے؟ اس نے ہماری دی خاطر کی۔“  
”وہ شاید ماموں کے ساتھ ہو، فلن کے ساتھ ماموں کو کہیں اور بگڑ گئی  
تھی۔“ میں نے اٹھی کو تلاش کر رہا ہوں۔“

اُس نے میری بڑھاپا دیکھا ہٹ محسوس کر لی تھی عربیہ کی بھی ہوتی  
 کو راکھ کی تھی۔ سب سے پہلے اُس نے خوش اخلاقی سے پوچھا۔  
 ”ماں! اِس تم اور اِس بچہ کی شادی اِزرا کا بڑی کسی سے ہوئے تنگ  
 چلے جاؤ، ممکن ہے پھر ماں بچہ کی تعلیم نظر آجائے۔ میں ادھر کچھ کھانا ہوں۔  
 یہ کہو کہ میں نے اُس کے جواب کا اشتہار نہیں کیا اور اُن کے بڑھاپے کی حالت  
 و بقرن میں بھانپنا سوا محض سے دُور ہوتا گیا۔ سب سے آگے کے دنوں  
 میں عورتوں کا دُعا بھی لگا سوا تھا۔ میں نے رُک کر اُسے کہا کہ وہ کسی سے  
 بات نہ کرے گونجی اور میری بی بی سے۔ کو رامی صہبت گھر میں بلانہ  
 کے سر ہلاتی ہوتی دُپٹے میں داخل ہوتی خوش قسمتی سے گھر کے اندر نہیں جاتی  
 اندانے کے ملازمین اُن میں مسلمان عورتیں بھی موجود تھیں، میں نے  
 کھڑکی سے چھانک کر دیکھا کہ کو را کھ پچھلے برس بھی نے منہ بنایا کہ کو را کی نیند  
 میں ملل کا سبب یہ تھی۔

میں نے عورتوں کے برابر کے ذہنیے میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر مسافروں نے مجھ اندر داخل ہونے یا یہاں تک پہنچنا چاہا کہ انھوں نے رملان ہی ورنہ ان سے کے نزدیک کو دیا تھا تاکہ وہ رازہ سانی سے مکمل سکے۔ جگہ نہیں ہے کوئی اور لکھا ہوا ہے کہ اگر گنہ دار آواز آتی۔

”جناب! میں کھڑا ہوں کہ غلاموں نے کہا کہ  
 ”وہ رات بیکار رہا، ایک غلام نے صاحب نے کہا۔  
 ”جناب! مجھے اس کی خبر ہے۔ میں اگلے صبح میرا چادر  
 کھڑی چلنے والی ہے، یہ وعدہ تاجوں کے آپ کے غلام نے کیا ہے۔“

”میں آپ سے کہہ رہی ہوں یہاں بالکل جگہ نہیں ہے۔“  
 ”موسوی صاحب! کچھ تو اضافی سہاری کیجیے۔“ میں غمازی سے کہتا ہوں۔

”کہاں اترنا ہے ملک؟ ایک سب سے نرم آواز نے پکارا۔  
 ”جناب! جہان نور رہے عین اگلے آستان پر آجاتوں گا۔“  
 ڈیڑے میں میں بند ہوئی ہوئی مسافر کھانے گئے۔ ایک صاحب نے  
 سامان بٹیا، دوسرے نے دروازہ کھولا، تیسرا اور پکی رہ کر بیٹھے بیٹھے  
 حکومت کو پوچھا کہ کتنے لاکھ مولوی صاحب بھی بدل دیے تھے۔ دروازہ  
 دروازہ کھلا تو تیرکی طرح اندر داخل ہو گیا۔ ڈیڑے میں اتنے زیادہ  
 مسافریں تھے ملک ایک رہ کر دو آدمی سو سے تھے کچھ کھانے فروش  
 پر بار بھائی ہوئی تھی۔ میں بیت الخلا کے نزدیک کھڑا ہو گیا۔

”صاحبِ نزلے! کیا تمنا سفر کر رہے ہو؟“ مرمروی سناٹھتے ہوئے کہا۔  
 ”نہیں! ساتھ میں بھی رہیں۔ میں نے قلعہ حجاب بنایا۔“  
 ”کیں، وہ کہاں ہیں؟“ انھوں نے تشویش سے کہا۔  
 ”ساتھ والے ڈھلے میں۔“

مولوی صاحب نے کہ سچ کر کہا تھا۔ میں اسماؤں کا مالک  
عجیب ہے سب ایک ہی شے پر پل پڑتے ہیں لہذا کاش میں کہنے  
سے آرام نہیں پتے اور بے آرام کہے ہیں۔  
میں سہارا اور دیکھا کرتا رہا، اسی شنائیں کسی مجھے آواز دی۔  
میرا دل زور سے دھکا دے گا وہ جگت میں تہ قہار کہ سجت چھپے چڑگی تھا۔  
”بابر! اُمی کو لکھی کہ نہ درجھا کہ سب آواز لگائی۔“

میں نے جواب دینے سے گریز کیا مگر اس نے مجھے بکھڑایا تھا اس  
 اگلی سہولت میں نے بے بسی سے کہا۔  
 ”میکال گیا۔ اس نے تیری پریشیا۔  
 ”ہاں وہ دونوں مل گئے۔ پچھلے دنوں میں تپا۔  
 ”یار کھرے کہیں جو ٹمک پر مچھو یا زہ اس نے وضاحت کی کہ  
 ”ٹمک سرائیس ہے۔“

”تو کی ہوا، اس طرح کہ ایک کھڑے ہو گئے کہ مہاشے کا بے  
یہ صندوق؟“ کہنے کے سر شخص نے مسکایا سوال مٹا۔  
صباح مہمادھے بیٹھے ہے۔ گنگا لیش کی یہ مہمادھت مجھے بہت  
بڑی لگی۔ بڑی مصلح ہے تو جگہ مصلح کی جی، وہ مہمادھو کو مہمادھو کیسے  
نے رہا تھا۔ بیٹے مہمادھو کا گنگا لیش، مہمادھو کیسے ہے۔“

انجن کی تیز سستی کے ساتھ ساتھ گاڑی کے پیسے خرچ ہوتے۔  
جگ ریش ڈوبے سے چپکا ہوا کچھ ڈورنگ ڈرا ہوا مسٹر کھڑا  
ہوا رخصت ہو گیا۔ میں نے غنڈی راسن لی میں نہیں آیا گاڑی کی گھنٹہ  
سے رانز پر مچی رہے وہ جب روشنیوں سے ڈورنگ سے تڑھی اور کہیں  
سے گزری تو کچھ میں جھک کر مٹی اٹھی جی چاہا کہ ڈورنگ پر کھینچ کر گاڑی سے  
اُتر جاؤں بے اختیار گھبرا دیا، سب کے پیسے نظروں میں کھم گئے  
آجاکر گئے ہوں گے اور انھوں نے بستر پر مجھے نہیں بچھا ہوا کہ انوں کا  
کی مال ہو ہوا کچھ انھوں نے می گاڑی کا ہوا، کیا گاؤں دیکھ سے  
دے گا ہوا کہ وہ زور و رفتار رسنے لگی ہوں گی۔ انے رانز و گھبرا ہوا کہ  
ساری بات سمجھ گئے ہوں گے پھر انھوں نے چھت پر چاکے کو رسی پر ہونڈی  
کی تصدیق کی ہوگی، وہ کیسے پریشان ہوں گے، نیچے آ کر اسے سامان چھین  
گئے اپنی جبین اور نقدی دیکھیں گے اور سر پر ہاتھ رکھ کر بول جائیں گے  
پھر اہاں آئیں اور دیکھیں گی انہاں سٹیشن تک آج گئے اُن وقت تک  
گاڑی کیسے بہت دور آتی ہوگی۔

گڑھی نے تار پکڑ لی اور نونہی سواکے چہرے کے اندر سے کبھی  
دوبارہ دنگنے لگے۔ مے کیا ٹنٹ کی میز پر سے لگا کچر پھر رہا اور  
اپنے زاویے سے دلدار رہا۔ میان میں مومری صاحب کی آنکھ کھلی انہوں  
نے مجھے کہا: "مجھ جاو میاں! کھرے کیوں ہو جا ہا ہی گئے ہو تو آرام  
سے بیٹھو"

تاشکوریہ خیاب میں تھیک جوں۔  
”بیٹھ جاؤ۔ وہاں تکلیف ہے تو ادھر آ جاؤ۔ مولوی صاحب  
نے حکم دیا۔“

ایں میں نے شک پر چڑھ کر دروازے سے نکلا دیا۔ اپنے لئے کا کوئی  
 سوال نہیں تھا۔ ہر سیدہ کی بھی جسے اس کے الی کیفیت تھی۔ صرف  
 کیسے لیا۔ کا فاضل تھا۔ اوروں کو دھڑکی، اس کا خیال میرے دہن سے چٹا  
 ہوا تھا۔ دھانے کا سیاہی جو بھگڑا نہیں لگی ہوگی، وہاں کی طبیعت  
 تو تھک ہوگی، کا شہن میں اس کے سہیل ہی چھوٹے ہمارے لئے تسلی  
 تیار رہتا رہتا تھا۔ کشتہ دن کے سڑاٹے میں گیارہ بجے تھے۔ میری قدرت  
 انتہائی مناسب تھا۔ میں سمجھتی تھی کہ میں باؤں کا وہاں کی عیون کا اور  
 ملک میرے سادہ اور کسے باپ سے یہی ہو چھین گئے تو افسوس کیا تو ان کا بھائی  
 کے کبریت طرح حرم ستائے ہے۔ کبھی وہاں خوف بھی آنے والے  
 ہوں گی کہ اس کے ساتھ جسے کی شہزادی بھی سوئے اندیشے لیکن میں  
 یہ علم ہوا تھا۔ راجہ اورلی صاحب کو چھوٹے کی مادت تھی، ہر پانچ منٹ  
 دکان کے آٹھ مکمل باقی تھی اور وہ انجانوں کے میری خیریت و امانت  
 لیتے تھے۔ کچھ دیر کے گھر ارے لگا اور ہر طرف ایک مانی خوشی  
 پھیلنے لگی اور کچھ لمحوں میں ہوئی گئی۔ دہے کے بہت سے مسافر مارگ

پرنس نے گلے ہونے سرواں ایک منہ و سب سے پہلے جاگا۔ بے اندیشہ  
کی اجازت! کی نہی تھی۔ پھر لوی صاحب پیش بیٹھنے سے پہلے  
وضو کرنے کے بعد جیسے ہی انہوں نے صوفیاں یاد آؤں گے کہ کون سی  
انہوں نے ناز و بلدی ختم کر لی پھر بیٹھنے سے کسی گنگ چھپا نے اور  
انہوں نے میری شکل دیکھی۔ میری شکل پر کچھ ایسی ہی غلام خیمہ لگی کہ  
اُن کی توجہ میری جانب مبذول ہو گئی۔ ایک صاحب نے کھسک کر کہا کہ  
سید پر بیٹھا لیا۔ خدا اللہ! یہاں کی اچھے مذاکران سے تعلق ہم سب پر ہے  
مولوی صاحب نے میرا چہرہ اور لباس دیکھ کر ہنسے اور  
”کہہ رہے ہیں اب“

”فان کے پیچھے مل میں ہوں میں نے حیرت اے۔“  
 ”ماشاء اللہ ماشاء اللہ۔“  
 ”یہ لے کے عمر میں ہے۔ ایک رات ملے کہا۔ بیت قرب  
 آپ کی آنکھوں پر شہر مونا چاہیے۔“  
 ”کیوں؟ میں نے حیرت سے کہا۔“

”بھئی مدینے یاد ہو پڑے تھے نام کیوں کی آنکھوں پر چربی لگا رہتا ہے۔“ دیکھنے میں سب نے ہنسنے لگے۔ مدینے بھی مسکرائے۔ مدینے کی کوشش کی۔ رنڈرنگ ماحول کی اجیت ختم ہو گئی۔ دوازی صاحب نے مجھے اپنے قریب بلوایا تھا۔ رنڈرنگ کے برائے نام کو چاروں نے اپنے نام کا دوسرا لفظ لفظ لگا دیا۔ زہلی، وہ جو مجھے میرے خاندان پر لڑا۔ صاحب بڑھ کر کے متعلق سہولت کرتے ہیں۔ ان میں کچھ بیکار کھڑے بننا۔ اب ان کا نام ایک اسٹیشن پر کیڑی تو میں نے اب مباح شکر کر لیا۔ ”تھیں تو آگے جاتا ہے۔“ دوازی صاحب نے لکھ دی تھی۔

”مکرموں نے آپ سے اس کی پیشکش تک نہیں کی اجازت نہ لی تھی۔  
 کوئی دوسرا ذرا بڑھ کر بولوں گا۔ مولوی صاحب کے ساتھ تمام مراسلات  
 کے لیے ایک بان بچھا اپنے ساتھ لیٹھانے پر اصرار کیا۔ بہت موقع نہ ملنے  
 سے مدد کے لیے غیر ذرا سی کوئی دوسرا ڈرا کر لیا۔ مولوی صاحب نے غیرت  
 یافتہ کر دیں۔ وہاں سے گھر کے لیے براہ راست اپنے لیے کچھ کیوں پر ہوا۔  
 دوسرا جو عزیز بنی نہیں، ان کے مولوں نے کھانا لیا۔ ان کے گھر کے لیے  
 بجائے تھاپ ہوئی۔ اس نے عقاب کا تکبیر کی جی جی اس کی کھان  
 پریشانی کے کچھ جیسے کے سوا کہ نظر نہیں آ رہا۔ اس کے پاس ایک لہ  
 نے پرسن سلمان کثرت میں بھی تھی اس نے کھانے کی گران ڈال دی۔  
 جسے ہی والا تھا مگر ڈرا خیاں آگیا تھا میں نے نکلے سے اس کے کپڑے  
 دی۔ اس نے مسکاتی ہوئی آنکھوں سے جواب دیا، ایک سے بھر  
 نے۔ انہوں سے پانے کی پیالی کی گھنٹا بننے سے ہوئے پوچھا کہ وہ جانے  
 لگی ایک کچھ لگے گئے کہ ہوا سے انہوں میں ہوا، اس موقع پر ان کے  
 منجی کوئی غصہ نہ ہوا۔ چلی۔ عینا ایسا تھا کہ ان میں ہوا میرے  
 کو لگنے لگا۔ میرے ہوتے وہ کہہ رہا تھا کہ ہوا میرے ہوتے۔



پہلو سے بھیجی ہوتی ہے ویسے تم یہ غور کرو جس میں اس کی دیکھ جال کرتی رہوں گی؟

میں نے اس نیک عاقلان کا شکریہ ادا کر دیا اور اشال سے دو پایا لیا جانے اور بسکٹوں کی ایک کھلیٹ لاکھن کے سر پر کھڑی کر کے دے جانے سے کہے یہ نقاب بٹائی توڑنے میں رکھا جو نہ ہوتی جو سر پر کھڑی کر کے تھے وہ بہت بڑے تھے ان کا چاروں کو اپنا سر بٹارنا چڑا کر پیش دالی دوسری عورت لکھن کی ازار بننے میں تعاون کیا۔ جب تک گاڑی میں بیٹن میں لیٹ غلام پر کھڑا رہا وہ پس اپنے شہنشاہی گیا۔ مولوی صاحب نے اپنا ہاتھ دے ان کو لیا تھا جبراً انھوں نے مجھے بھی شریک کر لیا اور میں ہر کمیشن پر ان کے کورا کی غیرت مراعات کرتا رہا لکھنے آنے تک مولوی صاحب کی موت میں ہی ہو چکی تھیں ان کی عزت وادب میں کسی کوئی بیانیہ سال کے ہوں تھے۔ ان کے چہرے پر خوشی ہوتی اور انھی میں ان کی آنکھیں چمکی اور یہ فیصلہ پیشانی اور چہرے کا رنگ دکھانے والا تھا۔ وہ بھی مناسب تھا۔ کھلے ہوئے شہنوں کی شہنشاہی میں وہ خاصے سمجھے جاتے تھے اور تجرہ کار وادی معلوم ہوتے تھے وہ نے ہی ہم دو بی سمان تھے مولوی صاحب کا نام محمد شعیق تھا۔ وہ مولودا ہوا سے آئے تھے اور انھیں کے قول کے مطابق وہ ایک مہرے میں اور دس مولودوں کے لیے لکھتے جاتے تھے۔ جو وقت پر ضرور مرد آبادی برتنوں کی کثیر

ایک نئی جی کرتے تھے ان کے ہاں ایک صندوق میں مختلف قسم کے برتنوں کے نمونے رکھے ہوتے تھے یہ نمونے وہ ملاظوں پر دکھائے کر دیا کرتے تھے اور مرد آباد بھیجتے تھے مولوی صاحب بہت شائستہ گفتگو کرتے تھے اور بہت تاب سے تھے تھے سکتے تھے وہ مجھ سے بات کرتے رہے انھوں نے شادی نہیں کی تھی۔ بیاحت ان کا مشغلہ تھا۔ مارا سزا سنا ہی دیکھ کچھ جیتے ہیں ان سے لکھتے کا پتہ لیا۔ جانے میں یہ بازاروں اور مکوں کے نام بھی معلوم کر لیے۔ انھوں نے میرے سے مدد لیا کہ میں لکھنے میں ان سے ضرور ملاقات کروں گا۔

جوڑا اسٹیشن پر ظاہر ہے مجھے میرے ناموں جان لینے آئے مولوی محمد شعیق بھی سخت پریشان ہوتے۔ میں ان کے سامنے لیٹ غلام پر کھڑا رہا۔ ازراہ سہادی مولوی صاحب مجھ کی گتے اور گھر گھوڑے کو رکھ کر دیکھ رہے تھے۔ اس کے ہاتھ دیکھ رہے تھے۔ دیکھ رہے تھے۔ ان کے کھڑے جانے سے میں بھی رکھا رہا اور زبان تک اسٹیشن سے باہر ہوتا۔ دے جاتے رفیق نہ اپنے ذہن اور عجیب گھوڑا کا کام میں اپنے خوراک ناموں کا انتظار کر رہا تھا اور مولوی صاحب کو کھج اتنی اہمیت ہو چکی تھی کہ انھوں نے میرے لیے اسٹیشن سے باہر جانا کوہا تھا۔ ناموں جان کو کھلا دیکھ ان کا تھا مولوی صاحب نے پوچھا

نہاں اتھا رہے ان کا پتہ بھی ہے؟

» جناب! ان کا آنا بالکل یقینی تھا تاہم میں نے بھلا، ایک ہفتے پہلے غلط فہم کر لیا تھا۔ وہ لوگوں اسٹریٹ میں میں رہتے ہیں، سبر اور بڑنگ کا نام وغیرہ تو مجھے مانتا ہے۔

» مجھے قریب ہی مانتا ہے، آؤ میں کہیں تلاش کرتے ہیں، اب لڑکوں کے آنے کی آہٹ نہیں ہے۔ آج گھنٹے سے زیادہ پہچانے لو گاڑی پیسے ہی آج گھنٹے پیٹ آتی ہے آؤ میاں! اٹھ! گاڑو آج نہ ملیں تو آپ دونوں مجھے ساتھ لے جیے گا، انا فلاں بھی برا نہیں ہوگا۔

» شک ہے جناب! آپ کہاں زحمت کریں گے میرے خیال ہے میں کچھ دیوار نظر کروں۔ آپ اپنا وقت ضائع نہ کیجیے مجھے تعین ہو رہی ہے۔

» تکلیف کا تم نے غیب ذکر کیا تم تو غریب بڑھتے گئے، میاں! آؤ دی آؤ کی گھا آتا ہے۔ میں بیان سے اس وقت تک نہیں ملوں گا کیونکہ اب تک تمہارے ماموں جان قبل آئیں گا میں گئے۔ یہ رکھتے ہے ساتھ زور بہت محسوس ہے، یہاں بذات جنات سے میں آؤ کی کوہا ہے تو یہ نہیں جانا۔ دیکھو یہ جو۔ لوگ کیسے جاگ بھگے ہیں، بدمعاشیہ آؤ کی ہی آؤ کی نظر آتا ہے۔

مولوی صاحب سچ کہتے تھے۔ میں نے کہاں میں پڑھا تھا کہ انسان گاڑو پسند نہ کرتا ہے۔ یہاں تو اتنے لوگ شے کو دشت بچنے لگی تھی، مجھے جس سا عکس ہوا، اور مولوی صاحب کو لانا نہ ہو گیا تھا۔ وہ تو زمانے کے ایک میسج پر بیٹھ گئے تھے۔ میں نے کوہا کو بھی ان کے ساتھ جیادہ مری مجبوری میں طبعی طور پر بھی پینڈ وینٹ اور گڑ گئے۔ میں نے پھر مولوی صاحب کو ہر گاڑو میں مولوی کی خاطر اپنا وقت برباد کر دیا، وہ زمانے سے اب اس کے کہ اس کی یاد میں تھا کہ میں نے ان کے ساتھ باسنگھیاں اور کوہا اسٹریٹ میں ماموں جان کو تلاش کیا، ماموں جان کا نام اگر جہاں ہے۔ وہ اچانک کے بڑے میاں ہیں اور اس سلسلے میں نہیں بندھوستان کے مختلف شہروں میں جانا پڑا ہے۔ یہ باتیں میں نے پہلے ہی مولوی صاحب کو بتائی تھیں، یہی قسمت ہی کی دی، پتا تھا کہ میں مولوی صاحب موجود تھے، میں نے اس بڑے وقت کو کراسا، ڈو سے جوئے ال سے مولوی صاحب کے بڑاوشن سے باہر آجین نظر میں اس کا کوئی چٹا خڑا نہیں پڑتا میں ہوا، اب میں نے صحت میرے چہرے شہر، رقصیات اور دیہات دیکھے تھے یہ تو دنیا ہی اور تھی۔ میں نے یہی سے کہہ کر اکی طرف دیکھا، مولوی صاحب نے ایک نیکی روک لی تھی آؤ میاں بھڑا، انھوں نے میرے کاٹھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ میں اور کوہا کیسی میں قربانی کے بڑوں کی طرح بھلائی شست پینڈ تھے۔ مولوی صاحب نے زور کے قریب مجھے تھے۔ کچھ سامان دئی میں رکھ دیا گیا تھا اور کچھ میں نے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔

میں سوچتا رہا، مولوی صاحب پہلے سے ماموں جان کی تلاش میں

میں کہاں کہاں سرحدیں گئے وہاں کن لوگوں سے پوچھیں گئے۔ پھر میرے  
 ذہن میں ایک تحریک ایسی آئی کہ مولوی صاحب سے کہا: جناب!  
 کیوں ہم ایک قیام گاہ عظیموں میں نباہ کر اکیسا انسان سے مانوس جان کنی  
 تلاش میں نہیں لگتے؟  
 ”بھلا میں نے پوچھ ہی تم سے کہا تھا: مولوی صاحب! اصل  
 کر مجھے ”مکانِ نوین“ ایسا کہہ کر کاغذ میں لکھوا کر ان لوگوں کے لیے کہہ دیا  
 میرے گزر کر میں گئے تھے تو تھارے مومن جان کی فکر کرتے تھے  
 ہے۔ یہ نہیں کیا عادت ہو رہا تھا میرے۔ اہلِ تہذیب و ادب کے لیے  
 چاہیے تھا: میں ناموس! اور شیشے سے کھینچے کا نظارہ کرنے لگا۔  
 عذر میں ہی عمارتیں، سڑکیں، دروازے، بسیں، ہاتھ دکانیں، ہر جگہ انسان  
 دکانیں، جوتے، بڑے بڑے بورڈ، نیپے پیلے کالے ہرے سفید  
 سرخ رنگوں کا تھوڑا مولوی صاحب کسا شاپ سے پر لگی ایک بڑی مسجد کے  
 قریب میری مسجد سے ملتی عمارت میں دیکھ، قمار خانہ، بندھا کھٹی  
 ٹھیکرے مولوی صاحب اندر جھڑکنے چلے گئے۔ میں نے سوچا،  
 میں نے سوچا جو مولوی صاحب کا سامان بھی یہی ہے۔ میں نے سوچا،  
 تھا، اُسے کہاں چھوڑا اور میری دکان سے کیا مندر پیش کرتا۔ مولوی صاحب  
 جلد ہی وہاں آ گئے۔ اُن کے ساتھ ایک اور دروازہ پر رشک تھے۔ انہوں  
 نے سامان اُترانے میں مدد کی۔ کراچی بھی صاحب نے دیکھا۔ پھر میں  
 ایک ایسے کمرے میں پہنچا گیا جس میں ایک کھانا اور دروازہ تھا کہ  
 میں صرف ایک چارپائی تھی۔ سسٹین بھی اور اندر تھا لیکن کمرے کے باہر  
 چھوڑا سامان ہی تھا۔ ایک کمرے باہر چھوڑا دروازہ تھا۔ شیشے پر  
 پرکھ دیکھا ایسا پر اسرار تھا۔ میں باہر چلا جاتا ہوں۔ مولوی صاحب  
 نے چارپائی پر سہرت بٹھائی کہ کیا عزیز سے کوئی انسان سے نہیں  
 برکت دے گا۔ میں چاہتا تھا کہ میں لوگ کھانے کا انتظام کرتے ہیں جس  
 چیز کی ضرورت ہو، سامان، تزیین، دکان، وہاں سے میرے سامان میں موجود  
 ہر شے اچھے اتارے ہوئے آدمی کے سامنے کر دیا کہ وہ اتار دیتا  
 چاہیے تھا مگر میں نے سنا نہیں کیا۔ میں مولوی صاحب کے ساتھ گیا تھیں  
 کے لیے راز ہو گیا۔ یہی غمگینا بھی میں نے لڑائی کی کہ مولوی صاحب کو  
 صاف صاف بتا دوں مگر جتن میں پڑی اس نے اس نے تڑپتے تھے کہ  
 اس حقیقت پر ان کے منہ سے نہ نکلتا تھا۔ یہ سامان کو کھڑا تھا۔ مولوی  
 صاحب نے خاصا بے تحاشہ کہا، یہ دیکھو کہ ان لوگوں کی عادت نہیں  
 تھی۔ میں نے ساتھ میں اس کے لیے ناشی والی لے لی۔  
 جب ہم کھانا کھانے اندر آئے تو ہمیں وہاں ایک اور چارپائی  
 رکھی جا چکی تھی۔ مولوی صاحب بھی میں جیتے تھے۔ میں کرا کے لیے گیا  
 کے لیے اندر چلا گیا، اُن کے کمرے کے کچھ سے تھے۔ اور وہ میری بہن میری  
 کلاس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں اسے بخارہ گیا، اُن کے پاس میں تھوڑے کونے  
 معلوم ہو رہی تھی۔ میں نے اس کے سامنے کھانا رکھا اور خود مولوی صاحب

کے ہمراہ کھانے کے لیے صحن میں آگیا مولوی صاحب ہنسنے کہہ کر گئے  
اپنی کپ کے ساتھ ہی کھانا کھاواں، جی تو میرا بھی اچھا تھا، لیکن اس  
دل پیچھ رکھ کر اور کدو کیجھ کے منہ کی سادہ زبان زور سے گونجی تھی اُنہوں  
قرب نزدیک ہر لمحہ کچھ بھی نہیں پہنچتی تھی، میری نظریں انھیں سے ہی  
کی طرف لگی ہوتی تھیں، کدو کو کھانے کے ساتھ ساتھ کھانا کھاتے کی آواز  
مولوی صاحب تھڑی دیکھ کر یہ دیکھ کر کہ انہوں نے چلنے کے لیے اُٹھے  
آزادی نصیب ہوئی، میں نے فرار سے کسی کی ہنگامی اور سادہ کپ  
میں کھس گیا، کدو پر چارپائی پر اوڑھ لی، جی تو میرا بھی اچھا تھا، لیکن اس  
دل پیچھ رکھ کر اور کدو کیجھ کے منہ کی سادہ زبان زور سے گونجی تھی اُنہوں  
قرب نزدیک ہر لمحہ کچھ بھی نہیں پہنچتی تھی، میری نظریں انھیں سے ہی  
کی طرف لگی ہوتی تھیں، کدو کو کھانے کے ساتھ ساتھ کھانا کھاتے کی آواز  
مولوی صاحب تھڑی دیکھ کر یہ دیکھ کر کہ انہوں نے چلنے کے لیے اُٹھے  
آزادی نصیب ہوئی، میں نے فرار سے کسی کی ہنگامی اور سادہ کپ  
میں کھس گیا، کدو پر چارپائی پر اوڑھ لی، جی تو میرا بھی اچھا تھا، لیکن اس  
دل پیچھ رکھ کر اور کدو کیجھ کے منہ کی سادہ زبان زور سے گونجی تھی اُنہوں  
قرب نزدیک ہر لمحہ کچھ بھی نہیں پہنچتی تھی، میری نظریں انھیں سے ہی  
کی طرف لگی ہوتی تھیں، کدو کو کھانے کے ساتھ ساتھ کھانا کھاتے کی آواز











[illegible][illegible][illegible][illegible]























بہیں منتقل کروایا گیا۔

اسرار کر لیا ہے تو تم اور کیا چاہتے ہو؟

”تم تمہارے بارے میں کچھ اور جاننا چاہتے تھے۔“  
 ”اس کی کیا ضرورت ہے؟ تم جبرئیلؑ اسباب سمجھتے ہو مجھ نے؟“  
 بار بار کہیں پریشان کرتے ہو۔ میں نے پیل بارگن سے ملنے کے ساتھ بات کی  
 ”تعمین جی انسی ہو جا لے گا۔“  
 ”پھر کیا ہو گا؟“ میں نے مزید پوچھا۔  
 ”تم مر جاؤ گے۔“  
 ”لے جاؤ زنگی کی تباہی نہیں ہے۔“

”لوگ نے“ ایک اور دفعہ اسے تہنیت سے میرے کانہ پر ہاتھ رکھا۔ پریس تمہاری دوست ہے تمہیں اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ ممکن ہے تم ہمیں کوئی ایسا نکتہ بتاؤ جس سے تمہاری سزا کم ہو جائے، ہم عدالت میں تمہاری سفارش کر سکتے ہیں۔“

”میں نے سوچا کہ کہنے اس کے سوا مجھ کو کچھ نہیں ملوگا۔“

”اگر تمہیں کسی کا خوف ہے تو کسی بدعاش کا۔ اس نے لالچ دیا ہے۔ تم یقیناً کچھ جھپٹا رہے ہو۔“

پھر چاہتا تھا کہ اس کے لئے ایک کمرہ بنوے۔ وہ خوف کی بات کر رہا تھا۔ اگر میں اسے تلواریا کہہ دوں گا تو خوف ہے۔ اگر چاہوں گا تو میری سرحد پر لوگوں کے لئے جس کے لئے میں نے گھر بنائے ہیں اور لذت و مہمان نگیستی کے لئے جسے چاہئے اس کے لئے میں نے کیا نہیں کیا۔ کیا میں اسی کو طشت از بزمِ کدوں یا میں اپنے خاندان کی رسوائی کا سبب بنوں اور اسے پاب کو میں منہ دکھائے کے قابل نہ سمجھوں؟ میں مولوی صاحب کو پریشان کنوں کہ انھوں نے میرے ساتھ سلوک کیا تھا میں نے ردِ قتل کر کے یہ تھے کہ لاشیں کبھی ہلا کر دیا تھا۔ اس کے تین گواہ چڑھ چکے ہیں خود پولیس گواہ تھی۔ زیادہ باتیں کہ افضل تھا جو سو گیا تھا، دو تیسرے گیا تھا اور تین تھیں بتا رہا تھا، اگر مجھے یہ طریقہ پتہ نہ ہو جاتا کہ اگر کوئی دھڑے سے دے کے گئے ہیں، مولوی صاحب ناگام ہو گئے۔ ایک بڑا درد پڑا۔ لیتے تو دوسرے تک پہنچ جاتے۔ بات کیا تک جا پہنچی۔ میں نے انھیں اپنا براہی میں دیا۔

ان تین دنوں میں مسلسل باغنے اور لڑنے کے لئے ایسی اسلحہ کی کئی کئی کاپیاں  
 کو مجھے پہنچانے میں دشواری ہوئی کیا یہ وہی لڑاکا ہے جس نے میری  
 سے پہلے یہاں پہنچا تھا؟ میں نے اس سے بہت مالابے اور کھانا چاہا جس کی کھانا  
 پہنچا جس نے اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے جناب عالی مجھے  
 بہت ڈھونڈ لڑاکا ہے اپنے ہاں کے میں کچھ نہیں بتاؤں اسلحہ کے لئے کافی  
 چھپانے کی ناکام کوشش کی۔

وہی سوال وہی جواب آخر عربیٹ نے فائل کو غور سے جانزہ  
 لینے کے بعد دستخط کر کے پیش کرنے میں ہمدردی اور مجھے عزت سے

نک کر کہا: "یہ جگہ انہی لوگوں کے لیے بنی ہے جو کچھ کر سکتے ہیں کچھ کھیل  
دکھاتے ہیں اور ایک دوسرا کرتے ہیں۔"

”وہ کیا تم بھی تم نے کسی کو قتل کیا ہے؟“  
 ”گو تو مجھ سے بڑی ہے کیا مجھ سے تو کیا وہی میں بھی طرح نہ  
 سہایا تو نے جہاں کہیں ان مار کا قتل سے تو کیا وہی میں بھی طرح نہ  
 میں نے قتل کے بیٹ میں قاتل دیا  
 ”اے اوہ! میں نے قتل کیا ہے کیا؟“ ہماری ہے؟  
 ”نہیں“ میں نے نہ بنا کے کہا۔

پھر کوئی دھوکا کیا تھا؟ یہاں نے انکھ مار کے کہا۔ میں نے سی  
لیا ہوا شروع کیا جو میرے پولس کو دیا تھا۔ وہ خاموشی سے سنتا  
وہ عجیب کھیل کے ریٹ میں پانچواں گرنے کی بات کہی تو اس نے زور  
پاک کر رکھا کہ مجھے اپنے بازوؤں میں ریٹ لیا۔ ایک بار پھر سے سنا کر  
شیراز میں مجھے آزاد کرنے سے کہا۔ یقین میں آیا۔ یہ مجھے کھیل  
لگاؤ اور اسے دوبارہ سنا۔ "تو نے تو بار بار مجھے اسے استادوں کی  
پیس کی کسی کو سیغیر کرتا ہوں دو شہر میں نے تو پھر یہوں کیا تھا؟  
تو کچھ کھانا نہیں دے گا نا میں نے اسے آزاد کر کے دے گا۔"

چونکہ یہاں سے اڑنا کھانا ملتا ہے۔ اڑنا کھانا ملتا ہے۔ اڑنا کھانا ملتا ہے۔  
 "تجربہ نہیں معلوم کہ اس کا کیا کام ہے۔ یہ تجھ پر اڑا دیا۔  
 "اپنے کوئی دھڑک رہی یا وہ دھڑک رہی ہے۔  
 "پتہ نہیں وہ تجھے کیا کہے تھے۔ یہی ہے مصروفیت سے کہا۔  
 "میں تڑپا ہوا ہوں وہ تجھے کوئی نہ سمجھے تھے۔ تو نے ضرور سمجھا دیا کہ ہر گناہ  
 "کے لئے تڑپا ہوا ہے۔

”ایک بات کہنے پر ہم نے حضرت سے پوچھا۔  
 ”جانبے مارنے“ وہ مسکراتے ہوئے دلا۔ ”دراگان کا کہو تنہا باقی  
 دولت چادر رست خراب ہو۔ تو جرحی نہ ہو، تیرا لپے“  
 ”تم مجھے ہمیں بھڑول سامانوں میں نہ نا افسی سے کہا۔  
 میں نے شہر و دیہات کے لوگوں کو اس کے لئے آمادہ کیا۔“

مکمل ہو گیا۔ وہ اپنے کان پڑتے ہوئے بولا: "قریبی سچ بول  
ہے، غیاب نہیں تو پھر تیرے گاہ، شرم آتی ہے۔"

”کیسی شرم ہے“  
”اب یہ ذکرِ حلیٰ پڑھتا کیس میں جان کتنی ہے؟“

”میں اختر ان کر چکا ہوں۔“

ایا ہر کیا جی بات کہ دی تو نے دو بگڑے مہرے تیروں سے  
 لکھ تو نے حامی بھری ہے ؟

”ہاں کانٹیل کے قتل کے وقت میں اور کانٹیل بھی موجود تھے۔“

یہاں کیا تھا۔ وہ یہاں سے جو کہ بڑا ایسے ہم تو پھانسی کے

کے پریمی انکار کرتے نہیں گئے۔

”مجھے مسلم تھا کہ اس سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔“  
 ”حاصل حاصل کیا۔ ذرا آنکھ پٹی چلی رہتی ہے کہ اگر کبھی مٹا بھی گئے  
 جاتا ہے۔ بیان بدل گیا۔“ اس نے میرے بازو پر ہاتھ مارنے سے کہا۔

تم میں ہیں بلی بارائے جو بزم میں نے میرا  
چلی بار! وہ تو فکرا کے لولہ! اُمی مجھے نہیں جانتا ہے عسقلی  
کر سبے۔ کڑے سیر تو پا کر ہے۔ اسی بار دوا دیا چلاؤ دیکھ کر اس  
بدود اور کھڑی میں رہنا چڑھ گیا ہے۔ باور میں یا وہ! نہ سہل کی  
نصائح اور ہی ہے لیکن اپنا بدو کوئی بھی کچھ نہیں ہے نہ بے ہنگام  
گیا تو نہ دے کر تھکا گیا۔

”اے اگر خیال ہے تم کو تو جھنکار کر رکھو۔“

مکیا تمہارے خیال میں میں بچے سکتا ہوں؟" جی ہاں، میں نے بڑی سے کہا۔

”کوئی دیکھ گیا ہے؟“  
”میرا تو کوئی بھی نہیں ہے میں اس دنیا میں تنہا ہوں۔“

”دیکھو بیٹے سے بات کریں گے سالا کیا واقعہ پیش ہوا ہے سکرپٹی  
کی کوڑھی کا جناح نہا تو اسرا مسرا مسرا“

یہ لوگوں کا ناپاکیا ویتا ہے۔ ایسے ایسے پائینٹ ڈھونڈ کے لاتا ہے کہ  
 کی عدالت بچ کر کے رہ جاتی ہے۔<sup>۱۱</sup>

”مگر“ میں نے یاروں کو بھیج دیا۔ ”وہ مجھے نہیں پائے گا۔“  
 ”ایسی نا اُمیدی؟“ وہ میری کمریہ ہاتھ مار تے ہوئے دلاؤ کو شش

”خیر، تو کہیں نہ سہاوت نہ کرنا، ہر وقت میری بات کرنا۔“

”زندگی بڑی چیز ہے لاڈ ہے، اتنی جلدی کھو گیا؟“ ابی بڑی عمر سی

کچھ نفرت و شاکر ہے؟ اُس نے آج بھی گھر سے اُڑا دیا۔

”نہیں میں نے آج تک سگریٹ بھی نہیں پی؟“

”بالکل کورا ہے۔“ وہ ہنسنے لگا۔  
”تم بار بار ہنسنے کیوں ہو؟“ میں نے ناگہانی سے کہا۔

وہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا اور ایک ٹھنڈی سانس لے کے بلا لڑنے! سنا بھی بند کر دیں یہ مٹھی ہی تو زندہ رکھے جوئے سے ان آزماری

ہنسی میں اڑا دیتے ہیں وہ اس دنیا میں کیا رکھا ہے بڑیا۔ وہ

نال بھیجیں کہلا۔ بڑا سلائی ہے پیارے! بہت غلام ہے یہ  
 سے منسی میں نال ویتا ہوں۔

اُسی کا نام تجل تھا۔ چھوٹے چھوٹے باروں کی دھجھی اور کھجوریں  
 سداواز گرج وارتھ تلخ و مہنسی بھی زسر لی۔ میں شرم و شرم ہی کی

[illegible]

تھا۔ چھٹے کے ایک بدشاہ کا قتل، وہ خود بھی بہت بدشاہ







[illegible]

میں اپنے سر کو روتا رہنے لگا ہوا جاگ رہا ہے۔ اہل بیت سے کہو کہ عیاض چلا  
جائے گا لیکن اگر گزرنہ نہ رہا تو مجھے اپنے فیصلے سے کوئی خوشگند نہیں ہو  
گی۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ میرے بھائی سے مجھے سڑک نہیں ملے گی۔ اس سے کہا  
فرق چاہئے۔ میں فرحت سے زیادہ غریب ہوں اس کے کہ کو تو ریکہ کر لے گا۔  
”میرا وہ میں نے نہیں کر لیا۔ کسی غریبوں کی بائیں کرتے ہوئے“  
”وہ ہے اہل شاکر کا ہاتھ شاکر اللہ عبادت عبادی میں کیا؟“  
”یہ تو کئی پہلو جانئے گا۔“ میں نے بے پروائی سے کہا۔ مجھے تو اس بات

”میں خود بھول کے اپنی جگہ بارہا سوں میں نے کہا۔“  
 ”اب تمہاری جگہ بدل دی جائے گی۔ بھول سے تمہاری ملاقات میں جو کچھ  
 ہو گا شاید وہ تم سے کچھ بھی آکے ملے۔“

یہ کہنے کے تمام قیدی حصارِ ایران آکھٹے ہو گئے۔ ”تھوڑے ہی گز  
 میں مقید ہو گئے اور انے و درپارے تعیب دیاں کے بارِ جنابِ امان ہے  
 ”پوری دنیا میں جسے جواب دیا۔“











نصیب مایا کی باقی آج بہت لال کو لیں کچھ مجھے بھی ایسی چکلائیں  
 ابھری عسری ہوئی تھیں لیکن میں نے ان کی دل کے دھڑکنے سے نصیب پا رہا تھا۔  
 جلد سے مجھے نہ گھنے جانے بہت ہو کر مایا کی رات کو چاروں طرف سے پھر مایا  
 تنگ آ رہا اور پانچواں بار مجھ سے کوشش کرتا رہا۔ اس بار اس کی کوشش کو کچھ حد تک  
 سہارا دے بھی دیا۔ مگر وہ بھی اس طرف سے کبھی اس طرف سے آتی تھی  
 میں مایا کو سہارا دینا پس پھر مایا نے دیکھ کر میرے کسے مایا کی چال گئے  
 نصیب مایا مجھے اپنے اس سے ہوا دینے لگا۔ چھڑک کر مگر میری اثر نہ  
 بڑھ گئی اور سونا مجھ سے اپنے معانی اور کتا بوں کے لیے میں شرم سے  
 کرنے لگی یہ دیکھ کر مجھے سہارا دینے کی بات کا مدد فرما کر  
 اوری میں وہ زمانہ دیکھنے لگا کہ میں مایا کو سہارا دینا چاہتا تھا  
 گورے میرا اثر کر کے لگے۔ مگر میں نے اس وقت اپنے نفس میں بدل گیا جو  
 عزیزوں کو عزیزوں سے نہا نے وہ مجھے شرم سے میں ہوتی اور میرے  
 میں آگئی۔ میں نے اس لیے میں بھی فرسٹ ڈیڑھن حاصل کی تھی۔  
 سبھی وہ بہتین اور میں سہارا دینے ہوا کہ میں نے بھی میں بھی  
 میں نصیبی و مشورعات کے سوا اور میری بات میں کبھی ہوتی تھیں۔ میں جب دیکھ  
 گورہاں مانا کہ وہ میرے میں بھی میرا انتظار کر رہی ہوتی اور جب میں میں  
 سہارا دے دیتے تھے تو اسے تک چھڑنے آتی۔ میں روزانہ کی سہارا دیتی تھی  
 خوش ہو کر رہتا تھا۔ اس کی ہر ہر تھی۔ انھوں نے میری طرف سے کوششیں  
 تو وہ کچھ نہ کر سکی تھی۔ لای اور میری ملک میں ملک تھا۔ اس کی تسلی میں ایک  
 لڑکی کی پیدا ہو جاتی تھی۔ فوراً اپنی کتا بوں کی طرف متوجہ ہو جاتی۔  
 شروع شروع میں سونیا کی اس میں ہم دونوں سے کچھ دور تھی اپنا کام کرتی  
 رہتی تھی۔ مگر اس نے اس کی ضرورت تک سمجھی۔



میں نے یہ دیکھ کر دل میں لگا لگا کہ وہاں مانا کہ وہاں میں اس کے تیری  
 کر رہا تھا۔ میں نے کبھی معلوم نہ کیا کہ وہاں کا استقامت سے سہارا دیتی تھی  
 مایا کی جہاں کے ایک ایک دور میں میں نے میرے پاس سے باہر نکلتا  
 تھا۔ میں جہاں میں میں طرف سے میری گزرتا تھا۔ مگر میں اس بار میرے پاس سے  
 ہر طرف لائے مایا کے صاحب کی کی آواز سنائی دیتی تھی۔ میں اس  
 نصیب مایا کو روکائی تھی وہ میرے گنگے لگ کر بہت ڈپا۔ میں باہر آ کر  
 انتظار کروں گا کہ وہ میرا صاحب۔ وہ جو وقت شوخیوں کو لڑا کر میں میرا چہرہ  
 رہتا تھا میرے نصیحت کرتے تھے بہت دور اس تھا۔ میں نے بہت سے  
 ساتھی ملے تھے لیکن یہ تھیں ہی تھیں۔ مایا کی کتا بوں کی دکان ہر وقت  
 لکھی رہتی تھی۔ اسے لالوں کو اس کے ڈانٹنے بھی دیا۔ میں نے کتنے مگر  
 دیکھ کر اس کے لیے یہ دور اسے بڑے تنگ ہو جاتے تھے۔  
 نصیب مایا کی چال گایا اور اس کے جانے سے میں مایا کی مایا

میرے لگے تھے۔ مجھے آج میرے قیدیل میں میرے سوا چندی قیدی اور  
 رہ گئے تھے۔ ساتھ ساتھ مایا کے گزرتے اور اس کے سونیا نے مجھ سے کہا کہ  
 جلد کتا بوں کو لے کر آ رہا ہے۔ اور اب وہ لوگ جلد ہی یہاں سے کہیں اور چلیں  
 گئے۔ یہ خبر سن کر مجھے سونیا کی آواز عزت کی تھی۔ میں نے کچھ نہیں کہا۔ کوئی  
 تبصرہ نہیں کیا۔ میری زبان کو نہ لال لگا۔ میں نے اپنے ایک بڑا بھروسہ  
 اسے دیا تھا۔ اس کی تیری بکوں پر مشورہ ملا ہے۔ میں میرا دل بکریا۔  
 ہم مایا سے تھپے چاہتے تھے۔ تاہم کچھ نہ تھے۔ وہ آپ کی سہارا دینے  
 مجھے لے لیں۔ اس نے انھیں سے اپنے سارا گیسروں کے لیے بنائے  
 جتنے آ رہی تھی۔ آپ وہاں تو میں گئے نا؟  
 "ہاں۔ میں نے لڑنے آواز میں کہا۔  
 "آپ میرے ساتھ آئیے گا۔ اس نے کہا۔  
 "ہاں۔ میں اس کے سوا کوئی جواب نہیں دے سکا۔  
 "مایا سے مجھے نہ کہنے کے بعد ایک کتا ب لے کر گئے؟  
 "کچھ نہیں معلوم۔ میں نے سہارا دینے کے جواب دیا۔  
 "تو کیا کہتے تھے کہ وہ آپ کی مدد کر گئے وہ آپ کا بہت ڈر کرتے  
 ہیں۔ آپ یہ نہیں گئے نا؟" وہ ایک ایک کر کے۔  
 "آپ کہاں جاتے ہیں؟" میں نے اپنی آواز مضبوط بنانے کی کوشش کی۔  
 "تین چار روزیں۔ اس نے آواز سے جواب دیا۔  
 ہم دونوں دیکھ کر چپ بیٹھے۔ وہ کئی سوال نہ کر سکی۔  
 کی مایا نے اس کے چہرے پر چھایا۔ سونیا نے مڑ کر اس کو تنگ کیے اور اس کے  
 کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اس کی مایا میرا دل پر چھٹی رہی۔ مایا صید کا حال پر  
 رہا تھا۔

پھرانا بیل پلگا۔ بیل چلا گیا۔ نیا جیلر بہت رشتہ آدمی تھا۔ اس کے  
 لئے کہ وہ جیل میں سخت احکام جاری کرتے۔ قیدیوں میں سہارا دیتی تھی۔  
 بیل منظر کو دیکھ کر بہتے گئے۔ حالانکہ میرے متعلق پھرانا جیلر اس سے مٹا  
 کر گیا تھا۔ اور میرا ساؤر سکاؤر بھی بہت اچھا تھا۔ مگر وہ آدمی صیحت کا ہوا  
 تھا۔ جیل کے لیے انتہائی کمزور۔ جیل کے گروہ کے گروہ کا بھی اس نے  
 نا اطمینان نہ کیا۔ قیدیوں کو بیکر کے پھرے ملنے پر پانچویں ماہ کی تھی۔  
 مجھ سے مل کر لال بھی لایا گیا اور مجھے زیادہ شفقت پر لگا دیا گیا۔ دن میں  
 کئی وقت جیل کے حکام سامنے کے لیے تھے۔ اور نہ تھے وہ حکام سامنے کے  
 پہلے شری، کتا ب کتا ب، بیل، اس کے نصیب مایا اور بہت سے  
 دوسرے ساتھیوں کے جانے سے جیل میں ہی آ جاتی تھی۔ نیا جیلر آ گیا تھا  
 سارا افسر جی پٹ لایا۔ پھر سونیا کی چلی گئی۔ میں جیل میں چند گھنٹے آزادی کے  
 ملے تھے۔ میں نے وہ جی تو کر لیا۔ گھر گیا۔ کوئی اسے سہارا دینے پر توجہ نہ دیا  
 یہ کیوں ہے؟ مجھے اچھا اوقات خود میری ہوتی کہ میں کہیں نہ جاتا  
 میرے لائی پہنے کی اب کوئی کی ضرورت ہے؟

جیل میں کتنی کس زلزلے میں ایک نیا قیدی داخل ہوا۔ مجھے  
 سیکر کے بار نظر آیا تھا۔ میں نے اسے پہچان لیا لیکن مجھے شناخت نہیں  
 کر پائی کہ میرا تدارک کی طرح لیا اور مجھ کو اس کی طرح چیل گیا تھا۔  
 گاؤں پر میری دالھی تھی اور وہ مجھ سے چہرہ اور دھڑکیوں کا تھا۔  
 سونیا کی باہر اس وقت تھا مگر میں اس کے قریب نہیں گیا اور جاتے ہی میں نے  
 اس کی کتا بوں پر دیکھا۔ وہ فوٹو گرافیٹس اس سے کچھ دیکھ کر اس کا رخ  
 دیکھنے لگا۔ سونیا اور دوسرے قیدیوں نے اسے میرے بچے سے  
 غبات ملائی سب حیران تھے کہ آج یہ لکھا ہو گیا ہے؟ اسے دیکھ کر میری  
 آنکھوں میں خون آ کر تھا۔ میرے منہ پر غصہ کی ایسی کیفیت قیدیوں  
 نے بھی نہیں دیکھی تھی۔ کئی آدمیوں نے مجھے پکارتا تھا۔ میں ان سب سے آزاد  
 ہو کر اس پر چل پڑا۔ وہ میری گرفت میں آتے تھے۔ سونیا اور بیلان میں لہجہ  
 آہو ملنے اور شور مچانے لگا۔ مجھے پتہ نہیں چلے گا۔ میں نے انھوں نے  
 بکلیں نہیں لیں تھیں۔ خود میرے پیروں پر گر گیا۔ میں میں پہچان گیا۔  
 مجھے صحت کو دیکھ کر وہاں اس نے لکھا لکھا کہا۔ میں اپنی مایا  
 اور میں کی قسم مجھے صحت کر دو۔  
 میں نے اپنے مضبوط پیروں سے اس پر چڑھ کر ماری۔ میں مجھے نہیں  
 چھوڑوں گا کہ مجھے اسے دیکھ سکتے تھے۔ سونیا نے مجھ کو پکارتا تھا  
 اس کے باوجود وہ میرے پیروں پر سر رکھ کر گڑا گڑا کر مائی لگے لگے تھا۔  
 وہ کیم کی تھا۔ وہ ظالم کیم جس نے اپنی جی کے ساتھ مل کر کرا  
 کر مجھے اپنے صبر کیا تھا۔ سونیا مجھے پکارتے تھے کہ میں اس کا کام نہ کر لیتا۔  
 "وہ کہاں ہے؟" میری کتا ب سے وہ لڑ لڑ گیا۔  
 "مکمل ہے؟ اس کی کتا ب تو جی تو رہی تھی۔  
 "وہ جیسے تو جی کی اور اس کی مایا سے کے باغوں پر خوش  
 کو دیکھا جاتا تھا کہ مجھے بتائے کہاں ہے؟ ورنہ میں مجھے میں زندہ  
 دیکھ کر دیکھ گا۔  
 "مکمل ہے؟" میری کتا ب سے وہ لڑ لڑ گیا۔  
 سونیا مجھے پکارتے ایک طرف سے گئے۔ کچھ میرے پیروں پر لڑ لڑ گیا۔  
 لا شہر کا انھوں نے موت بیکر کے کچھ چہرے دیکھ لیے ہیں اس کی  
 گرفت سے آزاد ہوا۔ میں نے کیم کی کتا بوں پر لڑ لڑ گیا۔ مجھے سب کے سامنے  
 سامنے تادیب سونیا نے مجھے دوبارہ پکارتے ایک ہفتے کی عذرت میں  
 پکارتا تھا۔ مگر سونیا نے کسی تاریخ کے بغیر مجھے ایک ہفتے کی تادیب تھی  
 لکھا تھا۔ ایک تنگ کتا ب کو کٹری میں بند کر دیا گیا۔ ایک ہفتہ سونیا کا  
 کہہ دیا۔ میں اس کی سیکر میں لایا گیا تو وہاں میں پہلے سے موجود تھا۔  
 اس نے مجھے لکھا کہ میں سیکر میں لایا جاتی تھی۔ مجھے کیا ہو گیا؟ وہ تو قریب پر  
 لکھا گیا ہے۔ یہاں اس کے مجھے نور بیلان آ کر پڑا۔ میری مایا میں اس نے  
 بیکار اس کے کیم کی کتا ب سامان مایا میں لکھا ہے کہ میں وہ لائے؟

میرے لیے تو میں اس کے ساتھ تھی کہ اس کے ساتھ لکھا گیا تھا۔ اس سے  
 زیادہ قیدی عورتوں کے دہانے میں دیکھ کر بہت تھکا ہوا لائے۔  
 بتا رہی تھی کہ وہ کہاں ہے؟  
 "مجھے کیا معلوم؟ ادب کہاں ہے؟" میں نے تلی سے کہا۔  
 "تو تو میری عمر میں اسے کہاں سے لایا تھا؟ میرا لڑا وہ کہاں تھا۔  
 پانچ ہو گیا تھا؟  
 "مجھے کچھ صحت لال میں نے استعمال کیا۔  
 "میں جانتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اسے وہ میری کتا ب لکھا۔  
 کے لائے تھے۔ ساتھ میں لکھا ہے؟ پھر وہ کہاں ہے؟ اس نے لڑی نہیں  
 ضرورت کی تھی اس کے عیال کے نہیں معلوم۔  
 "بھرت کتا ب ہے۔  
 "وہ صحت نہیں لکھا۔ مایا اس کی میرے سر پر لکھنے کی طرف سے  
 ظاہر ہے اس میں آدمی حیران میں ہوں سکتا؟  
 "مکمل کی کتا ب معلوم ہے کہ ایک رات سیکر میں اس کے آدمیوں نے  
 ایک ساتھ اسے آٹا ملا کر دیا۔ وہاں ہو گیا۔ سیکر کے سارے قیدیوں کو  
 سونیا میں اس کی کتا ب کے لیے سہارا دینے کے لیے مایا نے ان تک  
 نہیں کی۔ انھوں نے میرا استعمال کیا تھا۔ مجھ نے اسے میرے پیروں  
 پر لائے۔ اس کے لکھنے کے ساتھ وہ میرے ہاتھ سے غرا ہونے سے  
 بیکار کتا ب میں نے کسی لڑا تھا۔ کتا ب کی تھا۔ کتا ب سے لکھی تھی کہ کتا ب  
 میری زبان میں سے لکھنے لگے۔ میں نے کتا ب سے لکھی تھی کہ اس کے  
 بیکار کے کتا ب میں کیا۔  
 پھر وہ کتا ب لکھتے تھے۔ وہاں لکھا کہ کتا ب کے سارے کار سے  
 تنگ بیٹھ گئے۔ کتا ب کی اس سے زیادہ میں بتا سکا۔ وہ بھی ایک کتا ب کے  
 افسانے کیم میں سہارا دینے لایا تھا۔ وہ کتا ب اور کتا ب تھے۔ ہر طرف  
 رکھے تھے۔ کتا ب سے کتا ب لکھی تھی۔ کتا ب کو کتا ب لکھی تھی۔  
 اور اس کے شرم کے زرخیز ہونے میں۔ کتا ب کے کتا ب لکھی تھی۔  
 یہ خبر ہو گئی تھی کہ میں نے وہ عورتوں اور ایک کتا ب کو قتل کر دیا۔ مگر  
 انھوں نے میرے لیے میں میں کتا ب لکھنے کے لیے جاتے جاتے تھے۔ میں  
 عاقبت کچھ کتا ب لکھی تھی۔ اس کا پہلے بیگم تھے اور پھر سیکر میں انھوں  
 میں اسے لکھا تھا۔ میں تھا۔ تحقیق میں اس کے سہارا دینے کے بعد مجھے کہا گیا کہ  
 باہر چلا گیا کہ میں اس کے رات کی عذرت میں لکھا تھا تھا۔ مجھ پر اسے  
 پاؤں دانا اور اس کی مایا کے کتا ب لکھی میرے قریب بیٹھ کے مجھے  
 لکھا رہا تھا۔ میں نے بھی شکل سے اسے کتا ب کے لکھا تھا تھا۔  
 کیم کے لکھنے سے جیل کے حکام کی نظروں میں میری حیرت کو لال  
 ہو گئی تھی۔ وہ لکھنے سال اول کے کتا بوں کا مایا کی کتا ب لکھی تھی۔  
 نیا جیلر اس کے لکھنے سے تھکا ہوا تھا۔ کتا ب کا پتہ میری رشتہ سے ملنے



لگا۔ قیدی آتے نہ سدا رہنے چاہا کہ بزرگ اور اس کے دوس جاتے رہے چہر سال  
میں جیل کے اندر کیل نے رنگ رنگ کے چہرے دیکھے جیل میں بھی رہے  
جیسے میں جہان آبادی، مڑا قیدی، مکر، ورد قیدی، طاقت و رقتی کلائی  
گرا قیدی، جیل اور اس کے آسپاس میں مجھے جیل میں بننے کا سلیقہ سکھایا۔  
جیل کے باہر بھی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے اور جیل کے اندر بھی اسی کی  
زادہ میں نے اس سے پڑھا اور اس سے زیادہ عرصہ سے پڑھا کہ میں اعلیٰ تعلیم  
وقت کے بعد بھی غور و فکر کا کام کرنا خود میری کر کاغذی ان چہر سال میں  
کرتی ایسا لمحہ نہیں گزرا جب دیکھتا ہوں کہ میری جیل میں قید تھا وہ  
میرے سینے میں قید تھی۔  
میں اے ام کے دوسرے سال کی بنا دی کہ رہا تھا کہ جیل میں لکھنا پڑی  
وارو ہوا، وہ چھ مہینے میں سال کا ایک نومبر میں تھا۔ اس کے چہرے  
سے شرافت جھٹی جھٹی، وہ کسی سے بات نہ کرتا تھا، کسی کی سٹا تھا اس کا نشان  
اور اس رہتا تھا، اپنے پیچھے ہم بڑا مال تھا وہ اس کا لباس بات مجھے  
اس کے قریب سے گئی تھیں وہ میری طرف اس کا رخ راز رکھ کر اس کے انتہائی  
کیا، جیل میں میرے بھی نہ پتہ کے سلسلے میں گھر کو جاتے ہیں وقت کے دھول  
ان پر غم جاتی ہے جس نے اپنے غم کا اظہار کر دیا، اس نے اُسے ہٹا کر دیا۔  
میں نے اسے باہر سے جیل نکالا تھا کہ وہ مجھے بہت عزیز تھا، مگر وہ جیل  
میری باتوں میں آگیا۔ وہ بنا کر گزرتا تھا اور اپنے خفقہ خانان کا واحد  
نکلیں، وہ روز کی تلاش میں نکلتے تھے، کیا تھا کہ اس کی اس کی بری بہن  
جنگلی میں ڈوب گئی تھی کہ اسے سر شیل کے ایک سیر دوست نے بھوکا دیا  
تھا۔ وہ بہت مند لڑکی جس نے اپنا سب کچھ اپنے بھائی کے عزیز دوست  
کے عرصہ کے رہا تھا، اس صدمے کی تاب نہ لے کر سر شیل نے اپنے دوست  
کو قتل کر دیا، اس قتل کرتے وقت اس نے میری ہی ماں کو دھیرے سے جا بولا کہ  
ایک سب کے متعلق میں سوچا، اگر وہ اپنے ختم کر کے دوست کو قتل کر لے تو اس کی بات  
میں بھی۔ وہ سب نے اسے بھائی سے یہاں انگو سڑا سے نہیں کیا کہ اسے اسے  
کھینچتے ہیں اس کا غلامانہ فالتے کر رہا تھا اور وہ جیل میں تھا  
میں نے متعلق سے کہہ سکا اس کے غلامانہ کے لیے گڑھے کا انتظام  
کر دیا، سر شیل نے یہ بھی گوارا نہیں کیا، ایک صبح میری اس کی کاشل  
پائی تھی، وہ شہتہ فر سے مر گیا تھا اس اعتبار سے دیکھو سے زیادہ عزت مند  
نہایت ہوا، اس نے مجھے شکستے سے مٹی جھلکتے سے بھاگایا۔  
سارے سال جب میں فرسٹ ڈیوٹین میں اے کا امتحان ہوا  
کہ کیا تھا تو ایک دن مجھے حلیہ نے طلب کیا اور اس کا وزی کا عزم کر لیا، مجھے  
دینی میں آج، آج صبح تھا کہ اس سال کے انتظام پر شب و روز اس کے میری  
سزا سب کو سزا تھی مگر اس قدر ملتی اور اب تک یہ سزا آج آج کے  
میں کس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا، میں نے کچھ جانتے رہے، بھروسے  
آئے پڑھا اور انھوں میں اس نے نہ دیکھے، جیل کے چہرے پر سب کو

[illegible]

حق کی کوئی سہ پہر ہر چہ میل ہو فی حق میں حیران حیران نظروں سے میل کے  
چاہکے کے بہرے کو دنیا کے منافرہ و تک و کھنڈار باد میں سے خود کو جہنمی محسوس  
کے لکھا لکھی شخص نے مجھے ترغیب نہیں دی تھی سب اپنے اپنے خیالوں میں گم  
تھے۔ کوئی آخر قضا کوئی مبارک خدا بر شخص کو بدلہ ہی جیسے آج کے بعد دنیا  
ختم ہو جائے گی جو کچھ آٹھا ہے آج ہی نشانیا جائے ماسی و آٹھ آنے کے بعد  
بچے بچے پرش و بیا اور سب پہلے بچے کو لاکھ نیاں آیا میں سے آزادی کی جزیرت  
میں نے خیال چنہ لہو کیلئے مجھ سے بچہ لگا تھا۔ شاید اس لیے تنہا انہی انہی  
سی محسوس ہوئی تھی کسی چیز کی کسی حق جیسے میں میں کچھ بھول آیا  
ہوئی میں نے بھول کو اپنی رانی کی اطلاع جان بھر نہیں دی تھی۔ ورنہ  
دو دفعہ پرستے استقلال کے لیے ایک بچہ مرہم ہو جوتی بھول خوشی سے موزان  
بھوٹا اور مجھے ملوں کی شکل میں اپنے آؤتے کے لیے آتا۔ اب اہل شہر میں  
چرچا جانے والوں کی کہ نہیں حق سات سال میں زمین نے کتنے قدیم میل کئے  
تھے اور وہیں چلے گئے تھے۔ نصیب میان کا سنتے شہری ہر کسی نے دھڑکا مارنے  
لیا۔ تباہ اور بہت سے دست بیاں سابق جیلروں کا گھرا اور بھی تھا اور پیش کا تھا  
پتا پتہ صیبت خان بھی ہیں۔ رہتا تھا جیسے میں معلوم ہوتا کہ کت لاؤ لایا ہے  
وہاں ہوا ہے۔ دو دو ہوا آجاتا۔

دی شہر گھرانہ خدایں اور ہی لوگ تھے لیکن میں وہی نہیں تھا۔  
برس برس کے پیرا پیرا جھوڑی واڑھی تھی اور میرا قد پہلے سے سبسا ہو گیا تھا۔  
تھانے پہلے میں تھے۔ سینہ چڑا تھا اور ناگہیں مضبوط تھیں۔ مجھے بہت سے  
آدمیوں میں ملکہ سے بھرا ناما سا تھا۔ تو حق نگاہری حالت۔ اندر سے ہر  
حال وہی تھا۔ یہی ہے جینی ناگہی خوف اور کرا دیا۔ گتا تھا یہی صحت  
ایک گفت گوری ہے اور دون ایک جیسا کہ رات میں برس سے ہم کرا دیا  
گیسا۔ چاروں اکل رات ہی مجھ سے بڑا ہوئی ہے۔ ایک میل ساوارات  
حق میں نے بھول اور اس کے ساتھیوں کو اس لیے اطلاع نہیں دی تھی کہ  
معاہدہ میں گئے تو بچہ کر کر کر خوشی کے رات میں مل سکے۔ کچھ جب تک  
اس کے ساتھیوں میں کوئی غمزدہ نہ تھا اس وقت تک مجھے یہی کیے نصیب  
ہو سکتا تھا۔ میں نے صحت بدلتے وقت جیلر نے دو روپے میری جیب میں  
ڈال دیے تھے۔ ہر مدت سال پہلے میری جیب پر ہاند کیے گئے تھے۔ میں نے  
انہیں گناہ نہیں تھا۔ دو دو حاتی مر سے گم کیا ہوں گے۔ مالا میں نے گئے ہیں  
کوئی گناہ نہ چھپا لیا تھی۔

میں نے کچھ نہ لانی سے ہاتھ اٹھا کے ایک غلام کشا کر آواز دی غلام  
فصلہ کے کرنے کے بعد کشا اس باز سے گزرنے لگا۔ جہاں سے میں کرا  
سکا۔ تھکی باگڑا تھا۔ مجھے کئی دونوں ہوتوں کے بود و بھی نظر نہ تھے۔ میں  
بہرہ و دل نے وحشت تاک وقت بسر کیا تھا۔ میرا دل اندر سے کسی نے چڑھایا  
اس وقت کا ایک ایک لمحہ یاد آنے لگا۔ کشا خدے کے ساتھ مجھے طے کر گیا  
خدے کے کھلتے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی بس ہوا میں پر ہنسی خوشی

کی گئی تھی میں دھڑکتے دل سے اندر داخل ہوا اور میری نگاہوں کو شہنا سا کر  
کھانکھ کر نہ گئی۔ کوئی بڑا ناؤ میری نظر میں آ رہا تھا۔ میں نے لڑتے ہاتھوں سے  
دفر کی تہ بنائی بڑا سیٹھی بھٹنے ایک اور مرد کو جس شخص نے مجھے جھٹکے ہوئے  
دیکھ کر اندر بولا گیا۔ تو فرمایا: "اُس نے سہاٹ آواز میں کہا کچھ کہتے ہو؟  
جھک کوئی میں سوچنے لگا کسی طرح پرچھوں؟ وہ شخص بیسکے پس پیش  
جھٹکا گیا اور کہنے لگا: "فرمایا: کچھ کام ہے؟"  
"جواب میں ایک صاحب کے ہاں سے پوچھنا چاہتا ہوں۔"  
"یہ کون سا لوگ؟" دفر نہیں سمجھ دھر ہے۔ "اُس نے کہا: "البتہ  
اگر دوسرے کسی صاحب کے ہاں سے پوچھنا ہے تو فرمایا: میں حاضر ہوں۔"  
"جواب میں مولوی محمد شفیق کے ہاں سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں  
گھر گیا تھا وہ مراد آباد سے تعلق رکھتے ہیں۔"  
"مولوی محمد شفیق؟" اُس نے کچھ سمجھتے تھے جواب میں میں اس نام  
کے کسی صاحب کے واقف نہیں ہوں۔  
مجھ پر مولوی طاری ہو گیا۔ وہ میں پڑھتے تھے میں نے تشریف سے  
کہا وہ مراد آباد سے کسی میں بیان پڑھتے آتے تھے آپ فیض فرماتے ہوں  
"جی ہاں اس نے عرض کیا کہ میں اس نام کے کسی شخص سے واقف  
نہیں ہوں مجھے یہاں ملازمت کرتے ہوئے پانچ سال گزر گئے ہیں اُس نے  
کسی قدر ملازمی سے جواب دیا۔  
"پانچ سال؟ میں نے سرت سے دہرایا: "پانچ سال میں اس نام کے  
کوئی مولوی صاحب ادھر نہیں آئے؟"  
"جی نہیں۔ وہ قریب سے بولا: "جہاں کسی مولوی کی ملازمت لگا کرتی ہے  
تو تعینات نہیں اور میری ملازمت ایسی کر دہی نہیں ہے۔"  
"اس سے پہلے میں نے شکستہ لہجے میں کہا کوئی سات سال پہلے وہ  
یہاں مقرر آتے تھے آپ دوسرے کے کسی رنگ سے پرچھے۔  
"ہاں ممکن ہے اب میں پلٹے پیٹے سے پہلے کے کسی رنگ سے بائیں فرما دیکھیں  
سکتا۔ وہ غصے سے بولا: "فرق کیجیے میں آپ کو کسی رنگ سے ملا بھی ہوں  
تو آپ کو کیا حاصل ہوگا۔ جن شخص پانچ سال سے یہاں نہیں آیا اُس کے آپ  
میں آپ کے جان کر کیا کریں گے اور وہ آپ کو کہا جاتا یا میں گے؟  
"مجھے اُن کے ہاں سے کچھ ضروری باتیں معلوم کرنی ہیں۔ میں نے  
خوشامد ناظر سے کہا: "خدا کی بات معلوم ہو جائے۔ براہ بروائی میری۔"  
کیجیے میں آپ کا شکریہ ادا کر رہا ہوں گا۔"  
اُس نے غرور میں رکھ کر اندر آتا ہٹ سے بولا: "آئیے بیٹے  
ساتھ لیکن آپ کا کام کیا ہے؟"  
میں نے اپنا نام جو میرے تیل اور اپنے آنے کے فرض و فرائض بتاتے ہوئے  
مجھ کو بتا دیا۔ وہ مجھ سے ملے ایک بزرگ کے پاس سے گیا۔ بزرگ ایک  
ہاتھ کر دوسرے سے میں ہمراہ تھے۔ میں آن مولوی صاحب کو بیان کیا۔







وہ میری حالت متوجہ ہو کر دیکھ کر دُشرب سے لاپلاہ تیرہاں کیل نظر آ رہا ہے؟ تو  
کہہ آزاد ہو رہا؟ اسکو کوئی خبر نہیں کی؟  
میں آج ہی آزاد ہو رہا ہوں اسکو کہہ پاس نہیں گیا؟  
کیوں؟۔ اُس کی بیوی مر چکی تھی۔  
مجھے پہلے ایک ایک دھماکا تھا۔ میں جلد ہی دھماکے کے استاد سے  
مل گیا۔ میں نے عمر سنی کی اعزاز میں کیا۔  
نہیں لاف لے اگر استاد کو تو خبر ہوگئی کہ تو اُس سے لے بغیر کیل ہے تو  
وہ بہت ناراض ہوگا، آہل ایک ہوائے اینٹیں کھل دیکھ اُسے میں اپنے کا  
اُس پر توڑنے کا بلور کیا ہے ملے۔ اُس نے سیر کر کے میرا ہاتھ کے کہہ۔  
نہیں۔ میں ابھی نہیں مانتا۔ میں نے اپنا کندھا چلاتے ہی نہ کہہ۔  
یہ بہت بُری بات ہے لاف لے اُس مجھے بھی اچھا پتا۔ تو نے  
توبہ میں بہت پرہیز کیا ہے پھر بھی ایسی نادانی کی بات کر رہا ہے۔  
مجھے بہت غمزدی لگا ہے مگر اُس نے اسی لیے میں جھل جانی کے  
پاس نہیں گیا کہ وہ مجھے جلدی نہیں جانے دیں گے۔  
اپنے سلاسلات ملال کہہ کیا پڑا۔ ارجیل سے آزاد ہوتے ہی تجھے  
اتنی جلدی ہوگئی تھی تو وہاں پہنچتے ہوئے۔  
دیکھ ساندے۔ میں نے کہا بہت سے کہا۔ مجھے صدمہ ہے کہ یہی بات  
نہیں ہے لیکن تجھے اعزاز نہیں ہے کہ مجھے اس دن کا کتنے سال سے انتظار  
تھا۔ میں تجھ سے نفی کرتا ہوں کہ تو اتنا کچھ جھٹکنے کی بات مت بنا۔  
لاف لے اگر استاد کو معلوم ہوگا تو وہ میری کمال کھینچے گا۔  
تو کہہ دینا۔ میں نے خود ہی آزاد ہونے کا یہ کہہ دینا کہ لاف لے بہت بُرا  
آدمی نکلا۔ ہر کسے تو اسے ملال کے کرکٹ سن کر آزاد تیری مرضی۔  
اس دوران میں وہ دونوں فرخڑ سے مجھوں نے سیری مالا اور دلیپ پر  
ہاتھ مار کر ناجا اٹھا رہے تھے۔ اُنھ کو مجھے اور ملنے کو مجھ سے ایس  
کہنے دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے۔ مالا اسکاٹنے لگا۔ غلط آدمی ہے ہاتھ  
ٹال ڈالیں میری نظری ہوگئی تھی۔ وہی اچھے دیکھتے تھے دن بھر کے کس  
تیرا جوہر جان سکا۔ اُس کی خوشنویسی میری حلیہ بنا کہ اسے سوچ کر تھک جیسے  
کہہ کیا پایا گیا نہیں ہے۔ تجھے کیا ہو گیا ہے میرا۔ وہ فوٹو کوئی پتھر ہے کیا  
بیس میں نہیں جتنے گا۔ آہل جانے ہی۔  
یہی نہیں جاد رہا ہے۔ میں نے وہی سے کہا۔  
سلاسلات۔ اُس نے مجھے دھکا دیتے ہوئے کہا۔ اس نے اپنی دلیں میں  
کے گزرنے، کوئی ہاتھ اس دلیان کو چھایا نہیں ہوا کہ تیرے پاس آیا تھا۔  
دیکھتے تھے میں سال بھر کے غم کو توڑنے کے غم پہنچا۔ میں ہی کرکٹ میں سال  
ایسا جلا لگا جس سے ایک ہاتھ میں وہ آدمیوں کا دھون توڑ کر دیا۔ میرے  
اُس نے اپنے ساتھ قیوں کو نہ لے۔ میں نے کہا۔ لاف لے سے ساقی مانگو، ملے اپنے  
آدمی ہے ہاتھ ڈالنے کا گناہ کر رہے تھے۔ میری دلیں نے اپنے گال پر دیا۔ ارجیل

[illegible][illegible]

کسی کا نہیں تھا۔  
تھامیر سے ہی مگر آخر گاؤں سر اور آباد آئیں پر پہنچ گئی۔  
آئیں سے بلرکتے والے اسے پہلا مسافر میں تھا میرے خواں کچھ سے  
مئے تھے۔ میں پاگوں کی طرح ہلایا مانتے مانگے کچھ تھے میں کچھ  
دائے کو بھگتا گا پڑتا کہ مہلاز مہلاز منزل پر پہنچ سکتا تھا لیکن  
شیخ کے میں مقابل ایک مسیح اور پڑا شکوہ عمارت پر پریشانی نظر  
آئی۔ اس عمارت پر یہ لورڈ لنگا سوا تھا۔ اسلام پر مسافر خانہ سر اور آباد  
عمارت کی ادوی منزل کی تعمیر کی جاتی تھی مسافر خانے کے ساتھ  
اسلام کا عقیدہ رکھ کر اس کے مناسب کھانا کھانے کے متعلق سے مولوی  
موریشی کے بابے میں پرچوں تاکہ ان کا کھانا دھو نہ دے کی آہیں  
سے بڑا سکوں مولوی صاحب عہد نامہ کر تے تھے میں نے  
سوچا۔ تمہیں ہے مسافر خانے کے متعلق فیض جانتے ہوں۔ یہ سب کے  
میں حکمت میں داخل ہو گیا میرے پاس چونکہ کوئی مسلمان نہیں تھا کہ  
لیے کسی نے بھی پر توجہ نہیں دی۔  
مسافر خانے کی دیواروں پر جگہ جگہ مسافروں کے بے  
جائیدادوں کے برور آؤیاں تھے مجھے خیال آیا کہ سارے مجمع  
کے ساتھ جگہ سے کمر پڑھنے والے غرور تر آؤیاں جیسے تھے  
لیکن آنا جوش تھا کہ وہ ہم نے اسی جگہ میں حکم کے منظر پہنچے  
ناتمامہ ملاحظہ کیا۔  
"فیض گنج پڑا اس نے سوچتے ہوئے کہا۔ میں فیض گنج کے  
کسی ایسے شخص سے وقت نہیں خرچوں لیکن یہ زیادہ بڑا اثر میں  
ہے۔ پتہ آسانی سے دست یاب ہو جائے گا۔ یہ فرط ہے کہ آپ نہیں  
سے تفریق لاسے ہیں؟  
میں نے جھجکا کہ جواب دینا چاہتے تھے۔  
"آپ کا مسلمان کہاں ہے؟ جب تک آپ انہیں تلاش کر رہے  
ہیں اس وقت تک ان مسلمان میں محفوظ کر دے کہ اسے میں اور اگر  
پہنچا میں تو کمر کا فیض انعام ہو سکتا ہے یہ مسافر خانہ نہایت حق  
لیے ہے تمہیں کیا ہے؟ اسی لیے واجبی سا کرنا۔ یہ لکھا گیا ہے جو شخص  
سالانہ سے اور اگر لکھتے، شمالی جہد میں مسلمان کے لیے اس  
مسافر خانہ کو میں میں ہے۔ یہ انیاں ہے پہنچے آپ بنا دھوکے  
اس تبدیل کر لیے عمارت کے باہر کھانا میں حکم موجود ہیں لکھانے  
کا بھی مقول انعام ہے پھر اطمینان سے مولوی صاحب کی  
شیں میں لکھے گا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے، دھوکہ دے سے تو خدا بھی  
جاتا ہے۔  
یہ اس بات کو فیض لاسکر یہ ہوا کہ اسے اور مسافر خانے کے  
کے کہ وہ کہہ سکتا تھا۔



قادر میرے پیچھے آتا لیکن میں نے زنجاری سے ایک تانگے میں  
بند کیا تھا۔ کہاں صاحب نے نہ تھلنے کے کبیرہ ہو کے پوچھا۔  
فیض حج : میں نے حق جو بایا۔

کہ اور سرائی بھاڑوں پہ  
قیں میں پڑے تھے گھبراہٹ اور ادا کر دیا جلد سے جلد  
پلو میری حرکت پر کسی نے مجھے گھر سے دیکھا اور گھر سے کو ایک  
مالک رسید کیا تاکہ صبح اور صبح دیکھ لی مگر میں پر سرٹ مارتے  
تھے غور کیا گیا یہی حال کا وہاں سے کا شرم و غم تھا لیکن یہی  
بیل گاہ سے زیادہ جی تانگے والے نے صاحب عادت سے غم سے  
سماعت کرنے بلانے میں اسے حق راہ سے ایک ہی طرف سے  
گور کے زور و قوت بازو میں داخل ہو گیا۔ ایک گھنٹہ ملا تھا۔  
فیض حج : میں کہاں تیرے گاہے تانگے والے نے پوچھا۔  
جدا میں حج سے آنا نہ تھا۔

تانگے والے نے مزید کہ گھر سے کو ایک گالی دے گی لیکن  
گھر سے نہ تو شادی میں ہی ہوگی یا گھر کا بیرون میں تیرا گھر  
کوئی ایسی ہی گھر سے گھر کوئی ایسا کوئی۔ میں غیب جاپ بٹا  
رہا۔ وہاں میں ہی کے منہ کے بدلتا ایک جگہ گزرا کہ ایسے پکارا  
جناب کا فیض حج : میں دیکھتا ہوں کہ جی ہے فیض حج : میں ہی تانگے  
والے نے میرا دانا ڈالتے ہوئے تھا کہ میں نے اس کے ساتھ پر ایک کتو  
لگا کر اسے اپنے پیچھے پر شرم کی ہوتی۔ وہ لوہا بادی بلانے میں  
سہارہ اس نے نہ صرف انداز میں بلکہ میرا غم و غلہ سے لوگ لے  
خیر کہ میں میں فیض حج : کہ قریب کیل کے غم سے پر تانگہ گھر کا  
مرد میری شرم سے مجھے تیرے گاہے گاہے ایک کھان غریب میں  
ایک کون تو کیا ہے گاہے جب ضرورت ہو جائے گا۔  
تنگ سے میں غریب کی مال کے بڑے بیک گلی میں گس گیا۔

فیض حج : ہے کاش بدلیں میری قربی کو اور موجود اس کے تصور  
سے میرے دماغے غم سے جو گئے مگر سے مولوی صاحب نے کھتے  
کے شے سے آئے دے غلوں کا جواب دان سے نہ دیا اور اپنے کسی  
مزید سے جواب نہ دیا کہ وہ تو جب سے کھتے گئے ہیں وہ اپنی ہی  
نیل سے کرنا خیال سے مولوی صاحب نے نہ مگر احتیاطی  
ہوئی کاش مجھ ان کے گھر کا یہ معلوم ہوتا اور میں آئی وہ دن کو بوجھ  
دنا یہ چند ہی لمحہ کی خوش بیاں میں ہوئی مگر گزشتہ گلی میں  
جذوب نظر آتے ہیں ان میں سے معقول شکل صورت کے ایک  
فصل کو روک کے مولوی صاحب کے کہے میں پوچھا میری کوئی امانت  
کرنے کے لئے حیرت میں پڑ گیا۔ مولوی کا شفیق ہے اس نے نہ تھے پر  
اچھا کرتے ہوئے تھیں منہ سے کہتا ہوں ہاں وہ اسے سب ہیں

ان مولانا کی قربت میں کوسے میں جو میرے سے تھیں تانے ہا کہ  
نہ تھا کہ وہ کسی اور شرم میں ہا کھین گئے ہیں نہ انا عالم بہر حال وہ  
اباں غلے میں میں ہیں شرم میں تھے تو کسی نظر کرتے خدا حضرت  
دیکھتے ہیں میں نے ان میں برسوں سے نہیں دیکھا۔

مردانہ کا کہ شخص باقوتی معلوم ہوتا تھا میں نے اس کی زبان  
رک تباہ و بیاں میں تھے ہے میں نے تھوڑی سی پوچھا۔  
"میں صاحب وہ بیاں میں تھے بالکل نہیں تھے اتنی بات تو  
میں یقین سے کہہ سکتا ہوں اب رہا یہ سوال کہ وہ کہاں رہتے ہیں تو  
نہیں بتاتا۔ اس نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔

ان کا کوئی مزید فیض حج : میں نے نہ بانی پیچھے میں کہا۔ وہ اس  
شہر میں پیدا ہوئے تھے کوئی رشتہ دار ہے کوئی تو جو کاجے ان کے  
بنے ہیں کچھ ملو۔

"جہاں ملک مجھے پڑتا ہے ان کی شادی بھی نہیں ہوتی جی  
اور ان کے والدین بھی نہیں ہیں اپنا مشکل ہے کہ وہ بیاں پیدا  
تھے اور اگر وہ ہیں پیدا ہوئے تھے تو ان کے والدین کے کہے میں نہیں  
سے کہ نہیں کہا جاسکتا، ہر سکا کہہ کہ وہ کبیں ہوئے اسے ہوں۔  
اس صورت میں عزیزوں کا سوا ہی میں پیدا نہیں ہوتا اور کون  
میں کو دیکھ لیں میں بیاں پیدا ہوا میں پلا بڑھا لیکن میرے والدین  
باہر ہی سے آئے تھے۔"

"جناب جناب! کوئی بزرگ کوئی تو اس بار گھر کا ہوا ان کے والدین  
آپ سے زیادہ جانا ہوا اور کم مجھے ایسے کسی شخص سے ملو دیکھ لیں۔  
تھے ہی سے کہا۔

میں نے نہیں دیکھا۔ ایسے گھر کو شرم سے کہتے ہیں بگڑا ہے  
اپنے اسم گرامی درویشی حالات سے آگاہ ہیں کیا غلام کو شرم میں  
میں میں کچھ جی میں ملازم ہوں اس نے معاملے کے لیے اچھ بڑھا  
میں نے سہری گھر پر اپنا قنات کر لیا۔ ایک گھر دو سو کوڑیا  
گھر وہ شرف آدمی ان کا گھر تو کچھ مجھے کی گھروں پر ہے کیا کسی نے  
کہہ تیا کسی نے کہہ تو آخر ایک صاحب مولوی صاحب کے کہے قریب مزید  
نہ گئے۔ ان نے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کے بہت سے عزیز شرم کے  
خلف مٹوں میں ہے میں لیکن مولوی صاحب نے شروع ہی سے  
اپنے آپ کو سب الگ قنات رکھا تھا وہ گھر سے بہت کہتے تھے  
تھے اور غمناک ملازم میں سے حضرت سے تھے یا سفر کرتے تھے تھے  
یاد رہے کہ ایک رات انھوں نے خود مجھ سے کہا تھا کہ ان کا کوئی  
تیل سے نہاں ناپ صرف ایک کپڑے سے اور اس سے مجھے تھے  
حدود گزیرے میں رات میں تھکے خلف مٹوں میں ان کے گھر  
کے گھروں کے کچھ گھارے ہا گھر گھر سے یامی ہوئی ایسا معلوم ہوا

تھا یہ مولوی صاحب کی کسی کو فکری میں ہے جس شخص سے مجھے پوچھا  
اس نے ہی کہا۔ جوں گے کسی بیٹھا مقام پر دوسرے سے ہوں  
مجھے یا ساحت کہے ہوں گے تعجب ہے کہ ان کے دو یا تری  
عزیزوں نے ہی ان سے زیادہ دل کی کا اظہار نہیں کیا۔ ملائکہ مولوی  
صاحب بڑی ماذب فکر شخصیت کے ملک تھے۔ ان کی گفتگو میں  
خاستی قی درویش تھا۔ وہ بہت جلد لوگوں کو ان کا دیکھ دیتے  
تھے یا اس بہت عمدہ ہینتے تھے بڑی فطانت سے رہتے تھے  
حقا کہ اپنے معزور تھے غلامانی کے ل میں زیادہ ملنے کی مثال  
تھی یا دیکھتے تھے ایسی باغ و بہار شخصیت سے ان کے عزیزوں  
کی تعلق اور اعلیٰ عجیب بات تھی لیکن یہ کوئی نئی بات تھی۔  
مولوی میں اپنے عزیزوں کے ملنے کے لوگوں اور گھر والوں سے الگ  
تھک رہتا تھا۔ جل میں صاحب قیدی ایک ہی ہر کہ میں سے تھے  
مگر میں حقیقت میں کبھی ان کے ساتھ نہیں رہا میں تو بہت کرا کے  
ساتھ رہا۔

تھے ہی گھر دیکھ دے ان کے کہتے ہی عزیزوں سے  
پوچھا مولوی صاحب کے ذکر پر کہ لوگ تو مجھ سے ان کی شکایت  
کہتے تھے کہ وہ کسی کو غلامی میں نہیں لے تھے۔ ان کے ان پاپ  
کے منتقل پر لوگوں نے ان کی خبر گیری کرنی تھی مگر وہ کوئی بی  
دہن گاہ میں پلے گئے تھے۔ وہاں سے فارغ انتہیل ہو گئے تھے  
تو عزیزوں نے ان سے شادی کرنے اور گھر بسانے کی خواہش ہی ہر کی  
اٹھنے لگا۔ گھر کو واجب وہ خود ہی اپنے رشتے داروں کی فکر  
سے بھرتے تو کسی کوئی بڑی جی کو وہ ان کی فکر کا نگرانی تو اچھی  
روں کی کی جاتی ہیں جو خود کسی کی فکر کرتے ہیں محبت تو اتنا رکھا  
باہی ملو سے مگر کچھ لوگ اس سے بڑے ہوتے ہیں۔ وہ بڑے نہیں  
کہتے کہ وہ سوائس مینے کا اظہار کر رہا ہے۔ وہ سوائس بڑی نہیں  
گواہی صاحب کھتے کے مے میں اپنا سامان واپس لیتے نہیں

لے تو وہ بڑی ہیں ان میں اس کے باوجود وہ لوگوں ان کا نام جانتے ہوں۔  
کچھ جھلک بڑے تنگ و تنگ رہتے ہیں بہت سے بیک لوگوں نے مجھے اپنے  
گھر میں حمان بنانے کے لیے امر کرنا میرا دل عقلمن میں ہوا تھا۔  
رات خامی تو جی تھی مگر اچھ اور وقت قی تو میں مزید درگن سے  
راہ کو نظر کرتا۔ تنگ ہار کے میں سناؤنے ملا یا اور ایک کمر سے  
جھک رہا ہو گیا۔ دل کی دوا میں ہی باگ کر گزری تھیں مگر غیبتا جی  
آجھ سے غائب تھی۔ دل آنا آنا ہا تھا کوئی طرح کو دیکھ ہی  
تھی میں کوئی جوش و خروش تھے عجز سے تو تھک ہی گئی تھی۔ وہی  
پیشہ میں پڑ گیا تھا جیل سے باہر کی دنیا بہت کسیت تھی مجھے اچھ  
کے میں مجھے کھنکھاتا رہا بعض لوگوں سے دوبارہ ملاقات

ہوتی آنا مزور پر جلا کر مولوی صاحب کی وہ بیک شاید جہاں آباد  
دن میں رہتے تھے کسی کو اس کا پڑی معلوم نہیں تھا۔ میں نے مولوی صاحب  
ایک مسجد میں بھی گیا جہاں ایک بڑی درس گاہ میں مولوی صاحب  
دینی تعلیم دیتے تھے۔ یہاں بھی مولوی صاحب کا کوئی سرور تھا۔  
کھتے کے مدرسوں کی طرح وہ سب بھی مولوی کا شفیق کی روایت  
پر حیرت زدہ تھے میں پوچھا پھر اسرار وادی بڑوں کی کئی کئی اظہار  
پر بھی لیکن کے بڑوں کے کہنے دیکھا دیکھا کہ مولوی صاحب کھتے  
شہروں سے آرڈر کرتے تھے اور انھیں مزار و آباد بھیج دیکرتے  
تھے یہ مولوی صاحب کا جو دینی کام تھا۔

جہاں بھی مولوی صاحب کی غیر خیر کا ذرا امکان تھا وہاں ہاں  
ایک پشہ و شرافت رسائی کی طرح لگے دور میں میں مراد آیا وہ کسیت  
سے لوگ مجھ سے واقف ہو گئے تھے۔ مراد آباد کے آخری ہونے  
ملنے کو گھر سے لال کو کوئی ملک دوان کا بازار غلہ پر غریب کر لیں  
مفتی ڈال بھی ملے غلہ بیکار دوان گل شہید ملے بورہ محفل تان  
گواہیں مسلمانوں کے جتنے ہی ملے تھے میں مسلسل خون و ملت تک  
ان کی خاک چھانتا رہا ان تین دنوں میں میری حالت اور خراب  
ہوئی کہ پڑے سلا ہو گئے ہاؤں میں کھتے پڑ گئے۔ مجھے یا گلی کہا  
جانے لگا مجھے شرم میں چلنا مراد آبادی بلکہ نظر دوانی آگے میں دن  
میں مراد آباد کے گھروں کی کھانوں میں میرے لیے اشتیاق اور  
تاک کے ہائے شمس منزل اور مزاج پیدا ہو گیا اور مجھے بھی ہو  
گیا کہ اس شرم کوئی شخص مولوی صاحب کے کہے میں کچھ نہیں  
جانتا اور جب یہ امکان ختم ہو گیا تو میری آنکھوں کی روشنی اندر سے  
گلی اور میرا خلق شک ہوئے لگا ماس میں کہنے لگی کھانسی جو چھ لگی۔  
خاک بھرا گیا۔ میں اسی حالت میں ایک رات میری فیض حج : گیارہ  
گھنٹوں میں گرا پڑا مارا مارا پھر تار مار سفر نے واپس ملاتے تھے  
منہ کی ہو کی ایک دکان کے تھے پر ہنڈھال ہو کے بیٹھ گیا۔

مجھ سے گئے نہیں چلا گیا۔ یہاں بھی کھتے کے سسٹن و والا داور  
نہ ہوا گیا۔ میرے ہاتھ بیروں میں ہاں میں جی وہ میں کھتے تھے  
پیلے تو انھوں نے مجھے فقر کچھ کر پڑا پڑا میں نے اس کی کہا۔  
ہے بی بیازی برقی تو وہ قدرت پر کرتے تھے۔ وہ شاید آسری  
شود کچھ کہوں آج سے تھے بزرگ میں تھے تو کبیر سب میں ہے  
میں ہی ہا کہنے یہ پوچھتے ہیں میری جیب میں ہاتھ ڈال جا۔  
میں نے اسے فٹ کر دیکھا یا ہا تو وہ سب جیتنے لگے۔ ان میں  
سے دوسرے مجھے ہانڈوں سے بھرا اور اپنے سامنے کو شاکر کر  
وہ میری تلاش لے۔ میں میری طرح ان کی گرفت میں تھا۔ میں اپنے  
آپ کو خود ان کے حوالے کر دیتا لیکن میری گردن میں ملا پڑی ہی



حقی اور حر ہے میری جیب میں تھے وہ میرا آخری سہارا تھے میں نے اُس سے مرتضیٰ کو روکے مجھے مجھ پر اُن کا ایک بے فکر غریب آدمی کو پریشان نہ کریں اُس نے میرے جیب سے نکال لیے اُس کی آنکھیں مڑھ مڑھ کر اُسے روکے۔ روکے۔ اُس کی جیب میں تو توڑا مال ہے۔

میں نے اپنے ساتھیوں سے چچ کہہ دیا۔  
 اور دیکھ اور دیکھ۔ ان فیروں کے پاس مال میں جو گناہ  
 کیا ہو گا ان کے پاس جو گناہ چل جلدی سے اپنا کام کر دے گا  
 اور ہر شہنشاہ تباہی کے ہی سے سبکدوش ہے۔ ان کے ساتھی نے  
 زور سے مڑا ہوا پکڑتے ہوئے کہا۔

میرے بیٹے ابی کو میں نے ہاتھ کرکھا۔  
 "غلام مولا، تم مجھے سویرے ناشتے کے اور کل شام کی  
 پکچر کے پیسے ضرور دیں مجھے تا اور مال کا حصہ ہے؟  
 "مولا اس کو میں نے جھجکایا۔

وہ میرا خاں خرم بن گئے۔ میری جیب سے ٹپے برآمد کیے گئے۔  
اُن کے ہاتھ کھڑے تو حیرانی سے بولا: "جیسے تو ایک ملا بھی پہنے  
موتے ہے؟"

”باتو مت کاٹنا۔ میری آواز فٹے سے کانپنے لگی۔ اس کا  
 ہاتھ میرے گریبان کے اندر بیچ چکا تھا میں نے ایک بار کیڑا میل  
 کر لیا۔ دو ٹولیاں نکھیں اس ٹیبلٹ کی انگوٹھی پر لڑا۔ وہ دو ٹولیاں اٹا کر

اساتذہ کی تعلیم کے بغیر انسان بے فائدہ ہے۔ انسان کو علم کی تلاش کرنی چاہیے۔ علم ہی انسان کو انسان بناتا ہے۔ علم ہی انسان کو انسان بناتا ہے۔ علم ہی انسان کو انسان بناتا ہے۔

میں ایک لمحہ تک نہ گھبراؤں اس نے جانتا ہوا کہ میرے  
گروں سے ملا کر لڑنے کا دوبارہ حکم آیا۔  
کیا مالا تیرے باپ کی سے امین نے محل سے کہا۔  
یہ تو کچھ اسی معلوم رہ جائے گا میں یہی چاہتا تھا کہ وہ جانتا ہو

[illegible]

60

ماتوئیں سے عین لیا، یا تو میرے ہاتھ میں آتے ہی ان کے دل کو  
خفا ہو گئے۔ وہ گھٹیا نہ تھے اگرچہ رات سال کا موعجہ نہ ہوا  
موتا تو ان کے بیٹ میں باقوا تھا دیتا۔ دینے کی کوئی چیز  
بیخبر کر رہا۔

”اچھی سیان جی امی جلیے دیوے سے۔ اس نے اپنے سامنے  
لوگوں کا منہ دیکھا اور ایک پانی کی بھیجی جی جی سیان جی مھے کو کہہ کر  
آدمی رکھتے ہیں۔ میں نے اس کے تھوڑے پر کسی درمحل کا انعام لیا  
کیا۔ دو سو ساٹھی جاگا ہوا اپنے اس کہتے ہے سامنے کے اس گیا جی جی

پرواز نہ جا پڑا تھا۔ وہ روئے کسی کی جیب سے نکال کر تھری سے  
 داس کا باغ میں لیے وہاں جمنا اس کی تھری سے ہارے کرتے کرتے  
 کہا جس نے گھنے نیند میں جیب میں رکھ لیا۔ پہلے تو میں سمجھا کہ  
 نے تھے تھری میں آئے ہوا سا دودھ

سپاہی کی پاپ سے تینوں پریشان ہو گئے۔ میرا جواب سنے  
 بقیہ انھوں نے زمین پر گڑھے سے چپے ہوئے ساتھی کو کھڑا کیا۔ وہ  
 چند سوئس فٹیم ہمدانگی میں جھانکے ہی اُسے تھے کہ میری گولی  
 جوتی ادا کرنے میں رک گیا۔ بخیر۔ اپنا پاؤں تھپتھپاؤ۔

انھوں نے جانو اس لئے اس نامی مناسب میں لکھا۔ مجھے حیران  
 ہی نہیں بلکہ حیرت سے کہتا ہوں کہ اس کا جو سبب اس لیے ہے کہ  
 آج کا تھا۔ یہ اہل اور چاقو تو دیکھ کے اس کا پارہ چڑھ گیا۔ کون  
 اس نے سبب اس لئے اور میں بھی۔

”ایک سال میں میں نے کھلی ہوئی اور زلزلہ جیوگرافی  
میں کون تھا بھی، یہ ستر کسٹیاں سر ہر تھا؟  
”تو میں نے دیکھے تھے باقو پلان آتائیں اور باقو لیے بھرتے  
میں نمے یہ رکھا کہ وہ ٹوٹنا چاہتے تھے۔ میں نے باقو پلان لیا  
تھا کہ گئے۔ میں نے سارا کسے کیا۔

”جہاں کو دیکھ کر مجھا گئے یا میرے قدموں کی آواز سن گئے؟“  
 ”جو سمجھو، میرے قسمت نے اب کو بھی وقت پر پہنچ دیا۔“  
 ”میں تمھارے ہاں پر کیوں یقین کروں؟“  
 ”میں حاکم ہاںوں میں تھے، تھے سب سے کمزور۔“

[illegible]

میں کی سبھی باتیں آتی، مجھے تم کوئی خبر نہ کہہ دو  
معلوم ہوتے ہو، اس شہر میں تم کو جاننا ہے  
تم کوئی نہیں کیا ضروری ہے کہ ہر شہر میں آؤ گی جاننے والے

موجودہ جو میں نے اسے کہا ہے کہ اسے کہتا ہوں کہ یہ بات تو آپ سے لکھی ہے  
 اس نے کہا کہ ایک کچھ اور ہے بات سے لیا جیسے میں نے اسے  
 یہ دیا تھا میں نے کہا کہ اس نے مجھے سے جیسا ہے۔ معاملہ جو کہ وہ کہتا ہے  
 وہاں ہے شاید یہ تو کہوں گا کہ ادا کرنے کا یہ کہتا ہے کہ اس نے

ماضیوں کو مجھ دیا؟  
 "ہاں اگر صاحب! آپ کسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے تمہارا  
 کیا دیکھ لیا تھا۔ بنار میں جیل سب سے دیکھی تھی۔ میں نے اپنی کانٹا  
 اٹھ کر بڑھتے سے کہا۔

کیوں؟ وہ جاقولہاتے ہوئے بولا: جرم میں ہے، رات کے وقت میں بیٹھا نظر فرما کر ناخوش نہیں ہے، بلکہ جرم تھا نہ

صاحب شاکر کریں گے اور دوسرے سے پہلے نہیں میں کچھ مڑی  
رکے جب تک میں اس علاقہ میں آج کی رات ہی جمع و سلامت کرنے  
کا مقصد نہیں ہو جائے گا کابل۔  
میں نے اس کی منت و ساجت کی شہر میں کوئی ایسا جی نہیں

تھامیں سے میں اپنے تعلق کا حوالہ دے دیتا ہوں کہ اس وقت مجھے اندازہ ہوا کہ انہی خواتین خاندانیں ہو سکتا ہوں کہ ان کی کوئی بیواہ ضرور ہونی چاہیے کسی عورت کی کہ وہ کسی گروہ سے اس کی دل و جان کی ضرورت ہے کہ کوئی بیواہ پس منظر میں رہتے ہیں انہیں سب زیادہ ضرورت ہے شناخت کی

مذکورہ کے اگلیں اس کے ساتھ چلتے ہوئے گھبرا کر تاروہ اپنے  
گھر میں چلی گئی تھی جیسا کہ اس کی سب سے بڑی خوف آتا تھا،  
جب وہ ہسٹری میں میں ملیں جاتے تھے میں اس کا اندازہ لگاتا تھا۔  
اس کی لہجہ سے میرا دل رواں لڑنے لگتا تھا۔ حوالہ دہری  
میں ہوا کرتی تھی۔

قوت کا جوت سے ضد کرتا رہا۔ میں نے بہت کام کر دیا وہیں تھا،  
 میں نے سوس سوس بچے نکال دیے۔ وہ بچہ در بچہ کا ہوا، متنبہ  
 ہوا، کیا انتظام کر ڈارا۔ ہاتھ میں پتھر، حق میں تھی، عجیب  
 میں بچے لکھری رات امی شہر، گھون کا حلیہ، ان تمام خصوصیات  
 کہ کہہ جاتی تھیں، کرم، بھونڈا، نہایت، کہ کہہ جاتی تھیں،

۱۔ ایک ایسی ہی کوئی چیز ثابت کیا جا سکتا ہے جس سے اس وقت  
 کوئی خاصیت بھی قوی، اگر کوئی یہ بیان کیا سکتے ہیں تو یہ اصل  
 کے رات ملال کی سزا لگائے اور نقصان کے سامنے موجود ہے  
 تو یہ جلتے تو ہے رشیدی کہو تاہم یہی ہے میری بے گناہی کا بیان  
 نہ گناہی کو کہہ کر گناہ میں، میرا کہہ سکتا ہے اور میرا کہہ

ہاں ایک چھوٹا سا کھانسی سے آگے نہ بڑھتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک بار پھر کھانسی غم  
 ہاں ایک چھوٹا سا کھانسی سے آگے نہ بڑھتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک بار پھر کھانسی غم  
 ہاں ایک چھوٹا سا کھانسی سے آگے نہ بڑھتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک بار پھر کھانسی غم

گناہ میں کیا ہے آپ مجھے مال ہے تاکہ وقت صحتاً کرے میں ہے۔  
 "سب عمر اسی ہی گذرتے ہیں۔"  
 "آپ کے ہر دم کیسے کرتے ہیں؟"  
 "میں خود کو..."

”میں نہیں جاؤں گا۔ میں نے یہ قسم کھائی ہے۔“

اس کا تھوڑا سا دیر تک بیٹھا اور پھر اسی ڈوری کو جھکے گا یا نہیں وہ دیکھ لگا۔

[illegible][illegible]

وہاں سے دو گنا اضافہ کیا گیا۔ جب اسے ساری ملازمتوں پر لگا دیا تو اس نے غصے سے کہا کہ اس کی عمر صرف بیس سال ہے۔ یہاں تک کہ اس نے اس کی عمر کا ذکر کر دیا۔ اس نے کہا کہ اس کی عمر صرف بیس سال ہے۔ یہاں تک کہ اس نے اس کی عمر کا ذکر کر دیا۔

جس کے لئے یہاں ایک مکان بنایا گیا۔ ایک شہر کا توڑا ہوا مکان بنایا گیا۔  
جس کے لئے یہاں ایک مکان بنایا گیا۔ ایک شہر کا توڑا ہوا مکان بنایا گیا۔

میں اکثر تیزی سے چل گئی وہ میرے پیچھے چلا اور دھڑکے لگنے لگے میں چپ چاپ بڑا رہا کسی کی ہنر کے کاٹھونا کا ہتھکڑا جو کسی مکان کے اندر شامل ہو گا آدمی چھت سلاست ہی آدمی کی گری سوچی نہیں اور آدمی دھڑکے میں ہی سوچی نہیں چھت نہ تھی نہ کسی دست نہ تھی

مختصرہ کہ کیا تھا، اب اسی میں مسکن تھا۔ مکان کے ایک کمرے میں  
روشنی ہوئی اور کسی عورت کی لڑیہ آواز اُبھری۔ تم کوں ہے؟ میں  
ہم سالہ چار بار ہر مہینا ایک کو کھتی ہیں عورت نے ایک ایک  
لایمیں ہر نکلایم کوں ہے؟ پچھو ہر بلانی عا کی نے مجھے دیکھتے ہوئے

دیگر ہر گناہ دوسرے کی گنجائش میں نہیں آتا۔ اگرچہ ایک شخص نے کسی اور کی گناہ میں حصہ لیا ہو، مگر وہ اس کی گناہ میں حصہ نہیں لے سکتا۔ اگرچہ ایک شخص نے کسی اور کی گناہ میں حصہ لیا ہو، مگر وہ اس کی گناہ میں حصہ نہیں لے سکتا۔ اگرچہ ایک شخص نے کسی اور کی گناہ میں حصہ لیا ہو، مگر وہ اس کی گناہ میں حصہ نہیں لے سکتا۔

61



کے گھر والے ہاں کہہ کر شہزادہ کو چاہیں۔ میں نے بے بسی سے جواب دیا کہ ایک پنہاگیر ہے۔  
پنہاگیر کا عورت کی خوف زدہ آواز ابھری۔  
”ہاں اماں! نگہ کر جی نہیں ہوں۔“

دوں کی؟  
 آپ نے بہت رحمت کی اہل آب تو فرشتہ تک آپ نے  
 میرا سچا دیکھ کر ناچو ادا کیا میری کچھ میں ہیں آتا۔ جہاں  
 ہمیں میرا خیال ہے آپ جہاں تیار رہیں؟

• کیا وقت ہوا ہے ہم نے نالوں آواز میں پوچھا۔  
• مجھ پر سب ہے جو سرگوشی میں بولی۔  
• مجھے مٹانا ہے میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو انھوں نے کہے

تمہاری کھانسی میں اس کا رنگ سرخ ہو گا۔ اب سفید ہو گیا تھا۔  
اب وہ مغربی اور مغربی کی زندگی بسر کر رہی تھی اس لیے اسے  
شہر کے عزیزوں کی فکر و غم، مصروفیتوں اور اسی طرح شہر



لاکڑوں میں جتنے ہی آدمی نظر آتے سب بند گئے شہر وادیوں میں پکڑے گئے، سب کو آڑو کے بڑے بڑے اور بڑاں تھے لوگوں کے انداز میں ایک تکلف تھا، انصاف اور سچاوت تھی میں سارے کی دی ہوئی واسطے پہنچے تھے۔ میں بول میں غریب اور پانچاویں درست کرنے کے لیے آئے اور بعد بانو کا تھلا ہوا میں نے مدد مندا آٹھا، اور محل پر آ اور مختلف مدرسوں اور سکول میں جاکے تفریق نامی ایک مولوی کا پتہ پوچھا، لوگ بھر پڑے تھے میں مازنی سے درخواست کرنا کہ وہ ذرا توجہ سے میری بات سن لیں، مجھے مولوی محمد شفیق یا ان کی بی بی کا پتہ بتا دیں، ان کا اور ان کے شہر کا نام مجھے معلوم نہیں تھا۔ نام ہی شفیق سے کئی میل کا فاصلہ تھا، وہاں میرا پتہ نہ تھا، میں نے وہاں اور اس آخری سرے تک گیا جہاں جاؤش پہنچے تھے اور جہاں نظام نے ایک پر شکوہ عمارت فلک نامی بنائی تھی۔ اب تو مرنے کو تھے جوئے میں نہایت ہوتی تھی۔ پہلے ہی دن کی ناکامی دیکھ کر مجھے یہاں سے رخصت ہو جانا چاہیے تھا۔ یہاں تو وقت بعض ضائع کرنا تھا، منکر وقت کی کمی کس کے پاس تھی۔ میرے پاس زندگی باقی پڑی تھی۔ ابھی میری عمر ۲۰ سال سے زیادہ نہیں تھی جب کہ پڑنا تو میں نے حیدر آباد میں مراد آباد کے لوگوں کو دھونڈنا شروع کیا۔ گوگڑ طرح طرح کے سوال کرتے کہ ان کی شادی کی ہوئی تھی یا وہ گم حیدر آباد منتقل ہوئے ہیں یا ان کے شہر کا نام کیا ہے، یہ سب تو نہیں سنے نہیں وہ تو نہیں ہے، اس تک دو دو ایک ایک انبار لیں سے میری ملاقات ہوئی۔ اس نے میری درخواست پر اپنے انبار میں اس مضمون کا اشتہار شائع کیا۔

مراد آباد (ری) کے جناب مولانا محمد شفیق باقاعدہ اور ان کی جو بیوہ و دختر جہاں کہیں بھی قیام فرما ہوں، تو خبر فرمائیں اور مدد ہر جگہ میں بارش سے رابطہ قائم کریں۔ بارش کے پاس ہر دو موقوف کے لیے ایک امانت محفوظ ہے؟

مشہور اخبار بارش  
انبار میں اشتہار چھپنے سے بھی کوئی نتیجہ نکلا۔ اخبار پڑنا ہو گیا میں حیدر آباد میں ایک ہفتے قیام کرنے کے بعد آخری آگئی دلی سے لاہور اور پشاور گیا اور وہاں سے یونہی بریلی پھر پھر آگیا۔ اس سفر میں مجھے وہیہ لگ گئے۔ میں نے مختلف دینی مدرسے گاموں میں مولوی صاحب کو تلاش کیا لیکن وہ نہ ملے گاں صاحب ہو گئے تھے، یہیں نہیں ملے۔ آخر میں صاحب دے گیا، پھر آخری شہر تھا جہاں مجھے اپنے آپ کو بجز یہ کیا پڑا

کو مولوی صاحب سے ملاقات اب ممکن نہیں ہے نہ جانے ان کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا، وہ کس کو نہیں لگے تھے اتنے بڑے ہندوستان میں کس سے ان کا پتہ پوچھوں؟ اب تو صرف چند شہر دیکھے ہیں کہاں کہاں جاؤں اب مجھے کچھ سکون ہو چکا تھا۔ مرنوں جیسا سکون، مفلوج اور مفلوج اور مرنوں جیسا سکون، مرنوں مجھے کوئی جلدی تھی نہ وحشت جب میں صرف چند پہلے باقی رکھے تھے مجھے اور انعام کرنے کی فکر میں نہیں تھی۔ میں ایک کرب تھا کہ مرنے کی جنت میں نہیں ہے۔ سات سال کس اندر پر کاٹے تھے پڑھا کھا تھا اور قیدوں سے زندگی بچنے کی کوشش کی تھی کہ کوئی کرمی پریشانی دے۔ میں اس کے لیے یہی ذات کا سہرا دھو کر بناؤں کہ کوئی اس پر نگاہ اٹھائے کہ جو اتنے بڑے قلم اپنے کلم کو تلاش کر رہا تھا مگر وہاں؟

قیاس کیا تھا کہ مولوی صاحب کو معلوم ہوگا جو کا کچھ سے غل کی وارفت مرنو ہو جی ہے اب کوئی کی موجودگی میں مجھے سے رابطہ قائم کرنا نہیں ہے۔ اس لیے انھوں نے جیل کا کٹنا شروع کیا وہ بھی نہ کرے تو مجھے ملے ملے کچھ تھے مگر انھوں کی معلوم ہوگا میں نے جیل میں اپنا کام کیا تاہم یہ ممکن ہے انھوں نے میرے نام پر خط لکھا ہو اور جیل کے حکام نے اسے تلف کر دیا ہو کہ اس کا کوئی شخص یہاں موجود نہیں ہے۔ جیل اب سات سال گزر چکے تھے، دریاں میں وقت کی موتی دیوار عمارت ہوئی تھی، کھیتیں کا مالک تھا کہ مولوی صاحب کو کیا سچ پیش آیا، میں نے کسی اور شخص کو دل میں لکھ دیا تھی۔ شاید ہی جنت خیال سے میں ابھی سے لاپٹ ملتا تھا میرا تھا کہ مولوی صاحب نے ضرور کوئی مامور کر کے بھی تو وہ نہیں آئے۔ انھیں معلوم ہوگا کہ میں جیل سے پھرتے ہی ہوں آؤں گا وہ کوئی دلاسا دے کے زندہ کئے جوتے ہوں گے کہ کوئی ایک لڑکی تھی جس کے لیے بڑے بڑے اشارے کیے جاسکتے ہیں۔ انہی اشاروں خود میرے سامنے تھی میں نے اپنی بات میں مانی، اتنی نے نصرت کیا تھا کہ میں کوئی دھوکہ دیکھتا کہ بڑے بڑے کھیتیں کس جھڑا آؤں گا، اتنی اور اسے اتنا پیمانہ نقل ہوئے کہ باجوہ کوڑا کے لیے میں نے انھیں چھوڑ دیا۔ روز میں نے اس کی خاطر اپنا تیل چھوڑ دیا تھا مولوی صاحب نے اس کا چہرہ دیکھا تو ان میں شخصوں کے من آؤتے اور اگر ایسی بے تعلیم لڑکی کے میں سکون نہ ملا۔

اب بہت کچھ سوچا جاسکتا تھا، میں تو مولوی صاحب ۱۹۱۴ نشان ہوتا تھا، اس رات ۱۹ اقامت کس طرح پیش نہیں تھے، طرح میں نے سوچا تھا، ختم سے میری کوئی دھوکہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہوں گے اور انھوں نے مولوی صاحب کو حکم کر کے اس کا

جہادی ہو گیا پھر کوڑا کا تقاب کئے لے لوگوں نے اسے اور مولوی صاحب کو کسی جگہ دیکھا یا ہوگا اور مولوی صاحب کا کام تمام کر کے کوڑا کو اپنے ساتھ واپس لے گئے ہوں گے ممکن ہے مولوی صاحب سے کہیں چوک ہوئی ہو اور وہ کوڑا کو چھپانے میں نا کام ہو گئے ہوں مولوی صاحب جی میری وحشت کی بعینہ چڑھ گئے۔ ہندو کوڑا مولوی صاحب تین کا ٹیبلٹ نہ جانے کتنے لوگ میری دوسرے ساتھ ہوتے۔

کوڑا کو کوئی مجھے لگا ہوا، اس کے قبیلے کے گل باغ میں نے ہندو زندہ ہو گیا میں نے ایک بار صرف دیکھا جاتا تھا صرف ایک بار اس سے زیادہ اب میرا کوئی مطالعہ نہیں تھا۔ اس ایک بار کی دہر کوئی سادھے میں میری جان میں لے۔ مجھے میری غلامی لاپٹ مجھے ہوش کے لیے جیل میں رکھنے میری انھیں نکالنے، میرے ہاتھ کاٹ لے لے لے بے ست دیا کہ کسے کسے پھینک دے۔ مجھے کہے تو میں اس کے قدموں میں مال دوز کے اندازہ دوں، میں ہندی لڑوں گا، ڈاکو بن جاؤں گا، وہ جسے کہیں میں اسے نقل کر دینا کا مگر ایک بار وہ مجھے کوڑا کی صورت دکھائے۔

کہیں میرا تو نہیں نہیں میں میری انگلیاں حق کر لے لیں اور میرے لگا۔ ایسا میں ہو سکتا، ایسا میں نہیں ہو سکتا، میری بار پہلے مجھے ریل میں لیا گیا تھا، میں نے سوچا کہ خود پر میں نہیں کی تھی مولوی صاحب کے کوڑا پر پڑے میں کیا جاسکتا تھا، وہ ایک خستہ صفت آدمی تھے جب انھوں نے مجھے سینے سے لگا کر نہا دھکی تو ان کے دل میں کوئی کھوٹ نہیں تھی، پھر انھوں نے ہاتھ بے ملان خدیا کر کے میرے تیرن باس پڑا، وہ ہیں کس لذت شوق سے کھینچنے کی کیر کرتے تھے۔ وہ ایک فیری شخص تھے، ایک دن داسا دلی۔ ان کی ساری عمر شوق کے پیشے میں گزری تھی۔ وہ انصاف میں ہو سکتے تھے مگر وہ میرے کوڑا کے کون سے شہر تھے مجھے لگا تھا جب میں نے کیا انھیں پکان کے تیلے میں دال جانے کو کہ میں نے کوئی تو انھوں نے نہایت درشت انداز میں مجھ کو دینے سے مل کر دیا تھا، حق کے آدمی تیلے تھے، مراد آباد میں جی ان کے گفتات معلوم تھے رشتے والوں تک سے کسی پر ہم تھے، انھوں نے شادی کی تھی کہ ان کے دل میں میری بچوں کی محبت کا گدڑا ہوتا۔ انھوں سے میری دوسرے میں لے۔ اب کسی کو کیا پتہ، میں میں چھوٹا شخص حضرت سے ایک معلوم شخص تھا، انھوں نے انھیں ہاتھ پکڑنے میں لے کر لے لیے، میں کوئی کے دل میں جیسا کہ میں نے لکھا ہے، وہ سب کے مختلف ہیں، دنیا میں ہر آدمی دوسرے سے ملگ

نظر لگے۔ اسے آدمی کو کرم عمل ہو سکتا ہے اندر سے عورت اس کی

تفاہیر میں بدمعاشی ہے، مولوی صاحب کو اندر سے دیکھنے کا وقت ہے کہاں لا تھا، ریل میں ملاقات ہوئی، ایک دن ساتھ لے کر پھر دو دن ملے انھوں نے جب ریل میں مجھ سے شفقت کا اظہار کیا تھا، اسی وقت انھوں نے کوڑا کہاں دیکھا تھا، کوڑا تو دوسرے ڈپے میں بیٹھی تھی مولوی صاحب نے دیکھے پھر منہ دھوئے، لے کر تاکہ تھے، تھوڑی دیر میں انھوں نے کہنے تھے، آؤ، اسٹیشن پر میری وہ لڑا ہندی پھر گئے تھے کہ کاموں میں ہیں، میں نے آجائیں تو وہ جاتے ہیں وقت کوڑا ترحیح میں تھی اور انھوں نے اس کے چہرے اور سر کا انداز نہیں کیا تھا، میں نہیں میں مولوی صاحب پریشہ کرنا نہ ہے۔ وہ مجھ سے ترحیح میری دوسرے مذہب میں چلا گئے، وہاں اس پر کیا لڑی ہو گئی، نہ بڑے نہ کس عالم میں ہوں گے پتہ میں زندہ بھی ہوں گے یا نہیں۔

سوچتے سوچتے میرا دل یکساں تھا اب ایک آدمی اسے دیکھتی تھی کہ میں ان خندوں کو کاش کس کوں جھپٹنے لے رہا ہے کاشے جو پھر کیا تھا، انکی سے کوئی مجمع بات معلوم ہو سکتی ہے، جبکہ وہ زندہ ہوں اور کھینچتے ہیں موجود ہوں۔ غنڈوں کی زندگی کا کار ہر سادہات سال میں کتنے ختم سے مرنے ہوں گے میں نے سمجھا ہے ناہم ہو کے کھینچنے لائے کیا، پھر اور کھینچنے کے دریاں گھر تھا، اگر قریب نے ریل میں چوک کی تھی۔ جی میں آ یا اس ایک ہاتھ کی طرف سے گزرتا ہے جو باقی کا کوئی مجھے جہاں بھی نہیں کے گا، میرا ملیر یہاں سے سات سال میں ڈوگ محل جمال گئے ہوں گے۔ میں مراد آباد۔ ایک تھوڑی دیر کا دروازہ آؤں گا شاید کسی کا چہرہ بھی دیکھنے کو ملے، میں ایک تھوڑی شہرت میں جاؤں گا، ایک کنگول تھوڑی دن کا اور ڈھانے سے پھر ڈھانے میں کد کاؤں کا کوئی تھوڑی دواڑے پر پائے گا لیکن بننے والی آجائیں لیکن لڑکی نے جہاں گیا تو یہ کیسے ممکن ہے۔ یہ دوسری بدلی ہوئی رکت، میں نے بچے ہوئے کپڑے کوئی میں شناخت میں کر سکے گا۔

گاڑی جب گا انھیں یہ پھر تو میرا دل دھڑکنے لگا، شیش پھر خاصی تبدیلیاں ہو گئی تھیں، میں رات بھر کے قدموں سے پلٹ فارم پڑا، سونہری سونہری خوشبو آئی، آگے جاؤں یا نہ جاؤں، ہلائی یہی پلیٹ تمام پر کھڑی تھی میں ڈپے کی طرف بھاگا، پھر وہاں آگئی، دل دماغ میں جبریاں آ رہا تھا، اسٹیشن پر میرے سافروں کی بیچ کارفاسختی تھی، مجھے یہ کیفیت میرے جگر کی تھی، اسٹیشن پر ہر کر کے میں انچاڑا سن سڑک پر آگئی، گھاس کا وہ جیسے سادہانہ شک ہو گیا تھا جہاں میں کبھی بھی صبح سویرے پہلے آتا تھا، میرے جانے کے بعد شاید کسی نے اس کی جگہ پر نہیں لگی تھی، مجھے بہت دکھ ہوا لیکن حکم















اور زلیخا کو دیا اور حبیب اس کا چھرا میرے ہاتھ میں آیا تو زلیخا نے مجھے  
 سو بوسوں سے چھرا چھاس کر لے لیا اور اس کا اچھی نگاہیں اس کی جانب  
 کی تھی اور یہی تھی کہ اس نے اس کا منہ بند کر دیا دوسرے اس میں اسے  
 فیضی بہت نہیں تھی کچھ دیر وہ فخر پر تڑپا پھر ٹھنڈا ہو گیا میں  
 نے ہلکی ہلکی جلدی مارا کہ اٹھ بیٹھے ایک ایک کو نے یہی جسدِ اعلیٰ  
 کے انہیں دھونڈ کر کوئی داندہ دھونڈے پھر میں نے خوں کو بھیرے  
 تھپالی کے باں کا ایک جسدِ کاٹ کر اس میں اپنے اعتقاد سے بانڈ  
 دیے ایک کر کے میں میرے پرائے پڑے پڑے تھے راجوں کا گھبرا  
 اس میں اس کے میں نے وہی شیلڈرٹ کئے کئے پڑے پڑے پڑے  
 میں نے سنے دیا رات کو وہاں کی کئے کا اسکان میں تھا۔ میں رات بھر  
 میں نہیں سکی تھی سکتا تھا چار بجے بڑا ایک سس کلکتے کے لیے  
 کی اسٹیشن سے گزرتی تھی میرے یہی گھری تھی میں لیکن اندازے کے  
 معاف ہو گیا میرا گھٹنا پانی تھے میں است سے گھٹا کے باہر گیا کچھ  
 کے منہ دل اور مرتبہ پر بسکت تھی تھا۔ میں سے روتاں بھی کھڑے  
 کھڑے مجھے مجھے زندگی خوشی کی سچ کی ہل ہر سرتاری کی بگھڑی  
 ہوئی تھی چندھ راجب اتنی پانی ہمارے رات میں ڈوبے ہوئے تھے  
 پہل کے درخت کے نیچے چراغ مل گیا تھا میں نے اپنے سیز میں سے  
 چپکا دیوے اور بہت است است آگے تھم بڑھانا اگر میں راجب  
 کے پاس میں ہوتا تو فکر کی کوئی بات نہیں تھی ہمارے کئے کے بعد میں  
 نے اپنے حواس متعجب کے اور درخت کی اوٹ میں بھی بھاگنا بھی ٹھہرا لاشیں  
 چاروںہ راستہ کمزور تیار تھا کھڑا تھا اول لڑنا تھا تو چاروںہ  
 ملے لگتا تھا اس سائے نے راستے بھر لیے بہت پریشان کیا جیسے  
 کوئی میرے چھپرے ایک باہو میں بڑھادی سے چھپرے کو کھینچا تو اتنا  
 نظر نہ آیا اور ورائے کے سوا کچھ نظر نہ آیا رات گہری منہ میں تھی  
 میں لگا لاشیں رگڑی کا انتظار کرنے کے بجائے قریب ہی  
 ایک سنسان بچہ گر گیا ذہنی کے پڑے پر جلی کی سر کو سنتر لیا ہوا  
 سلاخوں کا منظر لیا رکھا تھا اور میرے تھم کی یہی تھی مر جاتی تھی  
 میں نے راجب کے لباس میں چھپے ہوئے جاگ قبیلے کے اس بددعا  
 کو مار کر اپنے کا لالہ کر دیا تھا حالانکہ پہلے ہی ارادہ ہی تھا کہ اس کا  
 کم از کم ایک دھن کو کر جاتے کا اور دوسرے گر کر کوہرت ہوگی۔ وہ  
 اگر میری لاش چھڑتا تو شاید یہ رشتہ نہ پہنچتی وہ دو لڑاؤں ہو گیا۔ میں  
 اسے نہ مانیں تھوڑے جاتے کہاں کہاں میرا بھیجا کر تھم کے تمام ساتھیوں  
 کی توجہ میرے پرندوں مر جاتی تھے شتم کرنے کے بعد میں کوئی ٹوکہ نہیں  
 تھا ایک بکھڑے کون سا غم سے ہونے لگا تھا میں نے آئین جیسے شریف  
 شخص کا بدلہ لیا تھا میں سے زیادہ مجھے کچھ نہیں بھانسا تھا اور میں  
 اس کے دل میں جیشہ غلش کا سبب بنا رہا تھا اس کے لیے میری زندگی

اور میرے لیے اس کی موت اچھی تھی۔ دو مجھے زندگی دے گا۔ اب سچ پولیس آئے گی اور میری کوشش کی کہ باعث قتل کا شبہ مجھ پر کیا جائے گا۔ مگر میں اس وقت میں کمال کا کام اسے سچ چکا ہوں گا۔

یہ نے پہلی ہی طرف سے ناکام ہو کر کھٹکتے جانے کا فیصلہ  
لیا تھا۔ بدھ گاکے ربات صاف گونگی تھی کہ اور اپنے قبیلے واپس  
جائیے سے کاش میں گیا کرتے کہ بجائے سیدھا کھٹے چلا گیا ہو۔  
انسان کو خبر نہ کہ اتھ میں کچکے سینے کی بلین میں اضافہ ہوتا،  
کے بارے میں کچھ معلوم ہوتا۔ اس دیماس سے اسط ہوتا۔ انیشین  
سے پہل ہوئے تھی تو میں اپنی نگاہ گاہ سے اٹھ کر آیا اور اندھیرے  
ازا لیتا ہوا مناس گیت سے اندھیرے کے بجائے ایک لبا بکھر کلاٹ  
انیشین سمجھ گیا گاڑی صرف پندرٹ لیٹ تھی میرے پاس ایک  
مجموعہ میں تھا جو راس ہول کا لباس ہوا تو ٹھٹھ چپکے سے پختے  
نی ہو جاتی گاڑی کے آخری سرے پر میرے حصے کے ایک ڈنٹے کی  
بڑی شکل سے جگہ میں وہی فرس پر ہوا سے کہ چھ گیا اور چھٹے  
نے سافز سے مراد یہ کچھ کہ پہلے سرنیا پاچہ رکھیں ہونٹیں۔  
یہیے اولان گیا اسٹیشن پر گاڑی میں چڑھنا ایک سلاہو تے تے آج ہی بہت  
تھی۔ اسے یہ زیادہ حجت نہیں کہ پیڑی گاڑی نے کیا انیشین سے حرکت  
کو خود ہی تھی تو ٹھٹھ کے ایک نقص سے جا ہی بیٹھے ہوئے تھے گو سڑک  
دور لڑا ٹھٹھ ہے؟ میں نے سوچا کہ میں یہی سوال اس سے کر دوں  
کہ اس کا تشریح و تفسیر کہ میں نے اسے تھنگی سے افرام میں کر دیا ہائی۔ وہ  
کی کہیں صرف بول رہا ہوں چنانچہ وہ مجھے ڈرانے اور دھمکانے  
کو میں اگلے اسٹیشن پر آ کر جاؤں اور نہ وہ مجھے ریلوے کے پولس کے خلاف  
کے گاہ۔ وہ ریلوے سے ہی گاڑی ملازم معلوم کرتا تھا۔ میری چپ پر اس  
کا کاجہ اور تھ جوگا۔ وہ مجھے ریلوے کے سخت قوانین سے خوف زدہ کر  
کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی مصلحت سے متاثر ہو کر بعض دوسرے  
اس کی تاکید کرنے لگے گاڑی کی حفاظت کا ساتھ باور کی گفتار تیز ہو گئی  
و دیکھ کر ایک جوان آدمی بنے مٹا کرتے جہاں پاؤں لگے گا۔ بانی  
کے گاہے جانی ایک دوسری دنیا کا بھی خیال کر لکھ گا۔ کہ میری کھا  
کہا کہ وہ تیری تیرا دل میں نا بچا دھبلا ہوا ہے گا۔

دوسرے سادوں کے ذریعہ پرہیز کرنے لگے۔ اب تک انہیں  
 تھا اور مرضِ جنوں ہاں کر کے اپنا سر گھسنے میں سے ایسا قانع کیا کہ جنوں دور  
 گئے۔ کلامِ جہنمی میں نے پڑھا تھا اس لیے میرا سادہ جسم کو کھلے لگا چھپ رہا  
 زبان کو کلامِ وحی نے مجھ سے جوئے تیروٹوں سے کہا کہ اب اگر لگا  
 تمہاری زبان سے نکلا تو میں تمہیں کھڑکی سے نیچے پھینک دوں گا۔  
 فتنے میں بہت شخص کو ساری سونگ لگا جس نے جس مجھ سے نظر

کی جنت کی میرے تیرے دیکھ کے وہ انہیں چراگے کسمانہ لگا دیتے ہیں  
 دیکھ کر کی آواز کوئی چہرہ شرم لے کر ایک صاحب نے فریاد بے غفلت  
 میں کہنے کی کوشش کی کہ آپ پہلے بات دیتے تو بات آگے نہ جیتی پڑا  
 پہلے غصہ نہ کر دیکھیں کہاں جا رہے ہیں اب؟

میں نے کوئی جواب نہیں دیا کی غرض سے نہیں سمجھی، مگر صاحب نے مجھے  
 اپنی نشست پر برگھریں کی خوشنودی سے پیش کش میں نے مسترد کر دی پھر  
 دینے میں مجھ سے کوئی نہیں دلدادہ اور اعلیٰ اندکرتے ہو کر تھے اور چونک کے  
 ایک نظر سے مجھ کے بارہ انگلیں بند کر کے میری انگلیں باگ نہیں تھیں  
 کوکل رہی تھیں، دنیا میں آدمی کو نافرمانی نہیں ہے یا با آدمی کو سکون  
 میری ہوا تو کراہے بے سکون کر دیتے ہیں، اسی سے ثابت ہے ہوا کو جب  
 کوئی گھوڑی آواز میں نہ ہو تو کسی کو آواز نہ ملتی، دق میں اس کا آواز ہی نہیں  
 جاہل میں بے ہوشی کے سات سال کراہنے کے بعد شاید میں سے ہر ایک  
 حلق بہت کچھ بدل گیا تھا اسی دنیا اور اس دنیا کی زندگی سے نئے خیزلوں ہو  
 یا تھا اس وجہ سے تھے میرے زہن پر ہر بار آواز اور اس کی زندگی  
 پر مجھے میری یادداشت داس آئے گی۔

[illegible]

یہ کہیں غلام سے سامنی دور تھی یہاں تک کہ آئے تھے کہلائی تھے  
 پہلی میں بھی پہلے ہی تباہ کرا تھا انا لاکھ ایک سو خان کا جہت تھی  
 اور یہ تھی بھی آئیے میں نے خفا کی طرح کہا جگہ سے ایک  
 شاہ جگہ اور اس کے لگ گیا میرا جہم سینے سے تر اور خفا  
 جگہ سے برساتہ چلے گئے تھے اس کا پانی گرفت شہر کو لے کر

جسم و باطن میں پراگ سجا تھا اور کلامی کا تیر نشور دل دے دینا تھا سب  
 نیلے پادشاہ پر ایک پر کسی طرح تک گیا تھا وہی قسمی سے  
 دروازے کے برابر کھڑا کھل جاتی تھی۔ میں تے دھڑے سے ایک  
 ہاتھ جٹا کھٹے پکڑ لیا۔ دستہ کفری میں ایک نوجوان لڑکا چہرہ اُجھڑا  
 وہ دھشت سے جی پھر دوسرے ہی لمٹاں نے مروا کر اٹا یا اور وہاں سے  
 پڑک کے ساتھ ایک عورت بھی نوازا جاتی کھڑکی پر ہاتھ جٹا کے من خود کہ  
 متاثر نہ کر چکا تھا اور دوسرے پادشاہ پر پادشاہ کے بل کا بیاب میوگا  
 تھا۔ ان دونوں نے ہاتھ دھکے مجھے کھینچ لیا۔ کیا مرنے کا ارادہ تھا پھر عورت  
 نے سر ہٹا دیا۔

”گلاڑی نہ دے، ہر کچھ تھی۔“ میں نے شرم ساری سے کہا۔  
 ”کون جو تم پر؟ وہ نجات سے بولی۔  
 ”میں بھی آپ ہی کی طرح ایک مسافر ہوں۔ مجھے گنگا سٹیشن تک  
 یہاں پناہ لینے کی اجازت سے دیجیے۔“ میں نے بجا سجت سے کہا۔  
 ”فرسٹ کلاس کا ٹکٹ ہے۔ وہ مطاق سے بولی۔

[illegible]

فوج تھے میں ان دولوں کے سرکار کو نہیں تھا۔ وہ ازل میں بدینش  
 کے ساتھ برتوں میں پئی جاتی تھیں ان کے نقاب اٹھائے گئے تھے کسی  
 کے لئے کہ ان کا منظر نہ ایک حیرت انگیز بات تھی لیکن زبانی کیا تھا۔  
 کہنے کے لئے تو دراصل ہوا معلوم ہوتا تھا میں دوائے کے زہن پر اپنا  
 سر رکھ کر کچھ عجیب فراموشی کا وہاں آئی تو مجھے ان کے ہرے سمجھنے  
 ان کے کہنے میں کچھ سوچنے کا شعور یا بری نظریں حورن کے چہرے  
 کو دکھائی گئیں۔ یہ شکل کچھ مانی پجانی لگ رہی تھی۔ سمجھے انہیں اس طرح  
 تھی باوجود کہ سمجھنے سے حوریت کے ظہور نہ لگی اس نے فطرت سے نہ ہونے کے  
 ظہور سے باہر جاتا شروع کر دیا۔ اسے کہاں دیکھا ہے، بہت تڑپ رہے  
 عیاں سے لگ رہا اس کے سلسلہ ذہن پر زور دے رہا تھا لیکن  
 یہاں نہیں آتا۔ اسی اسی اسی کے پہلو میں چلی ہوئی روکی کا چہرہ ہی بار بار  
 ہر اسی اسی اسی کا چہرہ لگنے شروع میں سمجھنے کے ساتھ جبکہ اسی اسی کی  
 وہاں کھوں میں نیلا جوت کی آئینہ تھی اس کے بالوں کی کئی کئی نشانی پر  
 ہی ہوتی تھیں اور کھوں کے سنے میں تیز حوریں آٹری آٹری ہاتھ نہیں  
 کے نقوش سمجھنے لگ گئی اور جوت تڑپتے ہوئے تھے جیہ اس کی  
 ہی بھٹے نکلیا تھی تو وہ بہت گھڑی اور اپنی ہی منگیلیاں مارنے لگی  
 میں جیہ کا تھی۔ میں بھی کچھ ہی کرنا۔ وہ بار بار کھیں کھاتی تھیں چہرہ کے  
 درود کھینچنے والی عالم میں اس کی اور سری نکلیاں جاری تھیں۔ میں ان کا رویہ











ہوئی تھی اور لباس بھی خشک کا تھا گلاب تو کچھ بھی نہیں تھا یہ نہیں  
 کی مرضی کے خلاف اسے ساتھ لے کے گھر سے باہر ایک تدم بھی آگے  
 نہیں بڑھا سکتا تھا ایک امکان یہ بھی تھا کہ میں یہاں تک کی جھجھکنا کش  
 ہے وہ بھی کہ ان ایک نئی لڑکی کی آمد کو دیکھ کر خود اس طرف آجائے۔  
 سوتے وقت بھی نے اپنے پر پروانے کے لیے طلب کر لیا یہ بات بھی  
 ان کی محنت کی کہ ان پر چڑھ جانا بھی مجھے بڑی جھجھک ہوئی پھر  
 جی توڑ کوشش رہا ان درویشی جھجھک کی تیل کرنی پڑی میرا جی چاہا کہ میں  
 اس کے پیروں کی انگلیوں کے جھانک کر کچھ چوں مگر غرض کہ یہ نہایت اعتدال  
 سے اس کے پیروں پر نہایت نہیں اس کے ساتھ ایک چنگ پر دراز تھی۔ چچی  
 نے مجھے دانا کھانے کے تحت ہاتھوں میں دم نہیں ہے کیا وہ دراز سے  
 داب ملے بدن کی جان نکلی ہوئی ہے۔ یہ سسک کے دراز نے اس  
 خدمت کے لیے خود کو پیش کیا۔ "نانا" چچی نے اٹھلکے کہا یہ نازک ہاتھ  
 پر دبانے کے لیے نہیں چڑھائی پھینکے مندی لگانے اور یاد کرنے کے  
 لیے ہیں۔ میں نے زور زور سے اس کے پیروں پر شروع کر دیے "ہاں  
 اب ٹھیک ہمارا ہے۔ وہ کہہ رہے تھے بولنا بھی اسی نوکری کی مت  
 سمجھو جب تک میں تجھے اچھی طرح دیکھ اور کچھ دنوں کی کوئی کئی بات  
 نہیں کروں گی۔"

دوسرے دراز میں نے گھر کے کاموں میں زیادہ دن دی سے جھد  
 لینا شروع کر دیا اور پھر پھر چکا دی۔ کرباں اللہ مال اور شیشے  
 کے برتن اس طرح میرے کام اور میری زبان سے بھی معلق ہونے لگیں  
 کو مہذبہ وہ کسی مٹکا کے اور دراز کو ساتھ لے کے گھر سے کہیں مانے گئی  
 اس کے پیچھے چچی۔ بیگ صاحب۔ "مجھے بھی ساتھ لے چلے۔ کھانا کچھ لولگا  
 موڑ میں بیٹوں گا۔ میں نے پتلی کی طرح منڈی اسے مجھے پڑاں لگا اور  
 اس نے اپنے ساتھ مجھے گاڑی میں بٹھایا۔ یہی کھانے کی مڑوں چھوٹی  
 رہی تھی دراز کو کھانا گارڈن لے گئی وہ پہلے مجھے اور کرا کو بھی اسی  
 جگہ لائی تھی جو خوب گھوڑے اور آخر تھکے ہائے گھوڑاں ہوتے دوسرے  
 دن دراز کو کچھ کھانے لگی۔ میں مشورہ کرتے اس کے قریب ڈارنے کی توجہ  
 میں لایا رات کو بھی موڑ میں آئی اور مہمان چچی کے ساتھ کچھ دیر بیٹھنے  
 چلے گئے۔ پھر قدرتی ان کی تعداد بڑھ گئی۔ تین دن بعد صرف ایک بار چچی  
 آئی کہیں باہر گئی میرے لیے یہی وقت مناسب تھا۔ میں دراز کے  
 پاس بیٹھا اس سے گفت باتیں کرتا۔ باہر خیال تھا کہ وہ بھی مجھ سے کچھ  
 بات کرے گی۔ "اپنے ہاٹے میں مجھے کھانے کی مٹی وہ صرف سرد  
 آہیں بھر کر دی۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ اتنا اعتدال تو مجھے ہو گیا کہ  
 دراز مجھے ایک بے ضرر خدمت گزار اور دانا شاعر شخص سمجھنے لگی ہے۔ تین  
 دن تک میں نے ہی جان سے چچی کی خدمت کی تھی۔ دراز بیگم آپ  
 سے ایک بات کہنے کو جی چاہتا ہے میں نے آخر عزت کر لی۔ میرا

میرا وہ سوا تھا۔ اس نے میری سے مجھے دیکھا۔ آپ ہی کے نام سے کی  
 ایک بات ہے۔ میں نے زور سے کہا۔  
 "کوئی" وہ ہنسکر اور خند گئے بولے۔  
 "پہلے ایک وعدہ کیجیے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھ کے کہا۔  
 "کیسا وعدہ؟"  
 "یہ وعدہ کہ میں جو کچھ کہوں گا اسے آپ اپنے ہی ایک وعدہ دے کر  
 گی۔ میرے غم پر مشورہ کیجیے۔ میں آپ سے کہہ گا کہ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔  
 "ٹھیک ہے میں وعدہ کرتی ہوں۔ وہ تجھ سے بولے۔  
 "آپ کو اپنی سب سے عزیز چیز کی قسم میں جو کچھ کہوں کسی سے  
 اس کا ذکر کرنے سے پہلے تعہد کر لیجیے گا کہ میں نے سچ کہا ہے یا نہیں۔"  
 "تم بات تو بتاؤ وہ کہنا کہہ لیں۔"  
 "آپ۔ آپ مجھے کسی خزانہ اور شریف خاندان کی نوکری معلوم ہو  
 یں۔ میں نے سچ کہا ہے یا نہیں۔ میں آپ سے کہہ رہے ہوں کہ میں نے سچ  
 اس کا رنگ نہ دے چکا۔ کیا؟ وہ صمت پٹا کے بولی۔ "تم کہہ  
 بائے میں کہہ رہے ہوں۔"  
 "ان لوگوں کے ہاٹے میں جو آپ کو یہاں کھانے لائے ہیں میں  
 مضبوطی سے کہہ رہا ہوں۔ آپ بہت محرم ہیں۔ مجھے بھی معلوم وہ کون سا  
 تھے کہ آپ کو یہاں کھانا پانا پیکر صاحب کو کہتے جاتی ہیں۔  
 جواب اپنے ہی گریز ہوا میں نے کہا زیادہ دنوں سے نہیں۔ ایک بار  
 یقیناً میں ہو گا۔"  
 "ہاں۔ زیادہ دنوں سے نہیں۔ وہ حواس باختہ ہو گئی۔  
 "میں جانتا ہوں۔ میں نے عمل سے کہا۔  
 "تم کہتے جانتے ہو؟ اس نے سر ہلکی سے ہچکا۔  
 "میرے ہاتھ کی بات میری ہی چھیے گا۔ پہلے۔ یہاں سے  
 یہاں آئے پر تھکے ہوئے۔ دیکھیے آپ کو یہ تانے میں ہنسنے  
 نہیں ہر حال میں ہر وقت آپ کے کئی ملاقات جانتا نہیں ہے۔ میں  
 بروقت ایک خط لے کر آئے گا کہ جانتا ہوں۔ باقی آپ جانتا ہوں۔  
 کا کام۔ آپ نے بہت زور کیا جو گھر سے چلی آئیں چند ہی دنوں میں  
 کو پہلے جانے گا کہ آپ کی مصیبتوں میں گھر تھی ہیں۔ میں کتا ہوں  
 بھی واپس چل جائے۔"  
 "مگر میں کیسے جاسکتی ہوں؟ گھر کے دروازے تو بند ہیں۔  
 مجھ پر بند ہو گئے ہیں۔ اس نے کرب سے کہا۔ "میں تو نہیں جانتی  
 نہیں جاسکتی۔"  
 "آپ کے والدین آپ کو کچھ لے گئے ہیں۔"  
 "میرے ماں باپ نہیں ہیں۔ میں اپنے باپ کی کھوئی  
 ان کا انتقال ہو گیا تو خال خال اپنے گھر لے گئے لیکن پھر انہوں نے

میں نے میری زندگی غدا کر دی پھر ایک دن مختاری  
 بیگ صاحب سے میری ملاقات ہو گئی۔ انھوں نے ہمارے پردوں میں گھر  
 لے کر اس کا ہاتھ لے کر دیکھا۔ وہ وقت کچھ نہیں سہاگن اور لمحہ  
 نے پھر روئے دئے فلم کو ستم دیکھ کر تو پریشان ہو گئیں۔ وہ مجھ سے  
 بڑی بھاری کر کے کہنے لگا شاید جاوے جو اس لیے برداشت نہیں کرتے  
 تھے کہ میں اپنے باپ کی تمام جائداد کی تباہی دیکھ رہی ہوں۔ ہاں میں وہاں  
 بڑی تکلیف میں تھی۔ اس لیے سب کچھ چھوڑ دیا۔ میرے صاحب کے ساتھ  
 چل آئی۔ انھوں نے مجھ سے کہیں سے نکال دیا میرے ساتھ بڑی مہربانی سے  
 پیش آئیں۔ اب تم ان کے ہاٹے میں ایسی باتیں کر رہے ہو جو  
 میں سمجھتا ہوں کہ انھوں آپ کا جنم سے مل کے دوسرے جنم میں  
 آچکی ہیں۔ پہلے والے جنم میں کم سے کم آپ کی حرت کو محفوظ رکھنا  
 تو کوئی چیز محفوظ نہیں ہے۔ میں آپ سے اپنی بات ذکر کرتا ہوں میں چونکہ  
 خود اس جنم سے گزر چکا ہوں۔ اس لیے ہاں بند نہ کر سکا۔  
 "کیا تم بیگ صاحب کو پہلے سے جانتے ہو؟"  
 "چونکہ آپ انھیں راز کا وعدہ کر چکی ہیں اس لیے رہنا ہے  
 میں کوئی چیز چھپا رہے کہ ان میں انھیں پہلے سے جانتا ہوں اور ابھی بھی  
 جانتا ہوں۔"  
 "لیکن وہ تو یقیناً نہیں جانتیں؟"  
 "مجبوراً میں نے سچی سے کہا۔ انھیں اگر میرے ہاٹے اور ان کا  
 سے کوئی بند کر دی ہو تو وہ مجھے ضرور پہچان لیں۔ اب وہ مجھے چھوٹی ہیں۔  
 "تم کیا کہہ رہے ہو؟ وہ زور سے بولی اور اس نے لولی۔  
 "آپ نے اسے ماں بول کر نہیں کیا۔ بیگ صاحب نے آپ کی  
 انھوں نے غلط سوال کیا ہے۔ آپ دروغ ظان اٹھائے دیکھنے کی  
 کوشش کیے۔ رات کو یہاں جو لوگ آتے ہیں وہاں کی اور بیگ صاحب کی  
 باتیں سننے کی کوشش کیجیے گا۔ پھر مجھ سے بات کیجیے گا۔"  
 "میں کی زبان تک بولی میں نے اسے مجھے کھانے خوف زدہ  
 اور میرے گرد بٹھا کر کیا۔ وہ نہیں ہو۔ وہ وہ لڑکھائی بولی۔ "تم نے  
 تو لکھ کر کہی کہ ہے اور تم۔۔۔۔۔؟"  
 "مگر تو لکھ کر کہی ہے اور میں نے کچھ صرف آپ کی وجہ سے کی ہے۔"  
 "میری وجہ سے؟"  
 "کہاں آپ کی وجہ سے۔ بیگ صاحب کے ساتھ آپ کو کچھ کہے  
 میرے بہت سے دکھ تھے۔ اب آپ کو کیا بتاؤں۔۔۔۔۔ میں  
 شکایتیں سننا سننے کے کہا۔"  
 "اب تک رات سے میں کوئی گاڑی رکھنے کی آواز آتی ہیں فوراً اس  
 کے پاس سے نکلتا ہوں۔ میں نے چلے چلے آئے تالیک کی گارڈ وہ اپنے دھم  
 دھم سے کہہ لیا۔ "میں نے یہ کہہ کیا ہوتا جا رہا ہے؟ دھم دھم  
 ہے۔ ایک کچھ کسی چیز کی ضرورت ہے؟ کیا کچھ کسی سے کوئی ملاقات ہے؟"



کیا کوئی لازم تیرا کتا نہیں اٹھا مجھے تاکہ آکر کیا بات ہے؟ میں تجھ سے  
 دنیا میری خوشحال خدیووں کی؟  
 تیرے سے ہوتے ہیں کما نہیں، یہاں ہر چیز موجود ہے  
 مجھے تو کوئی غم نہیں ہے۔  
 "اب اپنا وہ بھلی بارنا بھول جانی بی، تو یہ تیرے ساتھ کیا  
 بڑا سہو کرتے تھے وہ لوگ۔ میں جب بھی خیال کرتی ہوں میرے دلچسپ  
 کھڑے ہو جاتے ہیں۔"  
 "بھول چکی ہوں؟ تیرے شے آواز میں کہا۔  
 "اور یہ تو اندر کیا چھی چھی رہتا ہے۔ کچھ باہر بھی آیا جاتا رہا؟  
 اس مکان میں صرف ایک کمرہ مختصر ہے۔  
 "جی۔ تیرے اُس سے نظریں نہیں ڈال رہی تھی۔  
 "تو سب کچھ اٹھا کر انہیں کون کھانا بنا ہے؟ اچانک فتنہ میری  
 طرف متوجہ ہو گئی۔ کچھ بی بی کا بھی خیال رکھا کہ اس کی خدمت کیا کرے؟  
 میں تو مت استاء ہوں بیگ صاحب! میں نے فیضانِ افادہ کیا۔  
 "مگر ذرا بی بی کو تو کہیں میں بند پڑے بیٹے کی عادت ہے۔  
 "نہیں نہیں بس بہت غم ہو چکا۔ فتنہ نے فیضانِ لہجہ میں کہا۔  
 "آج سے کمرہ بند شام کو میرے دروازے پر جانی آپس میں اُن کے مجھ  
 پر برے احسان ہیں اُن سے کوئی پڑو نہیں ہے آج شام اُن کے  
 ساتھ پاسکوپ چلیں گے۔ تیریں، تم اپنے سب کچھ کپڑے پہن لینا،  
 بھیجیں بی بی کا کدو بی بول؟  
 "جی۔ تیریں نے سر کو خفیف سی جنبش دی۔ میری طبیعت کچھ  
 خشک نہیں ہے۔ آج آپ برائے مجھے مردوں کے ساتھ جاتے ہوئے  
 شرم آتی ہے۔ تیریں نے جرات کر کے کہا۔  
 "کون مرد؟ فتنہ نے کچھ سی سے بولی بی بی، وہ اپنے بھائی بی بی  
 چلے گئے بھول کر گیا عزیزوں سے کہیں۔  
 "پھر بھی میرے لیے تو آج بھی وہیں۔ تیریں نے دیکھ لیا کہ میں کہا۔  
 "اجنبیت تو ختم کرنے سے ختم ہوگئی۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ  
 دیا تھا میری لاڈلی کہہ چکے تھے، فیض آباد نہیں ہے، کھنڈی نہیں ہے یہاں  
 تم وہاں کی باتیں کرنے لگیں تو میں کام ہو گیا۔ اسی ہی میں میری جان  
 جب میں فتنہ کی عمر کی تھی اُس وقت میرا بھی یہی حال تھا اسلئے کہ  
 کے بعد تیر چلا کر سارا وقت کتے دھکڑوں کے ساتھ وہ لوگوں میں گزر گیا۔  
 تیریں کا یہ جلا ہوا انداز فتنہ کے لیے تازہ آبِ ثبات ہوا۔ اُس  
 نے اتنی باتیں کہیں ایسی ہی گزری تھیں اور فتنہ سے باتیں کہیں تیریں  
 کے پاس خاموش بیٹھے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ رہا پھر اُس دن فتنہ  
 متوقع طور پر کہیں باہر گئی۔ اسی موقع کی تاک میں تھا۔ اُس نے جھٹ  
 تیریں کے کمرے میں پہنچا۔ وہ سسک سسک کے دھڑکیں دھڑکیں

سے کچھ نہیں بگاڑیں۔ میں نے یہ پڑا نہیں کی کہیں اُسے کس لیے  
 میں مخاطب کر رہی ہوں۔ اب تم نے زیادہ دیکھی، کچھ بھلا انداز ضرور  
 یا ہوگا جس میں اس وقت صرف کتے آیا ہوں کہ تم ان مردوں کے سامنے چلی  
 جانا جس میں کچھ صاحب نے اپنے منہ پر لٹائی جاتی بنا ہے۔ تم خود بھی نا  
 تارکیتیں میرے آکشاف پر مکمل یقین ہو جائے گھبرانے کی کوئی ضرورت  
 نہیں ہے۔ میں نہیں موجود ہوں اور ناں یقیناً تم مجھ پر بھی شک کر سکتی ہو  
 کیونکہ میری عمر میرا عقیدہ اور میرے کپڑے میری باتوں کی گئی کرتے ہیں لیکن  
 یقیناً کرو تم محسوس طرح خود پر اعتبار کر سکتی ہو اسی طرح مجھ پر کرنا  
 اور باقی معاملہ اپنے خدا پر چھوڑ دینا جس میں تم نے کچھ صاحب سے میرا ذکر  
 کے مجھ پر اور خود پر احسان کیا ہے میں کو کوشش کروں گا کہ کچھ سے اعتبار پر  
 پورا آؤں۔ اب تم بھی کیا تازہ کر سیں وہ نہیں ہوں جو نظروں آتے ہیں۔  
 بس اپنا خیال رکھو، میں یہی کہنے آیا تھا۔ میری آواز بھرتے لگی تھی۔  
 تیریں نے زور سے بولی پکڑیں صاحب کے مجھے دیکھا۔ پھر دونوں باہر  
 سے چھوڑ دیا جس کے دل میں گئی۔ "رونا بھلا بند۔ میں نے اُس کے قریب  
 ہو کر کہا۔ روتے سے کام اور چھوڑ جانے کا نہیں تو تیرا دنیا چاہیے کہ تم  
 اس ماحول میں بہت تازہ محسوس کر رہی ہو۔  
 "میں ان مردوں کے سامنے نہیں جاؤں گی۔ تو تیرے سے بولی  
 "آج کے بعد تم جانا۔ میں چاہتا ہوں تم سب چھوڑ چکی ہو۔  
 دیکھو میں قریب ہی کہیں موجود ہوں گا۔ اب میں چلتا ہوں۔ بیگ صاحب  
 نے سامنے دوڑ کر کو کچھ رکھا ہوگا۔ اپنے دینے کے لیے تم کا اہتمام کرنا  
 میں اُس کے کمرے سے نکل آیا۔  
 فتنہ فغان کو کوئی بھی وفادار لازم اُسے میرے سامنے بیٹھ کر  
 کر سکتا تھا۔ دیکھو ابھی تک تو اتنی خشک چلی رہی تھی چلنے کے بعد  
 فتنہ کا اچانک گھر سے باہر جانا اسی خطرے کی علامت منور تھا کہ  
 کا انداز میں بے شمار دھکڑوں سے واسطہ چھوٹا تھا۔ وہ دھکڑوں کے غلغلے  
 خزاہوں سے خوب آہستہ آہستہ ہو گئی تھی۔ آج اُس نے تیریں کے لیے  
 ترقی محسوس کر لی ہوگی۔ فتنہ کوئی ایک گھنٹے بعد وہاں آگئی۔ وہ کہا  
 جھنجھٹا بی بی تھی۔ آج اُس نے مجھ پر بھی ملائت کی وہ نظر نہیں پڑا  
 اب تک ذاتی رہی تھی۔ پھر جب اندھیرا ڈھلا کر آواز گونج پڑی  
 ہوئے پورے جات ملازم نے اُسے اُس کے دونوں بھائیوں کے  
 کی اطلاع دی۔ وہ اُن کے استقبال کے لیے دوڑتی ہوئی دروازے کے  
 پہنچی۔ دروازہ کھل کر تمام قبائل دوشن کر دی گئیں۔ باہر کی کچھ  
 حکمران دیا گیا تھا کہ وہ کچھ فتنہ کا اہتمام کرے میں بھی اُس کی مدد  
 کی خاطر باہر چلی فتنہ میں صرف تھا مگر دروازہ کھل کر وہاں سے  
 تڑپ رہا تھا۔ وہاں کچھ بعد ہی جانا مناسب تھا۔ باہر ہی سے  
 کر لی تو اُس کے بھائے میں خود چائے کی تڑپ کے دھڑک دھڑک

میں گئی۔ فتنہ کے سامنے بیٹھ گئی۔ اُس کے دونوں بھائیوں کی پشتیں میری  
 جانب تھیں۔ فتنہ کی راز دارانہ نگاہ پر اُن کی آوازیں ایک دم خاموش  
 دونوں نے پلٹ کے مجھے دیکھا۔ مگر میرے ہاتھ سے گرتے گرتے وہ گئی  
 اور باہر چلی گئی۔ ایک جھپٹا ہوا فتنہ نہیں کر بولی "یہاں ہے ہر وقت  
 ہوا میں آواز دھڑکتا ہے۔"  
 میرے ہاتھ لڑنے لگے تھے۔ میں پورے سات سال کے بعد اُس  
 شخص کو دوبارہ دیکھ رہا تھا وہی بدعاش تھا جس نے ایک رات سینا  
 میں فتنہ سے کرا کر فروخت کے لیے میں بھاؤنا واکھا کریم لگنے  
 میں میں سمجھ گیا کہ اُس کا تھاکا اُس کے غنڈوں نے ہمارے بول سے  
 فغان ہونے کے بعد صرف اُس وقت تک جلا راقا تب کیا تھا جب تک  
 پہلی خشکی نظر آتی رہی۔ اُس کے بعد کیا ہوا؟ اُسے کوئی خبر نہیں تھی۔  
 جیل کے ساتھ قید تھے صبح بات اُٹھانے کے لیے کمر لگ کر پڑی اُٹھیں  
 دی تھی گلاس کے ساتھ کچھ معلوم نہیں ہو چکا کہ کیم کریم کا نہیں کسی  
 اور کا تھا مجھے یقین تھا کہ یہ کام اُس شخص کے سوا کسی کا نہیں ہو سکتا، جو  
 اس وقت یہاں موجود ہے۔ اُس رات سینا میں اس نے اور اس کے  
 ساتھ والی عورت سچی کی جن میں ہوں ناں نظروں سے کرا کر پڑی تھی  
 تھی، وہ میں زندگی جو فغان محسوس نہیں کر سکتا۔ اُن کے تیروں سے اُٹھانہ  
 رہتا تھا کہ وہ کرا کر فتنہ سے ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی  
 ممکن تھا کہ اسے میرے اور کرا کے ٹھکانے کا پتہ چل گیا ہو یا اُس نے  
 مجھے اور کرا کو ملوی صاحب کے ساتھ کہیں بازار وغیرہ میں دیکھ کے  
 ہوا راقا تب کیا ہو۔ میں اندسے چپکے ہاتھ اُٹھا اے لیے مجھے میرے بیٹے  
 میں بڑی دھڑکی ہوئی۔ میرے پیڑ میں خبر کے گونگے تھے۔ دل کی  
 حرکت اچانک بند ہو گئی تھی۔ پھر بھی میں نے خود کو فتنہ کی  
 اہتمام میں ہوتے ہوئے اُن دونوں کو سلام کیا وہ میری جھجک پر ہنسنے  
 لگے۔ وہ دونوں توند تھے۔ میرے طلبہ شخص کا رنگ دھبہ خاما بدلی گیا  
 غلام کے ہال اور کڑ گئے تھے۔ ہاتھ میں کڑا بھی نہیں تھا وہ بالکل  
 مستقل بیٹھے ہوئے تھا کہ میں نہ ہنستا۔ اُسے باہر سے لوگوں کو مستقل  
 باہر سے لیا کہ اُس کی چھوٹی چھوٹی نوچیں اُس کے پٹوں پر تھوڑے  
 کے مانند چھٹی ہوئی تھیں۔ اُس کی آنکھوں میں بہت تیز چمک تھی۔  
 مدد سہی سید شیروانی میں ہوں تھا اور دن تو دس کے اعتبار سے چوتھے  
 جہم کا تھا اُس کے چہرے کا رنگ سرخ تھا۔ انگریزی ہال میں سرکش  
 فغانی تھا راستہ کیے گئے تھے۔ وہ اگر خود کوئی نواب نہیں تو کسی نواب  
 کا صاحب ضرور معلوم ہوتا تھا۔ فتنہ کو اپنے ہاگوں کی شمول کا خوب  
 اندازہ ہوگا کہ اُس کی راک کے لیے کسی قسم کے کا کپڑے راقا تب کرنا چاہیے۔  
 مقام بھاری کی میری کب دور ہوگی؟ نواب دھانے نے کہا۔  
 "میرا بیٹا نہیں مرنا صاحب! فغان کے بچاے وہ بدعاشی والا۔"

"پروہ دھانے کی منظر ہے لگا۔" میں نے تجھ سے یہاں سے کیا کام اس  
 بار بھی میں تباہ کر دوں گے۔ نواب میں کر فغان۔  
 کہے کہ مجھے اُس بدعاش کا نام معلوم ہو گا کیا میں دلاں زیادہ  
 وہ میرے قریب کی غرض سے خود چلے جانے لگا۔ نواب نے بے حیا دھانے کی  
 "بھئی فغان، ہم تو آپ کے ہاتھ کی چلے ہیں گے۔"  
 "ڈرا دیکھیے تو سی۔ فغان نے ایک اوجھلے اور فتنہ کی گھبراہٹ  
 بنا آئے۔ میں اندھا جا رہی ہوں، ذرا فتنہ کے مجھے دھانے سے باہر نواب  
 ہاتھ کر لے لے۔"  
 تیرے ہے۔ نواب نے زور پڑا ہاتھ مارتے ہوئے بولی "تیرے قریب ہی  
 کچھ کم نہیں ہیں آپ کا کام ہے۔ بڑا فغان کھانہ ہوگا۔"  
 "چلے جانے مجھے دیکھئے۔ اب باد چلی گئی ہے تو آپ کے پونچے  
 شروع ہو گئے۔ فغان نے اٹھنے ہوئے کہا مگر کچھ دیر کے پھر فغان کی  
 نے مجھے حکم دیا۔ جاؤ یا نہ جانے کہ کرا اندر کیا بی بی میں نہ ہاں  
 میرے محسوس جاتی آئے ہیں۔ فغان نے میرے طے حلقہ ہال میں چھین لیا۔  
 میں دروازے سے باہر جا کے آگے بڑھنے لگا۔ وہاں میرا  
 اندر جاؤ یا نہ کہ بڑا فغان، چھوڑ کر اُس کے انتخاب میں تو وہ وہاں  
 تھا کہ کوئی ثانی نہیں یہ چھوڑ کر اس پر تھاری نظر کر پڑنے لگی ہے  
 کے ہال پر خیال رکھنا۔ اُس کے چہرے سے یہ جھجکا ہوا کرا مت ہزاروں  
 سمجھ لو، چھوڑ کر ہال پر جانے سے انکار کر دیں گی۔"  
 "چلو پڑو، کچھ مرنا صاحب کا بھی خیال کرو، فغان کی آواز ڈال گئی  
 یہ عادت کبھی نہیں جلتے گی، موقع زیبانی حیران کرتے ہیں۔ بس  
 اب وہ آئے ہی والی ہے۔ ذرا احتیاط سے بیٹھو اور چھوڑ اُس کے ملنے  
 کوئی اولیٰ بات مت کرنا۔"  
 میں نے تیریں کے کمرے میں جا کر اُسے حاکم کا کیا تیرا بیان  
 بہتر لباس پہنے ہوئے تھی۔ شاید فتنہ نے اُس کی آواز و زبان  
 میں خاص طور پر دل چسپی تھی۔ وہ ایک دھن کی طرف لگا ہوئی تھی۔ وہی  
 غرارہ تھا اور کھٹ کھٹ۔ سر پر دھنا تھا وہ چھوڑ کر اُس سے ایک آگے  
 کی طرف بڑی ہوئی تھی۔ میں بہت رہ گیا۔ میں نہیں ہاں گی نا اس  
 نے مزہ پھر کر کہا۔  
 "چلی جاؤ تیریں! چلی میری ماؤ! اس رات ہی مناسبت  
 میں تمہیں کوئی غلط شہرہ نہیں دن کا کسی بھی آدمی کا کلمات سے بھرا  
 کرنا ہی پڑتا ہے۔ یہ بھولنا کہ ایک برا خواب دیکھا تھا جو بھی شر پڑے  
 نہیں ہوگا۔ میں نے اسے سمجھا یا۔  
 "ایک طرف تو تم منہ کرتے ہو، دوسری طرف مجھے دیاں دینے  
 کے لیے مجھے بھر پور وہ اضطراب بولی۔ میرا بھی دانا کوئی نہیں پڑا  
 "جی تو میرا بھی نہیں چاہتا مگر مجھ سے تیریں! میں نے نرمی سے کہا۔







کے لئے اپنا نام لکھا اور وہ کاغذ جھلڑے کے نیچے کے ذریعے وہاں کے گیسٹے پر  
اس کے کر کے انڈیال دیلندینے نے فوراً وہاں کو بل کر وہاں روشن تھا  
تقریباً چوبیس بج رہی تھی کہ دروازہ کھلا گیا کہ انھیں بھی کمرنگ ہو گئی تھیں  
ان کے لئے وہاں کے چیلر پر اس نے جیسٹے کی گرکیشن کی۔

میں نے انکس اُس کے منہ پر ہاتھ رکھا وہاں میں تو پہلے ہی میں سے  
چلتا لیکن اس سے یہ بات کہ اس طرح وہب تو تم نے خود کو دیا مرنے کا زمانہ کیا  
پھر اسے بے جا گنتی دہرایا وہ بڑھاپا میں کہیں نہیں ہوں گا کہ کسی ایسی  
وہی بات کہ تو فوراً مجھے آواز سے لے لے

ہیں اب ایک نئے صوبے میں جہاں میں جانتی ہوں اسے اس کے لئے بنایا گیا ہے۔  
میں خود ایک نئے صوبے میں جہاں میں جانتی ہوں اسے اس کے لئے بنایا گیا ہے۔  
کے نام لگانا ہوگا۔ ریاست حضرت سے گزرتی ہے۔  
میں جہاں میں جانتی ہوں اسے اس کے لئے بنایا گیا ہے۔

کردار میں غیبت سے باز رہیں سوال کرتی تھی۔  
 - دنیا بہت بڑی ہے۔ یہاں سے نکلیں تو یہی پھر دیکھا جائے گا کہ کہاں  
 رہا ہے تم میں جو خدا کا نام رکھتے تھے وہاں پہنچ رہی ہو۔  
 اے تم جو کہتے ہو کہ تم میرے آئندہ دیکھ لیتے تھے۔  
 میں نے کہا کہ میں تم کو دیکھوں گا۔ تم میرے ساتھ رہو۔

یہی ایک دلکش بات یاد آتی ہے۔ میں نے اس میں سے اسوچے پچھے  
 بول کر کہا: ”اچھا دروازہ بند کرلو“  
 اس نے کہا کہ دروازہ بند کیا جائے گا۔ میں نے کہا کہ کون سی دروازہ بند کریں  
 کسی وقت بھی باہر آ سکتے تھے۔ میں باوجود چھانے کی دوستی کے کہ کبھی چھوڑ دیا  
 کہ وہ لڑکھائے۔ میں نے اسے امانت دلا کہ کبھی نہ کھائے۔ اس نے کہا کہ اسے کبھی

ماتہ میں بڑھتی تھی، کچھ نمک کڑی آمت نہیں ہوتی۔ میں نے دلے قدس لسنر  
کے کمرے کے دروازے پر ہلکا کے کان کھینچے، اندر دیکھے، مجھے ایسے ہی کچھ فنگر ہو رہی تھی  
میری کجیوں کوئی باتیں آئی، اب میرا دل بڑی طرح دھوکے لگنے لگا تھا۔ میں عا  
کر اٹھا کمرے کی طرح رات گزار مانتے، صبح آتے رات کی مہلت اور دل مانتے

میں پرچم کا جو کہ بیچ گیا کہ ہم کی تمام طاقت کالوں میں سمٹ آئی پھر چاند میاں بہت اور بعد نرسن کے ساتھ باہر نکلا۔ دو دو دنوں خواہش تھے۔ جب ان کی چاہیں باہر جانے کے قریب سیالیاں دن تو میری کوئی ملنے لگیں۔ چاندلور منسی پر سیریا سے تڑپنے لگے۔ گدہ نرسل کے کمرے کے آگے گر گئے تھے۔

[illegible]

کل نوب مزرا دیلانہ جو کہ اپنی پیشکش میں ادا خاندان کو لے گا۔ اسے اس وقت کی سستی میں زیادہ گونگا خند

عمر میں نوب کی کہانیاں کہ میری حبيب میں ایک مہرزی جیتی تھی ایک خزانہ برقع پرش لو کہ ساتھ میری جونی داوسی اور کل بیلون کپڑا

ہائے ایک جوان کو کچھ کر دکھایا کہ اس نے کہا ہے سوچا بہتر ہے کہ اس بار پہلے سے سوچ لیا جائے۔ دوسرا کہ وقت کی طرح ذرا بیک کو متنبہ بھی دے دے۔ ہائے پھر باؤگ لکھے سوئٹل لکھو بار بار باؤجھل کہ آؤے سے اس بہت تر گھر کے آؤے کے لیے باز دروازہ بھی پہنچتی ہوگی۔ لکھے یقین تھا کہ

میں نے ان کو لایا یہاں بڑا کچھ دنوں کے لیے وہیں ٹھہرا دیا۔  
 مگر میں نے تو ان کا کچھ نہیں کیا تھا۔ یہ معلوم کیا ماحول بنواؤ گرو میسے کو  
 کہ جیسے میں بندوں کے ساتھ میں ایک طرح پرش تو کی کا بغیر ناموس کی کٹر  
 دلاں کیے یہ مصائب میں اٹھنے کا سبب بن جانے کا گرو کیل کے علاوہ کسی اور  
 دلاں کیے یہ مصائب میں اٹھنے کا سبب بن جانے کا گرو کیل کے علاوہ کسی اور

لوگوں کی خدمت سے واقفیت میں یہاں سے گزرتے ہوئے سب سے پہلے ان کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہر کام میں کامیاب کرے۔

وہ جگہ نہیں تھی جہاں کسی مسیحی اور نصیری نے پہلے لاؤتھت بھی نہ کیا تھا۔ وہ  
مراڑوں کے کمن و کمال کا ٹھکانہ اور پکا ٹھکانہ تھا۔ ان کی سب سے تھیں شہاب سے بھی کم۔  
اب مجھے بہتر جملہ اہل مذہب سے یہاں کے عبادت گاہ پر جمع ہونے کے بعد میں کہہ چکی ہوں کہ انسانی  
پیشہ نامہ پر کسی مذہب کا مالک اور پھر کسی مذہب کی طرف سے کسی مذہب کے

دیکھا اور انھوں سے لگایا۔ اس قسمی ملاک و مفاد اکبر نے سرسری بہت کی تھیں مگر  
کر سکتا تھا جو کار کا ایک ہی اور جو توڑ دے گی مگر اس کا ہر ایک میں سے نہیں کیا  
مخالفت کی تھی جسے دیکھ کر سب نے پہلے اس کی انفرادی اپنی پوری تھی جیسا کہ اس  
موتوں میں کوئی خاص بات ضرور ہوگی اس لیے یہ دیکھ گیا کہ اس نے مصروف رہا ہے

مجھے شناخت نہ تھی۔ وہ ایک ایسی توہمناز نگاہوں میں میری طرف دیکھ رہا تھا کہ  
خیال آتا کہ میں سناٹا لگا رہا ہوں۔ پھر ایک گہرائی یاد آئی کہ اب یاد آئے اور وہیں  
کی خشکیاں بارش کی فانی کی ماحول دلا رہی ہیں۔ ابھی آئیں۔  
یہ معلوم کرنے کے بعد وہ مجھ سے کہنے لگا کہ ابھی نصیب ہو رہی ہے۔ یہ نہیں جانتی کہ کتنی

کے بعد امان کے چڑھنے کے لئے دوستی برپاں ہوئی لیکن مجھے یاد ہے کہ اسے  
باقی ہوں گے جسے چاروں نے مجھ یا برکات کو کہہ کر گمراہ کیا میں ان میں سے کسی کے ساتھ  
میں ان کا بھائی تھا ان کو ان کے پاس لے کر آنا وقت ہو گیا وہ کہاں گئے؟ کہا کہ  
میں ہی ہوں گے؟ کیا مکان برکات؟ مٹے مٹے ہیں گئے؟ مجھے اپنے بڑے بھائی کے

جھانے کیا ہو گیا کہیں لایا تو نہیں ہے! میں نے نہیں کیا میں نے نہیں ہے! خون آسنے لگا ہوا ہے کہ اس کی کراؤں غصہ ہو گیا تھا۔ جاہل قبیلے کے حق شخص کو نہیں دیکھتا۔

ہوئے عزت و شرف کے لئے یہاں اس سرت میں دو سہاگت بنی ہوئی ہیں۔

[illegible]

جو ایک آدمی مجھے طاعان کا کباب خانہ کا کباب بان کر بندہ کر کے مجھے جانے دے  
اور کسی کا گھر میں آکر نہیں کرتے تھے بہت لمبے بندہ تھے میں بھی کھانا کھاتا  
کا مطالعہ کرتے ہمارا دارالخانیہ ڈیڑہ گز کی راز کسی پر کھل بیٹھے اور جب ان کی  
حیثیت دیکھتے تو ان کے ہاتھوں سے کھانا کھاتے تھے۔

[illegible][illegible]

مہلی کوئی توفیق نہ دی تھی میرے رات اُس نے مجھے قریب بلانے کو کہی بات ہی نہ کہی  
بلکہ تھیں وہ قریب کے کعبوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میرا دل تھا کہ آج مجھے تم  
رات تک نہ ملاں ہے کہ کوئی کونسن کے گھر سے کوئی دلاں دھانے زین کو سے ملانے  
کہ عزت نہیں کہ سکتا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کوئی کونسن میرے توفیق کے بلانے

اسے ملے پھر اسے بچے اندر تو خاک کا چرمان ڈوب کر ادا ہو گیا  
دھڑکن کی جھلک ملے گی نرسن سے نرس کے سن کا چرچا ڈو ڈو کر دیا  
جو گیت پر زبان اندر کی ملائی نہاؤں کی منتقل آمد کا فخر اور نرسن کی گھر  
میں چھوٹی ہیں نرسن کو ان سب ملاؤں کی آنکھوں میں دھول جھونکے

۱۔ وہن سے مل کر کے پروکارا اور باہم کون کس وقت کہاں رہتا ہے۔ وہاں کی کوٹھری کی کٹ سے چند قدم کے فاصلے پر تھی۔ وہ کوٹھا میں غریبوں کے لیے دیاں سے بنتا تھا۔ وہ وہیں میں باہواحتہ غریبوں کو رہاتا تھا۔ وہ ان کے لیے کھانا پکانا اور دینا کرتا تھا۔

مختی شروع شروع میں گھر کے تمام اہل ذمہ نے مجھے خوشنودی کی غفلتوں سے دیکھا مگر بعد میں وہ سب مجھ سے گھل گئے۔ باوجود میرا وہ بیعت گوشت نہ کر سکا لیکن کئے کے لیے مانا تھا۔ غرض میں نے فرار سے گھر کیوں پر سب سے گھر کی ایک عمل کے قابل کوئی ترکیب نہ تھی نہ ہندو کی یا باؤں، زوروں

جب بادری ہمارے کے بازار روانہ ہو گیا تھا اور سترن دریں کے کمرے میں چلے گئے تھے تو ایک تہہ پر میرا داغ چھوئے ہوئے تھے۔ میں نے بار بار کے دیکھا۔ یہاں تھوڑا سا عرصہ تھا۔ میں چنگی میں آ گیا۔ آیا دنا ملک دوم کے

صفا کی لڑکی تھی۔ دوسرے ملازم اپنی اپنی کو کھینچتا رہا کرتے تھے۔  
ایک فیصلہ کر کے دہلی کے کمرے میں گھر گیا۔ زینب اس سے کہی کہ  
کو آج خواب مڑا شاید وہ پار و تھوڑے کے لیے فیصلہ کرے جائے۔  
تھوڑے سا تھوڑے چلوں گی۔ میں جیسے کہ ہے یہاں ایک دو تھوڑے

بات کرتے کرتے رسی اس سے بچا دی گئی اور وہ دیکھا میرے پاس  
 اجازت اندر پہنچنے سے اس کے چہرے پر ہلکا سا دھندلاہٹا ہوا غم  
 میں ایک دم اس کے ہاتھ قریب پہنچا۔ پھر مڑ کر پھر قریبی  
 اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ سہکا بکھر گئی۔ اُسے ہر طرف سے

اس کے لیے ہے کہ وہ دوسرا سیرا۔ سیرا سیرا کی طرح  
 ابھی تک کسی تاجر کے غیور و استوار بندہ اور سیرا ہونے کا سیرا لکھ کر  
 خاندان کے نام میں کھرا لکھی۔ وہ سیرا، وقت گزرنے  
 اس کے تسلسل پر بھی مخلصا بہت ہونے لگی۔ غمزدہ سیرا گزرنے  
 انکار ہونے کے لیے بار بار آتا رہا۔ یہ سیرا، اس کے بعد انکار

کس کی گرفت میں ہے۔ نذریں سے کوہنہ کو دیا۔ نذریں چھیننے کی کاشفہ بھی کر رہی تھی۔ نذریں نے اس کے نذر پر ایک لاکھ روپیہ کا نذر دیا۔

کیا تو میں نے باور ہی ملنے سے اٹھایا ہوا چاقو نکال لیا اور نے وہ  
کی تمام نفرت سمیٹ کر اس سے کھینچ کر خاتمہ کر دیا۔  
جبار بول: پہلی بار تو میں جوت کھانگا مگر اب دوسری بار ایسا نہیں  
میں اس شریف اور معصوم لڑکے کو قتل نہیں کرتا۔

کی کو تشنہ نہ کرو اور اس وقت قسم مجھے صرف یہ بتانا کہ ہاں یا نہیں کہ سال  
درست ہے؟ تم کہن ہو، درست سسکا کی انجیس بنے نہیں۔  
دری میں مقیم ہے کہ میری باتوں کا اس وقت درجہ نہیں اس کا پڑا ہے

سورہ کلاہرگان میں درج ہے: **فَنَزَّلْنَاهُ مِنْ مَّاءٍ مَّعِينٍ** کیا تم نہیں کہو  
 اُس کے پاس لے کے جائے جو :  
 ”تم نے کیا سب کو اپنے حبیباً بھولا ہے۔ اس دنیا میں بھی تم  
 جیسے کہیں نہیں رہتے۔“ **فَنَزَّلْنَاهُ** : تم کو اسے۔ **مِنْ مَّاءٍ** : کسی پر سیدی

فرس بیہوش ہوا۔ میں نے اسے جھکاتے دیکھا۔ اس کا ہاتھ اندر سے نکلا۔

جانکی نرسن کرتے ہوئے مٹی اس لیے مجھے اس کے منہ پر لگا کر دھرتی لگا

پڑی۔ وہ دوسرا شہید عورت تھی۔ سمجھ گئی کہ کواہت کرنا ہے۔ کواہت سے نرسن کے

سے کسی سے باندھنے میں بہری۔ مٹی کی نرسن کو چاروں طرف سے اندر

میں نے فخر تو کیا تھا کہ میں نے ان کو جیتا تھا۔  
 میں نے فخر تو کیا تھا کہ میں نے ان کو جیتا تھا۔  
 میں نے فخر تو کیا تھا کہ میں نے ان کو جیتا تھا۔



وہ اپنے ہاتھ پاؤں جو تڑپنے لگے تھے۔ وہ پانچ چار لمبے نہیں جو قاب مرزا نے ندر کی رونما کی کے لیے دیے تھے۔

نسن نے آنکھوں کی پتلیوں سے ایک طرف اشارہ کیا۔ میں نے تیزی سے سنگھار میں دروازہ کھولی۔ درازیں اس کا چھوٹا سا بڑا موجود تھا۔ جسے میں چاہی رکھی تھی۔ چالی سے میں نے الماری کھولی۔ الماری میں بہت سی رقم تھی۔ وہ میں نے گئے بغیر جیب میں ڈال دی اور زریں کو دیا۔

کی کو وہ دروازہ بند کر کے اوپر اندھا دھڑکے اور حبس تک اسے یقینی نہ ہو جائے کہ خود میں کیا ہوں اس وقت تک دروازہ نہ کھولے۔

باہر آئے میں نے عمر رسیدہ جاٹ دربان سے کہا کہ بیکر صاحب کو کسی کی ضرورت ہے۔ وہ کندھے پر چھوٹا گھٹ داڑھی بولیا میں جھکا ہوا اندر آیا۔ میری آواز سن کر ندر کے دروازہ کھول دیا۔ کمرے سے نکلے وقت میں نے آئی نقل و حرکت دیکھ لی۔ اس کی طرف سے کوئی خطہ نہیں تھا۔ زریں نے فریق میں لیا تھا وہ بالکل تیار تھا اور اپنا سوٹ کس بھی ساتھ سے لے کر آیا تھا۔ میں نے اسے منع کر دیا اور سوٹ کسے دیں چھوڑ دیا۔ میں چلتے چلتے ایک دفعہ نسن کا چہرہ دیکھنا چاہتا تھا مگر اس کے منہ پر چھاننا بندھا ہوا تھا صرف آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔

میں نے اسے ایسا کس کے اندھا تھا کہ وہ جیش میں نہیں کر سکتی تھی۔ اس سے میرا تعارف ہوا رہ گیا تھا۔ تعارف کے لیے اگر میں نہ جاتا تو درازی دیر میں صاف ہو کر سنا تھا میرے سینے میں ٹھنکن ہوئی جیسے کو لکھ سے شکایت کر رہی ہو کہ بارہم نے اسے اتنی آسانی سے صاف کر دیا۔

بہر حال میں نے نسن سے کہا۔ نسن حاتم، ہم چاہتے ہیں تم نے ندر کے باغ میں غلط رائے قائم کی تھی۔ اگر میں ہمارا بھی ہوتا آدم قاب مرزا جیسے شخص کے ہاتھ سے فوجت کر کے میں کا سب بھی ہو جائیں تو زریں اپنی عصمت بچا کر لے لے چہرے میں پسین کر چکا تھا۔ یہ۔ یہ۔

اسی کارکن کی روک ہے۔ ایک بار پہلے ہی تم نے ایک اور روک کے متعلق غلط اندازہ لگایا تھا۔ وہ آج سے سات سال پہلے ہے۔

اس کی پتلیاں جیت سے پھیل گئیں۔ میں نے ندر کا ہاتھ لٹکا لٹکا کر پھر ہر خوف سے چلا پڑا تھا۔ چاروں درازیں آئیں نسن پر تھری کہ ایک نظر ڈالتا ہوا دروازہ بند کر کے باہر آگئے۔ زریں جیسے پیچھے پیچھے تھی۔ ہم ڈانگ روٹ کر دروازے پر پہنچ گئے۔ زریں کو بڑی آواز کی گواہ سے آدھل کر کے کے لیے میں پھیر گیا اور زریں کو تنہا آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ وہ احتیاط سے نکل گئی۔ میں بھی جلد اس طرح ہم گیت تک پہنچ گئے۔ دربان کی جگہ موجود ہیں تھا۔ میرا دروازہ تھا کہ جب تک دربان کی کسی کے دایں اسے گواہ اس وقت تک ہم اس کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر دروازہ کی گھیلوں میں گم ہو جائیں گے۔ مگر اس اقدام میں ایک خطرہ تھا۔ وہ یہ کہ کسی آنے کے بعد دربان اندھا ہونے چاہے کہ کسی باہر کھڑی ہوئی ہوگی اور نسن کو آواز نہ ملے گی۔

گ۔ وہ ڈرا منظر بھی میں منیج کے ہوا تعاقب شروع کر کے اگر میں کوئی سواری ملے۔ میں ہر کوئی زورہ آسانی سے ہلکے سڑن پہنچ جائے گی۔ میں نے گیت سے باہر میں جھانک کر دیکھا۔ دربان کی کسی کے آگے تھا۔ گواہ میں ہزنڈ اور پھر وہاں تو دربان اندھا تھا۔ میں نے پیچھے مایا نہیں۔ باہر نکلے ہوئے دیکھ کر میں نے زریں کو ایک طرف کھڑا کر دیا اور خود گیت سے باہر آگئے۔ زریں گیت کے اندھ کھڑی رہی۔ دربان نے غلط کر دیا۔ جانا بغیر اسے انجمن صاحب کو خبر کر دو۔

میں نے جواب دیا۔ وہ تیار ہیں۔ یہ سننے ہی زریں باہر نکل آئی۔ میں نے اس پر چھاننا۔ بیکر صاحب کہہ رہے ہیں؟

آری میں نے اسے اتنے انصاف کہ ادا کیا تھا۔ یہ کہنے کے لیے میں نے جی میں جیجے نے منہ سے انتظار کیا۔ جیسے میں نے دربان سے کہا۔ بابا اور کچھ بیکر صاحب کہاں رک گئی ہیں؟ پھر وہ جیسے ہی اندھ کیا میں نے کسی ڈانڈ کو کھلے کا حکم دیا وہ کسی انجمن کر گیا۔ میں نے دوبارہ کہا۔ پھر مجھے ایک خیال آیا۔

اس جیسے پانچ دوپٹے کا ٹکڑا نکال کے اس کے کھانکے اس کی پھیل گئی تھیں۔ میں نے ایک نمودار اور پر چھاننا۔ کہاں جانا ہے؟

چلتے ہو۔ میں نے ادھر ادھر نظر میں گھماتے ہوئے دھنسنے کہا۔ اس نے گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔ اگلا موڑ مڑتے ہی مجھے قاب مرزا کا نظر آئی۔ میں نے ندر کو چپکے سے اشارہ کیا۔ چاندیاں اور قاب مرزا چھپ چھپتے ہوئے تھے۔ انھوں نے پوری طرح دل لگ کر آنے کا بھی انتظار نہیں کیا تھا۔ بہر حال وہ آگے ہوئے تھا۔ ادھر ہمارے کسی کھلتے کی سڑنوں پر دیو انوں کی طرح چھری تھی۔ ڈانڈ پر بار بار دھنسنے سے چھاننا تھا۔ میں نے اسے اندھ کر دیا۔ وہ دوسرے میں لگا رہا تھا۔ جیسے کسی کو ایک رسی پر دبا ہوا گاڑی سے رہا ہو۔ کہہ جاؤں کہ کہاں ٹھہروں؟ جس کے دروازے پر دھک دوں؟ میرا ذہن زریں طرح اٹھا ہوا تھا۔ نسن کے چنگے پر قاب مرزا کی گاڑی پر وقت بچ رہی تھی۔ اس لیے یہ اندیشہ اب بھی تھا۔ حق قاب مرزا کو اب مرزا کی گاڑی ہمارے تعاقب کے لیے فوجت کر دیں آجائے گی۔ اگر ایسا ہوا اور انھوں نے راستہ کاٹ کے کسی جگہ بسیں روک لیا تو کیا ہوگا؟ ہم کہاں جانا ہے؟ میں نے ندر کے اس طرح سرگوشی میں مجھ سے پچھا کہ ڈانڈ اس کی آواز نہ سن سکے۔

تمہیں وہاں سے آنے پر کوئی دھم تو نہیں ہو رہا ہے؟ اسے جواب دینے کے بجائے میں نے اس سے ایک عجیب سوال کیا۔

اس سے جواب نہ ملا۔ وہ بڑا جبر ہو کر رہ گئی۔ میں رقت میں اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا۔ کچھ وقت کے بعد وہ دھیرے سے بولی۔ اب میں تمہارے ساتھ آگئی ہوں۔

میرے جسم میں بھی ایک جھٹکا سا لگا لگا تھا۔ اس بار واقعات مختلف انداز سے پیش آئیں۔ کسی بے منزل جہان کی رہی تھا۔

ڈانڈ نے کئی بار کچھ حرکت دیکھا۔ وہ میری خاموشی سے تنگ آ گیا تھا اور منزل کا تیر پچھاننا تھا۔ میری سمجھ میں کوئی منزل نہیں آ رہی تھی۔ پھر نظر اٹھا۔ وہاں دروازوں پر جموت کھڑے ہوئے تھے۔ آخر ڈانڈ نے ایک عجیب سی روک دی اور میں سے پوچھا۔ کہا اسے جواب دے؟

میں نے سراسیمہ ہو کر اسے دیکھا۔ اندھ جیسے کہا۔ سیال ہے؟

سیال ہے؟ اس نے دہرایا۔ ایسا ڈانڈ؟

گاڑی نے پھر اپنا سفر شروع کر دیا تھا۔ اس مرتبہ اسے کچھ قرار آ گیا تھا۔ فدا منزل اور سب بھی لیکن میری بے ذہنی بڑھ گئی تھی۔ اب میرے ذہن کی گاڑی کی رفتار اتنی ہی منتشر اور تیز ہو گئی تھی۔ داغ پھٹنے لگا تھا۔ آدھے گھنٹے کی مسافت کے بعد ڈانڈ نے گاڑی روک لی۔

سیال نے میں پوچھا۔ کہا ہے؟

استاد محل کے ہاں!

استاد محل۔ میرے لیے کی سواری سے لگ گئی تھی۔ اس نے مجھے انتہائی حیران نظروں سے دیکھا۔ تم محل کے ہاں جانا چاہتے ہو؟

ہاں۔ میں نے گونہ بھانکے کہا۔

وہ سٹ ٹاکیا۔ کیا تم اس کا ڈاڑھا جانتے ہو؟

نہیں۔ تم وہاں کس محلہ میں پوچھ سکتے ہو؟

ہم اس علاقے میں نہیں جانا۔ وہاں کی سواری ہوتی ہے تو منع کر دیتا ہے۔ وہ کچھ تک کہہ کر ہوا۔

میں وہیں پھوڑ دو۔ میری آواز میں حکم تھا۔

وہ کچھ جھکا۔ پھر ایک ٹک لہی گی میں ہو گیا۔ ایک ہوٹل کے قریب گاڑی روک کر اس نے پان والے سے کچھ پوچھا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں والے نے پتہ بتا دیا۔ اس میں میں بہت سے ہوٹل تھے اور ہر قسم کی دکانیں تھیں۔ گاڑی ایک بڑی سی پہلی عمارت کے سامنے جا کے ٹھہری۔ ڈانڈ نے ایک بار پھر آگے کی گاڑی سے پوچھا۔ اس نے بتایا۔ جانب اشارہ کیا۔ ہنسوا۔ میں نے ندر میں آدھم کو دیکھا۔ اس نے میرے دل کی دھڑکن بہت تیز ہو گئی تھی۔ آدھم کے کھڑا استاد محل کا ایک مہمان آیا ہے۔ اسے ادھر بھیج دو۔

نابا! وہ گاڑی پر اتر کر گئے ہوئے ہوا۔ آپ خود ادھر جاؤ۔

ادھم کے بہت سہرہ کر دو۔

جاؤ۔ میں نے زور سے کہا۔ جاؤ۔

وہ اٹھتا۔ بڑبڑاتا، کسمساٹا ہوا۔ بتائی جانب کی عمارت میں گھس گیا۔ یہ عمارت بناوٹ میں دوسری عمارتوں سے مختلف تھی۔ توہل نقل سے دیکھ کر بہت ہی حیران ہوئی تھی۔ باہر اسے ایک گیت تھا۔ ڈانڈ جھٹکا ہوا جیسے ہی گیت تک پہنچا۔ مجھے ہونے جبر کہ ایک شخص اس

کے سامنے ایگا۔ ڈانڈ نے لیجی کی طرف اشارہ کر کے کچھ بتایا۔ اس نے مجھے ششوں اور حقائق سے دیکھا اور سینہ چھو ہوا۔ ہنسنے دھڑکن سے میرے پاس آیا۔ اس کے منہ سے عتاب ہے؟ سوال اس نے مجھ سے کیا تھا۔ مگر اس کی نظریں زریں پر لگی ہوئی تھیں۔

استاد، اس سے میں نے نہ ہی سے کہہ سکتی ہوں؟

میں تم اتنا کہتا ہوں کہ اس کا ایک مہمان آیا ہے۔ نام بتاؤ۔ اس نے شش سے کہا۔

میں نے جو کہا ہمارے؟ وہی کرو۔

اس کے ماتھے پر شش کوئی کھان کا پتھر لگا ہوا تھا۔ وہ صوف ہے۔

میں نے ادھم کو آدھم سے جو جہاں کیسوں کر لڑاؤں کے تو تیز ہی عجیب ہیں اور پتہ نہیں اس صوف میں جھل کے دینے میں کیا تبدیلی آگئی ہو۔ جھل سے مجھنے کے بعد میرے ہاتھ لگے وقت نام نہان ہو کر لیجی ڈانڈ کی گاڑی کے اگلے حصے پر کھڑا تھا۔ اس کیس سے اترا آیا اور میں نے اس سے کہا۔ جاؤ۔ اس سے کہہ لاؤ لا آئیے۔

لاؤ لاؤ! اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

ہاں لاؤ لاؤ!

اس نے ایک آن کی کچی سپرد لے۔ اس کا لیجی پھر پھر لے لیں جیسے اس کی آنکھ میں شش کا پتھر لگا ہوا۔ اس کا چہرہ شش ہو گیا۔ پھر وہ مجھ سے کچھ بغیر سر پٹ جھکا۔ اسے پھر لگاؤ اس کی کھنکھرتے کرتے گرتے بھا۔

میں اپنی زندگی کا سب سے بڑا ایک اشتہار اور میری نظریں گیت پر جمی ہوئی تھیں۔ چشما تینوں کے طول میں بعد اندھ آواز سے دروازہ کھلا اور اندھ سے جھل پڑا۔ ایک ایک لمحے وہی غم کے اس نے مجھ سے لگاؤ مجھے دیکھا اور دھشت میں ایک کے آیا۔ پھر وہ بے تماشیا میرے سینے سے پیٹ گیا۔ لاؤ لاؤ! اسے! اس کی آواز بھر بھر رہی تھی۔ میری حالت ڈانڈ نے اپنے جھل کی خبر نہیں کی؟ کہاں چھپ گیا تھا؟

مگی میں پھیر لگ گئی۔

مجل کو یہ خبر نہیں تھی کہ گھنٹے میں ہلے اور دیگر دھڑک گئی ہے۔ وہ مجھے دکان میں گھسے پڑا۔ میں نے قہار اندھ سے بازو اٹھا اور گال بے تماشیا سے بازو چڑھانے میں انھوں میں پھر لگا لگا۔ اندھ سے کہا۔ میرا پتہ آگیا۔ آؤ! کیا معلوم اس کی آواز سے پوچھ میں میرے لیے کتنا فخر تھا۔ یہ لطفہ حرام کہ تھے۔ اندھ لاؤ لاؤ! یہ موت مل گیا۔ کہاں اس نے اسے جلا دیا۔ اب دیکھ کر میرے ہاتھ کے گیس لگنا











"تیس بہ جمل اکھ کے بلا۔ لاٹھے کے ٹکڑے کیوں دیتے ہو؟  
 یہ ٹکڑے کی کیا بات ہے؟ اچھی آپ کچھ بھیجی کہاب ہے؟  
 جمل کی انھیں چھلکے گئیں۔ ہاں میں نے ہی کہا ہے تم لاٹھے کے  
 تھکانی ہو تو میری بیٹی میری بہن بوتہ وہ نہات سے جو بلور آمازیں بلا۔  
 کسی بیٹے خاندان کو ملو کہ معلوم ہوئی ہو یاں یہ گھوڑے علاقہ میں لوگ سب گدا  
 ورنہ اس پر حملہ سے پاس ہی کہے۔ وہ یہ کہتے کہتے اس پر گیا۔ کھڑوں  
 میں اس پر ٹکڑے روانہ کر دیے پھر میں کوئی صاف تھری مبارک سے ملے  
 جس کے لیے بہت ہے کہ میں آپ کو موجود ہیں۔  
 میں تم سے لیے کھلا بھی نہیں بلکہ مرے آیا اور دفائی ہاتھ آیا غیر مجھ  
 ہر تھا اور اچار ہا۔  
 "اب میں برکات اور مرزا دین میں نے تمہیں جمل بجائی کے حوالے کیا۔  
 میں جمل کی طرف متوجہ ہوا اور جمل بجائی ناب دین کو خیال تھی کہ کھنا ہوگا۔  
 میں نے جرحیٹا نماز میں کیا۔  
 "مجھ راجی بڑی ذمہ داری کیوں ڈالتا ہے لاٹھے؟"  
 "میں جمل نہیں دلاتا ہوں کہ نزل سے دھاجی لو کی ثابت ہوگی جن میں  
 بہت لذت کھانے کھانے کا اور تھا اور نہ لے سکتا۔ نہیں۔۔۔"  
 "میں میں جمل نے ترش دینی سے میری بات کاٹ دی۔ میں بھلا سے  
 کام کرنے میں کلاس کے میں نازک ہاتھ بھلا کام کرنے کے لیے بنے ہیں۔  
 میں کیا اس سے خدمت لیں گا معاوضہ لوں گا۔ مجھے لالچ دینا ہے لاٹھے؟ یہ؟  
 خوش ہے میں میری بیٹی لالچ ہے۔  
 "ان کو مطلب یہ نہیں تھا۔ میں ملدی سے ہلے ان کا مطلب تھا کہ  
 ایک میں کو اپنے ماں باپ کی خدمت کرنی چاہیے میں اس فرض میں کہ تو ہی نہیں  
 کروں گی۔  
 "ہاں ہاں تمہیں اس کی طرف داری نہیں کروں تو کون کرے گا۔ وہ شہر کے  
 باہر مل گیا تو جمل بلا۔ لاٹھے ایسے مجھے کانوں میں گھیسٹا ہے کہ میں  
 زخم کھینے کی ضرورت کہاب ہے بڑی مشکل سے ترا سے پتھر بنالبتے۔ دعا چاہتے  
 دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بلا۔  
 "میں زینا اور مجھ کو کہہ رہی ہیں۔ میں نے شید کے کہا۔ میں اسے ہر  
 دلا چاہتا ہوں کہ اس کے کچھ کھرا نہیں پایا ہے۔ اسے نرم نرم اور گداڑ کو  
 ضرورت ہے جمل بجائی آپ سمجھے کیوں نہیں؟  
 "میں سب کچھ ہاں میں کر رہی ہوں خود سے ڈر رہا ہوں۔  
 "کچھ بتاؤ کیا وہ جمل میں نہیں لگی؟ میں نے مارا ہے پوچھا۔  
 "اچھی۔ وہ بہت اچھی لوگ ہے لاٹھے۔ ان انکھوں سے نہانے کو کچھ  
 اچھی ہری انکھوں کا جوہر کرتے ہوئے مگر گڑھی ہے۔ راجی اچھی لوگ کی  
 کھینچے آیا۔ مگر تو بہت بڑی ہے۔  
 "اور کہاں ہے ماں؟ میں سے پاس کوئی اور نصرت تمہی میں نہیں؟

اس جھپٹ سے پانی ٹپکا ہے۔ یہاں کی سینک بھائی کی بواؤں کو ہر مل  
مگر میں یہی سوچ کے پریشان ہوا ہوں تو شہزادی ہے لاؤ لے !  
زادی کا دل انکو کہیں میں کہاں گئے گا  
”اسے گل لگا کر دے گا اس کے سراپاؤ ہی کیلئے ہے  
زیریں مائیں کی ٹرسے کے انداز آتی تو ہم نے خاموشی اختیار کر لی کچھ  
تیرک پیا لیاں کھنے کے آواز آتی نہ ہی تجھ سے ٹھوکرے بیٹھا تھا۔ زریں  
لے جانے دینے کے لیے ہاتھ بڑھا تا تو وہ اپنے خیالوں سے ہٹا کر گروہم  
پائے سون دو گھوڑوں میں اڑا لیا گیا۔ بیٹھ ماؤ کھڑی کہیں پر تھیں اس نے زریں سے  
داروہٹ کے چنگ پر بیٹھ کر اور اپنے ہاتھ میں لے گئی زریں اٹھ کھڑی بائیں  
کے کھولے میں کسی برسی آواز میں مت ڈانڈا۔ کبکے کے وہ اٹھا اور بڑا  
خاک کے دو دانے کی طرف چلا۔ زریں اس کے کچھ نہیں کہی۔ کبکے نے پتھر کو  
پچھ خیاں آیا تو وہ وہیں مارا کہیں سے بیٹھ کے اس نے زریں کے سر پر ہاتھ رکھا  
چھریاں سے نکل کے کھٹ کھٹ میرے صباں اترنے لگا۔  
”کیا بات ہے؟“ یہی ہے اس کے منہ سے نکلے سے پوچھا۔ تم لاؤ افسر تو  
نہیں جو ہر کوئی غلط تو کی نہیں لایا ہوں کسی بھی سوز اور نیک آدمی کی  
بہنی ایسی ہر کتنی ہے۔  
اس نے ہلٹ کے سر سے بازو جھینٹوڑا لے لاؤ لے ایسی دل  
دوکانی نے مال بات کہیں کر لے تیکڑی بھی لاؤ تو زریں کے سر پر ہاتھ آ کر  
تو تو ایک خوش ترے تو کی لایا ہے۔ سمجھان دو لوں ہاتھ میں فرق ہے بڑا خواہ  
کی باتیں مت کر۔  
تجھ کی برسی دیکھ کے میں نے اس وقت خاموشی مناسب سمجھی شام  
اندھیرے میں ڈوب رہی تھی۔ رات بھٹے بھٹے گل میں میلے کاساں چوبیس  
کائناتے اور نصیب میاں چلے کو ان چوبیس پر گئے جو دو گھن کے قریب بھی  
تھیں گل کے اس حصے میں ایک پرائی اسکول تھا اکمل سے شش فتر لے  
میدان میں تیز دو کھیل چوری تھیں اور ایک شامیہ نصیب تھا۔ کڑیوں  
چوبیس ٹھوکرے بیٹوں اور چار بائیں پر بیٹوں آدمی بیٹھے ہوئے تھے نئے  
ناچ سچے تھے تھے اور چل کر ایک آدمی کسی پر بھاگے میں باؤں اور چوبیس  
سے لا دیا گیا۔ جو آ اس کے اوپر سے گلے میں پار ڈال کے چلا جاتا۔ اس نے  
داؤں میں عزت میں بھی تھیں۔ پتہ بھی تھے۔ جسے چل زریں کے پاس سے آتا  
تھا کچھ مشکل اور دلچسپ تھا۔ ایک ایک کی شادابی و آبی تھی غلے  
میں زیادہ تر منڈا رہتے تھے۔ دس کے قریب کے گلوں کی تعداد بہت کم تھی ناکی  
کی رات کوئی تقریب کوئی امتیاز نظر نہیں آتا۔ ہاتھ چلے کی زندگی ہر ایک طرف  
منہ پریشان و شوکت سے بیٹھا تھا۔ میں اتنی ہی سرخسہ کو لوگ مڑوں کی دل  
اس کے ہاتھ پر تھیں چوم رہے تھے۔ اس کے باوجود اس کی نگاہیں میں نہیں  
کیلے جو قیمت اور قیمت تھی وہ الگ سے چھانی جاسکتی تھی۔ چھ کی بھی ہے  
گی کے ایک ایک پتے کا نام معلوم تھا۔ ہر ایک کا نام لے کے اس کی شہرت

[illegible]

ترشہ ہوا ہے تھے۔ ایک فوٹ بیسٹ لکھتے تھے، ابھی وہ ستر اڑھائی سو  
دو لاکھ نکال کے اس کے ہاتھ پر لکھ دیتے تھے کہ کتنی مال دیکھ  
راہنا، فلاں گھنٹہ گھلے ہوئے تھے۔ پانچ سو لاکھ تین سو پانچ سو  
ملی گرج، رہا تھا اور لوگوں کے بدن چمک رہے تھے۔  
بھل مرود بیٹھا تھے کہ کس پر کش لگا رہا تھا وہ میری کہاتھ رکھے  
ہوئے تھا۔ بڑی بولی نوٹ آٹھ لاکھ بار بار اسے مارا کرتی تھی گنگ گنگ گنگ  
میں ایک بلگرک کے اس نے مجھے شانگل کے ماتھ پچھا۔ آپاں داو  
تیس دن سے ہیں؟ میں بولا کہ گیارہ وار دھو دھو دھو دھو دھو دھو  
زیر سب کرائی تو عام غفل ہے کبھی غریب بھلے اپنے پھر چھ اپنا دلو مل  
کر رہ گئے۔ میں نے نفی جھکا لیں۔  
کانتے سینے پر ہاتھ رکھ کے اور سرو آہ جہ کے بولا کہ کین زور کبھی  
ہم سے رقم نہ لیے ہیں کیا۔ ہائے ترختے تھے جی دگئے۔  
”ہم بزم لاؤں صاحب بات کر سہے ہیں۔“  
”وہ نہیں جی کیجئے گا ہاں۔“ لاؤں صاحب زمرلا آج دھلا ہوا ہے۔  
تازہ تازہ سے زور! اس پر پھل گرنے کی کرکشی مت کرنا۔ جاسے ہی سینے  
کا پی ہیں ہائے۔ کانتے نے دل پہا تھا اس کے کہا: زور تو میری بات ان  
نہیں تو جی میری تہ ناپا دی ہوئی تو تم نے مجھے لکھوں پر بھیجا اور اب  
لاٹے کو تڑنا رہی ہو۔  
”تم بالکل نہیں بدلے گے کانتے تم میں بہت سنا تے ہو۔“  
”سہے۔“ کانتے نے زور بولا: زور تو تم نے بدلے ہی نہیں اپنا زور  
مرضی اب ڈالو گے یا حقن وہ ظالم گانا روناؤ، جہم کو قہدی خرطیے لگاؤ گھٹا۔  
وہ نہیں کر لیا۔ ذرا تان دار۔  
”ہاں۔“ اس نے ہلکاری سے نہ ہنا بھی صبر متب بے میں برس  
مطاب ہوئی۔ آپ ہی نہیں گے؟“  
”مناجیے۔“ میں نے دھیس سے کہا۔  
”مناجیے۔“ کانتے نے میری نقل تار سی۔ مجھے دھلا کہہ تا ہر تار ہے۔  
زور کے موتی جیسے دانت چٹکے گئے۔ کانتے تم بہت دھ نہیں نے  
مازندوں کو کشادہ کیا اور دہائیوں کے کان میں کہہ لکھوں میں ملا لیں  
لیا اٹھ لکھیں اور ان سے صلہ لگنے لگا۔ متینوں لوگوں ایک اچھا خوش  
کھڑی ہو گئیں۔ ایک نے آغا کیا دوسرے نے آدھا سونے آٹھیا اور تری کا  
پر بار تو غفل میں شوق کیا، اس کی دل کش آواز پر سب میں چلے اپنے گئے  
جہل کے قریب میٹھے میٹھے نماش میں میں بس کے ہرے ہو گئے۔ غل نے  
طلی سے اشارہ کر کے انھیں خاموش کیا۔ زور نے رقص میں کال کر دیا، اس  
کے پاس نہیں آئی بس رقص کر کے اور کافی دیر اور گ فوٹ ہلے  
ن کی طرف اشارہ کرتے ہے۔ پھر لوگ زور کی آواز کے عین میں اپنے گئے کہ  
مجم کی آواز پکارا جند ہو گئی۔ صرف ذور کی مٹری آواز کو جی دی۔ جیسے



سب کو اتار دیا یعنی اس پر ابھی عقل شباب پر بھی کر مانتے سے ندرت  
چہلوں کے کئی قوی میل انخاص اس طرف آتے نظر آئے۔ بلکہ ان جنگا مایں  
کی طرف اٹھ کر غصے میں جوں جیسا ہوا سی برقی اور زور کی نمرانی پر پڑی تھی  
مگر خیران فاسب انہیں جھل کے چہرے پر بے تکرار کھینچ گئیں۔ اس نے  
کانٹے کا اشارہ کیا کانٹے تیزی سے اٹھ کے آئے والے انخاص کی طرف دوڑا  
اور اس نے آگے جا کے ہاتھ پھیلا کہ جھل کی نشست کی طرف اتار دیا۔ کیا  
سب آگے ایک ایک گرا دیں؟ غصہ تھا، وہ قدم پاپڑا اور دم میں مہادی غلہ  
اُس نے کانٹے کا ہاتھ پھونک دیا اور دیر سے پھلنے لگے دھماکے اٹھنے لگے۔  
روکنا۔ بازو نیم کی آواز کے کئی اور مہلی کے ہاتھ پھلے پر غصہ ہوئے۔ جھل  
اٹھ کے کھڑا ہو گیا۔ وہ دو قدم آگے دھما اور سب آگے آئے والے غصے کے کانٹے  
پر ہاتھ دھکے کر پڑا۔ آواز اور جھل کا بیٹھو بیٹھو۔ اس نے اپنی نیت پر غصے  
روک کر دیکھنے کا اشارہ کیا۔ تنہا کی خوشی کر دیا۔ جھل نے ٹار دانی سے کہا۔  
میں بھی جھل کے ساتھ کھڑا ہو گیا تھا۔ اسی لمحے میری نظر جھل کے ساتھ اٹھنے  
لوگوں کی سب پیچھے کھڑے ہوئے پانچ میاں پر پڑی میرا دماغ سنسا گیا کھڑا  
کھڑے پر اس پر ہر گز۔ ہم یہاں بیٹھنے کے لیے نہیں آئے ہیں اتار جھل آ  
موجدار نے سخت ہنسے میں کہا۔ لوں ہلکے حوالے کر دو۔  
"کن سی لوں؟ جھل نے تیرو بھی بدل گئے۔  
"وہ لوں کو جرح تھا۔ اٹھ پر آئی ہے۔" اس نے تہی سے کہا۔  
"موجدار! جھل گر کے ہلا۔" جواد می جھل کی پناہ میں آتا ہے۔  
"تسہاں نہیں کیا مانا۔ اس کی مخالفت کی جاتی ہے۔  
"بھیکو جھل! ہم تھکے مٹلے میں کبھی ہیں ہوتے۔ وہ جاکے آؤ پناہ  
میاں کی امانت ہے۔ تسہاں کو دوا د بات مت بگاڑو ایک دلی کیلے  
ہیں۔ آپس میں لگاؤ نہیں کرنا چاہیے۔  
"بگڑو۔ بگڑو تم کہہ رہے ہو موجدار! تو دیکھ رہے ہو کہ میں اپنے  
لاڈلے کی واپس کا صحنہ میں سننا مارا ہوں! تمہیں آئے سے پہلے اس بات کی  
استیاء کرنی چاہیے تھی۔ جی میں تمہاری خوشیوں میں اس طرح میں نہیں بیٹھتے۔  
آؤ یہاں بیٹھ کے گانا سنو۔  
"میں گانا سننے نہیں لوں لینے آیا ہوں۔" موجدار کا جواد سخت ہر گیا۔  
"میں تمہیں کوئی دلی نہیں دے سکتا۔  
"میں تمہیں سوچے کا وقت دیتا ہوں۔  
"میں تمہیں آخری جوبل دے رہا ہوں۔  
"بہت غصہ خراب ہو سکتا ہے اس کا جھل! موجدار تو کہہ رہے ہیں ہلا۔  
"میری بات مان کر تمہارا دلی لوں کر بھگا کے لے آیا ہے۔ نشانہ تمہیں اس  
سے چاہیے تھا مگر میں نے تمہارے پاس چلے آئے کہ وہ تمہارا دلی ہے۔  
"وہ میرا لاڈلا ہے۔" جھل میری گراں میں بائیں ٹال کے خسرے ہلا۔  
"یہ ہے وہ؟" موجدار نے خیرانی سے پوچھا۔ کیوں بے پانہ مائی؟

ہر شخص کو لڑا۔ بھانپتا ہے اسے۔ چاند میں چمکتا ہوا آگے آیا اور  
 نے دیکھ کر گریز اعلیٰ چل کر چکا اس لیے اسے پچاننے میں تامل نہ ہوا۔  
 اور جو دیکھ رہا ہے۔ موجد نے اس کی گردن پکڑ کر کہا: یہ تھا وہ؟  
 - مان استادی یہ تھا۔ پر تو فرستے کہ ان کو کھر کے کاج کا کھنڈ  
 روجی تھا۔ یہ کسی چال سے وہاں نوکر بنا ہوا رہا تھا۔  
 - مان: میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ مرنے کی اولاد وہ میں ہی تھا اور  
 نے صرف غصے میں اسے مارتے دیکھا ہے۔ جب میں تجھے نے جانڈ گا  
 وقت دیکھا اسی پر اور قزاقانہ پس بول میں تیری تلاش میں تھا۔ تجھے  
 میں غصوں کا یہ ٹھنسل سے لڑا کہ وہاں ادا میری دوستی پر سب کی انھیں  
 - مگر میں خود کو کڑی ہوئی رہ کر لانے لگی تھی۔  
 - اپنے آدمی کی زبان بند کر چل؟ موجد افسوس ناک کہنے لگا۔  
 - اس سے بچھو کر کیا یہ لوگ اس کے باپ کی حق میں نے ہتھال  
 کہا کہ یہ کہاں کا موعہ دار کے آگیا اس کے کہ وہ وہاں چلا جائے؟  
 مچلا چلا گیا۔ چلا چلا گاڑے اور تو خاکوش ہو میں اسے اور اس  
 مانی موعیوں کو دیکھ رہا گا۔ تو نے میری جو دھمکی میں ہر شرمع کر دیا؟  
 - میں نے غصے میں سے بھلائی کے کہا۔ مل اٹھ بیٹھ۔ گا شرمع کر دینی کا  
 بدل بند کر دیا؟ اے وہ دلہن جو میری کور گھر؟ مگانا شرمع کر دے؟  
 - مگانا بعد میں شرمع کرنا چھل لگانے کے لیے رات بڑی بے ہداری  
 کا کاج چل دو۔ لوگ دھاس کر پی بے کہ نہیں؟  
 - موجد افسوس مانتے ہو کر چھل کر اس اعجاز میں بات کرتا پند نہیں ہے  
 - جب چھل گاڑا اور دریاں میں ہو تو میں شرمع کھج کر لونا چاہیے۔ سب  
 تین لاڑے کی خاطر ناچار ہوا ہے اور اسے کہہ کر بھلائی اسات حال کھجے  
 کے آدمیوں نے ترم کھجے کہ تو کھجے کھجے اسے نکلتا بھلا کر کوئی اور آدمی  
 ہوتا تو میں بھلائی بات پر ہر طرف خود کو مارنے لگا۔ تو لاڑے کی بات ہے۔ لاڑا  
 کسی بختری کر پکڑ کر نہیں لایا۔ وہ ایک بڑے خانان کی ایک شریف لوگ ہے  
 لاڑا اسے چمکے لایا ہے۔ مجھے موجد لڑا تم اس سے چاہتے ہیں اس کی بات  
 میں اگر کہیں میں بیکار کی شرمعی پیدا کرے۔ چڑھنے سے کبھی نرم کھج کر  
 بیسے میں کہا۔ اس سے پوچھ کر لہو لوگ اس کی بہن میں؟ اس کی ماں حق؟  
 - تو تھا اور چل رہی ہے؟ موجد اسے سرواڑا میں کہا۔  
 - جواب ملتا ہے۔ کیا نہیں کر دیا چاہئے؟  
 موجد اسے زمین پر پیر بٹھا۔ چھٹکے سے چھل زاب ہمارا جو بل  
 میں لہجہ سے اب کوئی آیت مست رکھا۔ میں چھل کل شام تک کا وقت  
 اور دیتا ہوں۔ شرمع بھلا لوگ شام تک آئی تو بھلائی ملنے کی کسی  
 لوگ کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ ہم آرام ہوں گے؟  
 - ماؤ۔ چاہئے۔ تم چھل سے بات کر رہے ہو ترم سے لاڑے کی بھلائی  
 کی ہر لوگ میری بیٹی ہے تم نے اگر اس کی کوئی نامانی کی تو کھجے میں نہیں

[illegible][illegible]



























اُسے ضرور ماننا چاہیے یہ کلام کہ لوگ ہیں اب میں آپس دونوں کو ملنے کی برکت  
بھرائی۔ میں نے اپنی طرف سے سارا جلاب دھڑ کر لیا ہے۔ سیدھا صاحب استوار ہوا تھا  
غلانے نکل گئے۔ ہم سے مکمل جاؤ۔ وقت سے پرستی کہاں؟  
دونوں اپنا اپنی نگہ جھینچے رہے کہ میں کی بات ختم ہونے کے بعد کچھ دیر  
تک کہیں میں سکوت چھایا ہوا کہ میں بیٹھے بیٹھے کہیں بیٹھے بیٹھے کہیں وہ بیٹھ کر  
طرف دیکھتے کہیں غیل کی طرف۔ لگاؤ شروع کر دو کہیں آج کل نے تمہاری تپائی تپائی  
کہا۔ وہ کہاں سے ہے تم سے ہماری نظر سے چھپا رکھا ہے؟  
وہ کہ گاتے گاتے نکال گئی تھی میں نے اُسے آواز کے لیے اندر بھیجا تھا  
پھر جسے ہی سیدھا صاحب اُسے میں نے سے بیار کر دیا۔ اباس تبدیل کر کے ابھی  
آتی ہوئی کہ میں اس عرصے میں بڑی باز لگا لگا سونو چڑی کی آواز میں لگا لگا جاؤ  
بھلے رہے۔ ایک دہائی پہلے تھیں نقش و نگار کی سیدھا ہوئی کہ وہاں میں بیٹھے کی طرف  
کے بیٹھے تھی۔ اپنے نام پر اس نے اپنی اہل بکلیں اور اُپر اُٹھائی وہ پہلے ہی کہیں  
مسلم کہیں تھی اب وہ باوجود اسلام کیا۔ اُس کے ہاتھوں میں ہندی کی تھی۔ عرفا میں  
معلوم ہوئی تھی۔  
کچھ شروع کر کہیں؟ موتی نے چپکے کہہ  
"امانت ہے؟" کہ میں نے سیدھے پوچھا۔  
"میں چلتے ہیں کہ میں باز، چچا کہیں گے ہماری طرف شہ پارہ کر دے کہ  
اُس نے کہ ہم سے فراق کی تھی۔" سیدھے ایک پکٹ کہ میں کی طرف سے ہاتھ  
لکھا دیا کہ میں نے پکٹ کر ہاتھ نہیں لگاؤ۔  
"آپ نہیں جانتے کہ غلاب، اشارے کو خود بھیگا۔ میں نے اسے  
بھی نہیں لگاؤں گی وہ کہے گی تو خود اسے نہ لگے گی شام سے وقت پھر  
تھی میں ہی کہوں آج لے گیا ہو گیا ہے کچھ ہتائی نہیں تھی۔ اب تیرے لگاؤ  
تشریف لے کے سیدھا صاحب؟  
"اے اشارے؟" اُس نے کہا کہ آواز لگائی۔ "اے کہاں گم ہو گئی  
بڑا سیدھا صاحب میں جانتے ہیں۔ پھر مجھ سے کچھ من کہنا  
اندسے ایک لڑکے آواز آئی۔ آئی میں ابھی آئی  
"اب آؤ مجھ کو۔" کہ میں تیرا ہاتھ رکھ کے ہوں۔  
"نہیں کہ میں باز آؤ انھیں آج انکار کرنے کو ہم کل آئیں گے سیدھا  
عازم آؤں گے، اپنے ہاتھوں کا خیال کرو۔  
سیدھا صاحب کیا کہی تھی نہیں میں کہ ان کا خیال کیا جانے ہمارے  
تشریف لے گئے ہیں بیٹھے ہیں۔ دونوں مجھے عزیز ہیں۔ آج بھی میں بیٹھے  
کیے کہہ رہا ہوں میں شام سے ان کے سامنے کھائے گی تو تیرا تیرا کرے  
اور میں تو لگا ہوں کہ ان میں درتے ہیں۔ میں نے صبر کیا کہ آج ایسے  
سننے والا موجود ہیں میں آپ کہیں نہ ملے گا۔ وہ کہنے کا تیرا  
"کہ میں باز آؤں میں کہیں نہ بیٹھے۔" سیدھے نے اٹھنے کی کوشش  
کہ میں نے صبر کیا کہ میں کہیں نہ ملے گا۔ وہ کہنے کا تیرا

[illegible][illegible][illegible]



یعنی آزاد میں کیا۔ اب تم یوں ہمارے گونا گوا کی طرف ہمارے جانچنا کرتے ہو  
 ہمارے دل پر سراج کو رکھ کر یہیں اپنی رانی بنائیں گے اور تمہارا قدم میں دنیا  
 بھر کی خوشیاں بکھر جائیں گے جو کچھ ملے اس سے بڑے وہ تھا اسے کرکے بانٹ دو  
 لہذا وہاں سے براہ راست ہمارے پاس آ کر اپنے ساتھ سعادتی گاہ پر کسی اور کے  
 سامنے نہیں جائے گی۔ جو کچھ کہو گی وہ ہم پیش کر دیں گے۔ بتاؤ میں کیا کرنا چاہتا ہوں؟  
 ”سیدھا۔ آپ کی باتیں سنی کے میں اپنی قسمت پر ہنسانا چاہتا ہوں۔“  
 ”ہے میری قسمت کا معاملہ جو مجھے شہسپادی میری پوجی میری گل ماں ہے۔“

[illegible]

نہ بنے احماد ہیں کئی فتنے اس کا مزہ چلو گئے ہیں آگے بڑھنے کی  
سوشلسٹ کرنا۔  
موتی نے ایک مسوئی قہقہہ لگایا، قبیل ڈرامہ ادا رہی جانے لگی۔  
شہر بھلا گئے، کتنی زور ہے! وہ آواز آہستہ آہستہ کی طرف بڑھنے لگی۔  
بنارو میڈیو بھڑیل پر ہو گیا۔ قبیل نے سرسری جواب دیا۔  
آگے بڑھو ہیں کہا جاتا، آگے بڑھو۔ میں نے ٹھیکے پہنچا کر کہا۔  
دیکھ کر ایں لوگوں کو اے لڑکوں کی جانور کو دیکھا کر اے خون ہو گیا  
تھوڑی دیر میں کوئی زندہ جاوے نہیں جائے گا۔ جہاں جہاں گورو شہزادہ جاتا

جبر کے لئے کہ سید کو روکنا اور جبرائیل ہاتھ سے اس کے ہاتھ پر چڑھ کر سید  
 عاقب کو اس انداز سے لگا لیا تھا کہ تینے کی گولی ضائع ہو جانے سے درود میں ہیرات  
 میں وہ کسی کو بھی کہا نہ سکتی تھی ہاں جبرائیل نے اس کو تھپتھپاتے کہ تیرا تیرا کہتے ہوئے چکر مارا  
 اس بات کا ثبوت تھا کہ موت کی کوئی بات تو زنی پر محض اعتبار ہے طبع سے پہلے جانے  
 سینے سے لگا لیا کہ گمشدہ تینے پر تیرا کر دیا تھا۔ خون سے لیسے کہیں کر کے یوں صاف  
 دیکھا جیسے کہ ہاتھ پر باندھ دیا۔ وہ ہلنے لگا تھا۔ اس کی آہن انھیں کے  
 درمیان میں پورے چرچاؤ کی ایک گہری کھینچ تھی۔ خود اس کا اور گہرا چرچا تھا۔ انھیں  
 پورے زمین پر گرتے مگر موت کی قاعدہ نہیں ہو گا۔ جو مقتدر قہار ہے۔











[illegible]

۱۔ جب کہیں بول گا تو کوئی مصیبت آتی ہے گی۔  
 ۲۔ مصیبت یہ تین بلاؤں سے رونق پکارتی ہے مصیبت یہ کہ کو کچھ کچھ یارین  
 دو دھچکے توڑیں اور لاٹھیاں کچھ کچھ لٹریں اور کچھ کچھ آواز  
 لے لے کر بولے اور اس لیے میں کہتا ہوں کہ کچھ یاروں سے  
 باز رہنا یہ سبے جان سے معاملات ٹھیک رہ جائیں گے۔  
 ۳۔ کون سے معاملات ایسے ہو گئے کہ اب سے وہ دھچکے بھی نہیں لڑا۔  
 ۴۔ معاملات تمہارے سامنے ہیں جو کہ تمہارا دوا جانک ہو گیا۔  
 ۵۔ کیا تو سب سامنے صفائی میں کر کر رہا ہے وہ سچو کر لے۔

[illegible]

خدا کو اس پر کیا ہے یہ کہ وہ بار بار آگ لگتی ہے یہ لڑائیوں سے سحر کرنے کو چاہتا ہے یہ لڑائی کر کے اپنے سپردہ ہزار کے لئے ہزاروں کو کر کے لے کر باقی نہ رہے جنہیں بھی بھڑا دیا وہ اس کی باقی ہیجت کے اس سپردہ سے لے کر بھی لکھا، ہر اتنے پر غل میں تھا، ہر حویہ کے ہاں ہر موجود حق کی حالت میں کرا کر کہاں ڈھونڈا جا سکتا تھا۔ ہر سچے بھولنے تو قرآن مجید کے ایسے ہی نہیں کیا۔ جنہیں لڑائی سے بھلا۔

د وقت ہی نہیں ملا، میں نے آج کا ہی سے جواب ملا۔

”وہ کیا سچ ہی ہوگا اُسے لکھنے قیدہ کر دینا، آج کے دن اُس کا دل



- میں نے بھی نہیں کیا تھا۔ ساتھ ساتھ کروں گا۔ میں نے عیسوی کیا نہیں  
 کے چہرے پر شرح لہری آگے گزرتی تھی ہیں۔  
 - میں ابھی لائق ہوں۔ اس نے تیزی سے کہا۔  
 - اماں کہہ دو۔

۱۰۔ بالکل نہیں۔ وہ شرمگین۔  
۱۱۔ توجہ پر نہیں آیا ہوگا؟  
۱۲۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہو کہ وہ شرمی سے بولی۔  
۱۳۔ مگر یقیناً اس ماحول کا خوب اندازہ ہو گیا ہے۔

”یہ تمہیں کیا باتوں میں نے تیرا پیاز میں کہا۔“  
”تھار غبار دھلا کر جانے گا میں کسی سے نہیں کہوں گی بلکہ سینے میں محفوظ کر لوں گی“

برآمدی ناعوش ہے۔ جی میں آنکھ بوندن قسم سےیں ہرگز نہ تھیں۔ میں تھوڑی دیر  
کرتا رہا گا کہ کدو میں پھنس نسل کے ٹاٹ سے لپا ہوں۔ زبان سے ہرگز  
ادا نہیں ہو سکتا۔ میں نے اسے آواز دیا کہ کدو میں پھنس نہ رہو۔

119



مجھے بہت دکھ ہے استاد پر مجھے پند بہت ہے۔ وہ چلے لیے ہیں بلا  
 سکر میں سے بات کو کر لیکن یہ وہ مان جائے غم و غصے سے نہیں مانے گی  
 تیرا اٹھانے سے پہلے یہ خیال کر لیا کہ اس کی پہنچ خود دور ہے  
 رات کی بات جانے میں نہیں کہہ دیا مجھے دکھ ہے میں فتنے میں تھا۔  
 بیٹھنے سے تنگ کہ کیا۔ اب اُس کا ذکر مت کرو  
 - سیزو - چلے پڑا پی سے بولا۔ پھر سید ایک بات سن لو زیادہ فتنہ  
 ہر چیز کا کیا کرتا ہے طاقت کا دولت کا جس کا خراب کا  
 میں تمہارا ہوں استاد۔ بیٹھنے سے نفرتی جھکا کہ کیا۔ یہ علان اندر کیلے  
 لایا ہوں اسے تھل کر لو  
 اس کی غمزدگی نہیں سید اسے دل سے جاؤ تھا اور آنا ہی بہت ہے  
 - نہیں استاد یہ توقعیں قبول کرنا ہی پڑے گا۔ چلے کے تھلا کر اس  
 کا امر بڑھ گیا اور اُس نے علان تھل کے بغیر خدمت بخنے سے انکار کر دیا چل  
 نے سے قبول کر دیا نصیب میں نے زار چلے کا اہتمام کیا۔ جب غولوں سے سروش  
 اٹھا۔ گئے کوس کی آنکھیں غم و غم گشتی وہ چاندی کے دوپوں سے بھرے بیٹھے تھے۔  
 چلنے سے علان پوش و ٹھکا ہوا اور سید سے اس کے کھانے کی گنگا کا دم کے  
 متعلق پوچھنے لگا سید زیادہ در میں بیٹھا۔ سب کا ہاتھ لایا جب میری طرف  
 آیا تو اس نے گوی نظروں سے سیرا مازو دیکھ ڈالا۔ وہ در چلے سکر کے بولا۔  
 میری غماش ہے تم میرے ساتھ کام کرو اور کبھی نہیں میری غمزدگی سے پڑے تو  
 بے جھگ ملے آنا

مشتکیہ میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے سمری الخازن میں کہا۔  
 ”اُس کو کھپ چپ کر گھر آئی کیوں ایک مجھے سے کافراں کا ایسا جانتا۔“  
 وہ متنبہ الخازن میں لڑا۔ سوئی انجی کتاب یہاں ہیں۔  
 زبان بگڑ چکے تھے شہزادہ نہیں لگے تھے۔

موتی کی بات پر کانٹے کی بنی ہوئی گئی، سیدھا اودھیلنے ہی اس کا ساتھ دیا سیدھ کے جانے کے بعد غلے نے دونوں خولیں تعصیب میں کے حوالے کیے کہ وہ انھیں لپٹا دے وہ جلا کے آدھوں کی تعمیر کرے۔ پھلجرات کا اودھ تھا۔ سیدھ کی ایک ایک کھیر کے حیرت کی بات حق پر غلے کے شہر سے آیا معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے سیدھ کا دم کا پیلے سے متین تھا لیکن شہر نے نہیں مجھے سیدھ کی آمد سے زیادہ خوشی نہیں ہوئی سال کا ملکیت تھا کہ سیدھ کی رات میں شہر پرانے کے باؤں میں گارہ اودھ لپٹا دے اس کے ملنے ناچے کی اور سیدھ لپٹائی نفوس سے اسے جھکا دے کہ اس کا ہاتھ پیلے سے گاہو تھا جائے کی اور کرنجی واپس کے لالچ میں نے سیدھ کے حوالے کر دے گی۔ پھر غلے نے سونے کی کماندورت تھی۔

مجھے صبر و ضبط کے ساتھ اپنے کاموں کی تکمیل کے لیے چاہیے ہے۔  
 میں نے اپنے کاموں کو مکمل کرنے کے لیے بہت سی باتیں کہیں ہیں۔  
 میں نے اپنے کاموں کو مکمل کرنے کے لیے بہت سی باتیں کہیں ہیں۔  
 میں نے اپنے کاموں کو مکمل کرنے کے لیے بہت سی باتیں کہیں ہیں۔

[illegible]

بلکہ یہی ہے  
 کہ اگر کیا ہوگا؟ وہ دعوتِ مسیحیت سے پہلے  
 میری شادی بھی قرار آجاتی  
 میری تمام خصوصیات کا حقدار ہو جاتا

۱۔ کیا ایک فیصلہ کر لیا ہے؟  
 ۲۔ کیا ایک فیصلہ کر لیا ہے؟  
 ۳۔ کیا ایک فیصلہ کر لیا ہے؟  
 ۴۔ کیا ایک فیصلہ کر لیا ہے؟  
 ۵۔ کیا ایک فیصلہ کر لیا ہے؟  
 ۶۔ کیا ایک فیصلہ کر لیا ہے؟  
 ۷۔ کیا ایک فیصلہ کر لیا ہے؟  
 ۸۔ کیا ایک فیصلہ کر لیا ہے؟  
 ۹۔ کیا ایک فیصلہ کر لیا ہے؟  
 ۱۰۔ کیا ایک فیصلہ کر لیا ہے؟

[illegible]







بکریا۔ تم نہیں جاؤ گے میں نہیں اس کی موت دکھاؤتی ہیں۔ وہ کہہ سکتے  
 ہوتے ہیں۔ تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے۔  
 مانتے اپنے کو کفار ہیں کہ لاٹھ لالے اور قسوت کو منظور تھا وہ بکریا تو  
 اس خیال میں ہے کہ باہر سے ہم نے تمام اختیار کر لیا ہے۔ تو اس کی موت  
 دیکھ کہ اسے ہمارے سپرد کرتے سارے نے فیصلہ کر لیا ہے میں کہا: اپنا  
 خیال نہیں ہے تو کسی کو خیال کرو۔  
 مجھے بھی مار ڈالو سارے! میں اب اس کے ساتھ ہی رہوں گا۔ میں نے  
 اس کی گردنیں کرتے ہوئے کہا: مجھے بھی اس کے ساتھ ہی دفن کرو۔  
 لاٹھ لالے! سارے نے بھی یہ کہا: مجھے کیا ہوگا ہے تو توڑے۔  
 ہی کا آدمی ہے استاد تو میرے ہی پڑتا ہے کیا تو ایسی طرح مرے گا۔  
 وہ ہم آزادی کو قیام کے فوار ہو گئے ہیں نہ کہ سارے بہت تلاش کیا سب  
 کہیں نہ مل تو مکان میں آگ لگا دی پہل آٹھ بار کے کرے میں وہ وہ چھٹے  
 پانچ لکھے ایک دن تو اسے گھر سے باہر ہی تھا یہ سیر میں پھنس گیا تو کسی  
 نکالے میرے بائیں جانب کھڑی تھی وہ اپنا چڑھ چلا کہ چھٹ پڑی۔ یہیں  
 تھا۔ یہیں ہی اس نے اسے اس طرح سے کہا: تم بھی اسے مارنے نہیں لے کر  
 کرے میں سے بیڑا بنالو لاٹھ لالے کہ چوبیس شیعہ کھڑے اس کے پاس  
 کے بیٹا کا قتل کر کے گا۔  
 قتل کر اپنے وہ بیٹے کا بھی خیال نہیں ہوا اس نے اپنے ہاتھ سے  
 نے کے اٹھایا میں نے اس کو اپنا بھائی نہیں لے دیا بھری دیکھ نے  
 اپنے قتل کر کے مارا نہ سہل سے ملا۔ دیکھ سہل سے لگی کوئی بھی

میں نے اسے مرنے کا کہیں خیال اس کے ہاتھوں میں چھڑے وہ وہ اپنی  
 ان کا علاج کئے گئے ہیں نے تیرہ ماں کو مار دیا ہے۔ میں نے  
 بکریا کو مار دیا ہے میں نے بکریا کو مار دیا ہے۔ میں نے  
 کہیں خیال اس کی گرفت سے آزاد ہوتے ہوئے حد لگائی اور بیچ کے مانیہ  
 لکھ سارے نے سارے میں لکھے وہ لکھ دیا اور لکھا فرش کی  
 میں سے لکھا کہیں خیال اسے توڑے کہ مجھے بکریا۔ اچانک ایک طرف  
 چلا گیا۔ لاٹھ لالے! کہیں خیال مجھے نے زمین پر لیت گیا میں چھڑے  
 فیصلہ نہ کیا لکھی گئی اس میں آگ لگ گئی تھی اور لوگ ایک دوسرے  
 نہ پڑتے تھے کہیں خیال اسے کئے تھے زمین پر مار دیا۔ اس تنگ  
 بیان گستاخی اس کا ہم نہ منے نہ کر سکتے تھے کیلا سارے نے جمع کیا  
 ہی طرف بڑھتے سے کہہ کر دیکھ کہیں خیال اسے نہ دھنکے۔ میں تو گویا  
 ان کو اور ضرر سے خود تو اس کو بڑھا دیا ہے اس کی گرفت سے کھنکے  
 قتل کیا گیا فیصلہ اس کی ہائی چکی تھی اور وہاں گری تھی وہاں پہلی بار  
 میں نے کھنکے تھے فیصلہ کا خون غرض میں چھڑ گیا تھا۔ میں اتنی بڑی سے آیا  
 کا بکریا دیکھتے ہوئے میں نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ ہو کر فیصلہ کا خون  
 میں سے کھنکے کے اپنے جسے بول دیا۔ باہر میں نے یہ کہہ کر چھڑ لیا  
 اس کی طرف کوئی مجھے نہیں چھڑا کہ میں اس میں ملے ہوئے مکان میں  
 اس میں تباہی تھا کہ میرے سر پر کسی سپاہی نے لاشی مار دی میری آنکھوں  
 میں اندھ لگس آیا اور کانوں پر سنا چلا گیا۔ میں وہ کہہ کر لگا۔

دہا بولھی کورت نے اُس کا چہرہ کف سے دھانسنے کے لیے ہاتھ بڑھایا  
تھا کہ میں نے اُس کے ہاتھ پکڑ لیے، میں نے فہمیدہ کے بال جو اس کی کٹھنی  
چومے اور اس کی آنکھیں جو میں بڑا دل کھنچا جا رہا تھا میں اُس کے سر سے منچا ہوا  
لپٹے اتھوڑوں سے اُس کا چہرہ ملا کر تار تار بجز زبک سمجھے اُس کے پاس سے  
ہٹایا اور ساتھ لپٹے مجھے میرے کمرے میں لے جانے لگا، میں نے انکار کر دیا اور  
اُس کمرے میں چلا آیا جاہل دہا بولی سرگوشیاں بوری نہیں میرے منہ سے  
ہی دیاں خاموشی بھاگتی تھنے شوق اور کدو میں فاس سمجھے دریاں میں بھاڑا  
جاہل ایک بولہ کی صاحب بیٹھے بونے تنبیع پڑھتے تھے کہ وہ لوگوں سے بھرا  
ہوا صافیری آنکھوں میں اب اتھوڑی نہیں بچے تھے کہ میں اُس کا ساتھ دے  
مکان میں کدو بھگے کہ بیچ گیا بولہ صاحب نے بھگتے بھگتے مجھے فہمیدہ  
کا ہاتھ اٹھانے کی اجازت چاہی۔ جاہل اور ساتھ نے اصرار کیا کہ میں چوٹی  
ہی میں میرے ماؤں وہ فہمیدہ کدو فاس کے آجاس میں لنگن میں نے اُن کی بات  
نہیں مانی میں ساتھ لے کر فہمیدہ کی دواں کدو حادثا ہوا بڑا ترسان کہ لے  
لیا کہ میں نے کدو حانیے کی کوشش کی تو میں نے اسے اپنی جگہ میں بیٹھ دی  
فرستی چوٹی سے زیادہ دور نہیں نکالی سے اپنی بہن کو اپنے ہاتھوں سے بڑیں  
اٹھا لیں کی تر بھڑوں سے دھانسی دی گئی میں بڑا زبک میں نے کوئی آد  
لنگن کا ٹیپ چاہا بڑھانے پتر ہی نہ چلا کہ کب دھنچے اُس کی تر سے  
اٹھنے کی چوٹی میں لے کر اُدو کب آنکھوں نے مجھے بستر پر لٹا دیا۔ مجھے جب بھر  
باب بڑیں اپنے سامنے نظر آئی تو پتہ چلا میں کہاں آ گیا ہوں میرے سر ٹھٹھا پڑا  
تھلا لیں لے کر عمارت پہنچانے کے لیے جا رہا تھا دل دی۔

ایک ایک سے ہوتوں اور میری چٹکوں پر روشنی طاری ہو گیا اس نے  
میرا سر اپنے زانوؤں پر رکھ لیا اور سے گاؤں پہاڑ چھوڑنے لگا۔ اچھا  
ہو جا لائے! بس اب اچھا ہو جا! اس نے میرے کانوں کی کوئی گھنٹیا  
خارج کر دیں۔ آٹھ کے بجھے اس نے مجھے دووں بازوؤں سے پکڑ لیا اپنے  
سینے پر لگا لیا کیا پاگل ہو گیا ہے، وہ نادانسی سے ہلایا میں صرف ٹوڑی  
تو نہیں رہتا اور لوگ بھی مجھے میں ملاؤ نہیں! مجھے دوادوت زینوں دواملا  
میں سے کھڑی تھی میں نے تذبذب سے اسے دیکھا، جھلنے سے زین کے ٹکڑے  
میں اچھے سے دواملا چھین کے میرے ہاتھوں سے لگا دیا میں نے نہ  
چھوڑا زین نے ایک ہاتھ سے میری گردن پھڑکی اور میرا سر پلاتے ہوئے بالہ  
میں سر ملتی میں لوٹ گیا۔ وہاں سے سینے پر گر کر تھی جھلنے سے اپنے کرتے  
سے میرا جھڑا پورے حاف کے اباس خٹک ہو جا پہلوان! وہ زور زور  
سے میری کمر پر دھپ مارتے ہوئے ہلایا۔  
ان کا جسم دکھ دے زین سے وہی ہوئی آواز میں کہا۔  
"ہاں جانا ہوں مانتا ہوں میں اسے دوا دے گا نہیں غیرت لائے  
یا ہوں سات سال میں میں گراؤں تو مجھ سے بھی زور کرنا! چاند میاں  
میں سے سوکھنے کو کھانگیا! اب ہاتھ پر چھلکا! بیٹھا رہنا چاہتا ہے پھل  
نے لگی ہے کہ! ہن کے پاس اس نم سے جاے گا جمار جا! جھلنے سے ہن پر  
ہلکا دیتا ہو لایا۔  
"اب ان سے ان سے ایسی..... زین چھل کی اسٹیم دیکھ کے چپ ہو گیا۔  
"اب جانا زین! بلکہ سواؤں! جھلنے سے کسی تدریسی سے کہا۔  
اب میں آگیا ہوں لا لایا میرے سامنے میرا زین رہ سکا! زین وہاں سے  
میں جی میں جھلنے سے دوبارہ آگے کے آٹھ دوا! وہ کھڑکے خاموشی  
میں ہی کھڑی رہی۔ اچھا اچھا! وہ بڑبڑاتے ہوئے ہلایا تھلاوے کے اہل  
تھی ہواؤں! اس نے میری ٹھوڑی اوپر اٹھا کے کہا! اپنا نہیں دھاس  
مال دیکھ۔ زین نے دونوں سے اٹھ نہ نہیں کہے میرا حکم اس پر نہیں  
"اب! اپنا زین وہاں سے اسے نہ رکھنے کا حکم ہے۔ تھلنے کے اب اچھا  
یا سینہ تھلنے کے اب جھل لایا ہے۔  
جھل کے باتوں سے میری رگوں میں کھولن پھرنے لگی تھی میں نے جلی بار  
کی طرف تھڑے دیکھا اس کا رنگ پیلا چڑچڑا تھا! سر پہ میلا دو پٹا  
اس نے پڑے ہوئے جلی میں ہی سے سین رکھے تھے میں اس کی پاس بھی  
میں کہ اب نہ لاسکا۔ جھل نے ٹھوکا ماسکے چھرے چھ لایا کہ میں اپنی  
سے زین کے آگے کہنے کے اہانت، وہاں میں نے غایت سے اسے  
کہا کہ ابھی میری زبان سے اس کا نام ہی ادا ہوا تھا کہ اس کے کھلے  
"اب کہے ہو؟" اس نے استیفا سے پوچھا۔  
مجھے موت نہیں آئے گی زین! میں نے تحیف آواز میں کہا۔



”یہ سہری نہیں سکتا ہاؤز میں! میں یہاں موجود ہوں۔“ جھلنے  
خفتی سے کہا۔ اور دیکھو سوچ سکتے ہیں تم یہاں جہیں آؤ گی؟  
”مگر۔۔۔“

”مگر کچھ نہیں۔“ جھل تیز آواز میں بولا۔

”دوایں۔“ زین نے جھل کو کہا۔ دوایں میرے پاس ہیں۔“

”ہاں! میں اسے ایک ساتھ ساری دوایں ملا دوں گا۔ اب آپ

دوا کی ضرورت نہیں رہے گی۔ دوایں سے جھل ہر گز تو مجھے اس کے بار

میں فیصلہ دلانا پڑے گا۔ دیکھ لیتا ہوں جب تم صبح آؤ گی تو فلاڈیلم فٹ

فائٹ ہو گا۔“

زین نے بدکار کچھ کہا جسے میں سن نہیں سکا۔ چند لمحوں بعد مذہب

اور تردد میں کھڑی رہی۔ جھل کے اشارے پر ملا لے اپنے ساتھ گئی۔

لیکن وہ ایک ہی لمحے بعد پلٹ آئی۔ آپ کا بستر۔۔۔ میں یہیں بچھوا

دیتی ہوں۔“

میرا بستر۔“ جھل نے سن کر کہا۔ میں تو خود بستر ہوں۔ دیکھا فلاڈیلم

بستر پر لیا ہوا ہے۔ وہ مجھے اٹھا کے سینے سے لگائے ہوئے بولا۔

”فٹ کے جانے کے بعد میں اور جھل کمرے میں تباہی مچا رہے ہیں۔ میں

ہی جھل کے سینے سے چپک بٹھا رہا ہوں۔ کمرے میں جھل کا خاموشی طاری تھی۔

مجھے خاموشی نہ رہنے کی تھی۔ تم کب آئے؟“ بہت دیر بعد میں نے بہت

کے سرگرمی میں پوچھا۔

”میں خاموشی یہاں پہنچا ہوں۔ ان مرا کے جنوں نے مجھے دیر سے خبر

کی۔ وہ ہر پہلے کچھ میں بلا رہے ہیں۔ میری جھل میں دوست بہا گیا ہوں۔

لاؤ لے آؤ۔“ جھل نے بہت نیچا کیا۔

”میں نے اس کا گریبان چھو لیا۔ تم کیا کہہ رہے ہو؟“

”میں بچ کر رہا ہوں۔“ وہ مینا سے بولا۔ میں تجھ سے غما ہوں۔“

”جو تم یہاں کیوں آ گئے تھیں اس سے کیا تھا؟“

”نور نے ہی بلا لیا۔ لاؤ لے آؤ۔“ اس نے غصے سے ماسو جھری

”چلے جاؤ۔“ وہ اس جیلے جاؤ مجھے تنہا چھوڑ دو۔“

”چلا جی میاں! کاپر تھوڑے فٹ کے جانوں گا۔“

”چلے جاؤ۔“ اس نے صبر سے کہا۔ ”میں جانے کے تو میں دیر سے اپنا

سر پھیلان کا کر رہا ہوں۔ آئے ہو جاؤ۔“ اس نے دیکھا انداز میں اسے چٹک

سے دیکھ لیا۔

”کچھ سننے۔“ جھل نے تجھ سے اور کیا ہو گا۔ وہ غرض سے اٹھا ہوا بولا۔

”چھوڑ لے دیر سے سر پھیلان۔“ اس نے تیز آواز سے دیکھ کے جانوں گا۔“

”وہ کچھ نہیں سنے اپنا گریبان چاک کر لیا اور اپنے سر پر چلائے جانے

لگا جھل پر سکون انداز میں کھڑے ہو گئے۔ دیکھا رہا۔“ میں نے اپنا سر ہری کے نیچے

سے چھوڑنا شروع کر دیا۔

”میں تجھ سے ہی ہر گز دھیرا نہ کر رہا ہوں۔“ جھل نے ہنسنے سے بولا۔

”زین کے کپڑے تیرے جسم پر فٹ تو نہیں لڑیں گے۔ ہر گز تو نہ لڑے۔“

”ہی میں لاؤ لے اپنے اٹھوں میں چڑھ لیا۔ میں نے جھل سے کہا۔ تم نے

نے اپنا سر مجھ میں پھینا لیا اور سکین بے گناہ لے کر کان کے قریب

بولا۔ کس پر غم نہیں گزراؤ لے! پر سب سے میری طرح لڑو۔“ میں نے نہیں

بچنے لڑنے تو سب سے پلٹ کے جھل کا سر چھو لیا۔ باہر وہ سب سے فیصلہ آکر

شہر کے کچھ بچے میرے زین تک پہنچے تھے۔ جب انھیں مجھے بتایا کہ فلاڈیلم

دس سے چھ بچے میرے زین تک پہنچے تھے۔ جب انھیں مجھے بتایا کہ فلاڈیلم

”ہر گز۔“ میں نے نفرت سے ہنسنے کی گئی۔ ”میں صرف اپنی

کی پہلے ہی تم کہیں جاتے تھیں چاہو تو۔“ ہم دیکھا اور باتیں کرنا آہے۔

”تم کہیں نہیں جاتے۔“

”ہاں! میں تو کھتا ہے۔“ وہ زین سے بولا۔ ”نور کے زیادہ جانتا

ہے۔ تیری بھلائی میں جان سکتا ہوں۔“ وہ بولا۔ ”نور کی اولاد میں کئی کئی

نور کی بڑے بڑے بھائی بھائی تھے۔ یہ خیال نہیں آیا کہ نور کی اولاد

”چپ۔“ وہ بچے چپ رہے۔ ”میں کچھ سننا نہیں جانتا۔“ میں نے اپنے

کان بند کر دیے۔ ”میں بہت کچھ بہت ذلیل اور بچہ آئی ہوں۔ میں

گناہوں۔“

”جھل کچھ کہنے کے بجائے کرسی پر اپنا سر پھیلان کے کچھ گیارہ سیکڑ

کے سوا میں کوئی اور نہیں تھی۔ جب وہ گھر گئی تو مجھے جھل کی یہ بات

”میں گھر گئے۔“ میں نے اس کا سر چھو لیا۔ ”میں نے اس کے کچھ زیادہ باتیں کر دی

ہیں۔ وہ میرے حال سن کے اتنی غور سے یہاں آ رہے۔ اور میں نے اسے جانے

کیا کہ یہاں سے شاید وہ اپنا سر پھیلان کے کچھ گیارہ سیکڑ

اپنے آپ میں تھا۔ کرسی کی پشت پر اپنی کرسی طرف اس کا سر پھیلان کے

میں نے اسے آواز دینے کا ارادہ کیا لیکن بہت تیزی سے اسے سمجھ

چھوٹ رہے تھے اور گھر چلے گئے۔ میں نے سن کر ہر ہمتی۔

”مجھے صاف کر دو۔“ میں نے زین کی آواز سن کر کہا۔ ”مجھے کچھ نہیں کر

کر کرنا چاہیے تھا۔ میں کیا کر رہا ہوں۔“ جھل نے کہا۔ ”اور کیا کرنا چاہیے۔“

”جھل جو کچھ کہے کرسی پر چل پڑا۔ لاؤ لے۔“ میں تیزی سے بات کیا

”منا! ان کا لون میں ایک چھپتی گئی ہوتی ہے۔ صرف باریک باریک آئین

میں اور ان دیکھ کر کوئی گھومنے کے اس کام کا بنایا ہے کہ کچھ نہیں کیجے

”کن۔“ جھل نے کہا۔

”میں بہت۔“ بہت۔“ جھل نے کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔ میں نے منظر

سے کہا۔ ”میرا دل تو اس میں نہیں ہے۔“ وہ بولا۔ ”میرا دل تو باہر ہی نہیں ہے۔“

”کرتی ختی کرتی۔“ زین نے کہا۔ ”میں نے کوئی بات بھی ہوتی۔“ جھل نے

”جھل میں بولا۔“ اب مجھے سے کچھ نہ پوچھا۔“

”میں نے ابھی سے سے بولا۔“ ابھی سے کوئی سب کو معلوم ہو گیا کہ وہ میری

تھی۔ میں نے اسے کرنے کے بعد بھی یہی کیا میں نے اس کا پردہ چاک کر دیا۔“

”میں بات کرنا ہے۔“ میں نے کہا۔ ”میں سب کو بتا رہا ہوں کہ زین اس

سے کیا کرتا ہے۔ بہت سخت ہو گیا۔ میں نے کہا۔ ”اوسے کا بنا ہوا سینہ تو

تو ایک ہی وار ہو داشت نہیں کر پاتا ہے۔ زین کی طرف سے میری باتیں

”جھل میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔

”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے کہا۔“ میں نے کہا۔







دلیبری جبریں پسے نہیں تھے اور میں دزیریں کہ پہنچ گیا تھا۔ اگر  
 میں اس کے بدلے میں داخل نہ ہوتا تو دزیریں کا نہ ملنے کا کیا حال ہوتا؟ میرا کرار کو  
 بزرگ کے سینے کا یہ حال معلوم ہوگا تو وہ بہت خوش ہوگا۔  
 میری منادی سے چلنے کی اجازت میں اور اٹھانے ہوگا۔ چپ چپ میں میں  
 کچھ تو جو چلنے کے لیے پرس نہیں تھا۔ چپ چپ میں میں کمال میں رہا ہوا تھا اور چلنے  
 و رفت سے اپنا ہونا چاہتا تھا۔ اس کی اس کیفیت سے غرضی ہوئی  
 اٹھنے کے لیے اسے چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 دروازے پر چلنے کے لیے رک گیا۔ میں نے دزیریں اور اٹھانے سے اسے دیکھا مگر  
 اس کے مجھے ہمارے بات سننے کا موقع نہیں دیا۔ میں نے ہمارے ہمارے اور چپ چپ میں میں  
 کے منتظر کوئی خبر دیا۔ میری کچھ میں میں اسے کہہ دیا۔ یہ باتیں میں میں چپ چپ میں میں  
 چاہتے تھے۔ اب بروہی کی یاد آ رہی تھی۔ وہ چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 تھے میں دروازے کے قریب منتظر تھا۔ چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 کہتے خاں اور ہمارے کو چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 دزیریں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 لیکن میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 تو میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 ایک چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 کہہ دیا۔ چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 اُن گنگوڑی کی بارگشت اب کہہ دے۔ داغ میں گونج رہی تھی۔ چپ چپ میں میں  
 مجھے دردم برہم کر دیا۔ میں نے چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 یہ مان گئے تھے کہ میرے لیے یہ گنگوڑی تھی۔ چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 پہاڑ لگتا تھا۔ وہ میں میں موجود تھا۔ شہر کے کتے ہی گنگوڑی کے لیے چپ چپ میں میں  
 ہمارے کتے ہی ماضی اور ہمارے چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 کا شہر دیکر چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 پہنچنا چاہتا تھا کہ اُن کے قریب وہ کہاں سے چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 تھے۔ چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 بے مری کی بات ہے۔ چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 کا چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 میں تب رہتا تھا اور اتنی سیسے میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 مجھ اُن سے نظر ملنے کی بہت نہیں پڑی تھی اور میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں  
 تھا۔ ایک کوڑی سے دوسری کوڑی میں میں منتقل کر دیا تھا۔ اس نے مجھے نہ کوڑی کے  
 سیر کا چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں چپ چپ میں میں

[illegible]

ہاتھ سے پکڑے تھے۔ عین ایسے پانی گرم ہو گیا ہے مگر نہانے میں کوئی حرج  
 نہ ہو گا۔ وہ چھاپا ہٹ سے بولی۔ اگر جمعیت غلاب ہو تو مرت نہانا۔  
 تھے مگر اسٹ ہو رہی ہے میرا لکچر کر کے کو نہیں جانتا۔  
 کیوں؟ وہ بڑے سادہ دماغی تھے۔ میں جانتی ہوں کہ اسے اسے جو  
 اسے غور سے ملے تو میری جانتے ہیں سادہ دماغی کی رو میں نہ تو جانتی ہیں اور  
 سب کا دیکھتی رہتی ہیں نہ تو دیکھتی ہوئی اور اس میں ہوتی تھے کیا خبر کسی کے ہاں آئے  
 کہ ہم اس حالت سے دوچار ہو گئے۔ میں یہاں آئے کے لیے تیار نہیں ہوتی  
 تو زینہ بات نہ ہوتی۔  
 اس کی موت ای طرح تھی کہ اس کی قیاس قیاس تھے یا نہ تھے یہاں  
 نہ کہ کسی خوش ہوئی قیاس قیاس تھا کہ اس نے نام نہاد محفل جانا تو اس سے سر  
 سے نکلی کہ بس کوئی کہیں قیاس کیا نہ جی سکون نہ ملا۔  
 میری ایک بات مانو گے؟ وہ افسر کی اور عاجزی سے بولی مگر  
 کچھ مجھے مجھے جھک بولی ہے لیکن تھا اور حال دیکھا نہیں جاتا مگر عینک کچھ  
 بڑھنے والی بات کو کوئی رک مکتا ہے نہ تم نہیں نہ کوئی اور نہیں مانگے  
 بہت سے کہا کہ اسے ہیں یہ گھر تھا اسے تھم۔ ہم یہ ہیں۔ ہم یہ ہیں۔  
 وہ کہتا ہے اسے جواب کا انتظار کیے بغیر نہ چھوڑا کہ بولی جاؤ  
 کیسے ہو۔ پانی خدا ہو جائے گا۔  
 میں نے بھی کچھ نہیں کہا۔ اس کی لیے میں ایسا سو نہ تھا کہ میں نے ایک  
 محفل کا حال اس کی بدایت سے پہلے کہا وہ محفل خانہ نگار رہتا ہی کرتی ہوئی ہی  
 نوحہ سے اصل ہوئی تھی۔ میں نے کہنا تھا اتنا ہی تھا کہ مجھے پہلی بار اپنے  
 گھر کی کسی چیز کی کا احساس ہوا اور میرے دل کی حرکت میرے بندہ بننے  
 کی تھی۔ تو یہاں سے اسے انسانیہ ٹوٹا اور اس کے گلے سے غلاب تھی میں  
 وہ محفل میں بیٹھا ہوا اصل خانے سے باہر نکلا میرے قدم اڑا کر کہتا ہے تجھے  
 کہ ایک ایسی چیز سے پاس رہ رہی تھی اس کی جی میں حفاظت نہیں کر  
 سکتا تھی۔ یہاں سے کوئی کہ خانہ میں ابھر اور دھڑکنے لگے اور انھوں نے  
 اندھلے اندھلے محفل کے چلنے کے باہر آئے پہلے میں خود جھک کر پیچ گیا۔ میری  
 جھک سہ۔ میں نے دشت زندہ انداز میں اسے مخاطب کیا۔ میری ملا  
 پاس کو کہو۔  
 کوئی ہی ملا؟ محفل نے توجہ سے پوچھا۔  
 ملا ہو تو میں سے پاس بھی ہوگی وہ کسی کی امانت تھی وہ  
 میرے گھر میں نہیں ہے۔ میں نے نہایت انداز میں کہا۔  
 مجھے نے ایک ملا کے لیے اتنی دلوا چکی؟ میں کہنے کے لیے تھے  
 وہ ملا اس کا محفل سے مسکراتے ہوئے کیا۔  
 نہیں نہیں مجھے وہی ملا چاہیہ۔ وہ کسی نے میری ملا چھین لی۔  
 نہ تو اس نے نہ تو اس نے کچھ سے جو چاہے اور میری ملا چھین لی۔  
 مجھے نے اس لیے تھے وہی بہت سی ملائیں ملاؤں گا۔ محفل نے

چمکا کر کہا کہ اس انتہی پریشان کی کیا بات ہے ؟  
 "تم نہیں جانتے، تمہاں کی قیمت کا اندازہ نہیں کر سکے۔ جیل بھاری !  
 ملک کے لیے جان و کین فداں اور دوستوں کے لوگوں سے چھو کر انھوں نے میری  
 مالدار توبیں دیکھی ؟ میں نے اس کی منت کی۔  
 "تو کچھ دبا ہے لاڈلے ! سب باہر گئے، برے میں میں کیا دیا  
 بیٹھا ہوں۔ ان کے گرو پوچھ گول کہ لاڈلے انھوں نے دیکھی ہوگی تو مجھے  
 کہاں۔ تجھے جیل میں جاسے گی۔ جیل نگار کی سی ہے۔  
 "مجھے ان کے پاس سے ملے گا۔ ہر چیز تمام انھیں کہیں نہ کہیں تلاش  
 کر لیں گے۔ میں نے جیل کا وہاں کھینچے ہوئے کیا۔  
 "لاڈلے ! اپنے اداکارانہ ٹیک کر یا نکل پھل ہو کر گئے وہ آتے ہی  
 ہوں گے۔ کچھ تو خیال کر کہ ان کے کہان ہیں۔ ذرا سنا لکھ انھیں وہاں آتے  
 دئے۔ جیل کے لیے میں اداکارانہ نمونہ شال حتیٰ چپ چاپ ایک طرف بیٹھ  
 جاؤں گا۔ کتنا ظرافت اس نے مجھے دانٹ کر کیا۔  
 "آؤ آؤ۔ میں اپنا ہاتھ پیر کے منہ کی گاہ میں کتنا کم ہمت ہوں کتنا  
 کم ظرف ہوں ! جیل بھاری ! تو مجھ کہتے تھے۔ مجھے ہوش میں رہنا چاہیے تھا  
 میں نے فیروز سے بات بھی نہیں کی تھی۔ وہ کمر کے پاس سے جانے کے لیے  
 میں اس کے پاس بیٹھا۔ موت کے زمیں میں کتنا کتا کتا دیا میں نے اپنی مالا  
 بھی کھڑی تیں کر کے کر کے لگا کر کتنا کتنا اپنی حالت پر کوئی اعتبار نہیں تھا۔  
 "جیل بھاری ! زندہ تھا اور مجھے غلامی کرنے کی کوشش کرنا تھا اور مجھے  
 لگ رہا تھا جیسے چھوٹی میرا عزیز مر گیا ہو۔ آؤ وہ ملا جو بھی نہ بھی کر کے کہیں  
 کا وزیرین کی مکتی تھی جس کیلئے میں نے بدھ گیا میں ایک شخص کو انھوں نے دیا تھا  
 جو کرا کی غیر ماضی میں اس کی ماضی کی حیثیت رکھتی تھی۔ میرے دوست  
 کچھ میں شریک تھی جس سے میں رازوں کو کھلا کر دیتا تھا اور میں کے خالوں پر  
 میں کو راس نام کا درد کیا کرتا تھا۔ جیل سے واپسی کے بعد وہ مجھے جسم کا درد  
 کی تھی تھی۔ کرا کی تلاش میں ان کا کامیاب احساس تینا نہ تھا۔ ہوتا تھا تھی ہی  
 مجھے عزیز ہو گئی تھی۔ فیروز خود تو گئی تھی میری ملا جی بھیجے گئی تھی  
 ناچار وزیرین فکوس ہوئے گا۔ جیسے میں غریب ہو گیا ہوں جیسے میں غلامی پر  
 پہلے جیسے مجھ میں کرا کا کا تھا۔ مجھے سہجوت کیا ہے۔  
 "دلہ لے گیا ہوا اگر اس نے ملازمت کا کہ جیل کو یہ اطلاع نہ دیتی  
 لائی ہی اسے اندازہ نہ ہو۔ بیٹھ گیا کوئی اور دروازہ نہیں تھا۔ اس لیے  
 نے خود چلنے کے بجائے زریں کو دینا بلایا۔ وہ گھر کی جونی نہ نکال ہوئی  
 ہائے اسے حسرت دیاں کی گھگھاسے دیکھا اور بے تابی سے کہا۔ زریں امیری  
 ہو گئی !  
 "کیسی مالا ؟ وہ دیکھیں بیٹھ جاتے ہوئے ہوئی۔  
 "تم نے میری گون میں رکھا ہو گا میں اسے کرتے کیچے چھپا کے  
 تھا۔ میں نے رقت بھری آواز میں کہا۔



”اُس مالا میں ایسی کیا خصوصیت تھی کہ تم نے پریشان ہو؟“  
 ”تم نہیں جانتے؟ میں نے نہ خرچہ کیا؟ وہ امانت تھی کہ ایک  
 شخص تھی وہ میرے لیے سب کچھ تھی؟“  
 ”کیا بہت قیمتی تھی؟“ عجمائیتنی قیمت بزرگ اُس کی؟“  
 ”اُس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔“  
 ”تو تم نے اس کی قیمت کیسے دی تھی؟“ ”زین نے سدا کی ہے پوچھا۔“  
 ”وہ۔ وہ سدا کی تھی ایک شخص نے اس سے تم واقف نہیں ہو؟“  
 ”میں نے محض لکھا کہ پھر اس کی موت؟“ ”بھینچے لگے زین کے پوچھوں؟“  
 ”سکراہٹ محسوس ہوئی؟“ ”کیا؟“ ”میں نے اُس کی آنکھوں میں  
 بھانک کے پوچھا؟“ ”کیا تم نے وہ دیکھی ہے؟“  
 ”ہاں ذرا بھی تو ہے۔ زین سرگرمی میں بولی۔“  
 ”کہاں؟“ ”مجھے بلدی نہ تھی۔“ ”میں نے تیری سے پوچھا۔“  
 ”پہلے انعام کا وہ راز تو زین سکراہٹ کے بولی۔“  
 ”انعام؟“ ”میں نے اسے اظہار میں کہا۔ جو ہم کو ہم کو زین اس کی  
 واقعی وہ تھا اسے پاس محفوظ ہے؟“  
 ”ہاں! آپ گراہ رہے ہیں۔ انعام کا وہ راز کہ ہے میں نہ انعام کا انعام؟“  
 ”جس کے قریب جا کے بولی۔“  
 ”میں نے سُن کیا ہے؟“ ”اٹو! زین سے مت پھرنا؟“  
 ”میں وہ دیکھتا ہوں۔“ ”میں اس مکان میں جو کچھ بھی ہوگا۔“ ”میں زین  
 سے مل گیا۔“ ”میں نے بھانک کے کہا۔“  
 ”ہاں! دیکھو! انھوں نے دیکھے ہیں؟“ ”شرط یہ رکھی ہو۔“  
 ”شرط نہیں زین! میں نے اُس سے کہا کہ میں سے پاس رکھا ہو۔“  
 ”ہے مگر میں نہیں انہیں لوٹا سکتا۔“  
 ”میں نے نہیں مانگوں گی۔“ ”وہ شرمی سے بولی۔“  
 ”تو پھر جی چاہیے؟“ ”انگ لینا؟“  
 ”وہ ہے؟“ ”زین نے حیران کر۔“  
 ”ہاں اب مجھے مالا دکھاؤ وہ تھا اسے پاس محفوظ ہے؟“  
 ”زین نے اپنی اڑھائی ذرا سی سرکائی۔“ ”مالا اُس کے گھر میں  
 رہی تھی میری چال! میں نے اُس کی گولڈ کے بیچوں میں چھوڑ دیا۔“  
 ”رک گیا زین نے؟“ ”مالا اُس کے ایک باؤر سے مل گئی۔“ ”پھر میری طرف  
 مالا جب سے بڑھ گئی؟“ ”میں نے اُسے دیا زار دار انھوں نے لگا  
 چوڑا شروع کر دیا۔ زین اور جس قیمت سے میری بے وفائی دیکھے تھے پھر  
 آج میں نے تمنا کی بولی۔“ ”میں نے زین کو انعام طلب کرنے کی پیشکش  
 کچھ مذہب کی بڑائی اور شریعہ ہے میں بولی۔“ ”میں سوچ کے بتاؤں  
 کہتے تھے اُس کے پاس پر کسی دن کی شرمی ایک امانت تھی۔“  
 ”میں نے زین کو ہر ایک کے ساتھ بھانک کے مل گئی۔“ ”میں نے اپنی

[illegible]

کام نہ چم لوں گا۔  
 "بڑی بھرتی نہیں آتا اس نے یہ کیوں کیا ہے؟"  
 بیابا کی نیت پر شہرست کا زور دہیں لائی بھرتی ہے نہ تم تر یہ کاغذ  
 بیلکے کے نہیں لاشے! یہ بیابا کی زبان میں تو نے پڑھا نہیں اس نے کوئی  
 شرط نہیں رکھی ہے آج سے یہ سب لپٹے کوڑا مال دار ہو گیا ہے ہمارے دار  
 لاؤ لے ادرت بھٹکا کر قبلانے تجھے بڑی خدمت کا معاوضہ دیا ہے تاکہ کے  
 دل میں کھوٹ نہیں پڑے اس نے خود کو ہماری عدالت میں پیش کر دیا ہے"  
 "میں اس سے بات کروں گا۔ میں نے پچھلے پچھلے سے کہا تھا لاؤ یہ کاغذ  
 مجھے واپس کر دو میں خود اس سے بات کروں گا۔"  
 "تو بھل چکے ہو خود وہ جیسے میں بولا تھا ذرا احتیاط سے بات کرنا چھتے  
 مت ہونا اسے بھی قصداً سمجھتا ہے؟"  
 "کیا مطلب؟" "میرے قدم رک گئے۔"  
 "بیابا کا تو نے اندازہ کر لیا۔ وہ دم عمر بھر کی سوج دلی ہے اس نے  
 غصہ اچلے کا زور دہر چھوٹا راتی ہے گی۔ پھر غصہ کی طرح اس کا اعلیٰ  
 سوگ کرتا ہے گا اور اس کوئی کی طرح بھی۔ بس تجھے غصے میں بتا کر رکھا  
 ہے جس کی لالچری گون میں پڑی ہوئی ہے۔" "میں نے تجھے غصے غصے سے  
 گھوڑا روہ سکا ہے۔ تو نے سہرا نہ لگا۔ اب تمام غلام نہ کر لاؤ لے ابا جی کا کیا  
 ذیل کے پاس جاتے وقت میری چال میں پھرتی ہیں جن میں نے  
 ملے کیا میں آج اسے سب بتا دوں گا۔ اس سے صاف صاف کہ دوں گا کہ اس  
 بیابا کیوں نہیں بیکٹرکت میں نے ادا ادا ڈال دے یہ بتانے کی کوشش کی تھی  
 خود وہیں نہیں سمجھتی تھی۔ تیری شاہدیری آمکے قطع حقیقی میں جو سوچ کے  
 گیا تھا۔ وہ دردا ہے یہ قدم کھتے ہیں بھول گیا اس نے غلہ رین کہا تھا  
 اور اس کے چہرہ پر اطمینان اور سکون چھایا ہوا تھا۔ بڑوٹوں اور ڈھالوں سے  
 گلابی رنگ چھایا ہوا تھا۔ آج اس کے بال بھی سلستے ہیں نہ چھوٹے تھے۔  
 بڑی آمد پر جب وہ کھڑی ہوئی تو مجھے خوف آئے لگے وہ ایک نکل لڑکی ایک  
 آدمی تھی اس کا کادھ تھا ہوا تھا جیسے ایسا بڑی بوکی تجھے خواہیں چہرہ  
 کابلان رنگ گلابی تھا۔ وہ سا پچھے میں ترشی ہوئی تھی اور اس میں کڑی خانی  
 نظر نہیں آتی تھی صورت میں اس کے قہار وہ مجھ کے مطابق ہی اس کی سمجھ میں  
 پہنچ نہیں تھی وہ کچھ بھی نہیں اور یہ کچھ اس کے چہرے پر بھی نمایاں تھا۔  
 جیسے اس کے چہرے پر ابھی دھما تازہ گلابی رنگ پڑھا گیا کہ ہر بے بیوہ کے  
 بچے ان کو کادھو کا پڑھا تھا۔ وہ بھی اتنی ہی بڑی تھی تازہ اور صدمہ نظر آتی  
 تھی تیریں میں نے اسے غافل کر کے بہت کی۔ "میں نے کیا کیا ہے؟"  
 اس نے مجھے جھکا کر زبیل میرے لیے سر سے کاہ پڑے میں اس کا کب  
 کروں گا؟ میں نے تنکے جو پچھلے میں کہا۔ میں نے تجھے بتایا تھا تو میں تجھے  
 دہر جانا ہے۔ نہ مزم کہتی دہر جانا پڑے۔ میں نے تجھے بتا دیا تھا کہ میں نہیں  
 لک سکا ادا ہی ہے میں نے تم سے فیض آوارہ نہ کئے۔ ادا لکھا تھا اور میں نے



میری بات قبول کر لی تھی اب تم نے یہ کیا کر دیا؟  
 میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ وہ مادگی سے بولی۔  
 کیا تم یہ یقینی ہو کر اس رہانے سے میں یہاں تک جاؤں گا؟ وہ زین میں  
 نہیں رنگ سکا میں نہیں رنگ سکتا چاہے غل جھانسی تھی یہی ہے کہ گلاب نے  
 ایک دن یہاں سے جانے نہ دیں! میں اس کے تسم کے ساتھ کھانا کھانے کے لیے تھیں  
 مطلب یہ نہیں ہے کہ میں نہیں جھول جاؤں گا اگر میں اپنے تھیں تھیں کہ ایک  
 ہو گا تو میں ضرور وہاں آؤں گا کوئی بات نہیں سمجھتا۔ غل جھانسی جانو  
 کہیں نہ ان کی نہیں جانتا تم ان کے لیے جو کم از کم تھیں میری بات  
 سمجھتی چاہیے۔  
 تم نے یہ کیے جانے کہ میں نہیں سمجھتی؟ اس نے اپنی زبان کھول۔  
 پھر تم نے یہ سوچی کہ سر نہ کیوں لاد دی۔  
 اس لیے کہ میں اس کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی تھی نہ کچھ فیہ تم اس سے  
 کچھ اور مطلب نہ لیتا۔ وہ رونا دھانی ہو گئی۔  
 مگر میں..... مجھے اچھا لگتا ہے۔ میں نے مجھلا کہ کہ۔  
 تمہیں کوئی نہیں روکا۔ اس نے بابت سے کہا۔ تم مانا جاو  
 گے اور ضرور جاؤ گے میں تمہیں روک نہیں ہی ہوں تم جاؤ۔ اس کی آواز بھڑکتی  
 "زین؟ زین؟ میری اچھی زین! مجھے اتنا برا لگتا ہے مجھوں کو مجھ  
 ہوں دھنک جاتا۔ تم یہ کاغذ کا پس لے لو۔  
 "دی پوٹی پینز کی دھانسی میں لیا میں۔  
 میں اس کا لڑکھانہ گا؟ میں نے بیچ دیا کھا کہ کہ۔  
 "تم سب جلاؤ جلاؤ گلاؤد بوجھ کر داسے بیچ دو اور نفیس میں  
 نجات کرو۔ مجھے کوئی سروکار نہیں ہے۔  
 "تو تمہیں تمہیں میری کوئی خیال نہیں ہے؟"  
 "میں تم سے نفرت کرتی ہوں اس نے عاجزی سے کہہ دیا تم جہاں ہی  
 جاؤ مجھے اپنے ساتھ لیتے جاؤں تم سے کہیں نہیں کہوں گی بس تمہارے ساتھ  
 سفر کرتی ہوں گے تم سے کوئی شکایت نہیں کروں گی۔  
 لیکن۔ لیکن میں تمہیں ساتھ نہیں لے جا سکتا۔  
 "کہیں نہیں لے جا سکتے؟ وہ اڑیسی سے بولی۔  
 "اے میں کے لیے خود چہ نہیں مجھے کہاں جانا ہے۔  
 "تو اس نے کیا پوچھا۔ وہ تیزی سے بولی۔  
 "زین! تم نے ایک پہلے بھی میری بات مان لی تھی۔ یہ سوچی تم  
 اپنے ہمارے رکتو جس میں دھانسی آؤں گا تو مجھے تم مجھے نہ دیا میں نے نفرتی  
 سے کہہ دیا میں تو تم سے کہنے والا تھا کہ تم مجھے کسی ہاتھ سے یہاں سے باہر نکلتے  
 میں مدد نہ دیتی تھی یہ پوری ہے میرا دل دھڑکا جا رہا ہے۔ یہ کہہ سکتا کہ  
 احسان کرو میں تمہیں ضرور ساتھ لے جاتا۔ زین لیکن میں تمہیں ان مشکوں سے  
 دو جانکر نہیں چاہتا۔ مجھے پیش آسکتی ہیں تم میرے لیے اس جاناؤ

اُس نے اپنی راجل پکلیں اٹھائیں اور ہانگی سے کہا میں مالگ ہی ہوں  
میں تمھارے ساتھ ہی ملتا ہوں میں میرا آنا مشکل ہوگا۔  
میں دودھ کا گلاس ہاتھ میں لیے کوسے کی روشنی میں کوسے کے  
ساتھ باہر چلا گیا۔ جمل نے بھی اُس کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا اور دھڑک دھڑک  
کامیوں نے گھڑی دیکھی اور بچہ چلے گئے۔ تھوڑے دن کے بعد میں ایک روشنی پوری  
تھی ملتا ہے۔ یہ میں دوسری طرف چلی گئی تھی میرا دل نا ارام نہیں تھا۔ دنوں  
نے وہیں سے ایک اتفاقاً وہاں میں لکھا تھا میں شش پہنچ میں ملتا تھا کہ وہاں  
نے فصلوں کو توڑیں یا جسے وہ اتنی آسانی سے ٹھکس طرح حریف سے باہر  
نکل سکتے ہیں کہ وہ جمل سے خوف زدہ تو نہیں ہو گئی کہیں اُس نے شام کو  
لیڈی تو نہیں کہا تھا۔ وہ الداری سے کپڑے نکال رہی تھی یہ پڑے اُس  
نے کہ جی جی تھیلے میں کچھ بیری اٹھیں میرا پیسے ختمے لگیں۔ ماٹن کی کیا  
گفتگو تھا شاید تھوڑے ہی کیشی مسواک کی دوا کی گویاں یہ سب کچھ کے  
اُس نے تھیلہ بند کر لیا پھر وہ ایک گلیس کپل اٹھا لائی جب وہ یہ سب کام  
کر کے اُس نے ایک اپنی تہی ہوئی نظر گھڑی پر ڈال اور دیکھ کر یہ سب درکرت  
چھوڑ دیں کہ کچھ کہنے کا ارادہ کیا کہیں اُس کے سامنے زبان کھولے تو نہ  
خود نا اٹھا کسی میل اور محنت سے کچھ کہے لیے اسے خاموش رہی یا ہوجھ گئے  
اُس کا تھیلہ نہ کہڑا تھا سب اسے بھی کچھ سننے کی خواہش نہیں ہوئی گھڑی  
دیکھ کے وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ وہ اُس سے یہ پوچھا کہ کچھ دیکھا اور تجھ نے  
دیکھنے کا اشارہ کیا یہ نے مسو کی کہ اس کا حال میں تو ازان نہیں ہے  
وہ ایک کوری ہے۔ دنوں میں اُس نے اندر سے یہی ہے اسے ہر شے سے غائب  
کیا تو نہ پا چھنے جس جواز۔

وہ کئے کی کسی کیفیت سے دوپارہ لڑا سے جم جم کے ٹھیکر گئی اور میری  
ہانہ پھری ہوئی کہ جوں سے کچھنے کی ڈنک اُٹھ اُس نے زیرِ بیت نکال رکھا ہے۔  
اُس نے کئی نہیں بھول سکتا۔ نہ معلوم کیا ملاقات پیش آئیں میری ہانہ پھر  
کچھ نہیں کہ گزرنے والا تو قبرِ مال اور حرقہ گئے کچھ غلط مت بھانیں  
سلام سے سب کچھ کہہ کر میں تم سے جھوٹ بھی لوں لکھا تھا۔ دنوں میں  
پانچواں ملاقاتیں جب آؤں تو تمھارے چہرے پر چھو کی کوئی کمر نہ دیکھوں  
کچھ بیت یا دو آؤں اپنی محنت کا کیا مال رکھنا اور میں اس میں جی نہیں  
کے کچھ کرنا نہیں اور دست مالا، اچھل بھال، بیتیا کوئی پچھاننا تھا کہ جس کے  
کچھ کچھ کچھ کا کہہ کر میں نہیں نے اُس کے بیت تو سب ملے کہہ کر وہ  
نظر ہانکے گھڑی میری ہاتس کا جواب نہیں دیا نہ اُس نے زلزلہ پڑھنا  
وہ کچھ نہیں نے ایک اٹھوٹوں سے کہا۔ تم میری جڑ مغربی میں خوش ہوگ  
نہت کچھ روز داتا ہو کر گی۔ تم تم تجھے یاد کرو گی۔ ہوتا میں نے اس  
کچھ کچھ کچھ کیے لکھا تھا اُسے لیکن یہ لکھا تھا کہ اُسے کچھ دیکھے  
تھوڑے ہی کچھ لکھا تھا۔ اُس نے نہ توں پر ڈالا اور دیکھ کر یہ سب کچھ کہہ کر  
بٹھنے لکھا کچھ کہیں یہ موقع نہیں جاتا تو نہ جالے کہب آتا میں اپنی مغربی

سے اس کے پیچھے چلے گئے۔ اس نے اعلان میں اس کے ایک نظروں پر کھڑے ہو کر  
یا سوائی میں سناٹا ماری تھا۔ زکریٰ چند قدم آگے چلے کہ ان میں جانب بڑھ  
گئی۔ ایک تنگ بگڑے ہوئے گئے کہ اس نے ایک دروازے کو دھککا دیا۔ اس نے  
اس کی بیرونی کی کمرے میں گھس گیا تھا۔ دروازے پر ایک اسلامی دروازے کے  
ایک عام جتنی روشن کی کمرے کا منظر اچھوں پر دکھلا دیا۔ وہ قایل ہو کر دروازے  
تھکنے سے چلتی ہوئی ایک اور کمرے دروازے سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ دوسرے  
کمرے میں قدیم کتابیں، امدادیں، دھکی ہوئی تختیں اور ذخائر ایک عجیب و  
جلیبی ہوئی جتنی کتاب خانے کا دروازہ باغ میں گھسنا تھا باغ میں بھیگیں  
کا شہر غالب تھا اور رنگ چمک رہے تھے۔ ایک مختصر راستہ طے کر کے تیسری دروازے  
کے شمال سے من گئی اور اس نے پیچھے ہٹ کر دیکھا جس نے جتنی تیسری سیٹ  
کو دیکھا کہ بلالہ فاتح نہیں کر سکا تھا۔

زکریٰ نے ایک بار پھر گزشتہ پیش کا جائزہ لینا مناسب سمجھا۔ پھر  
وہ گزشتہ کی ایک اور جگہ پر گھس گئی جہاں سے سب سے دھکی ہوئی تھی۔ بلالہ کے  
اندک ایک چھوٹا سا حلقہ تھا جس کے آگے ایک کوٹھی تھی۔ زکریٰ نے نہایت  
احتیاط سے کھڑی ہو کر بلالہ کے کمرے میں گھس گئی۔ اس نے ایک کمرے کی بجلی کی آواز سے  
ایک کمرے کی بجلی پیدا ہوا اور دروازہ ہل کر سرسراہٹ کے ساتھ کھل گیا۔  
اندک گرا اندک چلا تھا۔ زکریٰ نے دروازہ پھینکا اور دوبارہ اسلامی روشن کمرے کو من گئی  
جلایا۔ اس کوٹھی کے اندک ایک اور مختصر کوٹھی تھی۔ جہاں کا کھڑک بڑا بڑا ہوا  
تھا۔ کھڑک کے چارے دروازے اور دیواروں پر پھیلے ہوئے تھے۔ زکریٰ نے  
اس تنگ بگڑے کے ایک چھوٹے سے دروازے کے طرف اشارہ کیا۔ دروازے  
کی کمرے میں ایک اور مضبوط دھکی اور زین میں ایک بڑی بلی کے ذریعہ اسے نیکیا  
گیا تھا۔ اندک ایک کمرے کی بجلی کی بجلی تھی جتنی پھر پھر اندک اور کمرے کی طرح مضبوط  
معلوم ہوتا تھا۔ زکریٰ نے دروازہ میں خودی کو کھڑا کیا جتنی میں نے اسے ایک  
طرف بنایا اور کمرے میں گھس کر اندر سے لگا۔ بلی نے جتنی میں چھپی ہوئی تھی تمام  
یری ذرا سی جگہ سے ہٹ گئی۔ میں نے کھڑی کھڑی اور آہستہ آہستہ  
دروازہ اندک کی طرف کھینچ دیا۔ اس کے چاروں طرف کھینچنے کی آواز کوٹھی میں ابھری  
کوٹھی پر نہ پھر چلا آیا اور دوائے کمرے اندک زکریٰ کی پیچھے چل گئی۔ دروازے کا  
پیش کھینچنے کی آواز پیدا ہوئی تو میں نے اعلان کی گہری سانس لی اور زکریٰ کی  
طرف دیکھ کر زکریٰ نے غصیلہ آگے بڑھا دیا اور کھیلنے لگانے سے ڈار میں  
مردم پس چلا گیا۔ سوچا کہ دایمیں بڑھاؤں۔ اس اندک میں راست میں زکریٰ کی بجلی کی پٹے  
سے میں دایمیں جانے کی آواز سے تھیں نہیں آئے گی اور پھر مٹانے بعد میں اس  
کی کھال پڑیں۔ میں نے غصیلہ اور میں نے زین پر کھڑک دیا۔ جو جتنی کی تدمم خوشی میں اس  
پھر کھینچ کر پڑا تھا کھینچ کر دھکی کی کھینچ بھی روشن ہوئی تھی۔ میں نے کھینچ کر  
باقی تختیں میں نے غصیلہ اٹھایا۔ میں میں مارا ہوں زکریٰ آئیں نے ڈوٹتی  
روٹی آواز میں کیا۔

خدا حافظ وہ آٹکے آٹکے ہوئی۔



نے بھاری آواز میں کہا "نواب صاحب کو جگہ دیجیے، بیگم! نہایت خندہ پی ہے۔"  
 "نواب بہادر، بیگم! میں نے تم سے بولا، میں آج ہے۔"  
 "اے گھر کے ہانوں سے ایسی باتیں کرتے ہو، تانچے والا ناراض ہو گیا۔ نواب صاحب کو پتہ چلے گا تو کھڑے کھڑے صاحب کو رس گئے۔"  
 "میں آپ کو جان غلنے میں غیر اسکا کہ میں مگر نواب بہادر سے ملاقات  
 صبح ہی ہو سکتی ہے اگر ان کی طبیعت ٹھیک ہوئی۔"

میں کسی برسے ارادے سے نہیں آیا میرے صاحب ہا مجھے یہاں لانا نہیں ٹھانوا۔  
 ڈاکو لانا ہوتا تو میں تیس پہلے ہی تم کو جگہ نہ دیتے۔ تو اسے ایک غلطی بہت  
 کرنے ہے مجھے تو اسے صاحب ہا مجھے، یہ بھیجیں گے تو تم سے شکست کھانے کا کرم نہ  
 لے رہا ہے ان کے پاس پہنچا دیا۔

”جواب ایسی کہ بات ہے جو آپ متوجہ نہیں ہو سکتے۔“

”مجھے جواب ہے کہ تم نے ڈاکو واپس جانا ہے۔“



جانی تو میں نے اسے نکال دیا۔ غلاب مرزا علی کو دیکھ کے جاؤ بیڑی  
 آئیں گے کی گرفت بہت بگڑ چکی، میں نے اپنے آپ کو بہت بچھڑا لیا تھا مگر  
 دیکھ کر غلاب نے فیہ کے نام کے ساتھ اس کا نام لیا تھا تو مجھ سے اس کے سامنے  
 نہیں اٹھایا گیا تھا۔ اب غلاب مرزا علی سے سامنے کھڑا تھا۔ کاش میں اس  
 کی آنکھیں نکال سکتا ان آنکھوں کو فیہ کو ان غلابوں سے دیکھا ہوگا، وہ بظاہر  
 ایک عقل اور تجربہ آوی نظر آتا تھا۔ میری جرات پر وہ میرت اور برکتی سے  
 میرا مزہ لینے لگا۔ میں نے دروازہ بند کر دیا اور ایک ہاتھ سے جاتو اچھال کے  
 دوسرے ہاتھ سے لیا۔ یہ بہت سا محنت لایا تھا۔ غلاب کی آنکھوں کو اچھال میں رہا  
 ہوگا۔ غلاب کو کھانا تھا۔ میرے اس انداز چلنے کے لیے ہاتھ پھیل کے اشارہ  
 کیا۔ غلاب صاحب اپنے آپ کے زیادہ بات نہیں کرتے، پہلے میں سے بات کر دیتا  
 کہ میں آپ کا مال داسا اب لوٹنے نہیں آیا میں میں ڈاکو نہیں ہوں۔  
 "میں نے بیٹھے، اس نے غلاب سے کہا۔  
 "غلاب صاحب! میں غلاب کے ہالے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔  
 "غیر جان، اس نے چونک کر کہا اور ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔  
 "ہاں غلاب جان! مجھے معلوم ہے کہ آپ کے اس کے خصوصی ملازم تھے۔ میں  
 جس تمام رفقا اہلکے میں کسی کے ہالے میں بات کر رہا ہوں۔  
 "غیر جان اس نے کہا اور میری طرف سے وہ روڑھ کھینچی۔  
 "ہاں وہ دروازہ بگڑتی ہے میں نے شکستہ جیسے میں کہا اور کہتے کہیں کہو  
 گیا۔ غلاب کی کسمپاش پر مجھے ہوش آگیا اور میں نے جھلس کے کہا۔ وہ مگر ہی؟  
 "آپ اس کے ہالے میں کیا جانا چاہتے ہیں؟  
 "غلاب صاحب مجھ سے کچھ نہیں چھپائیے ہو کچھ آپ غلام جان کے ہالے  
 میں جاتے ہیں جی جی کہہ دیجئے میں نے بڑی ہی آواز میں کہا۔  
 "آپ کون ہیں کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟  
 "میرزا کا پوچھ کے کیا کہیے گا۔ میں نے دھڑکی سے کہا۔ مجھے عدلی داس  
 مانا ہے مجھے غلام کے ہالے میں جاتے ہیں آپ نے کہا ہے کہ میں جانتے تھے آپ  
 اس کے ہالے میں کیا کیا جانتے ہیں؟  
 "یقیناً آپ کا متفق ہو کر داس سے نہیں غلاب ناوا فرستے ہیں غلاب۔  
 "ازراہ نوکریں کون سے بھیجے اور مجھے بتائیے کہ آپ اس کے ہالے میں  
 جاتے ہیں جس کیوں ہیں؟  
 "غلاب صاحب! وقت ضائع مت کیجئے۔ میں جس طرح آپ کی حویلی  
 میں آنا ہوں کچھ اس کا خیال کیجئے بہتر ہے آپ بہرہ و تبادلی میں وہ وہ  
 کرنا ہو کہ یہ سب سے کہیں اور آپ کے وہاں ہے گا میں آپ کی رسوائی  
 کے لیے یہاں نہیں آیا ہوں اور وعدہ نہیں ہے۔ بتائیے آپ اس سے کب؟  
 میں نے بے قرار ہو کر کہا۔  
 "میری اس سے کچھ زیادہ شامانی نہیں تھی وہ بے نیازی سے بولا۔  
 "آپ بھول گئے ہیں۔ آپ نے چھپا ہائی سے متعدد دہائیوں کا سودا کئے

نہیں دیکھی تھی! اداں اتنی بیک نفس اس کی تھی غلام کی دوسے میں ملے  
 اس حویلی کی زینت بنا دیا جاتا تھا۔ میری ایک بیک تھی وہ دوسرا ہوا دل کے بغیر  
 مگر اس کے بعد اس نے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا کہ غلام جان سے ملاقات  
 ہوگی میں نے اس کے لیے بڑی سے بڑی قیمت لگا دی تھی۔ وہ یہاں آ کے  
 دیکھی طور پر کھاتی تھی چھپائی کی وجہ سے وہ دوسرا سے بڑی قیمت لگائی تھی اور پھر  
 سے باہر کوئی رتی بھی تھی وہ میری محنت کے بارے میں غور نہ کرتی تھی، اس نے مجھ  
 سے بھی کوئی مطالبہ نہیں کیا میں نے اس کے شمار تیرہ سو روپے کیے کہ میں اس  
 نے غلام جان کی ایک لفظ اور باتیں کیا بلکہ وہ اس بات پر ناراض ہو جاتی تھی چنانچہ  
 میں نے اس کے اس قسم کی باتیں کرنی ہی ترک کر دی تھیں۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی  
 مدد نہیں کہ وہ مجھ سے تفریق تھی اور اس کی موت کا واقعہ اس کے بھروسے چلا  
 نہیں جاتا، مجھ سے بات نہیں کی جاتی اس کا چہرہ ہر وقت غلام کے ہالے  
 دیکھتے غلاب کی آنکھیں ہم پر گھسیں گے میں جیسے کوئی چہرہ نہیں گئی۔ اس پر  
 مل باہر نکلتے کو نہیں جاتا۔ وہ لگتا ہے کہ سب ہیں۔ قورسے لگتی نہیں  
 اس کے کفن و دفن میں شریک نہ ہوں کہ میں جانتی تھی میں اس کی قبر پر بھی نہیں  
 ہوا ملکہ وہ میرے کھانا پکانا کی تھی میرا اس منتخب کرتی تھی، وہ اس حویلی کی  
 اولاد میں دیکھی تھی غلاب کی آنکھوں سے اس کو جھپٹنے لگے۔  
 مجھ پر پستہ لایا گیا تھا تو میرے ہاتھ سے زمین پر گر گیا اور مجھے کہے  
 اٹھانے لگے۔ میں نے کیا بیری آنکھیں بہرہ ہی تھیں دیکھ کر ہم دونوں میں  
 کوئی بات نہ ہوئی، پھر اس نے اپنی کرسی سے قریب کھینچی اور آپ اور کیا  
 بلکہ جانتے ہیں وہ کد کد سے بولا۔  
 "آپ کو اس نے بھی نہیں بتایا کہ اس کے گھر سے متعلق رکھتی ہے اس  
 کا گھر کون تھا؟ اس نے کچھ تو بتایا ہوگا؟  
 "میں کچھ نہیں بتا سکتا میں نے اس کا ماضی کبھی کی بہت کشتش  
 کی اس کو دکر سے دعا داس حویلی تھی اور مجھے اس کی آواز کی گواہی نہیں تھی اتنا  
 کہ مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ موت نے اس کے ساتھ کوئی بہت بڑا مذاق کیا ہے  
 اس کا لہجہ نہیں تھا جو ان دنوں میں ہوتا ہے وہ تو بڑی سادہ اور معمولی  
 ایک سادہ مل میں ایک اور کسی قریب پر شاید ایک کے قریب پر مل کے لیے کہیں  
 کہ لڑکھٹے مل کا تھا کہ اس کا بھی ایک گھر تھا جو اب گرا ہوا ہے اپنے ایک  
 بھائی کو بہت یاد کرتی تھی جو گھر سے ناراض تھے مگر جانا تھا۔  
 "اور کیا میں بھی وہاں سے نکلتا ہوں؟ کوئی آواز میں پوچھا۔  
 "نہیں! باؤسی سے نہ بڑھائیے کہ میں نے یہاں تو وہاں سے بولا۔ مجھے  
 کچھ نہیں معلوم۔ کچھ بھی نہیں معلوم۔  
 "میری جا کا کہنے کا دل بڑھانے لگا۔ غلاب کو شاید میری کیفیت  
 کا اندازہ ہو گیا تھا۔ آپ۔ آپ کچھ کھائیں۔ میں نے تو یہاں ہی گیا۔  
 "میں نے کچھ کھایا۔  
 "مگر غلاب صاحب! مجھے مانا ہے۔ آپ کو بڑی محنت ہوئی ایک

بات اور بتا دیجئے۔ کیا چھپائی نے آپ کو کبھی اشارہ کیا۔ بتاؤ کہ اس نے  
 غلام جان کو کہاں سے ما مل کیا؟  
 "میں نے ان کے گھر میں اس کا نہیں بتایا کرتی تھی۔  
 "آپ کے خیال میں چھپائی نے کہاں سے لائی ہوگی؟  
 "میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ چھپائی ایک مشتاق ناگہ سے کہتے تھے غلام جان  
 بلکہ راست اس کے ہاتھ لگتی ہو یا اسے اس کے کسی۔ وہ دیکھنے سے حال  
 کیا بڑا بات ہے کہ شہر میں حوائض اور ان کے طلب گار کے درمیان ایک  
 غریبی معاہدہ ہوتا ہے کہ فریقین ایک دوسرے کے ذاتی معاملات سے بڑی نہیں  
 لیں گے فیض آباد میں اپنی قوم کی بہت عزت ہے چھپائی بھی غلام جان کو چھپائی  
 کے بیان سمجھتی تھی اور شہر میں بڑی رسوائی ہوتی۔ بلا خصلے بھی رز دوز  
 جانے سے شرفا کو کرتے ہیں اس کے زیادہ نقصان میں پڑے۔ ناوا بانی مجھ سے  
 مخاطب ہو جاتا اور اس طرح غلام جان مجھ سے دور ہو سکتی تھی۔  
 "چھپائی شہر سے دور ہو گئی ہے اٹھنے اس کی تلاش ہے غلاب  
 صاحب! کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ وہ کون سا مکان چھپائی ہو گئی ہے؟  
 "آپ اس سے مل کے کیا کریں گے؟  
 "کچھ نہیں میں اس سے ماہری سے درخواست کروں گا کہ وہ جگہ  
 بتائے جہاں سے اس نے غلام جان کو مل کیا تھا۔  
 "مگر کون اس کی موت کے بعد آپ کو کیا معلوم ہوگا؟  
 "آپ نہیں سمجھ سکتے کہ اور آپ پوچھیے بھی نہیں۔  
 "میں نے آپ کو اپنی ہر بات بتا دی ہے کیا آپ مجھ پر ناراض ہیں  
 کریں گے جہاں اس کی موت ہوئی وہاں ہم دونوں کا غم خیز کر کے مجھے مانے اور  
 میری طرح یقین کیجئے کہ میں غلام جان کو اس کی موت کے بعد دوسرا کرنے کی  
 ذرا مت نہیں کروں گا۔  
 "میرا چھپے آپ کچھ مت بولجئے۔ میں نے جھپٹ کے کہا۔  
 "میرا، میرا آپ نہ بتائیے میں ایک بات تو یہ ہے کہ اس کا لہجہ  
 پر غلام جان کے سامنے موجود تھے۔ آپ کو دیکھ کے اس کی حیرت کی بار بار  
 ہو گیا اور جب آپ اگلے کے اندر بھی گئے تو اس کی ماس اس کو گراؤں  
 نے لہجہ ہادی بات بتا دی ہے مجھے جی پتہ ہے کہ اس کا جانا تو اس کے گھر  
 تھا اور آپ اس کو اس کے ساتھ بلا غلاب نے قہر لے لے تھے۔ میں نے غلام جان پر  
 نہیں بھول سکتا۔ آپ کی آنکھیں آپ کا چہرہ میری کانی خود بیان کر رہی ہیں  
 میرا دل دیکھتے ہو پوچھ لے بولا۔ میری نظر میں غلام جان کوئی طرف اشارہ نہیں  
 اس سے بہت سے جذبات اور بات تھے کہ اس کا کوئی مزہ میرے گھر کو تو  
 مجھ پر اس کی پڑائی ہم ہے۔ میرا غلام جان میرے ہے۔ آپ یہاں پر آئیے  
 میرا کس لیے ہم دونوں کے چھپائی کی کو تلاش کریں گے؟  
 "ہوئی غلاب صاحب! بعد کے اب کچھ اور مت کیجئے۔ مجھ پر ناراض  
 بتا دیجئے کہ چھپائی کہاں جا سکتی ہے؟"



”وہ کہاں نہیں جاسکتی۔ ذاتِ بریٰ مسکرا کر پہنچا بولا: بندہ وستان میں کسی گھر بھی جاسکتی ہے، برائیوں کا گھر موجود ہے۔“

”مجھ بھی چاہئے تینا ساؤں کے سوا اور کہاں چلے جائے۔“

”میں سمجھتا ہوں۔“ دوسرے نے بولنا شروع کیا۔ ”اگر میں اس کے ایک بہن بھتیجا رہتا ہوں تو اس جاسکتی ہے زیادہ موصوفیٰ نے اسے لڑا کر کہاں نہیں ہے دو قریب کے شہر میں کسی چڑھائی پر۔“

”وہ لڑا کر پہنچا جس جاسکتی ہے وہاں کے لوگوں سے اس کا تعلق نہ ہو سکتا ہے۔“

”وہ لڑا کر پہنچا جس جاسکتی ہے زیادہ امکان ہے کچھ کہا نہیں جاسکتا۔“

”جے اجازت دیجیے۔ میں سننا چاہتا ہوں کہ آپ کو کبھی رشتہ نہیں  
 ”جناب! میں آپ کو اس طرح عرض چاہتا ہوں کہ میں آپ کو یہاں قائم کرنا  
 آپ کے لئے بہتر نہیں سمجھتا۔ آپ کے ساتھ شہر میں نہیں رہنا چاہتا ہوں۔  
 ”میں معذرت خواہ ہوں۔ میں نے آپ کے لئے ایک اور مکان تلاش کیا ہے۔ یہاں  
 کن پلازہ کو مقرر کر کے آپ کے پاس آپا ہوں۔ صبح ہونے سے چلے گئے شہر سے  
 نکل جائیں۔ وہاں میں ہیں کبھی نہ جاسوں گا۔ اور وہ عمارت بڑا سستا ہے۔  
 ”یہ کچھ نہیں ہے۔ لو اب دھاری سے بولا۔ آپ کے آنے سے تو میری  
 طبیعت سنبھل گئی ہے۔ عمارت کے وقت کسی دن یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔  
 ایک آدھن تو سفر کی تیاری ہی میں لگ جائے گا۔ رہنا یہ کہاں کہاں جانا پڑے۔  
 ”لو اب صاحب! ابھی آپ مجھے چاہتے ہیں۔ میں جی بھریاں آؤں گا۔  
 اور آپ کے بار کئی دن قائم کروں گا۔ مجھے چاہئے دیجیے۔  
 ”دیکھیے جناب! چچا بانی ہیں ملازمتوں میں ہوگی وہاں کو کچھ لگ نہیں  
 لیتے۔ آپ کا تہانہ نامناسب نہیں ہے اور میرے لئے عالم میں جب آپ کے  
 ذہن پر کم کار ہو چکا ہو۔“  
 ”لو اب صاحب! میں ماننا نہیں چاہتا ہے۔ آپ کہتا ہیں کہ میرا جو کلام  
 ”تو آپ کے ساتھ جانا نہیں چاہتے۔“ لو اب کتنی دھاریاں بولا۔  
 ”اور رشتہ کیجیے۔“

جیسی آپ کی مرضی، قراب بھی ہو سکے، ہلا! اچھا ایک بات ہماری  
خود بخشنے میں کچھ دبا ہوں کہ آپ کس اور تقریر میں سفر کر رہے ہیں آپ  
کو اپنا جاننا، اپنا عزیز سمجھ کر کچھ خدمت کرنا چاہوں گا۔ آپ انکار نہیں کریں  
مگر میں نے تسلیم نہیں کر دوں گا۔  
”یعنی میں آپ کی کافی ترہیہ میں ہیں۔ میں نے جسے تیرا کو مال نکال  
کے آئے دکھا۔“ اس تکلف کو ضرورت نہیں ہے۔  
”پھر بھی آپ کو میری بات ماننی پڑے گی۔ میں نے امر لکھا۔  
میں نے خبردار انکار لیا، میں نہیں کر دوں۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور قراب  
آسانی سے مارا نہ تھا۔ میں نہیں آتا تھا۔ اس نے دیا اور میں نے نصب ایک تجویز بحال  
کے دوال میں قراب لکھ کر وزیر میں جب میں ٹھہریں بیٹا اور میرا تھا ہے جو  
کرتے ہیں اپنا رہا میں نے ضرورت کے ساتھ اس کے دواؤں کے لئے دواؤں کے  
140

ماجدہ پیش آنے والا واقعہ بتایا۔ دونوں بیسے وار بھی کہا زمین پر بیٹھے۔  
 فراتے بعض جلا باز رہا بیسے وار کچھ شیارہ مارا اور ناب کو سیرھا کھینچ  
 کے پہلے ٹوٹ کر سمجھیں کچھ نہیں آیا، پیچھے دو لڑکھا ہوا اٹھا اور سیر پر  
 گر گیا۔ ناب نے فی الحال جھنجھٹا کر کے کہا کہ ہم میں نے اس کا کردار اتنی ہی دیکھا  
 گئے ناب مران علی کی گنجی مرعول سے گرفتاری تو کسی گناہیں اٹھیں سیرھا دے  
 کہا ناب خود مجھے خدمت کرنے آیا ہے ناب کے وار مہاں خانے سے میرا سامان  
 آیا تھا۔ ناب نے خدمت بخنے وقت میری آنکھوں میں جھنک کے کھجھک کے  
 سیرھا کر کے لڑکھیں کھینچیں اور وہ فوراً پلٹ گیا۔ گئی میں نے اسے کھدوا رہا  
 کے کھوکھی بند کرنے کی آواز سے ڈر کر یہ واقعہ تعاقب کیا۔

میں انداز سے کہیں کہ حرفِ برادر ہاتھ اور قاتر تھیں راستے میں  
 ایک تار کا لگا گیا میکا کوڑا خیال تھا گاڑی جھوٹ گئی تھی اور میں ملنے کی جھگڑا  
 میں دوسری گاڑی کا انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ تانے بانے سے مجھے لاری کے لئے  
 پر پونجا دیا۔ صبح چھ بجے تک میں لاری کے اترنے سے قریب مہمانانِ جگہ بیٹھا  
 رہا، خشک چھ بجے لاری روانہ ہوئی تب مجھے کون ہوا۔ لاری کوئی گسٹری نہ تھی  
 نہ بھرتہ نہ پہاڑی۔ وقت گھنٹوں سے کوئی گاڑی اگر کسی طرف روانہ نہیں ہوتی  
 تھی میں پھر اگر کسی سمت طائفہ والی لاریوں میں بیٹھتا اور تمام لاریوں کو اس  
 طرح دیکھتا، آباد اور کھوسے، موٹر و گاڑیاں، بریل، پیشی، پگاڑی میں بیٹھنے کے  
 بجائے میں شہر میں آؤ گیلیڈز کے آٹھ تھے۔ ایک بھول میں مسلمان کھوکھ  
 میں نے عباس تبدیل کیا اور ہانگے کے فنیلیہ کو فنیلیں کے برابر بیچ گیا۔ جس جگہ  
 کا نام انظر محض تھا۔ رات کا وقت تھا، انظر محض میں سونا کا گھنٹا اور دھنن کے آہستہ  
 بانار کی طرح دھنن میں تھے۔ تو میں حوڑی میں رکھی اور اس کے لمحے گھنٹوں میں  
 بنے بنے نکلتی میں جھانکنا بہا مجھے ملے ہی ملے ہی احساس ہو گیا کہ اس طرح  
 تو جیسا کہ تو تلاش کرنا نامکن ہے۔ کچھ دور سے بندھے اور گئے کی آواز  
 رہی تھی کچھ دیر سے تھے اور وہاں خوب ٹوٹ لڑکیاں انتظار میں تھیں  
 چلی منزل پر میں کھلنے والے دروازوں میں جھانکنا تھا۔ میں وہاں گھومتا  
 رہا۔ چھپا ہوا کیسے میں اس سے براہِ راست پوچھنے میں اندیشہ تھا۔ جب  
 میں زمین پر اتر رہا تھا، اُدھر منڈا ناٹا ہوا تو میں نے غصوں کیا، کچھ سمجھیں میرا  
 تعاقب کر رہی ہیں۔ گروہ میں شخص، رنگ دار مال والے میرے تعاقب کرنے  
 میرے قریب آئے۔ کچھ سے کہنا میرے ساتھ آئے۔  
 کہاں نہیں ہے جو تک کر معنی خیز انداز میں پوچھا۔

مذہب کی دودھ انھیں چھینکا کر دیا، اور اچھا  
 میں نے چند لمحے سوچا، پھر اس کے ساتھ مل دیا، دودھ بچے کی  
 میڈ لگایا اور ہم تینوں نے اسے کھاتے ہوئے ایک برف کے  
 بونگے کو روشن کیا اور ایک خوب صورت نوخیز آسمان کی  
 کرنے میں مصروف تھے۔ دودھ کے اُس کے لیے اچھا تھا۔

نے گلوں کے اس کے ساتھ لاکھوں لاکھوں کے پاس ہی ایک اور عورت  
بھی تھی۔ اس نے اُن کے گھر سے باہر نکلتے ہی میری دست دے لگی۔ یہاں  
گناہنے نہیں آتا۔ لیکن اب وہاں ہی وہاں جاتے تھے۔ چھک چھک کی عورتوں  
تھی۔ گھر سے گھر پہن کر گوری پیش کر دی گئی تھی۔ گناہنا نہ ہو گیا۔ وہ گاتی  
رہی اور اس نے اپنے سیم پہنایا۔ نہ میں نے نہ وہ۔ وہ اپنے پاس لٹایا  
دیکھ لے۔ اس کے دل سے جلد ہی غم غم کر دی اور میرا ہنسنے لگے۔ گھر سے  
گھر پہنچا۔ یہ خیال ہی نہیں رہا کہ وہاں گناہ نہیں ہے۔ اور عورتوں نے  
جس طرح ان کے چوچے لیا کر کر کے غم نہیں آئی نصیب و شمشان  
مزان کہے ہیں؟

میں کہیں کہیں سے لکھا ہوا تھا کہ میں نے اپنے لیے ایک کونٹا لیا ہے۔ وہ کونٹا ہے جسے میں نے اپنے لیے لیا ہے۔

اے صاحب! میں آپ کو ہر سے دیکھتا ہوں یہ ایک شہسوار  
 ہے جو مجھے آپ کی خاطر کوئی ذکر کی عید مبارک دے گا یہ جو کہ وہ مجھے مختلف  
 حالتوں پر لے گیا کہیں عقل کی جوتی تھی کہیں ہمارے سنگھار کے لیے وہاں گلزار  
 تھے مجھے چاہا جانی کہیں میں نظر نہیں آتا یہ لڑو ہیر پر نہیں ہے چڑھتے آتے  
 تو سے چھلنے چلائے چھک چھک چھک چھک میں کہیں نہ تھا گیا  
 کوئی خاص لوگ کی تکیا کش ہے ؟

میں پریشان ہوں دل کی نظر میں آئی میں نے ایسی سے کہا۔  
 اس کا نام کیا ہے؟  
 اس کا نام میں نے سوچ کے جواب دیا۔ اس کا نام چھاپا ہے۔  
 چھاپا اس نام کو توئی لڑکا اس بات کو میں ہے نہیں۔  
 سوچ کے بتاؤ۔

میں جواب ادا کر اتر کر ان آجے کو کہنا ہے مجھے علم  
 ہے کہ میں خود کچھ لکھ کر اپنی یادداشت کر رہا ہوں۔  
 میں نے تم سے کہا کہ اس کی طرف کا نام نہیں لیتا؟  
 اس نے چند لمحوں کے جواب میں کہا کہ اس کے گھر بھتیجی ہیں  
 اس لئے اس نام کی کوئی ذکر نہیں آتی۔  
 میں نے اس سے کہا ہے کہ اس کا پھر پڑا ہے۔  
 پھر پڑا وہ نہیں آتا۔

میں نے اڑوں کی لکڑی میں سے سیس لپٹے نکال کے دیے تھے  
 کہ ان کی انھیں پھیل گئیں اور وہ کہنے لگے: بیٹھے ہیں اور  
 یہ تھا کہ میں:۔۔۔

اس طرح مت پہنچائیں کہ وہ کچھ ہندوؤں کے اندر  
نئی طوائف اور ان کے ناگاہکوں کی زبان آفتاب ان کے ناپ چولو چھپائی  
ہوئی ترخو پتہ چل جائے گا۔

یہ بھی ٹھیک ہے بیخیر میں اسی پر کہ اسلام مگر یہ آپ  
کی تسلی کیلئے ہے۔ نہ وہ ایک جگہ ٹھہرے گا۔ ہوا گیا اور پندرہ میں  
بعد میں لکھنؤ واپس آگیا۔ چھپائی نامی ایک وائس فیصلہ اہل رستہ ہے  
مگر وہ تو نا کہ ہے اور میں ایک ہی دفعہ جہان کی ہے۔

[illegible][illegible]







جلدی ہی اندر سے بھڑے مجھے حیران اور مضمحل کر گئی کہ ایک عورت پر آمدم بونی ،  
اس کی عمر ہی کوئی پچاس سال ہوگی۔ مہنتا بانی ، اللہ صاحب بہت دود سے  
شوقی جان کا پرچا سن کے اُسے ہیں کسے میرے خوشامدہ انداز میں کہا۔  
میں نے اپنی جیب میں لپٹا چلو موجود تھا۔ عورت نے انداز میں گزرن  
بلانی ہی تھی کہ میں آگے بڑھ گیا اور اُسے دوا سے ہٹا کے اندر داخل ہو گیا۔  
درمیان میں چپ سے یہ دن کی ایک خوبصورت لڑکی اس کی آواز میں گنا  
ہی تھی۔  
اور ایک کونے میں پان دن کو بے عیابانی ہی تھی۔

”چپ بازو میں نالٹے ہاتھ سے تیرے دھڑاکنے والے ایک ہالچہ رسید کیا۔ وہ جگمگاتے ہوئے گری۔ سارے منٹوں کے ساروں خوشیوں کے گھنگھڑوں اور غمگینائیوں میں تیرا ایک آواز باہر نہ نکلا۔ اس نے آتے ہی آتے حقیقتاً خود دوازہ بجی ہوئی گھنٹہ گھنٹہ کے تیس بجے شربت کے بالائے پائے اس کا اعزاز دے کر چھٹا کرکٹ کے حقل کے وقت کوئی بھی نہ دیکھا۔ اپنے بیس کرنا لیکن تو نیلا پانی نے خود ہی چل کر کوئی تھی۔“ چھپائی اس کے منہ پر تیرے ان گھبرائے کرکٹ کے تیرے منہ سے جھانک کے یہاں پناہ میں تم کہیں بھی جاؤ گے اس سے سروکار نہیں ہے۔ خود کی محنت سے خراب غمی میں تم سے کچھ نہیں کہوں گا۔ بچے صرف یہ یاد رکھو کہ وہ طاقتور لوگ تمہیں کہاں ملے گئے تھے؟“

میں ہیں۔ نہیں وہ میرا کھانا لے گا۔  
 ہاں تم۔ اور ابھی میں نے تم کو بتایا کہ تم کو  
 کسی تباہی سے بچانے کے لیے تم کو تباہی سے بچانے کے لیے  
 دو آدمی کو لے کر آؤ گے۔ ان کے ساتھ میرا بیٹا بھی جائے گا۔  
 پہلے میرے تھے۔ ان پر چڑھ کر چلے آؤ گے۔  
 پھر ان کے ساتھ میرے بیٹے کے ساتھ آؤ گے۔  
 پھر ان کے ساتھ میرے بیٹے کے ساتھ آؤ گے۔  
 پھر ان کے ساتھ میرے بیٹے کے ساتھ آؤ گے۔



نوشہ کے تورا پتے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ بہترین یہ تھا کہ ایک کو ہانکا دیکر دیا جائے۔ اپنے ساتھی کا ہوش دیکھ کر نوشہ کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میں نے ایک بار چڑھ کر درمیان میں دل نشینہ اور اس معاملے سے علیحدہ ہونے کا مشورہ دیا لیکن نوشہ نے اپنے بیٹے سے استرا نکال کے کھول دیا تھا۔ میرا بیٹہ خالی ہتھ آ رہا تھا تو نکلنے کا وقت نکل گیا تھا۔ کمر زیادہ بڑا نہیں تھا۔ فریقہ کی وجہ سے جگہ میں جنگ مچی۔ نوشہ نے اتنا تو مان دیا تھا کہ میں کوئی اداویہ آدمی نہیں کہیں غنڈے سے تنہا اس وقت نکلتے ہیں جب زانیہ تنہا اور دوسرے حیلے لاکھ ہونے کا اندیشہ ہو۔ دو دن غور میں باہر چلنے والے دروازے کے پاس ایک دوسرے سے پہلی ہوئی کھڑی تھیں۔ ہوتا تھا کہ دیر پہلے شہر سے جے میں بات کر رہی تھی مگر اب گایاں کہنے لگی تھی۔ چھپائی ہو سکے نہ سا ہو گیا تھا۔ مجھے دو ٹوک کہیں چھاپائی فراق ہونے میں کیا باب نہ پڑے۔ دوسری طرف نوشہ استرا لیے پھول رہا تھا۔ استرے کی تیز رفتار روشنی سے چمک رہی تھی۔ بیک ایک اس نے حکمرانے کے لیے اپنا ادایاں ہاتھ آگے بڑھایا۔ میں تیزی سے بائیں جانب ہٹ گیا لیکن اس نے مجھے دھککا دیا تھا۔ اس نے شہر زدہ میں استرا دیا۔ میں ہاتھ سے چھڑا اور تھوچہ پھونکا۔ زیادہ بچتے بچتے بھی میرے ہاتھ پر استرے نے ایک کھینچ دی۔ اگر میں جندہ قدم چمچھے ہٹ کے اس کے امپا ایک طے سے نہ بچتا تو استرا میری بائیں پہلی کانٹا ہو کر گر جاتا۔ چمچھے ایک برا صندق نکلا تھا۔ میں اس کے کھول کر نوشہ نے ایک غلط گول دی اور استرا اٹانے ہوئے دھمکیاں دیتا ہوا تھوچہ پرو دیا۔ چمچھنے کے لیے پرتولے۔ نوشہ کو توقع نہیں ہوگی کہ میں اتنی جلدی زمین پر چمچھ جاؤں گا۔ چمچھ اور وہ بڑھایا اور میں بیٹھا۔ نتیجے میں نوشہ خود صندق پر گر گئے۔ گر گئے وہ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ اس طرح اس کا دور مار ملے سر پر چکا لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ میرے پاس صندق سے نکھلنے کے بعد اپنے بچاؤ کی ایک ہی صورت رہ گئی تھی۔ میں اس کو دونوں ہانگیں پھونک کے اتنی تیزی سے آگے کی طرف اچھلا کہ اس کا سر صندق پر جا پڑا۔ اس طرح اس کی ٹھوڑی شکست ہو گئی ہوگی اور نیچے کے کئی حادثات ٹوٹ گئے ہوں گے۔ نوشہ اپنی چمچھ نہیں رکھ سکا اور دکھلا ہٹ میں استرے سے ڈال رہیں رکھ سکا میں نے خود اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔ میں نے اس کی ہانگیں میں چمچھیں۔ وہ صندق سے اٹھتا ہوا فرس پڑ گیا اور دونوں سے اس کا سر ٹکرا کر اتنی تیزی سے کسی پوری ہو گئی۔ نوشہ کا اور استرا چمچھا جو ہو گیا اس نے اپنی ہانگیں آڑا کر لڑنے کی تھوڑی سی مدت بعد کہ میں نے اس کی ایک ہانگہ مڑوڑی۔ وہ جھپٹا ایک کراہیں بلند کرنے لگا۔ میں اس سے ٹٹنے میں اتنا متحمل تھا کہ مجھے ہونٹا اور چھاپائی کے حملے کی تجربہ نہیں تھی وہ دونوں کمرے میں نہیں تھیں۔ نوشہ کا دوسرا ساتھی پیٹ کچھڑے ہوئے فرش پر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اس کی آوازوں میں نوشہ کی آوازوں نے شامل ہو کر اور دوشٹ چھپا دی تھی۔ میرا بل تھا کہ نوشہ کچھ بیرون درازت کر کے گاؤں دور واد میں ملے اور اس کا کھو بیٹھا۔

صرف چند منٹوں میں کر کے یہ حالت ہو گئی تھی مجھے تعجب تھا کہ  
 تو بتا دو چلا اچھی دُور نہیں پہنچی ہوں گی میں تو شراروں کے سامنے کچھ بھروسے  
 اب اس طرف دیکھا اندر میں کا سامنا ہوا اور اتفاقاً ایک چھوٹا سا مکان تھا  
 ایک اور سجا ہوا پر کوڑھ کھانا گھر مڑا دینے والے کالوں میں ایک ہی راستہ پر تھا  
 مجھے کوئی دُور راستہ نظر نہیں آیا اس کا مطلب یہ تھا کہ چھپاؤ پر تیار ہو کر دیوار  
 پھلانگ کے دوسرے مکان میں نہیں گئی ہیں تو اسی مکان میں ہوں گی یا دوسری  
 خانے کے قریب مجھے کوٹھری جیسا ایک کد بند نظر آیا میں نے دُور دراز سے  
 کان لگا کر کچھ سنتے اور دُور چلے جاتے تھے کہ کوشش کی اندر گواہی دے رہا تھا  
 کچھ بھی نظر نہیں آیا نہ کوئی اہمیت محسوس ہوتی مآں سے یہ بعد میں تھا کہ وہ  
 دوسرے مکان میں آئے کہ پولیس کو بتا دینا دُور وادی کوڑھ سے تھے ایک کا  
 چہرہ لہماں تھا دیکھ کر ہی گواہ نہیں تھا یہ تو مجھے قرآ میں سے تھا کہ سامنا  
 چاہیے تھا باوجود پولیس کے غلطے سے بے پروا ہو گئے تو بتا دیا چھپاؤ کی دلیلی کا انہیں کرا  
 چاہیے تھا اگرچہ دوسری بھی وہی قبائل تھیں جسے اپنے کد پر مسلمان قبائل نے مسلمان  
 پہننے سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پوری سڑک پر چھپاؤ ہوتا تھا میں سامنا  
 میں کسی دیوانے کی طرح ادھر سے ادھر چھپتا جا رہا تھا پیر سے ختم ہوا۔ باوجود  
 خانے سے غائب کوٹھری کی طرف کھٹکتے تھے اور دُور چھپاؤ گئی تھیں تو  
 اس کے لیے انھوں نے کسی چیز کی مدد ضروری ہو گئی میں نے فوراً سے ہاتھ  
 یاد دیوار کے ساتھ کرسی یا میز لگی ہوئی تھی جتنی میں کئے تھا اس کوٹھری  
 کو دروازہ پشیمان شروع کر دیا۔ لکھوی کا دروازہ بند لگا۔ ابہر چھپاؤ چھپاؤ! ابہر  
 آؤ۔ میں نے جتنے بیچ کر کہا۔  
 کوٹھری کے اندر ضرور کوئی موجود تھا کوئی چیز گرے گی آواز ابہر سے  
 کان کھٹے ہو گئے۔ میں نے اوڑھ لیا دُور سے دروازہ دھڑ دھڑانا شروع کیا  
 چھپاؤ! اگر اب ہر شخص تو میں اس کوٹھری کی آگ لگا دوں گا۔ ابہر چھپاؤ۔  
 میں ہم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تھیں کہ میں کون گا میں انھیں باوجود کد  
 نیچان دالیں نہیں آجائے گی میں ہم سے صرف اس کے گھر کا پتہ جانتا ہوں۔  
 میں جتنا جلتا رہا مگر کوئی جواب نہیں آیا میں نے کہا۔ تھیں کہ چھپاؤ  
 تم ہمیشہ کے لیے اندر ہو۔ میں باہر سے کد کی لگا کر لگا رہا ہوں۔  
 "میں نہیں بیٹھو تو چھپاؤ! میں نے جتنی جتنی آواز میں کہا۔ میں ابہر چھپاؤ  
 ہوں آہی صحت۔ ساتھ ہی کوٹھری کا دروازہ کھل گیا اور اُس سے لرزا  
 برآمد ہوا چھپاؤ اور متا ہوا۔ میں ان کے آپس سے متنبہ ہو رہے تھے۔  
 "تو بتاؤ! ابہر! کہنے خوار خود زحمت کی وہ دونوں اندر تڑپے  
 رہ چھپاؤ معلوم تھا کہ میں فیض آباد میں اس کے بلاخانے پر کچھ لوگوں کے  
 ساتھ بیٹھا تھا۔ پھر مجھے اس نے قیال میں کیا۔  
 "نیم ماہ تھا وہی کون تھی؟" تو بتاتے مسم کے پوچھا۔  
 "کیا کروں گا بھوہ کے میری آواز بھرائی میں اس کا کچھ بھی نہیں جانتا  
 چلو چھپاؤ! ابہر! دیکھو سیریز مل رہا ہے۔"

- ابھی اسی وقت؟ - چچا بانی کی انھیں مڑی ہوئی تھیں۔  
 - ہاں! ابھی اسی وقت۔  
 - مگر آپ کو پتہ تو کیا! اس بات کو برسرِ گردن رکھتے ہیں نہ معلوم آپ  
 لوگ دیوان کو جو بدلہ یا نہ دیں۔ تو تیار نہ فرمے گا۔  
 - تم چھوٹے! انہیں کرنے نہیں دیتا بانی! انھیں چچا بانی کے ساتھ  
 چاہئے دنیا کے آخری سرے تک جانا پڑے مگر میں خلیہ جان کے گھر کا پتہ  
 فرود چلاؤں گا۔  
 - مگر چچا! ابھی کو خلیہ جان کے گھر کا پتہ معلوم نہیں ہے۔ تو بتا دو۔  
 خلیہ! اہل بیت میں نہ آئے ہیں تو بہت سے ہیں جس نے آپ کو بچنے میں غلطی  
 کی۔ خدا ایک دوسرے بچرے! ہم یہ اطمینان کر کے کہیں نہ چلیں کہ وہاں تک  
 جہاں اہل بیت جاتی ہیں شیعہ بنواد غزوہ محلِ طویل سفر کا پڑے اور محال  
 وصول کچھ نہ ہو تو ناگزیر؟ آپ چاہیں تو یہاں ٹھہریں مگر یہ جگہ آپ کے لیے  
 مناسب نہیں ہے۔ آپ تقیہ بولیں میں ٹھہرے ہوئے ہوں گے میں بھی باجی  
 کی طرف سے دھوکہ دے رہی ہوں کہ تم کسی اور طرف نہیں چلیں گے۔ آپ کے ساتھ  
 ہی چلیں گے۔ جہاں کسی آپ کے جہاں۔ البتہ بالا غلنے کا کچھ نہ بچنے نظام  
 کو جس ایک دولہن کی دیر گئے گی۔  
 - موتیانی! تم نے چھوٹے جنت شروع کر دی۔ میں نے غصے سے  
 کہا تھا اسے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں صرف چچا بانی کو ساتھ لے  
 جاتا چاہتا ہوں۔  
 - تم جہاں میں ابھی کرتے رہا آپ کے ساتھ جمع دولہن کی ٹہریں! آپ شک نہ  
 کیجئے ایک بار شری کی بات کا بھی اعتبار کر کے دیکھیے۔  
 - میں کرتی۔ میں نے چچا بانی کی کلائی تھام لی۔ چلو۔  
 - موتیانی! رسنے لگی چچا کی حالت تو پہلے ہی ابتر تھی۔ ہم نے  
 خلیہ جان کا کوئی بھی بدلہ نہ لیا تھا۔ تو تیار کیا کیا بھرتی ہوئی ہلاکت  
 کی حالت کا مبتلا نہ تھیں ہے! اتنا ہی نہیں بھی ہے۔  
 - چچا بانی! تو اپنی بیٹی کے کفن دفن میں بھی شریک نہیں ہوئی کیسی  
 علیٰ حق حمایتی بیٹی کی لاش مڑی پر چھوڑ کے ملی آئی۔ موتیانی! اپنی زبان  
 بند نہ کرنا اب تم نے ایک غلط فہمی منہ سے نکالا تو... میں نے دوسرے  
 ہاتھ سے جاقوڑ نکال لیا۔  
 - چا تو کچھ کہے تو کیا کہ زبان پر جیسے ناز لگ گیا، وہ اپنے بال کھٹوٹے  
 لگی چھاپنے اس کے شر سے ہاتھ دکھا۔ تبھی ملنے دو موتیانی! چچا نے اداس  
 سے کہا۔ چلو یہ اسلمان نکالو۔  
 - موتیانی! تو اپنی بیٹی ہیں سے پٹ گئی۔ میں بھی تمہارے ساتھ  
 ملیں گی۔ تو یہ کہتی ہوئی بولی۔ میں نہیں کہیں نہیں ملنے دوں گی۔  
 - میں چچا بانی کے سوا کسی کو نہیں لے جاؤں گا۔ میں نے اپنا فیصلہ  
 علیہ اعلان کرکھول کے سن کر موتیانی! اگر تم نے میرے جلنے کے بعد کوئی

سے دونوں کی تو تھوڑی بہن کبھی داپس نہیں آسکے کہ ہمیں ؟ کہنے لگے ہر دو کو ملنے کا حشر کچھ نہ کچھ تو ملدی کہ چوپایا یا انسان کا ہوا تو دونوں کو تھوڑی ضرورت ہے اگر تھے اُن کی ہلکی خوشنواں لڑائی پر آپس آجیلے گا اور تھا کہ دوا دھپ سے بولے گا۔

موتیا نے اُن کے ایک چہرے صندوق میں کیا کہ سالانہ ہر دیا ایک ختم بستر بھی ملازمت دیا کہ دوا یا بستر میں ہلاک تھے اور کل کے سوا چالیس تھے۔ موتیا بچا کہ پڑا کہ ایسے انداز میں تو سگے بہن نوشا داس کے ماضی کی مرگت میں دیکھ آئی مگر شاید یہی وجہ کہ وہ بہت بڑھ چکی تھی بولی تھی قدم رکھتی تھی مگر پڑا نہیں تھا۔

باہر سے کھلتے وقت جب ہم اُن کے کمرے سے گئے تو کمرہ کا چروغ میں تپا ہوا تھا اور کل کا سا بھی ایک طرف ہے ہوش بڑا تھا یا مرگات۔ نوشا بھی ایک کھلا دھپا چوپایا کی کسک چکی تھی لڑنے سے چہرہ اور تپا تو لگے کیا اور خود اُن کے پیچھے پیچھے بلا۔ دوا تو کھلا خوشی جان کا دوا تھی سناڑے سروں میں لڑے ہوئے تھے خوشی جان ایک ہی ایک اُن کے پاس بھیجی ہوئی مگر شادی تھی وگھاری تھی ہم دوا کی جانب کے کمرے کے مورتیا نے صندوق لاد چلائے بستر بچھا لکھا تھا غلط سے کہہ سکتے ہیں دوا سے چلنے کے بجائے سناڑے دل کی نشست جو کہ کمرے کے کمرے میں ہے ہمیں جانب کے کمرے میں لگے یہاں کے کمرے پر تعلق اور دوا کے کمرے میں ایک دوا دھپ سے لکھا تھا اس طرح اُن کا تعلق میں کیوں میں اُن سے جگے۔ خصوصیت ہوتے وقت میں نے موتیا کو رشتہ داری کہ دوا چوپا سے کہ بات کر کے مورتیا نے ایک ٹوک دیا اور اُن ایک بار پھر کھلے کمرے میں گئیں مورتیا کی ! اب ان کی زندگی بڑی تو اُن کی داپس کا انڈا خوشی سے کراہ میں نے نہنے سے آخرتے نے موتیا کے کلان میں دوبارہ بات ڈالنی مناسب سمجھی۔

گوئی کچھ دوا دھپ میں پیدل ملا ہوا رشتہ کے جوڑ میں ایک ٹانگہ دوا دھپ میں جوڑے موتیا کے بالاسے لگے گیا تھا، جو کچھ نظر نہیں آتا۔ لڑنے لگے دالے کو اپنے بڑل کا پتہ بتایا کیا کہ تھنا سنا ہے میں چھوڑ کے جانا مناسب نہیں خود میں اُسے بھی مانتے لیا۔ بڑل کے لوگوں نے بیکس مانتا ایک بڑل کو عورت کوئی اُن کی انھیں دلائے کہیں سے اپنے کمرے میں آئے میرے کمرے کو ڈال لائے کہ بات کی چوپایا دال میں خاکوش بھیج دی۔ بل اور ادا کرنے کے بعد باہر سے ملان آٹھا نے ایشن کا رخ کیا اگر کسی ایشن میں جو بچ میں چوڑا کھاتے ہوئے کہ طرف جارہا تھا تو پانچ تھے غلاب کیا۔ میرے کمرے میں دیتا کہ کھٹ لیتا۔ میں غلاب کے رک گیا۔

چوپایا اُن صبح صبح بنا ڈالنا چاہا ہے ! میں نے تھی سے کہا۔



میں سب کو معلوم ہے کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ جاؤ تو نہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔  
خبریات میں میرا سہا کے لیے کیا ہے وہی تم سے کتا ہے۔ میرا بھی جان سے  
چلنے لگی۔

”میں نے تجھے غلط بتایا تھا، فیروز مجھے بیسی میں ملی تھی۔ چمپا کے لیے  
میں اب چلے جیسی نذر کش نہیں تھی۔“

۱۰۔ اچھا تو یہی ملے جہاں جہاں کوئی نہیں وہاں وہاں جہاں کوئی  
 میں ایک بے خوف سے بے خوف گھر کی طرف بڑھ گیا۔ اس وقت راستے کے بارے  
 میں سوچے تھے کہ کون سے معلوم ہو کر دے سے یہیں جانے والی کڑی ڈرگھرنے  
 آئے گی۔ اگر وہی مشین پر اٹھا کر ڈرگھرنے کے بعد مشین کے کڑے کو ڈرگھرنے  
 پر ہی نہ ہوا کہ کون سے ایک آواز ملتی تھی۔ ڈرگھرنے کے بعد مشین پر آئے ڈرگھرنے

گئے ہیں تو بایں رائے مل سکتی تھی۔ وہ کچھ اور غنڈے اس میں مدد کیلئے طلب کر سکتی تھی، بال پولیس بلا سکتی تھی، چپکالی وجہ سے میں نے فرسٹ کلاس کے دو کتب خریدے تاکہ میری نظر میں زیادہ سے زیادہ سبب۔ مجرموں کو فرسٹ کلاس اور منگ روڈ میں بٹھ گئے۔ میں نے حالتوں یا تھم میں لکھا اور کنگ م

میں ہم دونوں کے سر کا کوئی نہیں تھا جس نے طے کر لیا تھا کہ کوئی درمیان میں آیا اور اسے ہم سے چھپا بائی نہ نہ میں نے میری بہن کو خبر نہ کوئی اور موت کا یہ بہت کم فوج خلع اس کا یہ فیصلہ مجھ سے جو بھائی ہی کچھ کر سکتا تھا۔ چھپا بائی نے تعجب سے پوچھا تھا کہ اور کونسا ہے؟ فنانس جس میں نے فیصلہ

کے ہائے دل اس سے بہت سی باتیں معلوم کرنے اور اسے اس کے لیے حسرت جبراً  
 وادھائی تھی۔ گاؤں کے آگے میں بندہ نمٹ گیا اور تیار ہو گئی۔ یہ بندہ نمٹ بھی  
 کسی نہ کسی طرح گئے۔ گاؤں کے آگے میں سے پائے پتا ہوتا ہو جس چپا کی گردن میں لال  
 کے لکڑی کی زنجیر لٹھی تھی۔ گاؤں کے آگے ہی اس کے چپا کی گردن میں لال

جی کہیں میں نے جہاں بھی لاکھا پتھر پڑا وہاں اس کا سندانق اور سر اڑھٹا کے ہوئے  
 تھا۔ کیا کشتی میں صرف ایک مرد اس مافوق فطرتی چٹا بھلا لکھا شخص معلوم ہو رہا تھا۔  
 اُردو میں تم جانتا تھا کہ اس نے خندہ پیشانی سے میں نے اسے سامنے والی سیٹ  
 بے دی اور ترو دو کی بوتھ پر سونے کے کیلے جھکا رکھا۔ میں نے جہاں بھی اس کا سنا

کیا کہ بعد میں جھگڑے آگے چلے جاتے ہیں تو یہ ایک مسئلہ ہے۔ لیکن میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ اگر وہ سب سے پہلے ہی اس طرح سے اظہارِ رائے کر سکیں تو یہ بھی ایک کامیابی ہوگی۔

پھر نکل کے بڑھ کر لیٹ گئی کئی گھنٹہ وقفوں کے لیے غفلت کا شکار ہو گئی تھی۔ میں اُتار جا کر آتا ہوں، چائے پانی کی کئی قسمی دواؤں سے کھڑے ہوتے ہوں۔ کئی دفعہ جانے والا راستہ بھی میری آنکھوں میں آتا آتی ہے کہ جسے کبھی نہ ہوتے تھے لیکن میں رکھا ہوا غنیمت کا پھر بار بار رائے سے آجاتا ہوں۔ چائے پانی کی آنکھیں بند

148

معلوم ہوا کہ جان کیسے ہوائی کی موت اور فساد کی تبدیلی نے ان کی فکر کھینچ دی  
 ہوگی۔ پس میں ایک بار دوں پہنچ جانوں ان کے پیریل پر گر جانوں گا اور سب  
 جن بجائیں سے کہوں گا کہ وہ جب کہ کسی سے مرزا پر نہیں تھوکتیں گے۔

مکرم ہیں اے گا۔  
 گاڑی اگر سے بہت دور آچکی تھی کچھ کمروں کے کشتے پر سے  
 دھندلے ہو گئے تھے میں نے انھیں صاف کر کے باہر دیکھا، سورج نکلنے لگا تھا۔  
 چچا ابائی جانی اٹھ کر میچ لکڑی تھی، خیر اسی میں اے خانی کو پر دھاسی مسافر

گرمی مینہ سوز پڑا تھا۔ تمام عیوب کے اس پیش برادری تو جگہ کے لئے کہ میں نے  
چپکے کے اندر کھدی دہرائشہ کرتے ہوئے مجھ کو نہیں کروا گئے؟ میں نے  
ابستہ سے پوچھا۔  
”نہیں مجھے کوئی خواہش نہیں ہے۔“

”بھئی میں ہے۔“  
 ”تھوڑا سا کھانا چاہئے؟“  
 ”ہاں ضرور چاہئے۔“  
 ”میں نے چاہئے والے کو رازداری کی گاڑی کے ساتھ چلتے والا ہیرا

جی سناستے! کیا میں نے اس سے ایک ٹوکے کے لیے کہا تو وہی میرے  
ہاتھ کی چالنے بیوہ؟ اس نے کہیں میں جینی کا ایک بچا ڈالنے سے نہ ڈرنا۔  
میں خود کو کافی جواب نہیں دے سکا جی میں ایک کچھ دوسوں ہاں بی بی  
لیکن وہ دوسری لمحے میں نے خود کو سرفراز کی کہیں، اچھے جیسے نہیں ہیں۔

[illegible][illegible][illegible]

مالت کا گھرانہ وہیں تھا۔ کرکری ٹھکانہ تو جیسا ہی پھر تھا۔ نہ آتی پہلے  
کتنی تھی کہ اس نے فہیدہ دیکھو سوسے حال کیا ہے اب بمبئی کی طرف پہلے  
تھی چھپا کر بات ادا کرانے کا کیا بھروسہ تھا۔ ایک بار گئے تھے بمبئی کی

100

نے زمیری غیر حاضر سے فائدہ اٹھایا، مہر میں دوڑ کے ٹپے میں داخل ہو گیا۔ زمیری سانس قابو میں آئی، چمپا بائی بایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی، کھڑی بھوپال انیس سے رطاب ہوئی تو عمارت سے اس کے سر پر گرنے لگی۔

پہلے تو یہی کجی کھڑکی میں بٹھائی گئی تھی۔ میری صورت کتنی ہی اچھا رہا۔ سب سے  
اُس نے مجھے غائب کیا۔ اُن کی قسم ہے وہ سب سے کم میں کہیں جھگ جاؤں گی تو  
یہ بات دل سے نکال دوں میں غصے ساتھ یہی چل رہی ہوں۔  
”تم اپنے حق کی بات کر رہی ہو، مگر میں نے یہ سب کچھ سنا ہے۔“

تھادی بڑیاں بن کو ڈھونڈنا میرے لیے اتنا مشکل نہیں ہوگا۔  
وہ چپ ہوگئی گاؤں کی چلتی رہی پھر وہ کچھ بڑے بچے بن گئے ان بچوں سے  
دیکھتے ہوئے بلی، غنیمہ تھادی کو بن رہی تھی وہ دیکھ کر کھین کو روک دیتی تھی؟  
میر کی شکل ہی اسی ہے میں نے آدھ ہسکا کر

میں نے بہت توجہ دی ہے مثلاً اذکرکم کھولیں ایک ہر نوجوان بڑا  
و میری بڑا کرتا سب سمجھے ہوتے تھے، یاد رکھ ازکر ہم یہ نیاں کر کے کہ خیر  
یہ میرا ہی کچھ کر رہا ہے۔  
"میں تو کہہ کر خیر ہے تھا، اتنی کم کو رہا ہے، میرا، اتنی ہی

میں نے ہم بھی تو اعراسان ہیں قسمت قسمت کی بات ہے کہ نون چاہتا ہے کہ وہ مصلح کائناتوں کی نگاہوں میں تاشا ہے ہم سے اتنی نفرت کہ کڑھانے سے نیٹے بھی جل رہا ہے۔

تو مجھے کب سے مجھے کب سے چاہا ان کو کھانے سے میں بھی مل رہا تھا  
 تم نے مجھے نہیں ملایا کہ وہ آئیں فیروزہ میں نے اپنے گھر کے دروازے کو  
 دیکھا کہ چاند نہیں دیکھا تھا  
 مجھے کب سے بڑا ہو گیا سمجھ سے بولی وہ اتنی ہی انجمنی ملایا تھا

یہ سب کچھ کہہ کر وہ اپنے گھر میں لوٹ گیا۔ وہاں اس نے اپنے والدین کو سب کچھ بتا دیا۔ والدین نے اسے بہت برا بھلا کہا۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو بڑا بڑا گناہ ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اسے سب کچھ بتا دیا ہے۔ والدین نے کہا کہ یہ تو بڑا بڑا گناہ ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اسے سب کچھ بتا دیا ہے۔

تھیں کہ یقین دلا دیا جائے جو پچھلے آدمی سے کیا یہ کیا کہ ہے

[illegible]

غیرت اُن کے بیز میں زنجیر ڈال دیتی ہے۔ فیملی واپس نہیں جاسکتی تھی  
میں نے تو اُسے بالکل اپنی بیٹیوں کی طرح رکھا۔

”میں چاہتا ہوں کہ اس کو بچا کر لے جاؤں اور اس کو مجھے فیروز کے گھر کا  
پتہ بتا دوں۔ تم میں جانتیں تو مجھے ان کو گولہ سے ملا دو جس سے تم نے فیروز کو  
مائل کیا تھا۔ مجھے ان کو غرض نہیں ہے کہ وہ اور کسٹنڈن میں چلا جائے۔  
”میں! ان کو ہتھیار دے دوں؟ کس کو؟ یہاں پہلے مجھے تم سے ملنا  
پڑے گا۔“

میں کہ اسم غیبیہ کے کون ہرے ہوئے وہ آسمان سے ہوں۔  
 یہ کہ محمد رجبیا باقی میں ہے اپنا منہ لپکا کہ میں پہلے بھی فعل میں  
 بلکہ شہانہ کے نام پر سے مراسی لڑا اٹھ کے آگیا اعزازی میں یہ پہنچے گا  
 محمد الکریم کیا نہیں؟ میں سے جہاں کے مسات اعزازی لڑے سے گزرنے لگے

میں نے یہاں تک پہنچا تھا کہ میں نے اس کی آواز میں جرب دیا کہ جربا  
 کر کے دیر ہو گئی ہے اب گڑھی دھبیل کے کپڑا ہوا ہی سلسلے سے کوئی  
 ہے اس کی آنکھوں سے تیرنی پھٹنے لگی وہ سوچا کہ اب کیا کرے لوگ میں نے کہا  
 مانان خود نکلا اس کا فریاد کا رہا تھا مگر میری بات کا راجھی میں جانتے

میں نے کہا کہ میں نے اس شخص کو دیکھا ہے اور وہ میری طرف سے ہے۔

تو میری بھی عزت ہو جاتی تھی، حقیقہ کو اس نے اپنی ہی زبان پر لایا تھا اور میں کبھی  
 کوئی جواب دینا نہ تھا۔

انگوں کو کشتی پر بٹہ دے کر کہہ کر گئے۔

پھر اسے ان کے چہرے پر دیکھا، وہاں ہر ایک کے دل میں ایک ہی چیز تھی کہ اس شخص کو کبھی ملے گا، وہ دونوں انگریزی کے محاورے کو یاد کر رہے تھے، یہاں خیال درست تھا، ہر مادی شخص زیادہ مادی ہے اپنے کام کا انداز کر رہا تھا کہ اسے پاس صرف نو لاکھ کا ایک تھیلہ ہے یا نہیں، ان کی سب سے انازہ ہوا کہ ان کے پاس کتنی رقم ہے، ان کے پاس کتنی رقم ہے۔

والا انصاف بھی حکومت کے فکرمند حیکمت کا جزا اور فتنہ دہوں کو ہرگز ہمارے  
 میں خیمہ کا گوشہ نہ تھے اس لیے بار بار ہماری میانہ روی کا گواہ بن گئے  
 تھے۔ چنانچہ احوال مجھے بھی شایہ سہای افسوس سے یاد ہیں۔ ہمارے افسان  
 کے ان فکرمندوں کو کہ جس نے اس وقت ہمارے ساتھ تھا، ان کے

کے نور میں ادب و آداب پختہ حیرت انگیز بات تھی۔ مجھے بتایا کہ اگر کائنات  
 کے لئے جسے ہر ایک نے پہلے دریا سمجھ کر کسے نہایت کمال کا خیال میں  
 دیکھا ہے، اگرچہ میں نے کبھی اس کے بارے میں سوچا کہ اگر وہ کسے کئے  
 ہوئے ہیں خواہ غماز و دروازے کے معاملے میں آگاہی اور آواز و آواز

149



نقص نے اس سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اگلے اشیش پر اتر کر منتقل ہو کر چکر ڈالے  
 میں بیٹھ کر چکر ڈالوں اب خود خود ملنے آجائے گے کسی کے گلے کھٹے  
 ہونے لگیں گی کہیں ہر معلوم ہو جائے کہ ایک انفراس کے ساتھ سفر کرنا  
 ہے تو وہ کسی بھی جہ سے بل سکتی ہے مدھی انفرسورٹ کی بات نے گا چسپا  
 نے بہت سے کھٹے کھٹے ہونے والے اسے مدھی انفراس کے ساتھ سفر کرنا  
 کہ نہیں ہو گا تو میرے قدم اور اچھے جاؤں گے اور اگر کسی کہ ہر معلوم ہو گیا کہ میں  
 ہی وہ شخص ہوں جس نے کھٹے کھٹے میں میں سات سال گزارے ہیں کو کسی کو بھی  
 میری بات کی صداقت پر یقین نہیں آئے گا اور میں بات بھی کہاں کر سکتا ہوں۔  
 کیا میں پس کر رہا ہوں کہ میں جو کہاں اس لیے ساتھ لیے جا رہا تھا کہ  
 وہ میرے گھر کا چہرہ جانتی ہے جو میں خود نہیں جانتا۔ بہترین تھا کہ کسی نہ  
 کسی طرح جلسہ جلدی ہو جائے اور میرا جانے کے اس طرح مدھی شخص کو گھر  
 اور خبر ہو جائے اب ایک وہ سافرت کی عزت کرنا تھا۔  
 فوراً شخص اگلے اشیش پر اتر کر کھٹے کھٹے چکر ڈالیں بھولا میں نے  
 بھی یہی سوچا تھا کہ کھٹے کھٹے کے بعد مدھی انفرسورٹ سے کسی قدر  
 مطمئن ہوں گا چکر ڈال کر مدھی انفراس کے ساتھ سفر کرنا میں چلا جاؤں گا یا پھر  
 کوئی بھی بات نہ ہو تو میں کواں ہوا جاؤ تو میرے پاس ہر روز ہی ہے بہت  
 ختم کے ملتی گاڑی سے چھٹا ہنگ گندوں گا اور وہ دھیا چل کر جاؤں میں  
 گم ہو جاؤں گا میں نے بہت سے منصوبے ذہن میں باندھ لیے۔  
 کھٹے کھٹے کے استراحتی انداز میں ہم سے کھٹے کھٹے کا مطالعہ کیا۔  
 میں نے جان بوجھ کے بے نیازی اختیار کی کھٹے کھٹے سے نکلتے ہیں یہ  
 کہ مدھی انفرسورٹ کے لگے ہیں یا نہیں تو اسے اس کے موٹے ساتھ ہر روز ترائی  
 ہوں کھٹے کھٹے کے بعد کھٹے کھٹے اور مدھی انفراس کے لگے ہیں تو یہ کیا آپ  
 ہی کے پاس سے شکلا ہی گئے ہیں کھٹے کھٹے کے مگر زری میں پوچھا۔  
 وہ جھگڑات کے افسر نے مدھی سے کہا۔  
 ہاں دی آپ کران مسائل سے کچھ پریشانی ہوتی ہے نہ؟  
 نہیں مدھی نے تیزی سے کہہ دیا کہ میں تم دونوں کو کھٹا کھٹا ہی ہو گئی  
 تھی کہ یہ گلی کھٹے کے بغیر سفر کر رہے ہیں۔  
 "تھیں جناب کھٹے کھٹے کے ہیں میں نے مڑا ہوا گھر مڑتے ہوئے خوشامد انداز  
 میں کہا آپ کا شہر دوست تھا مگر صاحب زمانہ بدل گیا ہے۔ اب تو وہ  
 چلا تیلی لگا کر اس کے پاس جا رہے ہیں اس کا دل ہلا ہے سب بھگوان  
 کی لپٹ ہے جناب اگر وہ جا رہے ہیں؟" مدھی نے اسے بتایا کہ وہ بیٹھی جا  
 رہا ہے لیکن اس نے غصے کیا کہ کھٹے کھٹے سے باہر نہیں کرتے کہ وہ ہماری  
 طرف دیکھ کے کچھ تحسین سا ہو جائے ہر روز اس نے میری اور عیال کی باتیں  
 سن لیں تھیں اس نے چاہا کہ اپنی زندگی میں جیسا کہ ایک کارڈ نکالا اور اسے  
 چپکے سے کھٹے کھٹے کو دکھایا کھٹے کھٹے کے چپکے سے ہر ماہی اور گری ہو گئی۔

جناب میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں میں نے اسے گول ہچکا کے کہا۔  
 یہ کیا تم کے سامان کی تلاش سے کہہ رہے ہو؟ مدھی نے کہا۔  
 کھٹے کھٹے کے چکر ڈالنے کے لگا کر یہ اس کا کام نہیں ہے یہ تو بڑے پس  
 ہی کر سکتی ہے۔  
 "آپ کو ان پر کس قسم کا شبہ ہے صاحب؟ اس نے ترائی سے پوچھا۔  
 "میری پوری زندگی میں میں نے کسی کی مدھی سے نہ دیکھی ہے۔  
 "خود جناب آپ ترائی کو چڑھا پھانچا لیتے ہیں گے کھٹے کھٹے  
 ریشہ غلطی ہو کہ بھلا میں اب تو کھٹے کھٹے سے مدھی صاحب چپکے سے ہوتا ہے۔  
 "بہر حال ابھی سفر طویل ہے دیکھ کر کہتا ہے۔  
 "کھٹے کھٹے میں آپ کے ساتھ کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے  
 سے بھلا میں ہی پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے ان کے متعلق کیا طے قائم کی ہے؟  
 میں بھی نہیں کہہ سکتا کہ ایک پس اس کو پہلے پوری تفتیش کرنی چاہیے۔  
 اس کے بعد ہی اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہیے۔  
 "تھیں جناب کیا اچھی بات کی ہے لیکن آپ نے کسی زیادہ سے  
 ہی تفتیش شروع کی ہوگی پھر کھٹے کھٹے کے لیے میں بھلا۔  
 "تھیں پس میں پوچھا جیسے تھا۔ مدھی انفراس کے ساتھ کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے  
 خپے کھٹے ہوئے بھلا۔ کھٹے کھٹے کی بہت سی وجہ ہیں مدھی صاحب کھٹے کھٹے  
 خاندانی معلوم ہوتا ہے لیکن یہ کھٹے کھٹے کی عزت کی آٹھ ماہ عورتوں کی نہیں  
 دونوں میں کوئی تعلق نہیں معلوم نہیں ہوتا۔ دونوں ایک دوسرے سے کھٹے کھٹے  
 ہیں عورت کا لباس بھلا کھٹے کھٹے کے لیے مدھی صاحب کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے  
 پریشان ہے مجھے جیسے چوک پڑتا ہے میرا نظروں سے اوجھار دھڑکھٹا ہے  
 جیسے کوئی چیز کھٹے کھٹے ہے عورت بھی کھٹے کھٹے ہے مگر کچھ خوف زدہ کی  
 ہے اس کے پاس صرف ایک کھٹے کھٹے ہے عورت کے لیے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے  
 ہے اور کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے  
 جیسے انھوں نے بہت جلد میں سفر کا ارادہ کیا ہر سفر کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے  
 میں کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے  
 ہے جب اس کا اس عورت کے ساتھ ڈھیلے میں داخل ہوا تھا تو اس نے اس کے  
 ہاتھ میں دلی ہوئی ایک چیز رکھی تھی وہ چیز چاکو کے موٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے  
 سفر میں چاکو رکھنا ایسی عجیب بات تھیں مگر جس چاکو دستی سے وہ اسے  
 اپنے ہاتھ میں چھپا لے ہوئے تھا وہ کوئی ایسا شخص ہی ہو پھانچا سکتا ہے جس کی  
 عمری طرح پر میں نے گری ہوئی۔  
 "خدا جناب غلطی نہ ہو کہ کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے کھٹے  
 ہزاروں آدمی ہوتے ہیں یہ کہیے کہ اس کی نظر بھی آپ میں سے ہوتی ہے بہت  
 حیرت زدہ ہوں صاحب!"  
 "اور بہت سی باتیں ہیں اگر ان کا تجربہ کیا جائے۔"







ٹاپہ کوئی مسافر ہوگا گاڑی کوئی سات منٹ ٹھہری ہوگی چوڑی منزل کی بنا  
دیکھتے گارڈ کچھ دور ملے کے بولے باتیں کرنے لگیں۔ آپ کب تک ٹھہرنے  
اس طرح کھڑے رہیں گے بیٹھ جائیے میں اس کا انتظام کرنا ہوں، ہمیں یہاں  
یہ سونپا ہے گا۔

”یہ سونپا ہے جتنی بہت عزیز دوست راج کرشنا کی آواز سرت  
سے مچتی تھی میں اپنے ساتھ ایک ٹھونڈے کے ان کی خدمت میں پہنچوں گا جس  
اہم کام کی ذمہ داری سونپنے کے لیے انھوں نے پہلے مجھے دلی گلیا پھر بیٹی  
تعلیمت کیا اس کا آغاز ہی اتنا خوش گوار ہے میں اسے بھالنے کے کھانا چاہتا  
ہوں اور بیٹی کچھ چاہتا ہوں چاہتا ہوں سب تمھاری بدلت ہو جائے میں نے تمھیں  
بتا لیا کہ میں وہاں کا ایک بڑا پیرس افسر ہوں۔“

میں نے کسی غصہ کا اظہار کیا۔ کرشنا جی آپ بٹ جائیے میں اسے  
تین چار گھنٹے تک بے سہارہ رکھتا ہوں آپ اطمینان رکھیں میرے گائیڈ  
پرکتے ہیں اس نے کرشنا کے جواب کا انتظار نہیں کیا تاکہ کے ایک دوسرا فائدہ  
مسافر کی رکن ہلا کر وہ بے ہوش ہو گیا۔ اب آرام کیجیے۔ میں نے ہاتھ پر  
بیٹھتے ہوئے کہا۔

راج کرشنا گلیا گیا اس نے اپنے پرکش مسافر کو ٹول کے دیکھا اور انھوں  
میں موزونیت جھکے بولا۔ اب اس میں سونے سے بچھڑ سکتا ہوں۔ وہ میرے  
قرب بیٹھ کے چھٹکے اور کہنے لگا کہ تم ہمارے گھر تھے؟ وہ حرکت بولا۔

میں نے اسے تفصیل سنائی۔ راج کرشنا بیٹھ بیٹھ چھپانے لگا گاڑی  
چٹک چٹک چھوڑ کر تھی ہوئی آگے بڑھتی رہی۔ راج کرشنا نے چپا سے ہان  
گنگا لکھا ہوا اس نے چپا سے درخواست کی کہ وہ خود اپنی ادا اس کے موٹ  
کس سے نئی کو ہاں نکال کے اسے دے دے راج کرشنا نے کہا ہاں من سے  
آپ کے ایک گھنٹہ پانی پیاب آپ کو چپا سے بھی دیا تھا کہ وہ ایک بڑا پیرس

افسر ہے اور اس کے ہاتھ میں چھڑی تھا چپل کے ایک انشہ ہے وہ مجھے  
بے بس کر سکتا تھا لیکن چپا ایک جاں دیدہ عورت تھی میں اسے جبراً ہمیں لیے  
جاء تھا اور میں نے موتیا ہانی کے ہاں دو آدمی زخمی کر دیے تھے۔ یہ بات

اتنی ام نہیں تھی کہ ہمیشہ کے لیے میری زبان بند ہو جاتی۔ میں بھی جاسی آتا تو  
چھڑی لگی چپا ہانی موتیا ہانی کو کٹا کر اس میں فیض آباد کے جاہل اور اس کے  
ساتھ میں کوئی شادہ کر سکتا تھا۔ بات بڑھتی تو چپا کا دامن میں مل جاتا اس نے  
میری ہنر خیز اور بڑے ادا دہش لڑکیاں غریبی ہوں گی۔ پھر چپا کرشنا اس  
کے ساتھ اور میں ہیں ختمے والے مسافر کا انتظام دیکھ رہی تھی۔

راج کرشنا نے گھوم دی دیکھ کے مجھے بتایا کہ بس اب بیٹی  
آنے میں پندرہ منٹ باقی رہ گئے ہیں۔ ہم نے مسافر پر چادر ڈال دی  
تھی۔ اسے ہوش آگیا تھا مگر وہ لیٹے لیٹے کراہ رہا تھا۔ بیٹی آ رہا  
تھا اور میری آنکھوں کے سامنے بار بار ابراسا چھاما تھا راج

کرشنا بڑی شدت سے دوا پیشی کا انتظام کر رہا تھا اس نے مجھے حکم دیا تھا کہ  
میں چپل کے ساتھ اس کی قیام گاہ پر بیٹھوں۔ وہ دیر کوئی عذرت نہیں کر سکا  
تھا۔ تم میرے ساتھ بیٹھو گے اس میں تمھیں اس اور نہیں جانے دوں گا۔  
میں نے اس سے وعدہ کیا کہ دو چار روز میں اس کے مکان میں ضرور  
آ جاؤں گا ایک خیال یہ بھی آ کر کہ راج کرشنا کے توسط سے مکان ختم ہو گیا تھا  
جائے چپا، خیر کے سلسلے میں جن کا حوالہ دیتی تھی لیکن یہ بات مناسب نہیں  
تھی۔ راج کرشنا کو پھر ساری باتیں معلوم ہو جائیں۔ وہ نہیں چھوڑے بغیر سب مسئل  
سے آزاد ہو۔

چپل نے اس کا اور اپنا سامان ترس کر لیا تھا مجھے چپا سے یہ چھپنے کا  
موقع بھی نہیں ملا تھا کہ اسے ہمیں کے کون سے مشین پر آکر رہے گا گاڑی  
بہتر منزل آئیشن تک جاتی تھی۔ اور آئیشن پر پیرس افسران کی ایک بڑی  
تعداد نے ہلا کر باغیر لیا چپا بھی جس کا ہاتھ ہو گئی۔ راج کرشنا جیسے آڑ میں آدھ  
ٹپلے ڈھٹے سے آواز دیا۔ افسر کے بڑے، سلوٹ کیا اور مصفا خیرک  
نیٹام لوگ راج کرشنا کے استقبال کے لیے آئے تھے۔ راج کرشنا نے مدد ہان  
میں ہمیں ایک افسر سے کہا کہ وہ ڈھٹے میں بیٹھے ہوئے شخص کو پیرس کے سہارے  
میں باہر نکالے گا انتہام کہ اس نے مجھے میں چھوڑا۔ افسر تک اس کو کرنا

کر میں اس کے ساتھ چلوں اور وہ اس شخص کی تلاش میں اپنے آڑ میں رہے  
میری مدد کو گاہ جس کے لیے مجھے بیٹی کا سفر کرنا پڑا ہے۔ اس نے میلوں  
کھڑی ہوئی چپا ہانی سے مجھے گراؤش کی چپا نے بہت عاجزی سے وعدہ کیا  
کہ جیسے ہوئے ہم دونوں ضرور اس کے پاس پھیریں گے۔ افسر نے  
چند سی جلد اور اس کے ہادی ہی طرف متوجہ ہو گیا تھا میں نے اسے غلط  
بتایا تھا کہ میری قیام گاہ اور میں ہے۔ ہم نے اس کی ساری کی پیش کش  
بھی قبول نہیں کی اس اجتناب سے وہ کچھ ادا اس ہو گیا۔

پیرس افسران کی توجہ کے منظر تھے ہمیں کے متعدد سپاہی اپنے  
مقصود ہاں میں اس کے گرد گھمے ہوئے تھے۔ یہ انتظام شاید اس کی حفاظت  
بابت کے تحت کیا گیا تھا۔ وہ مجھے ہی اس ٹول میں چپا، ہم نے اپنے  
ل۔ آئیشن سے ابرو کے میں چپل کے ساتھ ایک بیٹھ پر بیٹھ گیا۔ دو دن سے  
ایک مل کے لیے آئے تھے میں جی جی ملانے میں بیٹھ بیٹھا ہوا تھا جب  
خیال آتا تھا کہ اب آ جاؤں گے کسی جی وقت ملاقات ہو سکتی ہے تو ہم  
میں خوف و لرزے گھٹا تھا ڈھٹے سے اتر کے مجھے ہر غصوں پر راجا جیسے ہی  
دوا دے ملنے سے آڑ میں ہاں ٹھوک ہاں بیٹھ کے جب بیٹی شکر  
مڑکوں پانچ مڑی اور یہ خیال آتا کہ اس میں سے کوئی نہ کوئی مڑک مڑا  
جاں تک جاتی ہوگی تو اصرار ہاتھ نہ ختم گئے چپا نے پریشان ہو کر  
مال دوا بٹ کی مڑک میں فاکس دیا چپل نے بیٹھ کے کہنے کے بعد  
اس سے پوچھا کہ کاش چپا ہے؟

”بیٹل کی ٹول میں اس کے آگے آؤ۔ اس نے مائل لیے میں کہا۔ اس  
کے بعد تلاش میں نکلیں گے میری طرف سے دل مان رکھو۔  
میں نے اس کا جواب دیا ہے؟“ میں نے سب سے پہلے  
”ہاں کا نام لگایا ہے میں دوا کے علاقے میں رہتا تھا پانچ سال  
لاہور میں رہا ہے۔ تلاش کرنے میں دیر لگ سکتی ہے اس ٹول میں سامان کچھ  
کا اور کچھ بیل کے ڈھونڈنے میں لگیں گے۔

میں نے اس کی بات مان لی۔ چپا کی باتوں سے اعزاز ہوا تھا کہ  
اب وہ کوئی غریب نہیں کرے گی وہ اس علاقے کے ٹولوں کو جاتی تھی۔  
میں نے خود اس کے کہے پر کرنا دیکھی تھی میں ایک کسی منزل پر ٹول کے  
دوا سے آ کر دوا پر سیرس کے پاس اچھی رقم لاتی تھی۔ اتفاق سے ٹول میں ایک  
کٹاؤ ہلاکار اور دوسرا کڑا خالی تھا کہ میں اسے چپا نے مجھے شہر دیا کہ  
میں کچھ دوا کر لوں اسے میری طبیعت اچھی معلوم نہیں ہو رہی تھی اس کے  
لئے میں نے اپنے آپ کو بھجوا دیا اس سفر کی گزشتہ سائے ہوئے تھے۔ ہم  
چپا چاروا تھا چپا ہانکے بال بھرتے تھے دواں آتی پھر میں نے بھی اس  
کی طبیعت میں نے مددی مددی جسم پر پانی ڈالا اور کچھ تبدیل کر کے کابھ  
مجھے چپا نے ننگا لاتی تھی۔ ٹول کا یہ لڑکے کے بیڑوں کے نزدیک فز  
پر تھا چپا نے چپا لاتی تھی یہ میں اسے نہ جانے کس طرح ایسا کام کر رہا تھا کہ  
چپا صاحب میں ہم صاحب تھے ہر کسی کا دوسرے ہوا تھا چپا نے  
اپنے تعلقات کی بابت سے ہی جی شائیں دوا سے پھر کھڑی ملے کوئی  
کے تو پہلا اطلاع دی جائے ضرور۔

پیرا چپا کو چپا نے مجھے چپا کے بل کے دی اور کچھ ٹول میں لپٹے  
کے لیے کہا۔ اب چپا اسے تلاش کرنے سکھاتے ہیں میں نے اسے اس کے بل  
۔ جلدی مدت کو اس نے بتلایا ہے میں نے کہا۔ جلدی میں کا پھر گستا  
ہے۔ تاہم اسے اسے تلاش کرنے کی کے لیے کیا ہے۔ ہم نے جلدی کی تو  
کھٹک سکتے ہیں۔

”مجھے تو ایک بل گزرا نامی شکل پر رہا ہے۔“  
”تم میں سرگردانی باتیں مجھ پر چھوڑ دو۔ مجھ کو تم بھی بیٹی نہیں  
انہرے ہو کر مجھے مجھے تلاش کر رہے ہو۔ بڑے ذہنی سے بولی۔  
”مجھ کو کب؟ کب تک؟“ میں نے دھشت سے پوچھا۔  
”تم کو اس طرح باتیں کر رہے ہو جیسے باطل کچھ میں جانے تو ہرگز  
خاک لڑکوں کے ساتھ بلا فائدہ ہے۔ آئے تھے ان لوگوں کے مزاج سے تو  
انتہا گھمے۔ وہ شکایتی لیے ہیں بولی۔  
”یہ کون لوگ ہیں؟“  
”وہی لوگ ہیں انہی جیسے کوئی بل کوئی چپا، کوئی کرنا کوئی طاقت  
لگ رہی ہیں بل میں جلدی ہوئی ہے۔“

”میں نے اسے اسے تلاش کرنے سکھاتے ہیں میں نے اسے اس کے بل  
۔ جلدی مدت کو اس نے بتلایا ہے میں نے کہا۔ جلدی میں کا پھر گستا  
ہے۔ تاہم اسے اسے تلاش کرنے کی کے لیے کیا ہے۔ ہم نے جلدی کی تو  
کھٹک سکتے ہیں۔

”مجھے تو ایک بل گزرا نامی شکل پر رہا ہے۔“  
”تم میں سرگردانی باتیں مجھ پر چھوڑ دو۔ مجھ کو تم بھی بیٹی نہیں  
انہرے ہو کر مجھے مجھے تلاش کر رہے ہو۔ بڑے ذہنی سے بولی۔  
”مجھ کو کب؟ کب تک؟“ میں نے دھشت سے پوچھا۔  
”تم کو اس طرح باتیں کر رہے ہو جیسے باطل کچھ میں جانے تو ہرگز  
خاک لڑکوں کے ساتھ بلا فائدہ ہے۔ آئے تھے ان لوگوں کے مزاج سے تو  
انتہا گھمے۔ وہ شکایتی لیے ہیں بولی۔  
”یہ کون لوگ ہیں؟“  
”وہی لوگ ہیں انہی جیسے کوئی بل کوئی چپا، کوئی کرنا کوئی طاقت  
لگ رہی ہیں بل میں جلدی ہوئی ہے۔“

”میں نے اسے اسے تلاش کرنے سکھاتے ہیں میں نے اسے اس کے بل  
۔ جلدی مدت کو اس نے بتلایا ہے میں نے کہا۔ جلدی میں کا پھر گستا  
ہے۔ تاہم اسے اسے تلاش کرنے کی کے لیے کیا ہے۔ ہم نے جلدی کی تو  
کھٹک سکتے ہیں۔

”مجھے تو ایک بل گزرا نامی شکل پر رہا ہے۔“  
”تم میں سرگردانی باتیں مجھ پر چھوڑ دو۔ مجھ کو تم بھی بیٹی نہیں  
انہرے ہو کر مجھے مجھے تلاش کر رہے ہو۔ بڑے ذہنی سے بولی۔  
”مجھ کو کب؟ کب تک؟“ میں نے دھشت سے پوچھا۔  
”تم کو اس طرح باتیں کر رہے ہو جیسے باطل کچھ میں جانے تو ہرگز  
خاک لڑکوں کے ساتھ بلا فائدہ ہے۔ آئے تھے ان لوگوں کے مزاج سے تو  
انتہا گھمے۔ وہ شکایتی لیے ہیں بولی۔  
”یہ کون لوگ ہیں؟“  
”وہی لوگ ہیں انہی جیسے کوئی بل کوئی چپا، کوئی کرنا کوئی طاقت  
لگ رہی ہیں بل میں جلدی ہوئی ہے۔“

”میں نے اسے اسے تلاش کرنے سکھاتے ہیں میں نے اسے اس کے بل  
۔ جلدی مدت کو اس نے بتلایا ہے میں نے کہا۔ جلدی میں کا پھر گستا  
ہے۔ تاہم اسے اسے تلاش کرنے کی کے لیے کیا ہے۔ ہم نے جلدی کی تو  
کھٹک سکتے ہیں۔

”عرفت جگ تھیں بدلتی لوگ بھی جملہ ہوئے تھے میں سب ایک ایک  
تراویں مت رکھو۔ میں نے ناراضی سے کہا۔ میں لوگوں سے تھا واسطہ  
پڑا ہے لوگ عرفت دی نہیں ہوتے۔“

”میں اسے سب یہ ہیں ہے۔ وہ وضاحت کر رہی تھی۔  
”مطلب کچھ بھی ہو میں نے اس کی بات کاٹ کے تھے اس کے کہ ایک  
شخص ملے گی آؤں گا میں نے دوسرا شخص نیٹا، پڑھتا ہے ہم دونوں  
کو ایک ہی خانے میں رکھ دو یہی ہو چپا ہانی لڑاں بھال کے بات کیا کرنا تم  
نے عرفت نہ شے اور گھلے کو دیکھا ہے۔“

”تم تو مجھ کو میری عقل لاری گئی ہے۔ وہ حققت سے اعلان بات کچھ  
کنا جاتی ہیں کہ چپا ہانی میں میری بات سے تمھیں تکلیف ہوئی؟“  
”تکلیف کھٹک کا چپا ہانی اس جیلانے میں نے اگاری سے کہا۔  
”کچھ نہیں تم سے یہ کنا جاتی تھی۔“ انا سیرت سے بولی کہ میں  
ذرا اس سے لگا رہا ہوں۔ تھا راج دور ملے مجھے ایک سال میں خودی  
بہت واقعت ہو گئی ہے۔ اول تو اچھی سمجھتا تھا پھر ان کے بل جانے  
پران سے خیر و کاپڑ پھر انھوں نے اسے کہاں سے مال کیا تھا ایک  
شکل کا ہے مجھے ڈر ہے کہ تم اس لیے ملے دیکھ کے کھڑا ہوا ہے اس  
لیے میں جاتی ہوں کہ وہ ان کا سرخ شکل دارم میں بل کر رہی ہیں  
ان کے سامنے تمھیں لے جانا نہیں جاتی۔ وہ فائدہ کا ذکر کرتے وقت  
تھا لڑاں انھیں کر کے نہ جانے کس طرح اس کا ذکر کر رہی تھے بد وقت  
نہیں ہوگا۔“

”میں خیر و کھٹک جان کے دب میں دیکھ کے زندہ رہا۔ مجھ سے  
زادہ بد وقت کس میں ہوگی جو گا لی تم نے جی ہے جو ملانے لگایا ہے  
چپا ہانی اس سے زیادہ کا امکان نہیں ہے۔“

”میں بل خا گراہ ہے کہ میں آج کس کسی لڑکی کو اس کے گھر سے  
گھسیٹ کے بلا فائدہ نہیں لے گئی تھی تو کہیں کو اور حواڑ کے کوئی  
ہوں گے اس لیے گھڑا میں جانے کا راستہ تیس روگیا تھا کھٹک نہ جانے  
کس طرح لگا ہے اور اس کے ساتھیوں کے قبضے میں آگئی تھی میں نے دب  
اچھی طرح دیکھ دیا کہ میں نہیں تو کوئی اور اسے خریدے گا تب میں لگا لے  
کے ہاتھ میں قبضہ تھا۔“

”ہونہ۔“ میں نے نفرت سے کہا۔ تمھاری کوئی غلطی تھیں لڑاں میں تھے  
طلب گار موجود ہوں تو سوداگر اپنا مال بھی لے جاتے ہیں چپا ہانی  
چپ ہو گئی۔ چپا کے چپا ہانی اس کے ہاتھ میں کھڑے لگی۔ انہوں نے  
دو موٹے موٹے قطرے گلوں پر ٹپٹے لگے۔ میں ہاتھ سے ساتھ میں ہوں گا  
کچھ لڑلے گا میں وہ بھیجوں گے کہ میں ہاتھ کا دوسرا ہاتھ متعلق کوئی دہی  
مل اور وہ جی بھیجوں گے میری آواز پھونکے گی۔ تمھاری ہی کوئی

”میں بل خا گراہ ہے کہ میں آج کس کسی لڑکی کو اس کے گھر سے  
گھسیٹ کے بلا فائدہ نہیں لے گئی تھی تو کہیں کو اور حواڑ کے کوئی  
ہوں گے اس لیے گھڑا میں جانے کا راستہ تیس روگیا تھا کھٹک نہ جانے  
کس طرح لگا ہے اور اس کے ساتھیوں کے قبضے میں آگئی تھی میں نے دب  
اچھی طرح دیکھ دیا کہ میں نہیں تو کوئی اور اسے خریدے گا تب میں لگا لے  
کے ہاتھ میں قبضہ تھا۔“

”ہونہ۔“ میں نے نفرت سے کہا۔ تمھاری کوئی غلطی تھیں لڑاں میں تھے  
طلب گار موجود ہوں تو سوداگر اپنا مال بھی لے جاتے ہیں چپا ہانی  
چپ ہو گئی۔ چپا کے چپا ہانی اس کے ہاتھ میں کھڑے لگی۔ انہوں نے  
دو موٹے موٹے قطرے گلوں پر ٹپٹے لگے۔ میں ہاتھ سے ساتھ میں ہوں گا  
کچھ لڑلے گا میں وہ بھیجوں گے کہ میں ہاتھ کا دوسرا ہاتھ متعلق کوئی دہی  
مل اور وہ جی بھیجوں گے میری آواز پھونکے گی۔ تمھاری ہی کوئی

”میں بل خا گراہ ہے کہ میں آج کس کسی لڑکی کو اس کے گھر سے  
گھسیٹ کے بلا فائدہ نہیں لے گئی تھی تو کہیں کو اور حواڑ کے کوئی  
ہوں گے اس لیے گھڑا میں جانے کا راستہ تیس روگیا تھا کھٹک نہ جانے  
کس طرح لگا ہے اور اس کے ساتھیوں کے قبضے میں آگئی تھی میں نے دب  
اچھی طرح دیکھ دیا کہ میں نہیں تو کوئی اور اسے خریدے گا تب میں لگا لے  
کے ہاتھ میں قبضہ تھا۔“



غلطی نہیں لگا ہے کسی بھی کوئی غلطی نہیں غلطی تو ان ہی عیسویوں کی.....  
 مجھ سے آگے بڑھنا نہیں لگا۔  
 ”اب تم سے میں کیا کہہ سکتی ہوں تمہارے سامنے موجود ہیں۔ اس کا نذر نہ لگا  
 برا تھا۔“

”چلو اٹھو“ میں نے پانچویں درجہ تک پہنچنے کے لئے اس سے دعا کی کہ وہ میری تعلیم کو ختم نہ کر دے۔ صبح صبح کلاں سے اٹھتا ہوں اور کلاں کے لئے روانہ ہوں۔ صبح صبح کلاں سے اٹھتا ہوں اور کلاں کے لئے روانہ ہوں۔

یہ ہر ایک کام کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ وہ روز و رات بولتی ہیں۔  
 اس سے اعلیٰ اہل اہل کی ہر عمر پر خیال ہے کہ گویا کہ وہ گویا کہ جو نہ  
 کے بجائے ہیں بلکہ یہی ہوں ہر عمر کے کہ وہ ہوں کہ ان کے گویا کہ  
 آسانی سے مل رہا ہے۔  
 ”عمر“ عمر ایک ہر عمر ہے۔ یہی ہوں کہ ان کے ہر عمر کہ وہ۔

اُس کا مطلب یہ تھا کہ سپٹے برلن والوں کو ملے ہوئے ہر کام کو گروں کو کس سے بدنام محض  
کل تلاش ہے جو یہ وہاں اس کے قریب اور بڑے ہے۔ چاروہا چاروہا باقی آبادہ  
جو گروں اس کے لئے بڑے بن گیا تھا۔ ایک بار بڑے بڑے عورت کے ساتھ گلاب پیسے  
دلی کا پتہ پوچھنا میوہ بیات تھی چپا کے بیان کے مطابق برلن کو ایک  
بڑا رہا۔ ہر گلاب سے اس کے رابطہ کا ذریعہ تھا قادیان اور ہر برلن جو اس کے  
پسے شہر کا چکا تھا اس لیے چاروہا دوسرے جس کے رابطہ قائم کرنا چاہتی تھی۔ وہ  
تمام راستے بنے سمجھا کر رہی کہ گلاب لے کا سامان ہر جہان تے کہیں ایک ہفتاب کو  
قادیان میں کھولیں لہذا پتہ تو معلوم نہیں تھا۔ اتنا معلوم تھا کہ وہیں کچھ سمجھنا تھا بلکہ ایک  
پیشانیہ ہے کہیں والا شاید جان رہے کہ کہیں مختلف علاقوں میں گھماتا رہا اور خود  
ہیں ایک ایک ایسی جگہ گیا، جہاں چھوٹی بڑی بلڈنگیں ایک دوسرے سے پیچھے گری  
بڑی بڑی عین بلڈنگوں کے درمیان گھسنے والے علاقوں میں تھیں جس سے کسی کو لڑائی  
قریبی زبان فروش کی دکان پر ایک شخص خاص توڑوں سے سکڑا ہوا تھا جس نے اس  
پاس پہنچ کے جب اس کے لئے گلاب لے کا نام آیا تو وہ اس طرح بگڑنے لگا جیسے  
میں نے کوئی بہت طاقت کی بات کر دی ہے۔ پھر مجھے جواب دینے کے بجائے  
اس نے پڑائی کو مخاطب کیا۔ سننا ہے مجھے سنا ہے جھوٹا کہ اس کا نام ایسا ہے  
گلاب لے کا۔ اس کو پھر کا پڑائی بھی اس کی نہیں میں شال ہو گیا، دولہا بڑا  
مجھے سے بڑے ایک دیکھتے تھے اور میرے ہتھے۔

”اے! سنتے کیوں برا کیا تمہارا دماغ خراب ہے؟ میں جولو چھتا ہوں، اُس کا جواب دو۔ مجھے اُن کے برتاؤ پر غصہ آگیا۔“

ملے جاتے اچانک اُس کی منہس ٹرک گئی اور انھیں ڈال ہو گئیں۔

۱۰۰ بابا بلو! جہاں ہمارا ستہ سنبھال دے چوڑی میں نے کسی قدر مفاہمت سے

کہا: "واؤ! میں اب کلابہ کا نام کرتے ہو، وہاں سے دوکان بڑھ گیا، اب اس کا اثری ایڈر نہیں چلتا، یہ تو بسا ہے، بسو اشیر کا بچہ، اس کا ایم ایس بیو چھے تو تیرا مناس۔" دوسرے شخص نے تاجر کو دیکھ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے شیر کا بچہ

بناتے ہوئے کہا: "گرتا ہے۔"  
 "گلابے اب کہاں رہتا ہے؟"  
 "وہ سلا کیس فیس میں بیٹا ہو گیا"  
 دینے سے پہلے دکان پر کھڑے ہوئے شخص نے

”ہر اس شخص کو تلوں میں بہت غور سے تے ہیں اس کا پتہ پانڈو  
۔ اُس بھڑے کا پتہ۔ اے چچا سیٹھ!“ وہ پوٹائی کو غائب کیا  
پھر بیٹے لگا بھیج کر کہے کہ اگلے کا انداز بس پتا نہ دے دیکھ اس کے بلوار  
”مٹانے والا اب اُور دا چیری میں تھی کرنا پھرتا ہے۔“

میں ان کے پاس سے پہلا ایکسٹینڈر کے علاقے کی طرف  
 چلے گئے۔ پڑاؤ میں اور اس کی دکان پر کھڑے ہوئے۔ شہر کے آگے  
 کرتی تھیں کہ علاقے کی کوئی خاص بات ہم پر نہیں کیا ہے  
 مگر اب وہ ایک چھوٹے سے علاقے میں محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

[illegible]

کودیا کا ایک رنگ جو رہے وہ مجھے نکالے گا یہ نشان بڑھنے کے لیے  
 بڑھایا ہے۔ لیکن اور گندمی جی گزرتی ہوئے دماغ چھانچا تھا۔ وہاں نور  
 گوشت کی انھوں نے میرے اندر سس سے بڑھ لےوا تھا کیا۔ میں ہی بے کلام  
 ہو رہا تھا کہ وہ آواز بات کرنے کے لیے منتظر کر رہی کہ اس کے پاس

وہ مجھے سے کسی کدے پر ہاتھ رکھا میں نے ٹوٹ کر دیکھا کہ جہاں اس کا  
 اور اپنے ہاتھوں کی تہوں پہنے ہوئے ایک چھپرے جسم اور اس کے دنگ کے  
 تکیوں نے فوٹوں کے جیسے گھور ہاتھ اٹھائے کیا ہے؟ "اے میں نے سننا کہ وہ جہاں  
 ایک چھپرے کے اس کا ہاتھ رکھنے کدے سے علیحدہ کیا میری اس حرکت سے

کے جوڑ باہر نکل آئے۔ یہیں کہ راکٹا ہے؟ وہ خوشنیت سے ہلکا  
 "گلا بکے کر" میں نے بے پروائی سے کہا۔  
 "گلا بکے کر" وہ ہاتھ جھکے ہوئے کہہ کر سے آیا؟  
 "کھلتے" میں نے سرسری جواب دیا۔ گلابا کاھر ہے؟

دو دو سالہ ایدر اب کیڈے بنے مالا جیل میں پڑا سڑتا ہے اس کا نام  
کلمی کھا گیا، ابھی تم اپن سے بات کرو اکھا جالی اپن دیکھا ہے۔ بڑا کیا لگتا ہے

۴۰۰ چیل کب گیا؟

ابھی بہت دن ہوئے وہ سر لہجھاتے ہوئے بولا۔ لمبا ہالی رے پر

یہ سب بدباب کے دوا اٹھ مائے جولایہاں ہے؟

۲۲۔ اچھی کتاب ہے کی بات چھوڑو! کتاب ہے کو دھند ایک دم غلاب ہو جائے

ان کا انعام سخی ایک منہشن ایڈ آؤڈون ٹو تھی ہر گیا کا با سالہ چرس  
کھانے کا تھا۔ آؤڈون بنی ماں کے گھر میں کیا خود کھا، جو کھا۔ اپن سالانی  
موجبت اہم تھانے۔  
میں اس سے بات کر رہا تھا کہ، ڈاک ٹوٹنے کے ساتھ ایک بگ سراس

بکھری ہیں پیچھے مراب کے ذکر سے میرے مخاطب نوجوان نے آپ کے کہنا،  
ہنوز سے سنی بھائی لیکن چیلنے نصاب تھا، تھی حق، نوجوان نے ہنر  
کھیلے ہیں نے چپا کے پاس اس کے گالے کے بائیں میں بتایا تو اس نے کچھ  
سوچ کر ایک افسانہ لکھ کر دیا۔

کہ وہ اسے میں جانتا تھا۔ یہی بہت برا غصہ تھا۔ فردوسی میں کہ قاتل جو فکر  
 لوگوں کے ایک دوسرے ملاتے کے لوگوں کا ازہر میں جو غم جو غم میں بہت سے لوگ  
 ہوں گے جو لوگوں کے ساتھ ہیں جو مانتے ہوں گے۔ میں نے پہلی ہی اس  
 زونوں کی ایک جھلک دیکھ کے اسے نظر اکر کے اس کا کشتہ اس کا ہتھیار دیکھ

یہی آٹھ لے آیا۔  
میں نے انہی کے ساتھ میں کچھ اور آگے بڑھ گئی تو جہان نے سنیاں  
کھلے میں دکھایا جو عورتوں کے جسم پر نہیں رہتی۔ سب پر کچھ عورتوں  
کے طرح کی تھیں۔ انہیں جہان جہان کے گلوں سے ملے تاکہ اپنے جسم سے

اسی کی کتاب برکت ہے جو اپنی زندگی کا بڑا حصہ گزار کر کتابتِ مفسرہ کو ملے  
 اور ان کی شخصیت خدا اور زمین کی مخلوق کے درمیان گہرا پیوند کے مال  
 کی ہے۔ سن ۱۹۷۰ء کے تھے۔ اب کئی کئی جگہ جھگڑا برپا ہونے لگا تھا۔  
 باہمی کے لئے دجے اپنے آپ کو کیا تھے تھے۔ کسی سے مزارت

[illegible]

نصرت سے ملان چکر پڑو لایے تھے علم نے مجھے اپنے برابر کے مثل  
 بنایا میں نے اس کے سامنے غلامی اور اے کا نام لایا تو دہنہ ہو گیا  
 اچھیں ملن بند کر لیں میرے فیض پر پھوٹا ہو چکر کا دھول کوتری سے  
 کہتے تھے مجھے لایا کون اور انا قصہ ابتر تو ہے کہ اکابر ملک

نہجائے ایک صاحب کا چہ پر پھنسا ہے۔

یہ کہ پتا ہے ہرے ہرے جوار میٹھ کر رہا ہے

ملک پر چس لیں گے۔“

ابھی میری مدد نہیں کریں گے۔ میں نے شکایت کی یہ غیبتی کے

یہاں کے کہیں معلوم ہوتے۔ مذاق مت بھیجے

تو میری معیشت دُور ہو سکتی ہے۔  
وہ ایک آنکھ بند کر کے تجھے  
بوسے میں لوگوں کا پتہ جانتے ہیں اُن  
کے زہر کا لہجہ ہے۔

سنا ہے ڈر کے پرنا بھاگ گیا تھا اب پرنس  
فیل بھی چھایا تھا اور لوگوں کو کیا تھا اس  
سارے کام ہی نہیں جانتے تھے یہ کون

میں نے انکار کر دیا کہ میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔

وہ برہم ہو گیا۔ غیبیۃً! اہم سے  
 کو کسی چھو کر رکھی۔ اکثر فوں یا کل پسند  
 ۔ آپ تو ناراض ہو گئے، دیکھ رہے  
 نانی اندر مٹی ہے۔ میں نے کوئی ایسا

میں نے کہا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ وہ میری بہن ہے۔

”اے جلیا، یہ اعظم دا واس ہے۔“ درودھا

ہم نے یہی سوچا کہ اگر وہ اس قدر اہم ہے تو اس سے کچھ بہتر کچھ بہتر ہوگا۔

ب کیا لہ لوشے کی سمجھ میں پاست اگئی ہے

دو ایک دو بھری کا بدل نکال کے ایک دو

وہاں تک کہ وہ شخص زندہ جانے لگا اور وہ

ان دنوں جب گلاے کے ساتھ نئے میں رہا

نچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: جس نے



























اُس کے ہاں منہ سے دانت سفید چھوٹے چھوٹے اور لُش و لگاڑ تکیے  
تھے۔ بقول میں شوقی تھی۔ وہ بات کہ فنی قودا خوں کے ساتھ مڑھوں کا کٹنا  
گرفت بھی زرا سا نظر آتا تھا کچھ اچھے اُس کے لیے کان، بقول اوداس قد  
قرت سے الجھن ہونے لگی۔ رستم کی گفت گے کے دوران میں لالچ کرشنا  
بار بار میری طرف دیکھ لیتا تھا۔ سچہ اچانک اُس نے گھڑی دیکھی۔ اُسی لمحے رستم  
میرے آٹھنے گھر کرشنا نے انھیں زبرد کرنا کہا مگر رستم کی شیش گے۔ وہ  
تینوں دور کی ایک ریز بلکہ گھینچے۔ نوہیں چلتے چلتے اُس کو کرشنا کو  
ہمارا وعدہ یاد دلانا نہیں بھول۔

مجھے ایسی حالت میں تعین رکھنا چاہیے تھا وہ عورت بھی تعہد کی کوئی عذر نہ  
 نہیں تھی مجھے اندیشہ تھا کہ اس کے ساتھ نہ رہیں اس لئے اسے تنہا لایا  
 بہر حال اس کو اپنی میں قائم نہ رہے نہ تو مجھے آدی تھے ہیں کہ اگر مجھ کو  
 نہیں چاہتے تو اس قسم سے کہو کہ چھنے پر مار میں کروں گا لیکن ایک درخواست  
 ہے کہ تم میرے لئے نہیں رہنا اور اگر اسے تو سمجھو مجھے عرصہ میں رہے  
 گا دوسری درخواست ہے کہ مجھ سے کسی قسم کی اہمیت میں نہ رہے مجھے  
 میں اس بات کی ضرورت اس لیے کہ رہا ہوں کہ یہاں تعین کوئی نہیں جو میں نہ  
 اگر تم مجھ سے کسی فرائض کا ادا کرنا کر کے دے لیتے دکھ دو میں شریک کرنا  
 تو مجھے خوش ہوگی میری دولت ہے تم پر کوئی پابندی نہیں ہے میرا دماغ  
 کہ تم جب تک خود نہیں کرو گے میں تم کے اس معاملے میں دخل میں نہیں آؤں گا  
 - کوشش نامی آئینی انھوں سے برداشت نہیں ہوا میں اپنے آپ  
 سے ڈرتا ہوں میرا خیال ہے کہ اگر میں یہاں رہا تو آپ مجھ سے عاجز آجائیں  
 گے آپ نے آج کچھ ہی کیا کہیں نے راسخ ہوا میں آپ کے غلام ہوں  
 کے سامنے چپ رہے کہ آپ کو کتنا خیر ہو گیا ہے میرے کئی کئی لوگوں نے یہاں  
 ہی نہیں ہے میں نے کچھ سنا چاہتا ہوں نہ بولنا

[illegible]

وہ راج کرشنن سے متعلق بات تھی، اس کے قاتل افسر نے ایشیائی کاغذ  
 کر رہے تھے اور شروع سے یہ بتھے کہ راج اور اس وقت میں یہ پہلی  
 شاید راج کرشنن سے ان بات مان لی بیگم ختم ہوئے ہیں وہ بیگم  
 وہ لوگ چلے گئے تو راج کرشنن میرے پاس آگیا اس کے ساتھ







جنس جوئی، جنس تھوڑی، سب ایک ان کے لیے لکھائے، پھر اس کی  
 نشی، انھوں کا نشہ بڑھ گیا وہ دھوپ کے ترغ پر نہ تھے، جسے کھینچنے کی طرح  
 پکھنے گئیں، اس نے ان پر پکھل کا دھواں غلاف چڑھا دیا، پھر انھیں کچھ  
 ادوا اثر لکھ کر دیں، وہ بھی کسی استاد سے زیادہ مہر مہر معلوم ہوا۔ اس کے  
 ساتھی پر تو نے کھڑے تھے اس کے ایک اشارے کی دیر تھی، میں نے نیز  
 مہر مہر سے بچ کر دھکی جی میرا اور تھا کہ ضرورت کے وقت پرچ آدھی کر کے  
 اس سے جاقو کا کام لوں گا چائے دلا، سٹھ امثال سے باہر لایا تھا۔  
 ستانے نے اپنے بائیں جانب کھڑے ہوئے ایک شخص کو بار کا اشارہ  
 کیا وہ قہر قہر میں سے ریل پر گولا، عمر میں مجھ سے زیادہ تھا، اس کے  
 اعضا میں لپک نہیں تھی، چہرہ بھی بے رحمی کا غماز تھا، صرف ایک لمبے  
 میں وہ میرے دوسرے درمیان موجود تھا، میں نے نیز ایک طرف دھکیل دی اس کے  
 اپنے ہاتھ میں، باہر جاقو اپنے ساتھیوں کی طرف اچھال دیا، کچھ کہتے  
 ہاتھ میں جاقو نہیں تھا، میں نے بھی پوچھ چھوڑ دی اور کھڑا ہو گیا، اس کا اور  
 بیڑا فاصلہ بہت کم تھا، اس نے اپنا اشارہ تھوڑی سی اٹھا، تاکہ میرے  
 کان سے پھرب لگے، پٹری دار میں تھے زمین پر پٹھے، میں اس کی  
 ضرب کو روکنے کے لیے خود ہی پیچھے جھک گیا، چنانچہ جب اس کا ہاتھ میرے  
 کندھے پر پڑا تو اس میں اتنا زور نہیں تھا، جتنے زور کی توقع میں اس نے  
 اٹھا تھا، اس کا خیال ہو گیا کہ میں نے پیچھے جھکے گا، یہ ایک طرح کو قیامی  
 انداز اختیار کر لیا، لیکن میرا مقصد یہ تھا کہ وہ اوپر سے میرے کندھے پر ضرب  
 لگائے اور میں پیچھے جھکے اس کی بقل پر ضرب لگائوں، بقل کی ضرب سے  
 بہت سے لوگ اپنا توازن کھو بیٹھے ہیں، یہی ہوا جب بالکل غیر متوقع طور پر  
 میں نے زمین سے اوپر کراس کی بقل نشانہ بنائی تو وہ گھبرا اٹھا اور اچھل  
 کے ایک قدم پیچھے ہو گیا، قدم پیچھے کرنے کی محنت میں اگر غلط نہ کیا جائے  
 تو فریق کو پھینکے گا، زیادہ بہتر موقع مل جائے۔ وہ پیچھے جھکا تو میں اس کے  
 ساتھ ہی آگے بڑھا اور اس نے اس کا وارہی پر آڑا، ایک تھوڑی فرق یہ تھا کہ وہ  
 صرف کندھے پر ضرب لگے، لیکن جھکا جاتا تھا، میں نے اس کی گردن کے  
 جوڑ پر ضرب لگائی، وہ گھبرا ہٹ میں اٹھ، میرے ہاتھ میلنے لگا، جو  
 چھپتے ہوئے میرے سر اور پس میں گئے، جھلنے سے نصیحت کی تھی کہ زیادہ  
 ہاتھ پاؤں میلانے سے بہتر ہے کہ زیادہ ہاتھ پاؤں کھائیں، جو اس لیے نشانہ  
 کی تاک میں ہو جائے کہ جہاں ضرب لگانی تھی وہاں سے متقابل کا ہاتھ  
 فاصلے پر بھروسہ کرتا تھا کہ زیادہ ہاتھ پاؤں میلانے والا دیر تک قیام نہیں رہ  
 سکتا، بشرطیکہ متقابل کا وہی جان بوجھ کے اس کے ملے برداشت کرے، ہوا اور  
 مناسب موقع کی تاک میں، جو در نہ معاملہ اٹھا، ہوا جائے۔ ادنیٰ روانی تو حسن  
 افتیاد اور کوشش سے بہتر جاتی ہے۔ روانی کے دوران میں مکمل طور پر اپنی  
 ذات کے اضطرار میں رہنا چاہیے اور متقابل کو اپنی آنکھ کے حصار میں رکھنا  
 چاہیے، میں راجد اور تھوڑے تیرے بل بل کے اس کی ضربیں نہیں کھنکھاتا

میرا بھی اس کی ضرب میں پانچ جھڑپیں ہوئی تھیں، کہ آخر مجھے ایک موقع  
 ہاتھ لگا، میرا چھوڑا، پھر اس کی ناک پر چڑا، اس نے تھلا کے برق رفتاری  
 کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھوں سے میری گردن پکھنے کا ارادہ کیا، اس کی  
 یہی خواہش ہوئی جیسے کہ وہ جادو یا جادو کے کسی سے تھے، چونکہ اس کی  
 آنکھوں میں میری اس کے چہرے پر اجڑا جی، اپنا خون دھکے کے ادنیٰ پڑا  
 غری ہو جاتی ہے، اس کے گردن پکھنے کی دیر تھی، میں نے اپنا دھکیلا  
 ہوا سر اس کی غمزدگی کے محلے سے ہٹا دیا۔ اس کے منہ دانت آہیں پڑ گئے  
 جھکے ہوئے گئے، ایک ہٹ لاکھ ساتھ ہی اس کی گرفت کو روک کر، گھنٹی میں  
 کسی قہقہے کے بغیر اس کے بیٹ میں رکھا، اس کے پٹے تو اپنی گردن آڑا کر لیا  
 اسے پھر پھینکے گا موقع نہیں دیا۔  
 آگے میں توڑنے کے ساتھ جی ہی ہوا تھا، مگر اس کی غمزدگی سے  
 سر کے کھلنے سے تیارانی کے حلق سے کھنکھاتا، جو ہوتی تھی وہ ضرب اس ضرب  
 سے زیادہ شدید تھی، توڑنے پر پہلے لگتا تھا۔ یہاں سے ان کے ادنیٰ پڑا  
 غمزدگی ہو جانے کے باوجود مجھے پورے ضرب میں گھنٹی پڑی تب میں اس کے  
 حلق پر جادو پر ہاتھ ڈھنے، وہ گھٹنے لگا، توڑنے کے حلقے میں، شخص پر  
 وہ گھٹنا تھا، دانت پھینچ کر لپکتے تھے، ہاتھ تھامنے کی وجہ سے ہاتھ پھیر  
 بھی زیادہ آگے نہیں ہوتی تھی، اس کے آدھوں نے پھینکے تھے، نہیں بھڑکی  
 اس کی تکی میں پڑی ٹوٹ گئیں۔ پانی کا انداز بھی ٹوٹ گیا، تھوڑا سا دھماکا  
 چند منٹوں میں آٹھ پلٹ ہو گیا تھا، وہ شخص بھی آٹھ پلٹے، یہ واقعہ  
 رہا تھا، اس لیے اچانک ستانہ کے اشارے سے برہان کے دو ادنیٰ گئے، دونوں  
 پڑے، اپنی جانب کھینچے گئے، میری لاج رہ گئی، نصیب میاں ہوتے تو تھے  
 کیا بہتر اور بے ساختہ ہوتے، جب میں نے بیل میں کھائے تو گولا قہقہ  
 دیاں میرا ایک وارنی البیرو وارے سے موم کی آگیا تھا، یہاں ستانہ کے سامنے  
 بھی اتنی ہی جلدی اور تیزی سے فیصلہ ہو جاتا ہے، تھانہ اس کا ادنیٰ پڑا  
 جاتا تھا اور اپنے ساتھیوں کے قہقہے سے آزاد ہو کر دوبارہ پھیر لیا  
 کی تحریک تھا، مگر انھوں نے اسے پھینک دیا، اس کے رکھا اور اشارہ لگا  
 میلی تو لیا، اس کا خون آدھو جادو صاف کر دیا، مگر خون میں گولا  
 اس کے سر پر پانی کے جھینٹے ملے گئے اور اسے غیاں لڑائی مہانے پڑا  
 پانی اس کے منہ سے سرخ ہو کر وہاں آگیا۔  
 ستانہ کی آنکھوں کی نشی چمک گئی، جو بھی تھی اور اب اس کی  
 پوری طرح اوپر اٹھی ہوئی تھیں وہ اپنے ساتھی کی طرف متوجہ نہیں تھے  
 مسلسل مجھے گھورتے جاتا تھا، پھر وہ آہستہ قدموں سے میرے پاس آگیا  
 اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا، دیکھا اور ایک نعرہ لگا کہ بے گناہ  
 وہاں بازو کو لورہ یا اور اپنے گلے سے چڑھا، تاکہ میرے گلے میں نہ لگے  
 وہ جگہ گڑ گڑا، غمزدگی کے تین چار غمزدگیوں پر مشتمل تھی جہاں ستانہ

آدھوں کی محبت میں مجھے لے گیا، لیکن اس نے چوکی پر پہنچے برا بر کی  
 جگہ پر چڑھ کر ایک شست لگایا، آدھوں پر چوکیوں کی پٹیاں بکھری  
 ہوئی تھیں اور زبان میں ایک بڑی موم کی بیڑی تھی، ایک ایک انگلی اس  
 اور دودھ لکائی جی پانی میں دھکی جی، ایک اور شخص نے دودھ کا پھیرا  
 ہو گا اس مجھے پینے کے لیے دیا، ابھی میں نے صرف ایک گھونٹ لیا تھا کہ  
 اس نے گلاس بھستے داس لے لیا۔ پھر وہ گلاس باری باری تمام لوگوں میں  
 گھومتا رہا اور سب اس سے ایک ایک گھونٹ پیتے، میرے ساتھ ہی دودھ  
 لادو تقسیم کے بدلے گے، ستانہ مگر شست کے لیے لے گیا رکھا تھا۔ وہ  
 بہت کم کرتا تھا، اشارے سے زیادہ کرتا تھا، تاکہ آدھوں اس کی آواز گونجی۔  
 سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔  
 "تسے کا شتی! ابلی! آدھو دھنی لیا؟"  
 "ہی لیا، تو دونوں سر جھانپ کر پانی آواز میں لولے۔  
 "ہی لیا؟ ستانہ نے اپنی کھٹک دار آواز میں دوبارہ پوچھا۔  
 "ہی لیا، ستانہ آواز میں باز نہیں بیک وقت لولے۔  
 "ہی لیا؟ ستانہ نے تسے آدھو کی آواز میں پھر پوچھا۔  
 "جی استاد! آٹھ پٹیلے میں پھر پھیر لیا۔  
 ستانہ نے ایک ایسی جھل کی اور تھوڑے سے خاک بکے ہوئے لولوں  
 کھنکھاتا، کیا چاہیے؟ اس کی آواز میں لپک اور کھٹک تھی جیسے پتلی کا  
 دھکی لولہ لڑا ہو۔  
 یہ تھوڑی سی مرضی پر سب استاد! میں نے خود کو تھامے ساتھ باڈھ  
 ملے، میں نے بے زبانی سے کہا: میں اس شرم میں نہیں ہوں، میں نے تھارا  
 ڈاکڑا سمجھا، وہاں تو اس کوں سروا پھر گیا۔  
 "اپن کا ڈاکڑا میں ہی کیڑ نہیں ہے، تو نے اچھا کیا، ابدہ گیا، پر تھے  
 یہ کھٹکے کی کیا ضرورت تھی، سیدھا اپن کے پاس آتا، ستانہ شرمیلی  
 بھٹک لولا۔  
 میں نے سوچا، بیان بیان میں ٹام گئے گا، پہلے ہی استاد کو کھٹے  
 ہٹکے کے بتا دوں تو پچھلے ہے، شہر بہت ظالم ہے، کتنی ہی دن سے ہاتھ  
 پھیرا ہوں، پھر شرافت میاں پچھو کے نہیں گئی، کوئی ہمارے شرم میں آگے کھٹے  
 لے کر آگے پھرتے ہیں، یہاں تو تارا جیسا کھٹک نظر میں پڑی کرتے  
 لگاتے۔  
 ستارا حرا ہی ہے، ستانہ زبردستی سے لولا، تو نے ایڈر کے دیکھا ہوتا  
 لٹکے کی کھٹا کوئی چڑیا کا ڈول کر لیتی ہے۔ اپن لادو تھکے پہلی لٹو کچھ  
 کھٹا ہاتھ آٹھا، تھیتے پڑا، تھیتے ہی سوچا، ان سالوں کی تسلی ہو جانے، غیر  
 محال، سب کچھ اب یہ سب تیرے جانی ہیں۔  
 "اپن نے اسے کچھ نہیں لولا تھا، ستانہ! آٹھ پٹیلے میں تھاج کر لے  
 "پہلے ستانہ نے اپنی ضربیں انھیں امتر تارا جی پر لگائے، تارا  
 "تسے سے تھوڑا آگے اب اگر زبان کھول تو منہ سے کڑووں گا۔"  
 زبان ماسٹر تارے بڑھ کے استاد کے پاؤں پھولے اور تھک  
 سے مصلحت کے لیے طعنے لگا دیا، میں بھٹکے پاس ہی بٹھا ہوا، پھر سب نے  
 امتر تارا کا قہقہہ کیا۔ میرے پاس استاد کے پاؤں چھوٹا پھر مجھ سے  
 معاشرہ کرتے ہیں، ستانہ! اپنا نام سکندر بتا دیا تھا، ماحول میں انہیں تھکا  
 فہر چھپا، پراختا، وہ رقت رقت چھٹ رہا تھا، بہت دیر ہو گئی تھی، مجھے  
 ڈر تھا کہ میں راج کر شتہ آگے داس لگا ہوا، جب اسے پتہ چلے گا کہ میں  
 صرف قہقہہ ہاتھ میں گئے، کل گیا ہوں تو وہ میری تلاش میں کل کھڑا  
 ہو گا، میں ستانہ کے کہ چکا تھا کہ میں ہی میری کوششیں اس کی گھر نہیں ہے۔  
 اب اگر میں ہانے کی حیلہ کرنا تو سب کی بنائی خاک ہو جاتی، لیکن ظاہر تھا  
 کہ وہ کب اس کی طرح پھرتے، ستانہ مجھ سے اپنی کھٹا کوئی بھی  
 ملانہ ہو گا، لیکن پیشین گوئی تھی، مجھے اس سلسلے میں کوئی واقفیت  
 ہی نہیں تھی، اور میرا مقصد ان کے علاقہ میں رہنا تھا، اس لیے میں نے انکار  
 کر دیا کہ پہلے میں اسے علاقہ کا مازندوں کا پھیرے بتاؤں گا، ستانہ کی  
 ہی نشانیہ میں خواہش تھی کہ اس کے ساتھ رہوں اور ملنے میں اس کا  
 نایاب من کے آدمیوں کی شکل کرنا رہوں، وہ ابھی ریلے سے گاؤں کی قبلہ  
 پھر نہیں کر رہا تھا، پھر گھبرا، وہ ابھی مجھ پر کھنکھاتا، پھر گھبرا، یہ بات  
 سے وہ خوش ہوا، پھر اس نے سب کو اپنے اپنے کام پر جانے کا حکم دیا  
 مجھ سے ولی کے لیے میں پانچ لگے، لگے لگے جو معلومات تھیں وہ  
 میں نے وہی پڑھ کر دیں، یہاں سات سال میں اس کے رشک کے طرح کی بات  
 سے واقف تھی، چکا تھا اس لیے ستانہ مجھ پر کوئی شک نہیں کیا۔  
 جس شخص کے لیے دست زور تھے اور ان کا چھوڑی تھی وہ میری تھی  
 لکے آگیا تھا، ستانہ نے باقی دھڑ اسے بلا دیا، اس کا کام دیا تھا، دیر  
 کا چہرہ بچا ہوا تھا، وہ ستانہ کے قہقہے پر مجھ سے گلے مل دیا۔  
 رات لگائی، میں نے ستانہ اور اس کے قریبی ساتھیوں کے ساتھ  
 ہی کا کیا۔ کھٹکے کے بعد ایک آدھو نے اسے دوسرے کمرے میں چلنے کا  
 اشارہ کیا، ستانہ ڈر آٹھ گیا، میں نے کچھ میرے اس کا انتظار کیا، پھر پڑا، آیا  
 اور چوکی میں غرائی، اس کی ہمارے ہو گیا، میں نے یہ انتظار کر لیا تھی کہ  
 کوئی میرا قہقہہ آٹھیں کرے، جب میں خامی دور آگئی اور میرے  
 خیال کے مطابق اپن کا علاقہ آدھو لیا تو میں نے اتر کے بچے سے  
 قدموں سے فٹ اٹھ کر چلنا شروع کر دیا، یہ جگہ بہت گہرا تھی۔ ایک بڑا  
 میٹھی کی سٹور، ابھی ک کھٹا ہوا تھا، میں نے اس میں دھکی دئے، پہلے  
 اپنے ارد گرد کا اچھل کر جان کر تھوڑے کے فون کرنے کے لیے اسٹور کا رخ کیا۔  
 اسٹور کے ایک کونے آسانی سے فون میں کھنے دیا، لیکن جب میں نے ایک  
 دھکی دئے اس کے سامنے رکھا، اسے کاٹ کا قہقہہ لگے، اس نے میرے سامنے رکھ  
 دیے، یہ میری زندگی کا پہلا شیلی فون تھا، راج کر شتہ نے میری آواز سننے







جیل پڑے۔

جب ہم اندر داخل ہوئے تو اپنے پر جڑ نہیں تھی ہم لوگوں کے بیچوں  
کر کے ستانہ کے ساتھ تین آدمی تھے ستانہ کے سبے بازوؤں کا بوسہ دیا  
اور کرنا کا نام ملے طور پر تھپ تھپایا وہ دست خوش نظر آ رہا تھا۔ مجھے  
چھڑ کے بھی کہ پچھلے سے تیار کیے ہوئے جنگ کے پیلے بپتی کیے گئے  
تنبی ہوئی نرمان تھے اور کباب تیار تھے ستانہ کی یہ ستانہ زوری دیکھ  
کے کسی نے خوشامدنا آواز میں کہا: استاد! ذرا دیر اور تو کرو تو اس کی ناید  
اور لوگوں سے بھی کہ۔

یہ بڑا لوگوں کے لیے نہیں ہے اس سے توانائی جا میں گی تو یہ۔  
تو کہیں ہے ستانہ معمول سے زیادہ چمک رہا تھا ماس کی زبان بھی اڑھٹا  
برہی تھی۔

استاد! میں ذرا ایک سیکنڈ درشن  
آؤ ستانہ نے ہاتھ پھیل کے غمی سے کہا: آؤ آؤ سالہ! اُم بھی کیا  
یا کرو گے مہر جا میں گا تو سالہ! یا کرو گے رو گے۔ وہ چیخ کے بولا۔

ہم سب اندر کمرے میں پہنچ گئے۔ لڑکی چوکی پر پہلے سٹھہڑی تھی  
اس کے بدن پر ایک چادر ڈھکی ہوئی تھی ستانہ ڈھنگ ڈھنگ بوا اس کے پاس  
گیا۔ تہی ملاؤ اس نے منہ پر لٹکی رکھ کر بولے سے کہا۔ روشن کر  
مزید روشن ہو گیا ستانہ نے لڑکی کے ہاتھوں میں بیٹھ کے جیسے جیسے چادر  
بٹانی شروع کی۔ پھر غصہ ایک جھٹکے سے اسے کھینچ لیا میری آنکھوں میں  
ایمر چھایا گیا اور حلق میں مڑیاں جھپٹنے لگیں۔ وہ کٹنی رنگ کی ایک پری  
لڑکی تھی ماس کی عمر ۱۴ سال سے زیادہ نہیں ہوگی اس کا چہرہ شگنی کے  
سانچے میں ڈھلا ہوا تھا اور لورا بدن کسی جھٹکے کی طرح ترشیا ہوا تھا۔ گلیں میں  
لمبی آنکھیں تھوڑی طرح کھینچی ہوئی بال بباد اور اوڑھو اور بچھہ ہوئے  
وہ شب خوابی کا حد بہ لباس پہنے ہوئے تھی سانس تیز تیز چل رہی تھیں کہ  
کل رفس سب ایک ٹنگ دیکھتے تھے سب کی آنکھیں گنگ اور زبانیں دنگ  
تھیں ستانہ نے آنکھوں سے اس کے رخسار سسلانے اور ہڈیوں سے اس  
کے گیسواؤں سے پھر لپسے بدن پر سر سے تنگ اقتیلا سے ہاتھ پھیرا وہی  
آٹا میں کسی نہ منہ سے میٹھی بکادوی ستانہ نے لپٹ کے ہم سب کی طرف  
غصے سے دیکھا اور جھوٹ چاڑھ لڑکی کا بدن ڈھانچا پاپا جوت وہ  
ناگوری سے بولا۔

اسٹروٹس سے گریڈ ماسٹر نے چھوڑ کر اپنے ہاتھ سے بنالیتے ماسٹر  
قی لہجہ آواز کا بیتی ہوئی آواز میں بولا: ماسٹر! اول گھبرا رہے اسے  
اوپر پہنچا دو ورنہ.....

”جب وہ ستانہ نے ڈانٹ کر کہا: بس اسے اوپر پہنچا دو چھوڑ کر  
تھوڑی ماس کی طرح اس وقت تک یہاں بیٹھ کہ جب تک... ستانہ  
بولتے بولتے نہیں گم ہو گیا۔

استاد! چھوڑ کر! ان اوپر پہنچاؤں گا۔

”نئی ستانہ! یہ لڑکی کا بچہ دوسرے کمرے میں بھی تھا اسکا  
چھوڑ کر! کوئی پرم سے اوپر پہنچاؤں گا۔ استاد! ایک چانس دو۔  
”استاد! این پہنچاؤں گا! ایک دھم کلاس.....

”آئیں! میں ستانہ کی گرج جان فار سے وہ سب خاموش ہوئے چوکی  
نظر اسے تمام سالہ روز چھوڑ کر لے چکا ہے۔ ایک چھوڑ کر بچا نہیں سکتا  
وہ نہ کریں گا ہم سالہ سب کچھ ماس کا بیٹا ہے ستانہ باری باری سب  
پر غصے کی نگاہیں بھرنے لگا۔ پھر اس کی نظر پھر پھر گئی۔ میں الگ تھکا  
خاموش کھڑا تھا۔ ”اچھا! مسکرا کر اس کی آواز سے کمرے میں سنا گئی۔  
میری جھپکاپٹ پٹ اس نے وقت لیے میں مجھے اپنے پاس بلا دیا۔ اسے  
تو اوپر لے جانے لگا اور..... تو اس نے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا۔  
”اس کے ساتھ طے گا سلا پر سے پرستے گا وہ زہر میں سمجھا اسے اب تم  
سب سے ساتھ آؤ۔ ڈھائی بج رہا ہے اور وہ چوڑیاں تنگ کے مٹکی  
ہل گئی۔ آج ان دن کے ہم لوگ کے لیے خاص اختتام کیلئے ہے۔

اس کے اٹلے سے اس نے لڑکی کو کندھے پر ڈال لیا۔ جھپکی کی ہنسی  
چھوٹ گئی تھی غصے ہوا ہے میں ایک لاش اٹھانے سے بون فیدہ کی  
لائی۔ میں جلدی سے باہر نکل آیا بیٹھ سے میرا زب سے تھے میں نے اپنا  
چہرہ اس کے کپڑوں سے خشک کیا اور کراہتا رہا۔ اس کی لڑکی نے اسے  
چھوٹا تھا۔ وہ صدمہ بظاہر لاری تھی اور کراہتا تھا ایک بڑا جان تھا جھپکی  
تنبی بولے کے لیے فرخ پر ہا ہا چھوڑا سالہ اسوں والا درشن۔ لڑکی اگر  
جھپکی تو اس کی آواز بیکھرے تک نہ جاتی۔ سو کہ سے لپٹے گا وہ زور  
یہ روشن دان تھا وہاں ایک بستر کے سوا کوئی چیز نہیں تھی۔ ایک طرف سے  
کا تنگ حصہ تھا سلا باہر کھڑا رہا میں نے لڑکی کو بستر پر ڈالا اور اس کے  
بازو کی جھپکی لے کے کہتے ہوئے اس کے بال درست کیے۔ اس کے پیچھے  
وہ نہیں بیکھر سکتا تھا میں نے اس کے بال درست کیے۔ اس کے پیچھے  
رکھا اور گونگن کیا چادر ڈال دی۔ وہ بوشی ہی میں نہیں آئی کہ میں  
ساتھ کوٹھ پر سکتا تھا لیکن یہ بھی ذکر کر لیا کہ ستانہ نے اپنے دلے آدمی  
نے دروازہ بند کر کے باہر سے تالا لگا دیا۔ ہم بچے آگے۔ سلا پچھہ ہی  
میں رہ گیا۔ یہ کمرہ چھوٹے سے صحن میں کھٹا تھا اور صحن باہر جانے والے  
رات سے فوری تھا۔ ایک لمبی اسٹریٹ میں تھا محوہ غم بند رہتا تھا جس کو  
میں لگا رہا تھا اس کے بعد بھی کسی نہ تھے۔

صحن میں شور مچا ہوا تھا۔ لڑکیوں کی کھارک ماں ستانہ کے آدمیوں کے  
قہقہے صحن دونوں ہما کے ان کے درمیان بچھ گئے۔ سب سے سنا رہا تھے  
تھے تھے ستانہ کے پہلو میں ایک نوجوان لڑکی بیٹھی تھی۔ جھپکی آدمی  
اتنی مروتیں نہیں تھیں کوئی تین تین آدمیوں کے پاس ایک ایک طرف

قی ستانہ نے مجھے دیکھ کے ایک ستانہ لہو لگایا۔ پھر اس کے صحن پر میں  
اس کے پاس پہنچا تو اس نے میری گردن میں ہاتھ ڈال دیا اور اس کے  
پہلوں میں بھی ہونٹ لڑکی نے کچھ کھڑکی سے گال کا پیار لیا۔ پھر سے  
منہ میں ہوا میں نے اسے پرے کھینک دیا میری اس بات پر سب  
بے حیا جھپٹنے لگے۔ استاد! اسے تو شانتی کے پاس پہنچا دو۔ وہاں سے  
نیک کر کے لے آؤں نے انھوں کی طرح نقل کرتے ہوئے کہا میں یہ  
سب منڈا اور دیکھتا رہا۔ وقت آہستہ آہستہ گزر رہا۔

جانب کے قریب وہ نڈھال ہوئے گئے اور غور توں کو نوپنے  
کھسٹنے لگے۔ ایک ایک عورت کے پیچھے تین تین چادر دو دو ڈھکے  
اور طاس میں اسے چھریں چلے گئے ستانہ بھی چا گیا میں کمرے میں  
کھڑا رہ گیا۔ بیک سے پاس لڑکی میں تھی اما زما سے چاند نے ہون گئے۔  
کمرے میں چھڑی ہوئی ڈالیں آدھ کھائی ہوئیاں ماس پر سالہ کی جھپکی  
اندھیلے تیز جڑے ہوئے تھے چھوڑوں کی کچل ہوئی تھیں جو کچھ  
بھری پڑی تھیں بیل سیم ایک ہاتھ بنا ہوا تھا۔ اپنے ہاتھ پاؤں کسی دوسرے  
کے عصا معلوم ہوئے تھے میں آٹھ کے باہر جانے میں غالی پڑا تھا۔ سبھی  
لپٹے لپٹے کر لیں میں چلے گئے تھے۔ میں بے آواز چالوں سے زمینیں  
موت میں نہ سکتا تھا۔ سلا کے کمرے میں گیا۔ وہ دلواری سے نیک لگائے  
گونگن والے ہوا تھا۔ میں نے صحن کے ایک اندھیلے گوشے میں چھپ کر  
ایک اندھیلے گوشے میں چھپ کر ایک اندھیلے گوشے میں چھپ کر  
بڑوں سے اطمینان ہو گیا تو میں باہر جانے سے تھکا ہوا تھا۔ میں آیا مجھے  
صحن تھا کہ وہاں سے قریب کھڑا میں چوکی دار ستانہ سے راستہ روشن  
تھا۔ کھارک اس کے کمرے میں ایک رسی تھی۔ وہ رسی جھپٹنے سے اندھیلے  
کر لیں میں ٹن گشتیاں مجھے غمی تھیں۔ مجھے گشتیاں میری موجودی میں  
کمی نہیں ہی تھیں۔ دروازہ ایک زنجیر سے بند کیا گیا تھا۔ کٹھ سے میں  
اسٹہ کی بڑی بیٹھ ڈال دی گئی تھی۔ بیٹھ نکالے اور دفنی کٹھ اکھولے  
کٹھ سے بیک دریا کا کٹھ تھا۔ وہ اگر اندر جاگ رہا تھا اور میں گونگن  
کٹھ کے کھارک کے کھارک کے کھارک تو کام جگہ جگہ میں نے اسے آواز  
ملی۔ وہ شاہ اور کھارک تھا سٹ پٹا کے بلاتے کون ہے؟

چھڑکے نے دروازے سے سر نکالا میں تھا کہ میں نے اسے جھپٹنے کی  
ملکت نہیں دی میری پہلی ہی مرتبہ وہ اپنے پہلوں پر قائم نہیں رہا  
سلا کھسک کر میرے اندر کمرے میں لڑھک چلا۔ اس کے باہر میں نے  
میں جڑوں اور لگا کر اسے سب بچھا چھڑ میں دروازہ بیکھرے ٹن کی کرتے  
جھپٹنے میں سے ماس کی ایک خاص دروازے کے کٹھ سے کی بیٹھ لگائے۔  
میں نے جھپٹنے اور لگا کے حال کا کہ کام نہیں لایا بھی نہیں تھا۔  
میں کوٹ چھایا ہوا تھا میں باہر کی طرح جھپکا ہوا لڑکی پر لگا کر  
کٹھ کے باہر تھا۔ اس کی آواز کا لڑکی گرجا جاتی تھی کچھ تھیں میں نہیں آیا

کر لگا کرنا چاہیے وہاں کٹھ سے ہونے سے بستر خا کہ مجھے لڑکاؤں ایک  
جو ملے پر دھڑا اور لڑکیاں لڑکی ہوتی تھیں میں نے سوجھا کہ سب کیسی  
دلے ستانہ کو کھاتے ہوں گے میرے کٹھ سے کٹھ سے کٹھ سے کٹھ سے ایک  
کھسکی لڑکی کو کھایا۔ نہیں جا میں گا۔ وہ حقارت سے بولا۔  
”فنا دیر کو کھو گئے ہیں گا میں اسے اس کی کھسکی لڑکی سے  
سے کہا۔ ہاں نہ تک جانا ہے۔ ایک فوری اس کے ایک کھسکی بیاہ  
سے ڈاکٹر کو لانا ہے۔

اس نے منہ بنا ہوا کٹھ لادیا۔ جسے گھا؟  
”بس سوچو یہ میسے ہونے سے بے ساختہ نکل گیا۔  
”مجھے باور میں اس کے بارے کی نشست پر بیٹھ کر کہا تو میں نے  
ہاتھ میں لے لیا۔ کھسکی دلے سے ملاتے میں کون کون رہیں کی وہ  
تیز رفتاری سے مجھے ہانڈے لے گیا میری جھپکی میں بیس لپٹے نہیں  
تھے اس لیے مجھ کو کھسکی راج کرشنا کے شگلے پر غریبی پڑی کے کٹھ کے  
وہ حافظہ سہمی پوری طرح چوکتا تھا۔ ”غصوں سے بندھیں کھسکی  
آٹا میں لیکن جب مجھ پر نظر پڑی تو تذبذب میں مبتلا ہو گئے ہیں نے  
ان کے قریب جاکے مگر کوشی کی نہ تھیں والا حیا سے لپٹے ایک باہمی  
اعتیاد کا میسے ساتھ آیا۔ اسے میری نیت یہ بھی شبہ ہو گیا۔ ایک کھسکی  
کی ٹر پڑ کر کرشنا کا گون بنے ہوئے اندھ سے براہ اس کے ہاتھ میں  
تیز رفتاری سے دیکھی اس نے کچھ دیر جھپک دیا اور بے قرار ہو کر  
بیٹھنے سے لپٹ گیا۔

مگر اس پر کھسکیوں کی آمد رفت میں ابھی تیزی نہیں آئی کہ  
ستانہ کے آٹے پر جھپٹنے لوگ موجود سب متعلق کر لے گئے۔ اچھے  
فون کے راج کرشنا دروازہ ہوا۔ اچھے پولیس کی بھاری جمعیت تھی۔  
پھر دارا بھی ایک بے بوش پڑا تھا اور دروازہ کسی سے نہیں چھڑا تھا راج  
کرشنا نے مجھے اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ جب میں وہاں پہنچ کر اسے  
لڑکی کو اپنے کٹھ سے پر ڈال کے لار تھا تو میرے سر پر بار بار زہن سے کھڑ  
جاتے تھے۔ میں نے کسی کو اس کا چہرہ نہیں دیکھا۔ وہاں وہ بوشی میں لگی  
تھی اور اس کی جھپکیاں بندھی ہوئی تھیں میں سے کٹھ تھل دی کر ڈرو۔  
نہیں تم اپنے گھر واپس جا رہی ہو۔ پولیس فرائض تعقیب کے لیے آئے اپنے  
ساتھ لے جانا چاہتے تھے صحن میں نہ مل کر وہ بھی کھڑے گال  
سے بیکے پاس چھوڑ دال کو کمرہ میں کسی کو لے جاتا تھی نہیں لگے  
وہاں سے پولیس کی گاڑی میں چھایا اسے گھر پہنچانے وقت میں اس کے  
گھر کے اندر بھی گیا تھا۔ مجھ سے اس کے گھر والوں کے چہرے دیکھ گئے۔  
راج کرشنا کی گاڑی ڈرائیور چلا رہا تھا۔ خود راج کرشنا لگا  
ی میں وہ لگا کر کہا میں اسے وہاں موقع پر پھر گرفتار کیا کہ اس کو کوئی  
میں کرنے کا حکم دیا تھا اور کام خاص طور پر اپنی سحر جانی میں انجام دیا تھا۔







سال کی عین ایک کم سن لڑکی کو گھر سے لے کے فارم گیا تھا۔ اگر کراچ کرشنا کو یہ ساری باتیں جان میں سے کوئی ایک بات معلوم ہو جائے تو اس کے ذہن پر کیا اثر ہوگا؟ اگر وہ یہ خیال کرے گا تو اس کے احوال بوجھ ہوں گے۔ اتنی عزت کی کیا کرنا ہے کہ بعد سے جھٹ بڑا جھوٹ سمجھا جائے گا۔ میں نے پہلے ٹھیک فیصلہ کیا تھا۔ مجھے میں سے ملایا جانا چاہیے۔ اب بھی نہیں بڑھایا، میں خود وضاحت بھی نہیں کر سکتا۔ اگر یہ سب مجھ سے کیوں ہو گیا۔ مجھ سے موت ایک غلطی ہوئی تھی کہ میں نے ابا جان اور ان کی بچہ شہید کیا کہ وہ کورا کر میں باہر نکال دیں اس لیے میں کو کورا میں سے لے کے چلا آیا تھا۔ اگر میں میں بیٹھا ان سے رشتہ تھا تو شاید وہ میری ہمت مان لیتے اور کورا کو گھر میں لے گئے۔ لیکن آگاہ ہو جائے مگر وہ کیسے لے گئے اور میں نے کیا غلطی کی۔ جب تک کورا رہی اسے اور بچت نہ بنے۔ یہ ایک کمرے میں بند رکھا گیا تھا۔ تاکہ غلطی نہ لگے۔ اسے دیکھ سکیں اسے دیکھنے والوں سے کب تک چھپا کے رکھا جا سکتا تھا۔ ایک زندہ انسان کا کراؤ غرض ہوتا ہے۔ میں اسے غلطی نہیں کرتا کہ مجھے کورا کا خیال ترک کر دینا چاہیے تھا۔ میں نے جھگڑا جھوڑا آگاہا۔ ابا جان کی خاصیت یہ تھی کہ میں نے ہر بات کو رادوی مانتی۔ میں جواباً مگر مجھ سے بھی نہ بڑھتا۔ سوچو کہ ہوا میں اس میری مرضی کا کیا ثبوت تھا۔

میں نے فکر اٹھا یا اور کاندھ پر راج کرشنا کے ایک خط لکھا شروع کیا۔ کوئی لقب بھی نہیں آیا۔ میں نے تم پر بات کی تھی۔ لیکن میری بات سے میں نے کیا کر لائی تھی۔ میری کچھ کے نیچے پانا نام لکھ دوں مگر کون سا نام؟ ہاں! لکھوں۔ غیر میں لکھوں۔ لاؤ لکھوں۔ فقیر لکھوں۔ سکندر لکھوں۔ شہزاد لکھوں۔ کیا لکھوں اور جانوں گا۔ کلاس؟ نہیں کہ اس کو وہ سب سے بڑے میں تقریباً سب کچھ جانتے ہیں اور میرے لیے وہ اس کو یہی ہوگی میری زندگی پر نہیں ہوا۔ ایک روٹی ہے۔ باقی اچھی ایک اس کے پاس موجود ہے۔ میں نہیں کہ اس کے پاس چلے ہاتھ جوڑے کھانا ہو جائے گا۔ وہ جب سامنے آتی ہے تو کورا کی بات دیتی ہے اور دل ہلے ہوئے لگتا ہے۔ تو جب تک میں رہی ہوں راج کرشنا کے پاس ہی کہیں وہ بیکار رہیں۔ میری کور میں کھنڈو کھنڈو ہے۔ اس کے منہ کے پاس میں تماشہ نہیں کے تھیں۔ لیکن اسے تو اب راج کرشنا کی انھیں دیکھنے اور باتیں سننے سے کیا اثر پڑتا ہے۔

نہاں! کو گھر واپس آئے راج کرشنا اس کی معذرت کرنے لگا کہ مجھے دن بھر تھکا رہا تھا اور وہ مجھے میری بات کا فائدہ ہی نہ دے سکا۔ وہ کچھ مضمون مضمون کرکٹ کرکٹ لگا۔ باقی میں اس کے خیال سے اپنے پیرے پر جیڑی خوش حال ملائی کی اس نے مجھے کیا فائدہ پاس تبدیل کرنے کی ہدایت کی کہ وہ میرے ساتھ لے کے آیا تھا جس کے ناپ پتلے دن ورنے سے لے گئے تھے۔ میری ماں کی کو اس نے خود اپنے ہاتھ سے درست کی۔ جدید وضع کے اس لباس میں میں اپنے آپ کا مضمون عکس ہو رہا تھا۔ ایک آنکھ نہ لگا۔

وہ مجھے سزا دیا گھڑتے ہوئے۔ یہ سزا ملنا لے۔ مضمون پر نفاذ نہیں۔ وہ مجھے میں بار بار دہرائی کرتے گناہ جھڑپے میں خیال آتا تھا۔ فوراً زبان بدل کر بھاری گانہ جس دوران سے اندر داخل ہوئی اس کے پاس کھڑے ہنر و ہنر ہنر ہنر ہنر ہنر کے شاہی خلعت کے طرز کی ایک شان دار عمارت بنی ہوئی تھی۔ مجھے راج کرشنا کے ساتھ قدم ملانے میں ہنر و ہنر ہنر ہنر ایک ایک قدم ناپ تول کے اعتبار تھا۔ میں نے بھی اس کی نقل کرنے کی کوشش کی۔ مگر وہ ناپ تول کے اعتبار تھا۔ میں نے بھی اس کی نقل کرنے میں بھی کیا۔ میرے ہاتھ خود بخود جھڑپے کے لیے اٹھ گئے۔ میرے ہاتھ کے گئے۔ راج کرشنا نے یہاں سے آگے بڑھ گیا تھا۔ میں بھی تیرہ قدموں سے اس کے برابر ہو گیا۔ ہم ایک بال میں داخل ہوئے۔ وہاں وہاں ماسٹر تھا۔ تو میں مردوں کے ساتھ بھی تھیں۔ راج کرشنا کی آمد بال میں ایک ساتھ چلا گیا۔ میری لگائی اس کی طرف دوڑ پڑے اور دوڑ دوڑ سے پہلے کونے لگا کر گئے۔ اس کا بازو پھیلا اور اس نے اسے لگا لگا۔ راج کرشنا مذہب انما میں سب کا شکر ادا کرتا رہا۔ میں اس کی جہم میں اس کے ساتھ تھا۔ میری بھائی غیر میں اس نے لوگوں کی توجہ میری طرف مبذول کو انی۔ لوگوں کا ہنسنے جرت آگ پڑی۔ آپ کا بھائی؟ اس کی توجہ تھی۔ راج کرشنا نے تڑا جھکے۔ کتا۔ میں میری بھائی میری دوست میری بھائی۔ لوگ مسکاتے۔ ہنسنے لگے۔ میری بھائی کسی نے دور سے میری بازو پھیلا کر میرے جسم میں ایک تڑپ دلا دی۔ گئی۔ میں نے مجھے کرکٹ دیکھا۔ کوئی اور میں تھا۔ رستم تھی۔ وہی تھی۔ جو پہلے میں رستم میں ملے تھے۔ ان کے ساتھ ان کی بیٹی بھی تھی۔ میں نوہن میں اس نے شرم سے کہا۔

مجھے.... مجھے آپ کا نام معلوم ہے۔ میں نے اس کے ہاتھ کے چابک لے۔

میں نے وہ جھولائی ہوئی نظروں سے گزری۔ میں بھی کہ آپ میرا نام بھول گئے ہوں گے۔ آپ دو دنوں کو اس دن کے بعد سے آج دیکھا ہے۔

فرصت ہی نہیں ملتی۔ میں نے لفظ چپا چپا کے کہا۔

چپا چپا ہے۔ تمہارے کمال آپ لوگوں نے بہت بڑے بڑے چپا چپاے ہیں۔

میں نے لکھی۔ گئی۔ پاپا نے مجھے اخیار بھی دیا تھا۔ مگر مجھ سے پڑھا نہیں گیا۔

میں نے نہیں کرکٹ سنا ہی ہے۔ چپا چپا ہے۔

ایک ہی بات ہے۔ وہ مجھے پودائی سے بول۔

دو باتیں ہیں۔ میں نے تھلا کے کہا۔

چلیے۔ دو سہی۔ اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ کھل کر کھلا پڑے۔

راج کرشنا لوگوں کے درمیان اس قدر دھڑک دھڑک کر میری طرف توجہ میں نہ رہ سکا۔ وہاں زیادہ تر انگریزی بولی جا رہی تھی۔ میں وہاں کے طور طریق سے باہر تھا۔ نا اشنا تھا۔ جب نوہن نے مجھے اپنی میری لے جانے کے لیے یہ راج کرشنا تھا۔ تو میں نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا۔ اتنے بہت سے لوگوں کے

دور میں کسی انہی لوگ کا ہاتھ تھا۔ کھڑا پھرنا میرے لیے عجیب سی بات تھی۔ مگر اس دوران میں ایسا کرکٹ مختلف نظریات میں آ رہا تھا۔ مجھے اپنی توجہ ہی کا احساس ہوا۔ میں نے جھٹ اس کا ہاتھ تھا۔ ابا اور اس کے ساتھ چلے ایک خالی میز پر بیٹھ گیا۔ کچھ کہیں گے؟ اس نے مجھے جھٹس لگا کر سے دیکھے۔ ہونے پر چلا۔

میں نے مجھے کھیلوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

تو پھر کچھ چیزوں سے دلچسپی ہے آپ کر؟

میں اس کے سوال کا جواب فوراً نہیں دے سکا۔ میری چیز سے نہیں۔ کسی دوسری چیز سے تو ہوگی؟

میں نہیں۔

یعنی دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے جس سے آپ کو دلچسپی ہو؟

ہاں۔ میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ کسی چیز سے نہیں۔

حیرت ہے۔ وہ مجھے غور سے دیکھے۔

آپ کو کھانے کون کون سے پسند ہیں؟

جول مائیں۔ لیٹے۔ مجھے میٹھے چاول۔ بہت پسند ہیں۔

میٹھے چاول۔ وہ میں چھٹی۔ ادا پاس کون سا؟

مجھے۔ میں نے آگاہ کے کہا۔ آپ کے لیے سوال کیا کہ میں کہی ہیں؟

چپا چپا کیا ہیں کریں؟ وہ چپا چپا کے بولی۔

میں نہیں جانتا۔ میں نے بے دلی سے کہا۔

اس نے اپنے شاندار چپا چپا کیس اپنی باتیں نہیں کرتی؟

میں نے تیزی سے کہا۔ آپ کی آواز بہت اچھی ہے اور آپ باتیں بھی اچھی کرتی ہیں۔ مگر میری طبیعت کچھ خشک نہیں ہے۔

کیا بات ہے؟ اس نے اپنے ہاتھ سے میری کلائی چھوئے۔

کچھ چیزیں۔ کورا نام ہے۔ اور وہ اس کے چپا چپا سے دور ہوئی۔

آپ کو اپنی زمینیں یاد آ رہی ہوں گی؟ سب کھانا کھانا۔ بریلی ہی ہو۔

ہاں۔ میں نے سر ہلا کے کہا۔

اور آپ کو کرشنا کی باتیں سننے میں گے۔ اچھا ہے۔ مجھ سے میں نے تو میں کہیں گئی۔ آپ کا بھی اور وہ کہیں۔

کہیں؟ آپ کو کیا مزہ آئے گا؟

چپا چپا بہت دلوں کو بہت پسند ہے۔ کھانا میں گے تو آپ کو اپنی پانی چیزیں بھی معلوم ہوں گی۔ اور آپ پہلے سناؤ۔ مگر میں کہیں گے۔

ہاں۔ میں نے ہلکی سی سے کہا۔

آپ کچھ ادا اس لے رہے ہیں؟

میں نے تو میں نے سیدھے ہونے کے کہا۔

میں نے بھی کہہ کر میں نے ملا لگا اس دن کرشنا کی کہ میرے تھے کہ آپ راج کرشنا نے اس شہر کے لیے جو خدمات انجام دی ہیں۔ یہ ایک کی طرف



اُن کے اصرار پر ایک ایک حیز اُٹھ اُٹھ رہی اس سلسلے میں عجب مٹراج کرشنا کے اعزاز میں ایک دسویں تقریب منعقد کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تقریب کا اعلان جلد ہی کروایا جائے گا۔ تمام بہترین خواہشات راج کرشنا صاحب نے یہی کے معززین اُمیدواروں میں سے مہاراج بادپیش کوستے میں ایک بار پھر طرفہ نکال دیاں نیچے لکھیں۔

دینے لگی کس موقع پر کس تاثر کا اظہار کرنا چاہیے۔ اصولاً راج کرشنا کو یہ تاثر نہ چاہیے تھا کہ اُس نے میرے بارے میں جو کہہا ہے، وہ میں نے انگریزی میں نادانیت کے جبکہ نہیں سنے اور اگر میں اسی طرح مثبت بنا بیجا رہتا ہوں اور مجھے کچھ معزز لوگوں کے سامنے راج کرشنا کی توہین ہوتی کہ وہ مجھے جس عزیز کو اس کی عزت دے رہا ہے وہ ایک باہل شخص ہے یہ اہل ہتھیار کھانے لگا اور ہم کی تمام طاقت خاک ہوئے گی مجھے ایسا کیا جیسے میں مٹی کا ٹیلا ہوں اور ابھی ریزہ ریزہ ہو جاؤں گا۔ خوش قسمتی سے میری یہ تلک کیفیت اظہار پر معمول کی کی طرح خستہ ہو کر آنے لگیں چچا راج کرشنا ہی نے میرے سامان بحال کیے۔ اُس نے راج میں مجھے آزاد دی ظہیر خاں، اودھ آزاد دی کرسی منہا لوائے۔

سب لوگوں کی نگاہیں مجھی پر جمی ہوئی تھیں، میری ایک ایک حرکت ایک ایک ہنسی پر نورین نے مجھے زبردستی اٹھایا دید میں اٹھنے کو تو اٹھ گیا مگر راج کرشنا ٹاپک پیچہ کا گڑوں کا نا صلیبوں برابر ہو گیا۔ ہر قدم پر میری آنکھوں کے سامنے ظہیر ایک تار، بجلی خوشی کا ڈال سے نکلنے کے کی روانے تھے ایک بار کبیر سے جی میں ایک کوسیل سے فوراً بھاگ نکلوں، راج کرشنا کا یہ مذاق بہت ستم ناک ہے میری کرسی کے قریب راج کرشنا مجھے بیٹھا گیا۔ اُس نے جب میرے کندھے پر ہاتھ رکھا تو مجھے کسی قدر توانائی محسوس ہوئی لیکن شہر کرسی پر بیٹھنے سے پہلے جب میں اُن سب کے سامنے کھڑا ہوا تو مجھے کسی کی مکمل صاف نظر نہیں آئی۔ وہاں ہر سولے بیٹھے ہوئے تھے اور سارا ڈال لرز رہا تھا۔ دلوری مجھ پر بڑی نرمی تھیں اور میں خوش میں تھا۔ بار بار تھا میرے سامنے حواس نشتر متحرک ہوئے تھے، راج کرشنا کے مجھ کو کسی پر مجھایا اور خود میرے برابر بیٹھا گیا۔

جہی لیکن بہت نہیں پڑی۔ لوگ جیسے گیمیاں کرتے ہوئے اپنی فستول سے اٹھ کھڑے تھے اور میرے ارد گرد اڑدہام بولنا تھا۔ راج کھڑے پائے پر کہ چاکھا کا آج کے واقعے کے بارے میں اس نے کسی قسم کی تفصیل طلب نہ کی کہنے چنانچہ لوگ پرامن انداز میں باتیں کر رہے تھے۔ نورین کے خنداں پر میری دیکھ کے میں نے اطمینان کی سانس لی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مجھ سے کوئی ایسی نمایاں بدتمیزی سرزد نہیں ہوئی ہے۔ میں خوشگوش ہو بیٹھے۔ سب پلچا کوچہ اپنے اندر اپنے اوپر غور کر رہا تھا۔ شکر ہے کہ اس کی خبر لوگوں کو نہیں ہوئی تھی۔ راج کرشنا نے بہت خوش اسلوبی سے بات بھائی تھی اور میری توجاس سے مجھے کہیں کا نہ دکھا۔ ایک بڑا وقت گزر گیا۔ سب لوگ کھانے کی میزوں پر آ گئے۔ لوگوں کی بہت افزائیں تھیں کہ اور تیسرے شناس نگاہیں دیکھ کے میری حالت کہیں معمول پر نہ آئی۔ نورین اب بھی میرے ساتھ بیٹھی تھی اس بڑی میر کے اطراف بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ کھانے کے بعد اس احوال سے میری اجنبیت کسی حد تک دور دور ہو گئی۔ لگ شربت پانی بہہ تھا اور پورے مال میں صبح تیزی سے چلی۔

اور میں ندامت سے اس کے ہوا گیا۔ میرے ہمتی بے راج کرشنانے بھی اس عورت سے باہیں بند کر دیا اور جاسے اس گیا۔ دو دن سے ایک بار پھر میں نے گھر کے لئے دیکھا وہ بھی میری طرف دیکھ رہی تھی میں نے لگا نہیں جھپکا میں میں محاسن چٹا گیا۔ نور نے میں نے رخصت کرتے وقت بہت سے دھسے لیے، نہانے میں نے کیا کیا کراہہ وہاں اندر چلی گئی اور ہم دونوں رہا رہ گئے نور سے سچا میں راج کرشنانے اس عورت کے بارے میں پوچھوں جو آخری میرے سے چلی وہ میری بھی راج کرشنا جیسے میرے دل میں گستاخ بھٹا تھا گزشتہ کا دروازہ کھولنے سے پہلے اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا اس عورت کو ملے تو ہے؟

”ہیں“ میں نے جھنپ کر کہا: ”یسی بات نہیں ہے بات کچھ اور تھی۔ میں نے ایک بار پھر اپنے گلے میں چڑی لہان انمول کے رکھی۔“  
”مجھے بتانا پسند کرو گے؟“

”ہیں“ اس نے مسکراتے کہا ”چلو میں تم کو اس کا حال کہتے ہیں۔  
میں فوری طور پر رابطہ نہیں کر سکا کہ اسے بتاؤں یا ناشور رہوں ہیں۔  
سوچا۔ ایک بار کیسٹیں آدھی ہے، بات سے بات نکال سے گا لیکن تسلی  
یہ ہے بغیر اس اندر کھینچی ہوئی تھی اس لیے میں نے مزام آدھی میں کہا۔  
میں عورت کے گلے میں بڑا ہے میں اس کے بائیں جانا جاتا ہوتا ہے۔  
”ہاں“ وہ حیرت سے ہوا ”خیر... مگر وہ کہا کرتا ہے؟“

”ٹھیک ہے، وہ سوچاؤ میں پڑ گیا۔“ یہ تو بہت سہولیات بات ہے میں سے۔ ان پر مجھے یقینا ہوں لیکن اگر اس نے کوئی اور سوال کیا؟  
”کیا آپ اسے بلور کسی کے میں نہیں مل سکتے؟“







”اچھی جلدی میں نے تمہی سے کہا تھا میں کیا معلوم“  
 ”ہاں مجھے کیا نہیں معلوم لیکن اتنا تو میں دیکھ رہی ہوں کہ تمہاری عمر  
 کیا ہے خالصہ؟“ ”میں نے کہا تھا وہاں بھی دیا ہے تو صلیبی ہی ایک مرد ہو“  
 ”میں چاہا ہی“ ”میرے منہ سے اتنا ہی نکلا کہ راج کراٹا لباس  
 تبدیل کر کے واپس آگیا۔ میں نے چپ سا دھول چپا بھی جیڑی ہو کے میڈ  
 گئی۔ وہ دم دونوں کو سر کے اوپر دیکھنے لگا لیکن ابھی ٹھیک طرح پہنچنے بھی نہیں  
 پاتا تھا کہ اسے خیال آیا، بھگتوں نے اس کی آواز پر کان نہیں دھرے تھے اس  
 نے عجیب سے صدمہ رک کی اور بھگت کو دھکے دے کر خود ہی اٹھ کے اندر جانے  
 لگا۔ چارویں بات ارہوری رہ گئی تھی جیسے میں وہاں چل رہی ہوں اسے چپکے  
 سے کہا۔ میں کل صبح تمہارے پاس آؤں گا کہ تم اس میں بھی شہری ہوئی ہو نا؟“  
 ”ہاں! اس نے مجھ کو آواز میں جواب دیا۔“

نہیں آپ بھی میری وجہ سے اکہ نازک وقت سے دوچار ہو گئی تھیں۔ آپ نے میرے ساتھ بہت سہولتیں کیں، مجھے سب باتیں یاد ہیں۔ میں نے غریلوں کو یہاں لاکھ کاغذ کھا کر، احسان کا معاوضہ نہیں دیا۔ میں نے معاوضہ ادا کیا جسے وہ احسان نہیں بولا۔ آپ یہاں پھر کے مجھے خوش کو بنی گئی۔ پھر میری اکیلا رہتا ہے۔ جب تک آپ کا میں چاہے آپ یہاں رہے کسی بات کا تحفہ نہ کر سکے۔  
 شکریہ بجا کر انھیں میری طرف سے۔ میں آپ کو نر یادداشت نہیں دہل گا ہوش میں مجھے کوئی مصیبت نہیں ہے۔

کچھ تو نے کھا یا نہ رو گئے دیا تھا چچا کی وجہ سے ہم دونوں بھی اس  
کے ساتھ بیٹھ گئے چچا چند ہی لمحے میں اس کی ہائی اسٹینس بلج کر شرم  
دلی میں محسوس ہونے لگے آدمی اور اس کے گرد سے شعلوں کی طرح ابھری سناٹا  
وہ چچا کو دیکھ کر ہنسنے لگی کھانے کے بعد راج کرشننا نے اسے آرام  
کا مشورہ دیا۔ وقت بھی کافی ہو چکا تھا۔ وہ واپس جانے کی درخواست کرتی رہی  
راج کرشننا نے اس کی ایک نہ کی کہ وہ کھانا کے صاف کر دیا اور جب  
کھانا اچھا لپٹ کرے یہاں تک نہیں رہی کہ وہ اپنے کمرے میں نہیں گیا۔

کروٹ میں لٹکے چھپا پنکھرہ ادا کیا۔ آج وہ ہنر تو آپ اپنے ہاتھ لاپکا ہوا  
کھا کھلا میں گی۔ یہاں کروٹ وغیرہ سے پرہیز نہیں کیا جاتا۔ آپ جو بھی  
بہتر کریں گی بڑے شوق سے کھاؤں گا میں نے ڈرا یہ جو کہ بہت کڑی ہے  
کدوہ پھول سے آپ کا سامان لے آئے۔  
پچھلے کچھ کہنے کے لیے جو مٹ کھولے دنگر راج کرشنا گاؤں میں  
بہتر کو تھا، آدھ کھینکے کی مسافت کے بعد ہم ایک محروم آباد سے گزر رہے  
تھے۔ راج کرشنا گاؤں کے نام سے مشہور ہے۔



سے غریب تھا؟ وہ کلن صاحب تھے اور ان کا پتہ کیلہ ہے؟  
 نانا بھائی نے ہم دونوں کو غور سے دیکھا، اس کے ہاتھ پر سونے  
 کی گھنٹی تھی۔ وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا، پھر دل بڑی طرح ہلکا ہوا۔  
 اس نے کئی گنا گراہی سے کہا: "مستور پتہ پتیل نے آپ کو کچھ بتایا  
 ہے وہ سب صحیح ہے۔ بلاشبہ وہ ایک نادیدہ پیلر ہے لیکن مجھے انہوں سے  
 کہیں آپ کو فروخت کرنے والے کا نام نہیں بتا سکتا۔"  
 "وہ انہیں پرستی ہیں یا لوگ؟ بتانا نہیں چاہتے؟ آپ اب بھول  
 گئے ہیں بھاری یہ درخواست ہے حاضر درجہ مگر معاملہ کیا ہی ہے۔  
 بلکہ کم جلدی مڑ کیجیے۔ ہم فری انڈیا سے آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں  
 اور یقین دلاتے ہیں کہ آپ کی نیک نامی اور سادگی کوئی حرف نہیں لگاؤ۔"  
 "مگر جناب! یہ بات میرے کو باہمی اصول کے خلاف ہے۔ فزوں میں  
 سے کوئی ایک ایسی بات سمجھ لیجیے صاف کہیے کوئی خدمت ہو تو بتائیے۔"  
 وہ دھکا دینے سے بولا۔

"نانا بھائی! ہم مستور پتیل کی سفارش ہی لاسکتے ہیں آپ  
 چاہیں تو انہیں فن کر لیجیے۔ راج کرشنا نے فری سے کہا: "میری عزت ہے۔  
 کہ آپ ہم پر طرح کا اعتماد کر سکتے ہیں۔"  
 "سفارش اور اعتماد کی بات نہیں ہے جناب! اصول اپنی جگہ  
 ہے۔ میں آپ سے معافی چاہتا ہوں مجھے وہ ہیرا اور موتی خریدے ہوئے کئی  
 برس گزر گئے ہیں۔ آپ نے خود فرمایا ہے کہ ملے سونے میں سے تین مال پتیل  
 مجھے خریدے تھا۔ یہاں دیکھ لیں کتنے میرے روز گئے ہیں۔ آپ فلاسوفیہ  
 کئی بلو کہہ سکتا ہے۔"

"وہ ہیرا ایسا نہیں تھا جس کے فروخت کرنے والے کا چہرہ آپ کے  
 ذہن میں محفوظ رہا ہو۔ ایسے سونے میں ہر طرح کی احتیاط کرنی پڑتی ہے آپ  
 نے اپنی نقل کے لیے ہر احتیاط کی ہوگی۔ رسید دی ہوگی، اسامپ لکھا ہوگا۔  
 اس شخص کا نام پتہ آپ کے دیکھا تو میں خود موجود ہوگا۔"  
 "فریق پیچھے یہ سب محفوظ ہے بھی تو میں بتانے پر آمادہ ہیں۔ میں  
 وہ کہہ دو کہ بولا: آپ مجھے بھروسہ دے دیجیے۔"  
 "دیکھیے آخر آپ نے قبول کر لیا کہ اس شخص کا نام آپ کے دیکھا  
 میں موجود ہے۔ راج کرشنا نے اسے چمکیلے نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔  
 "اگر ہم آپ سے یہ کہیں کہ وہ ہیرا اور موتی کی گائی تھا تو آپ کا جواب کیا ہوگا؟  
 اس کے لیے میں نمایاں طور پر متفق آگئی۔"

"میرا جواب آپ کو معلوم ہے لیکن میں ہر شخص کے سامنے جواب دینے  
 کا پابند نہیں ہوں۔ نانا بھائی نے ہنسی سے بولا: "میرا وقت فاما فاما جتنی ہے۔"  
 ابھی صبح ہوئی ہے؟

راج کرشنا نے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک کٹہر  
 اس کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ تھا آپ کو اب کوئی اعتراض نہیں ہوگا کہ آپ

نے اعتراض کر لیا ہے کہ اس جہیز کی خرید کا پانا مگر دیکھا گیا تھا؟  
 نانا بھائی نے کارڈ اٹھایا کہ اس پر ایک ایشیائی ہونے والا  
 اور جہیز میں اس کے پاس سے کچھ کا رنگ بدل گیا۔ وہ اچانک ہلکا پر  
 کھڑا ہوا۔ وہ اس نے فری سے فری سے فری سے فری سے فری سے فری سے  
 لیجئے آپ نے کہا کہ کیا کر دیا۔ آپ پہلے ہی بتا دیتے تھے۔ مجھے بہت انہوں سے  
 اس کا لہجہ اور طرز و طریقہ جیسے بدل گیا کہ اس نے ملا کر ادارے کے کارڈ  
 کے لیے کہا۔ وہ ہر گھنٹی جناب! اب بتائیے۔ جھلکا لیجیے معلوم تھا کہ ریس  
 سامنے آپ بیٹھے ہیں۔ دیکھیے۔ یہ ہونے پڑی راز داری کے ہونے ہیں  
 مجھے انہوں سے ہے۔ وہ بار بار معذرت کرنے لگا: "کل اور اس کے اخبارات  
 آپ کے نوکر سے جو رہے ہیں۔ میں ان کو تو تو بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ان  
 صبح صبح آپ کے ہیرا ہوا میں گئے ہیں۔ میں نے تو جی ہی نہیں دی مالا مال اور  
 آج دونوں دونوں کے اخبارات میں آپ کے نوکر چھپے ہیں کاش آپ نے  
 پہلے بتا دیتے؟"

"میرا یہ سوال دیتے ہوئے تھا معلوم نہیں ہوتا یہ خیال تھا۔ ہمارے  
 پاس ہر شے کے قابل ضرورت ہیں یہ کارڈ میں مجرور استعمال کرتا ہوں۔  
 "محقق کو دیکھتے دیکھتے انہیں بھی پھر ہو گئی ہیں۔  
 "پھر اور فری ہو گئی ہوں گی۔ راج کرشنا نے سچا کر دیا۔  
 "آپ اشارہ کر دیتے؟ وہ پشیمانی سے بولا: مجھے معلوم ہو گئی ہے  
 اس کی تالی کی صورت میں ہو سکتی ہے؟ مجھے آپ کا وقت ضائع کرنے  
 کا انہوں سے ہے۔"

"تفانی کیا؟ راج کرشنا نے بے پروائی سے کہا: اب آپ اپنی  
 یادداشت پر زور دے کہ میں اس شخص کے لیے میں بتا دیجیے میں  
 کے لیے ہم نے آپ کو زحمت دی ہے۔"

"زحمت کیسی جناب! میں بتاتا ہوں۔ نانا بھائی نے نہایت سے  
 اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہا: "میں نے وہ ہیرا اور موتی ایک نہایت معزز شخص سے  
 خریدے تھے۔ یہ ایک کارڈ میں ملے ہوئے تھے۔ میں نے اپنی نگاہیں  
 میں۔ وہ ایک سلطان تھے مجھے تو کوئی مانگ رہا تھا اور وہ اب معلوم ہوتے تھے۔  
 ان پر نہایت وقت آگیا تھا ایسے لوگوں کو ہماری ضرورت پڑتی ہے۔ ہیرا  
 نے اس سے پہلے بھی چند ہونے اور ایک ہیرا سے اس کو فروخت کیا تھا مگر  
 وہ ہیرا اتنا زیادہ قیمتی نہیں تھا۔ انھوں نے مجھ سے راز داری کا جملہ لیا  
 تھا۔ اگر آپ کے کہنے کوئی اور سوال کرتا تو میں جواب دیتا، مگر اب  
 اپنا جملہ دیتا۔ وہ اور کئی برسوں سے مجھے نظر نہیں آئے۔ بہت ہی  
 تو فرود آئے۔ میں انھیں اپنے پاس دیر تک بٹھا تھا کہ میرے دے دے کہ ایک  
 اچھے آدمی نظر آئے تھے۔ انھوں نے کہا تھا کہ میں بہت کچھ سمجھتا ہوں۔  
 ہی کو فروخت کر دیں۔ میں نے مشورہ نہیں کرنا تھا۔ مجھے اب جہاں  
 سونے میں کوئی بہت بڑا معاملہ نہیں ہوا تھا۔"

"ان کا نام؟" نانا بھائی سوچتے ہوئے بولا: "دلاور خان تھا شاید۔"  
 "شاید نہیں سونے کے بتائیے۔"  
 "جی ہاں! کچھ ہی نام تھا۔ وہ دھچک کے بولا۔  
 راج کرشنا نے فری طرف دیکھا۔ میں نے پہلی بار وہاں میں  
 دیکھا تھا۔ ان کی عمر کچھ ہوگی؟ وہ اسے ٹیبل کے آوی تھے؟ میں نے نظر  
 سے پوچھا میری آواز کچھ مہربانی تھی۔"

نانا بھائی کے چہرے پر کھٹکھٹ کے آثار ہو چکے تھے۔ ان کی  
 جیب سے ایک چمک ہو گیا تھا اور وسط درجے کا تھا۔ رنگ کھٹکا ہوا تھا۔  
 مگر میں نمایاں تھیں۔ بہت چھوٹی سی داڑھی تھی۔ بہت بات چاہ رہا تھا۔  
 ہر شے دانی میں آتے تھے، صاف ستھرے لباس میں لیکن وہ کچھ اچھے  
 الجھتے تھے۔"

"وہ آج اب ہی کا علیہ بیان کر رہا تھا۔ آج ابان سے پناہ میں نام  
 میں بتایا ہوگا اور پھر پتہ بھی غلط تھا ہوا ہوگا۔"

راج کرشنا نے ہلکا سا دھکا دیا۔ وہ دوسرا سوال نہیں کیا۔ وہ  
 کھڑا ہوئے۔ میں نانا بھائی سے غائب ہوا۔ کیا آپ مجھے یہ یاد دہا  
 کرتے ہیں؟"

نانا بھائی نے خند و پیشانی سے انہماک میں سر ہلایا اور اپنی پشت  
 کی دیوار میں نصب الماری کھول کے داخل ہوئے۔ وہ اس نے چند  
 منٹ کی چھان بین کے بعد کاغذ ہمارے سامنے رکھ دیا۔ راج کرشنا نے  
 پڑھ لکھ کر دیا۔ دھندلا دلاور خان کے تھے مگر پھر برا بھلا جان کی تھی؟ وہی  
 شے تھی۔  
 "مگر یہ تلخ کرشنا نے اسے کاغذ داپس کرتے ہوئے کہا: کیا آپ  
 نے اس پتے کی تصدیق کی تھی؟"

"میں نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ ان کی بات پر اصرار تھا۔  
 لیکن ان کو تو میں ہونے کہ میں ان کے پتے کی تصدیق کرتا۔"

نانا بھائی نے کافی پلانے بغیر میں اپنی دوکان سے نہیں مٹانے دیا۔  
 مجھے نہ گھوٹ کے لے کافی یوں میں پھر رہی۔ نانا بھائی میں گاؤں  
 کے صنعت کرنے آیا اور چلتے چلتے اس نے اپنے رہنے کی کئی بار معافی  
 دیا۔ وہ راج کرشنا کے ڈرائیور کا نانا بھائی سے مل گیا۔ ہونے پتے  
 کے لیے اس کی خدمت میں تھا کہ وہ اپنا وقت خواب کر رہا ہے۔ نام  
 کے لیے اس نے ہر شے غلط لکھوایا ہوگا۔ مگر میں نے اسے منع نہیں کیا۔  
 مجھے اب بعد میں اس چار منٹ عمارت میں داخل ہوئے تھے۔ جس کا نام  
 کے لیے اس نے پتے میں لکھا تھا۔ وہاں ہی وہی نتیجہ نکلا۔ اس نام کے  
 کے لیے اس نے کوئی واقف ہی نہیں تھا۔ راج کرشنا نے علیہ بیان کیا مگر  
 کے لیے اس نے تلخ کرشنا نے دس سال سے ایک ہی خانہ دار رہ  
 کے لیے اس نے تلخ کرشنا نے دس سال سے ایک ہی خانہ دار رہ

تھا۔ میں جانتا تھا کہ کھوئے ہوئے لوگ آج آسائے نہیں جاتے۔ انہوں نے  
 فیر کے قلاب پر جانے کے کچھ دنوں بعد ہی میری شہر بھر تھا۔ نانا بھائی  
 باتوں سے بھی اس کی تصدیق ہو گئی تھی۔ وہ میرے سے اس کے پاس میں نے  
 تھے۔ اگر میں ہی ہوتے تو فروخت کے وقت کسی اور ہیرا کے پاس جاتے۔  
 اب کسی اور شہر میں کسی سے میری سے وہی کرشنا کی گھر لکھی کہ کب تک  
 کے ہونے خالی ہو جائے گا تو کیا کریں گے۔ شاید پھر وہاں نہیں گئے۔ کہ کوئی  
 کو لانا دے پتے بھیج دیا تھا۔ مگر ابھی چار اور باقی ہیں۔ دینے بھی ہیں۔ جب  
 تراشی اور نقب زنی کے فن میں ماہر ہو گئے ہوں گے۔ راج کو اس کی فراز  
 نے گزرتے ہوئے اس کا وہ دن فری کے نکاح میں تھے۔ ایک زمانہ ہیرا کے  
 فری کے دن وہ ایک دن کے فری کے۔ وہ کاغذات کی یاد کھینچیں اور  
 انھوں میں اپنی قسمت ڈھونڈ رہے تھے۔ اور میری جگہوں کو ان  
 کے پتے کاٹ رہا تھا۔

سب سے پہلے کا رہے وہ فراز ہی کیا؟ جو آسانی سے مل جائے۔ ہیرا کو  
 پہنچا کر بھی میں شیشے کے بالوں کے پاس سے گزرا تھا۔ راج کرشنا  
 کسی سوچ میں نہ تھا۔ آج ابان اگر میرے نام اور پتہ لکھوائے تب بھی جتے  
 نہیں ہو جی۔ بات ہوتی جس کا چمکے اس کے بعد کہ فری لاحق ہو گیا  
 تھا۔ راج کرشنا سولوی کر کے پاس جانا اور سولوی کر کے اس کا نام لکھا  
 دیتے ہوئے دلاور کے اس ہونے کے سامنے ٹھہر گئی۔ جہاں میں اور چھپا کر  
 تھے۔ پھر فری ہو گیا اور نام داپس آگیا۔ ہونے والوں نے مجھے کال مان  
 نہیں دیا۔ مجھے گھبراہٹ ہوئی کہ میں راج کرشنا خود اندر چلا جائے  
 ہونے والوں کو معلوم ہوگا کہ میں اس فحاش کی عورت سے ہونے کے  
 ہر شے میں ملے جانتے تھے۔ راج کرشنا کی زبانی چھپا لیا۔ اس کے  
 سکڑاؤں کے اور لوگوں کو بتائیں گے کہ راج کرشنا صاحب اس کا سامان  
 ہونے سے لے گئے۔ میں نے سوچا میں اس کے ساتھ ہونے کو ہونے کے  
 مجھے جلتے ہیں لیکن اگر انھوں نے منع کر دیا تو کسی کو کسی کامان سے  
 دینا ہونے کے اصول کے خلاف تھا۔ میں اسی کھٹکھٹ میں ہونا تھا کہ راج  
 کرشنا ایک کام کوڑے سے اس کے ہونے میں داخل ہو گیا۔ اس کے ہونے میں  
 چند ہی منٹ کے معلوم میں ہونے والوں نے اس سے کیا کیا مانا اور کچھ  
 نظروں سے دیکھا۔ میں نے اس کا پتہ پتہ اس کی کوٹ میں لکھ دیا۔ تاکہ  
 ہونے گھر سے قریب وہ اپنی نشست سے کھٹکے کے حیرت زدہ ہو گیا۔  
 اور میرا ہاتھ دلتے ہوئے نرمے میں ہونا لگے۔ انھوں سے میں نے حیرت  
 سے اس کی جانب دیکھا کہ وہ اس بات کا انھیں کر رہا ہے۔ کہ اسے کل  
 بات نہیں ہے۔ اس نے مٹی کو آواز میں کہا: "ہم اپنی کوٹ میں ہادی رکھیں گے  
 لیکن شرط ہے کہ اس جہت کا ثبوت دیتے رہے۔"

میں اس کا سامنے لگا۔ اس نے میری گردن سے مل کر دوسری گھر  
 آگیا تھا۔ ڈراما کے نام میں چھپا ہو جی راج کرشنا چند منٹ ہلا اور کھٹک











۴۔ آپ محنت مند آدمی ہیں جو ان میں بس مرنے کا چرچا ہی ہے  
 آپ میں جب یہ کی دور ہو جائے گی تو دیکھیں کہسے تبدیلی آئے گی لوگ  
 ہر جانب سے آپ کے قریب ہونے کی کوشش کیگا کہ آپ کی بات  
 میں فتنہ پیدا ہو جائے گی۔ لوگ آپ کے شعور سے لاکر بن گئے۔ آپ کی عزت  
 میں کمی آگیا انفرادہ ہو جائے گا۔ بڑے بڑے لوگوں سے آپ کے تعاقبات چوں گے  
 بس یہ سب آپ کو منحصر ہے کہ آپ اپنی یہ کمی تیزی سے دھڑکتے ہیں  
 میں آپ کے شوق میں رہنے ہر قدم پر آپ کا ساتھ دیتی رہوں گی۔

”آپ کا ناجائز بی بی؟ میں نے استیاق سے پوچھا۔

تھا شولی۔ دستِ ازخواب کا تھا باد میں ہر کی تھی۔ میں تو کھڑا رہتا تھا اور  
میں جھٹکتا ہوں کہ غموں کا کئی نسبت گلاباں سناں اور لطف اٹھا کر انا زخمی ہوا ہوں  
”وہ کہے؟“ وہ جھستے سے لہری۔

جب کہ سٹھنے والا اس پابندی سے آزاد ہوتا ہے کہ گانے لے کر یا فیس کئی چٹائی پر اور گانے کے آداب کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اب آپ خود ہی بتائیے کہ کون زیادہ سچا ہو سکتا ہے؟ کان گانے کے آداب سے بے ہوش ہوتے ہیں اور وہی سننا چاہتے ہیں جس میں ہر سچو گانے والا اس پر ہر گز کڑکشی نہیں رکھتا ہے اور وہاں کوشش اور آزادہ شاعری ہوتی ہے۔ وہاں... میں خود اس سچے کی طرح ہو گیا۔ جو میں سمجھے کہ یہی سچی۔

مرکبے بات پوری کیجیے۔ وہ بے حسنی سے بول۔  
 "بات ختم ہو گئی۔ مجھے خیال آگیا۔ میں اورٹ چانگ کیا۔ کڑا ہوا  
 ۔ آپ نے بڑی عجیب بات کہی تھی۔ وہ جو شیلے جسے میں لولی کرنا  
 جی آپ کے پاس میں جی کرتے تھے؟  
 "وہ کہا کرتے تھے؟" میں نے گھلے کر پوچھا۔

تم ایک حیرت کر دہی، وہ اپنے دل میں آپ کے لیے بہت ارمان رکھتے ہیں اور  
آپ کو ہر لحاظ سے ایک نعل نوحان دیکھنا چاہتے ہیں۔

جو لوگ اس دن زادہ ہو کر مسیحی بن گئے ان کی جڑیں  
 حاکم کے وہ دونوں بیٹے کے مفضلان میں پہنچی ہوئی بائیں کر دیں ہوں  
 ابھی گئی نہیں تھی کہ راج کرشنا آ گیا۔ اس نے ڈراما ٹور کے بائیں کر کے وہ  
 جو لوگ کوئٹہ کے گھرنے آئے جب وہ پورے بدل کے اور چائے پائے  
 اعلیٰان سے ملنا تو اس نے بہت کر کے کہا میں آپ سے ایک بات  
 کہنا چاہتا ہوں۔ وہ اچھل سا پڑا اور ایک دم سنجیدہ ہو کر بولا کہ  
 میں میں جو لوگ اس کے پاس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔  
 میں نے سمجھ لیا کہ اس کے پاس سے بات کرنا چاہتے ہیں اور کہنے کے  
 بجائے آپ سے کوا فرام کر رہے ہیں؟

”کیا مطلب؟“ وہ تڑپ کر پوچھا۔  
 ”مطلب یہ کہ میں نے تیری سہیلی کو میرا دل بڑھنے میں مدد  
 گمان کا وقت غراب ہوگا اور آپ کا پیسہ آپ انھیں منع کر دے گی۔  
 جب میری جگہ پر آپ کے سو نوکر ہوں گے۔“

وہ ہنسنے لگا۔ ہنسنے میں کس کا جی لگتا ہے۔ جی لگنے کا کوئی  
 کوئی ہنسنے سے کوشش کرو۔ سب جیوں کو تیرا جی بہت مفید کرتی ہے۔  
 کم کر دے۔ کھانا یاد کرو اور پیسے ویسے کا خوف چھوڑ دو۔ آئندہ ایسی بات  
 سے موت نکلاؤ۔

”ہنگو سب بے سود ہے۔“ میں نے جھنجھلا کر کہا۔  
 ”تعلیم کچھ ہے سود نہیں برقی۔“ وہ سخت لمبے میں بولا۔  
 ”سی گھر توڑ دی کے لیے یہ ہر ضرور کر دیا کرو گس جرنین بیت  
 لڑکی ہے۔“  
 ”میں کس کد ماہول کردہ مری ہیں۔“

دیکھو ملیر انھیں اُن سے پر مخا ہے۔ یہ میرا حکم ہے بس میں اور  
تسا نہیں چاہتا۔ اُس نے مذہبِ نبویؐ میں کہا۔

مسی جو تین تیس دن بھی آئی، چوتھے دن بھی، پانچویں دن بھی  
 آئی، لیکن یہ کہ باتوں میں زیادہ وقت صرف کرتی رہی۔ اس نے طرح  
 کی باتیں کیں۔ اس کا ہوشیریں اور انداز نفیس تھا۔ روز نیا لباس  
 کے آئی تھی عسان تھرا گروہ بدلتا ہوا کہ لاوارث مہنہ نہ رہا۔

[illegible]

تغذیب کے بعد بولے: "اے غلبہ! میرا باپ بہت بیمار ہیں۔"  
 "اے گلیا! انھیں؟" میں نے انہیں دیکھ کر پوچھا۔  
 "انھیں دق ہے۔ وہ رونا لسی ہو گئی۔"  
 "کی ہے؟ کس لئے؟ تو بہت بیمار ہو رہے ہو؟"

یہ بات بڑا ہوتا ہے اور اپنی بیاری کے آغوشِ دل میں  
ایسے کھوکھلا چوکا ہے اب وہ زندہ نہیں رہیں گے  
نہیں دیں گے آپ کو ایسی بات میں کرنی چاہیے ان کا  
دلوں پر کیا؟ اور آپ انھیں بیاری میں چھوڑ کر یہاں کیوں  
کوئی کہتا رہا کرنی چاہیے؟

ملکی کی تیار داری اور علاج کرتے ہوئے کسی ایک شخص کو یہاں پر بھیج دیا۔  
 ایک شخص نے جو کچھ دیکھ کر شرفاء کے پاس لے گیا اور بھڑکے ہوئے  
 آپ نے بہت بڑی خبر سنائی۔ آپ کہتی تھیں کہ آپ اپنے  
 ملک کو لو لیں آپ کو لوگوں کے پاس رہنا چاہیے۔ اس سے  
 اور دیکھ لائن کوئی خدمت ہو تو مانگیے۔ میں کہتا ہوں  
 ہی بہت بڑے ڈاکٹر کو جانتے ہیں گے۔

[illegible]

”میں اسی لیے آپ سے نہیں کہہ رہی تھی کہ آپ اپنا وقت بچہ لڑکے کے جانوں کی وجہ سے ختم کر دیں گے۔ چاہے آپ شروع کیجیے۔“ وہ نہیں مانی۔ ”میں نے اس دن جہلی مہر کی کڑی ڈھکایا اور اس کی کسی بات پر غور نہیں کیا۔ لیکن اس نے اس وقت اپنے کلام کو وہ کجا جب شام ہونے لگی۔ میں نے کہا: ”بس! آپ کے ساتھ میں بھی آپ کے بیٹے کی کو دیکھنے جانا ہوا۔“

”نہیں وہاں آپ کا ہانا ایک تیس ہے۔ ہم صحابہ امتیاء کو کہتے ہیں وہ فقہ کے مریض ہیں۔ میں نے بہت اہل راہ کیا تو وہ کار آمدن سا سمجھ لے ملنے کا کام کے علم کو۔“

رات کو راج کرشنا نے محل کے گیارہواں بیت کے لوگ چھڑا کر دیکر اٹھ کر چلے گئے۔ ان دنوں اخبارات میں راجا کی حکمت کے بارے میں شہرت لے چکا تھا۔ اس کے متعلق کچھ کچھ چھپتا رہتا تھا اور ہر شخص کے دلوں پر راج کرشنا کا ہی آقا تھا۔ یہی بھی راجا بہت دنوں سے اخبار دیکھتا تھا کہ راجا کو کون سا لوگ راج کرشنا کی گفتگو سے مجھے اعزاز ہو گیا تھا کہ اس کے لئے اس نے اس شخص سے خوش نہیں کیا وہ اور اخبارات نے حکمت پر زور دیا تھا۔ جن لوگوں کے ساتھ کوئی رعایت نہ تھی تو لوگ اس کو کبھی جان میں کر رہے تھے۔ ان اخبار والوں کو کہتے ہیں کہ یہ سب مل گیا تھا کہ راج کرشنا کی رعایت کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ یہ بھی اس کے ایک نہیں کہ ان کے ساتھ اس کی خود کوئی کڑی تھی اور بالی مقرر لوگ مل بیٹھ چکے تھے۔ رات کو محل میں ہر شخص راج کرشنا کے قریب بیٹھ کر اس کی ہدایت کوئی بات سننے کی غرض سے تھا۔ لیکن اس نے اس باب کے ساتھ دیکھ کر دیکھ کر اس کو دیکھ کر غرض یہاں تک کہ اس کی ساری باتیں اس کے دل میں اس کو رہ گئی تھیں۔ اس سے آپ آج آپ کے کہنے سے رہے ہوں۔

”محبوب آپ آگئیں“ میسے ہرگز نہ کھل گیا۔  
 ”ہم تو روزگارتے ہیں میں روزگارموتی تھی کتابہ آپ آئی تھائیں  
 ہائیں“ سچے آپ سے شکایت ہے کہ وہ تاراج سے بھری آپ نے  
 لوں کو لے کر گئے تھے۔ آئے وہ۔

”کرتنا ہی کہہ رہے تھے کہ وہ کسی دن آپ کو ہائیں گے۔“  
 ”دیکھیے، وہ دن کب آئے گا؟ یہ بتائیے۔“ اچھی آپ اپنے  
 کا پرکھ کر انہیں بنایا؟“ وہ بڑبڑھکتی ہوئی بولی۔  
 ”اچھی تو ایسا کوئی پروگرام نہیں ہے۔“

پھر ٹھیک ہے ہمارا جواز کہنے میں واللہ ہے اب کے ہم نے ہر  
 بات سے لوگوں کے ساتھ بہت دور دراز میں کل جاہلیں کے اکثر  
 واپس آئیں گے۔ آپ یہوں گے تو اور مزید ہے۔ گجرات بھی اب  
 بے بن بنانے کا ہم عرصے پر مچھ کے خوب بات کر رہے ہیں



”بڑا وقت پڑا ہوگا۔ ملیں گے نا؟“  
 ”جی، مگر کون شامی....“

۱۔ کرشنا ہائی کیسے نہیں مائیں گے ان کے ہاتھوں میں ہم بھگولوی  
والا لے لے مائیں گے وہ دوسریں کو بہت بھگولیاں لگتے ہیں۔ وہ  
بھگول اتنی بھی نہیں کریں گے ان کا کام کرنے کے بعد انہیں کچھ آرام لینا پڑتا ہے۔  
ہم جب تک کعب میں موجود رہتے وہ کسی بھی پاس نہ جھجھکی  
اور ہمیں جو زمین کو خیال آتا رہا کلاں جس کا باب ابھی کھلا ہوا ہے کرشنا  
لوگوں کے درمیان بگڑا رہا۔ جب کرشنا شروع ہوا تو وہ سڑو پ نہیں کے  
ساتھ لپٹے گا اور نورین ناچا کی زمین پر اپنے پاؤں بھرا کر رہی اور مجھے  
جموہور کوئی نہ کہیں جس کی اس کے ساتھ راج کرشنا اور دوسرے لوگوں کی  
طرح ناچیں۔ میں نے صاف کر دیا ہے مجھے ناچ نہیں آتا۔

”میں آپ کو نامی سکھاؤں گی۔ وہ غلطی ہوئی بولی تو کچھ لمبے پھر  
آپ کو ایک عجیب طعف آنے لگا۔ آپ بے غور ہو جانے لگے جیسے آپ  
نے کوئی نئی چیز لی ہو۔“

زمین اور میں تنہا ایک بڑی میز کے گرد بیٹھے تھے تجوڑی دیر  
 میں کسی لوگیاں اور عورتیں بھی آئے وہاں بیٹھ گئیں مجھے میں شکر کس  
 ہوسے لگا میں نے اٹھتے کارواہ کا مگر زونے نے میز کے نیچے سے کھینچ  
 پر ٹوکھا اور اپنا پیر سے پیر پر رکھ دیا۔ میں سمجھا کہ ان کا کہنے کے  
 بعد اس طرح اپنا کھانا آٹھنا بہ تندہی ہے اس سب کی نگاہ میں ہر مکرور  
 حقین اور وہ سب سکھاری ہیں جس نے ان کی حکایت نہ سنی۔ اسی شانیں  
 فوج حتم ہو گیا اور راج کرشنا ستر روپ شیل کے ساتھ پہلی ستر روپ  
 سب کٹھ سے ہو گئے اور اس افغانی میں مجھے راج کرشنا کے قریب بیٹھے  
 کا موقع مل گیا۔ چرمین فون راج کرشنا اور ستر روپ چاروں ایک دوسری  
 میز پر بیٹھ گئے ستر روپ کے گے میں وہی ہر گاہ رہا تھا۔ کہ ان کی امانت  
 جس کا بابا جان نے خیال نہیں کیا یہی نفسی اس کے گے سے نہیں ہٹ  
 رہی تھیں اور میرا دل بیٹھے لگا تھا۔ اس دوران میں نوایں نے جو بائیں  
 وہ کھانے نہیں نہیں میں اس حکم میں تھا کہ ستر روپ شیل کے گے سے یہ  
 داکٹر طرح مجھ پر لڑی کہی وقت راج کرشنا سے کان میں چپکے سے  
 دلائے چلے ۹

”ہاں جلیں“ میں نے دفعۃً اٹھتے ہوئے کہا۔

سب ہمیں روکنے سے۔ زمین پہلے کی طرح کب کی عمارت کے  
خامس دروازے تک نہیں پہنچانے آئی۔ اس بار اُس کے ساتھ کلب کے  
بہت سے سوتے ہوئے اور تھکنے والے راج کرشن شنائی باری باری اپنے معاف  
کیا اور سب کا لنگر بے ادا کیا سب واپس ہو کر تھکے ہوئے زمین فامیں میں بیٹھ گئی۔  
وہ ہلکا سا عمارت دروازے سے باہر آگئی اور اس نے فامیں وقت تک پہنچ  
کر لنگر کا گے نہیں بڑھنے و یا جب کب پہنچے تو گھر کے کارواہ نہ ملے لیا۔

ملکت سے باہر نکل کے ہم کلب کے وسیع جزو زاد میں آ گئے  
دوران اور درختوں کے پرلی طرف پختہ فوش پکاواں کھڑی تھیں جسے  
کلب سے مانا ہوتا وہ دریاں کے فیض سے موثر پورب کو شہل کلب کر لیا  
ہم نے دریاں کر رہی تھیں وہی کو جانے ساتھ ڈیڑھ سو برس میں قبل  
باہر آئے ہیں گری گری سائیں میں سبز پر پمانہ کی سوری میں لہ  
ناشی چھائی ہوئی تھی آوے اور گھنے درختوں کے نیچے میں کیں گرا کر ابر  
تھاہہ ہوازم اور ٹھنڈی تھی سو رنگ لال کا پانی دوسرے چمک اچھا سات  
اچھا موسم اور صفر چھوڑے گنگ عمارت میں بیٹھے ہوئے تھے سیریل جانا  
میں میں سبز پر پلٹ جاہل ہم اہم آہستہ دھول سے ہم بڑھو شہر تھے  
اسی ہم دریاں میں ہی تھے اور ایک درخت کے سامنے میں گوسے تھے  
مجھے کچھ پلٹ ہوئی میں نے چمک کے اور اٹھ نرفو لال رنگ جو جسے کی کنت  
بھی نہ لی ایک ماہ کی بجلی کی طرح درخت کی اوٹ سے نکلا اور راج کر شاہ  
جھٹا میں نے اپنا ک راج کر شاہ کو دوسرے دھکا دے دیا وہ شخص بھڑکی  
میں پھانگے پھانگا ایک لے میں پلٹ کے بھر پور پکا میں چیل کے کہ  
چھوٹ گیا اور میں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیل دیے اور کسی نوش کی لڑا  
اور اٹھ کر کھڑی ہو کر دیا اس نے کھڑے ہوئے مجھے پیر پیر کے حلوہ مارا کھڑے  
ہو تا تو پا تو اس کے شانے اور سینے پر کئی کئی کیک پین پکا ہوا راجا مالک  
کا ہاتھ میرے پیٹ کے شانے سے بچتی تھے بائیں جانب کٹ کے آئے اپنے  
پنچے کے قبضے میں لے دیا یہ لحوہ ایسی تھا کہ مجھے ہوا تو بازی سے نااہل  
کوئی شخص مجھے اور بہار بار و دست واکرے۔ میرا تو کامیاب رہا لیکن  
نہ کسی تودہ کے میرا پوری توقع سے نکلا کیا اور اٹھ کر راج کر شاہ کے  
اٹھ جانے اور پھر چلنے کا خطرو ہوگا اور دھیری غیر متوقع مزاحمت سے بھلا  
گیا ہوگا جو کچھ اُسے کرنا تھا جلدی کرنا تھا۔ اس کے نتیجے میں اس کی کلاں  
سیر سے بچ کر گرفت میں آئی اور وہ اسے آزاد کرنے کے لیے پوری جوشہد  
کر دیا تھا اس نے کئی پیر سے پہلے میں نے پلا پلا ساتھ آدا کر رکھا تھا اگلے  
کے پیٹ پر سسل غریب لگا ہاتھ۔ وہ اپنے دوست ہاتھ سے میرا سر  
پر کئے ہائے راز کا زخم کرنے اور مجھے وہاں کرنے کی کون تھا  
چلے کہ اس نے میرے جسم پر لگا دیے تھے تیار میری جھوں جھٹ گئی  
مگر میں نے اس کا پیٹ ٹھوکر ڈالنے کی کوشش جاری رکھی اس نے غلغلہ  
جسم کی حد پہنچ کر کیا تھا چاند میری غریب چھائی ہوئی پڑوسی میں  
اور میں نے راج کر شاہ کا کٹھ کے اپنی طرف آتے ہوئے بکھانے میں  
بیچ کر اسے دوسرے کی بات کی۔ اس کی میری توجہ ہوا تو ملے ہاتھ پلا  
نیں تھی کو کہ وہ پوری طرح سسہ چھپے کے تنکے میں کہ ہاتھ پلا  
فعا جی ترانصحن تھا اور مجھے معلوم تھا کہ ایک بار ہاتھ میں آتی ہوئی کلاں  
جھوٹ ملے تو لڑا کر کا فعب ہوا ہوا ہے۔ پھر وہ نہ تھے  
کرتے راج کر شاہ نے میری بات پر عمل کرنا مجھے کچھ اعلان ہوا

ہر ملے اس کے بیٹے ہر خیر میں لگانے کے بجائے اس کا دوسرا ہاتھ پھیلا دیتے چمکانے کے لیے کچھ آگے بڑھا کر اگلا ہاتھ پیلے ہی اٹھا ہوا ہاتھ کیونکہ یہ بلانے کا موقع نہیں ملا۔ اس نے اس کا ایک ہاتھ اپنے پاؤں والے ہاتھ کو چھلایا اور چاقو اس طرح چھوڑا کہ وہ درجہ کے گرسہ میں نے اپنا لالچ ٹکڑے کے کس کے دونوں ہاتھ آزاد کر دیے۔ اس نے چاقو کی طرف جھٹ لگانے کا ارادہ کیا مگر وہ مجھے صدمہ کرنے لگا ہوا تھا وہ پتیرا ملنے کے یکے بڑے جگمگاتا میں نے اس کے پیچھے دوڑنے کی کوشش کی۔

میں آٹا ناگھب کی اونڈلی جیسا گلاب گیا میں بھی ہلکے بخیر کیڑے کے لیے بولے کہنے کے لیے جھٹ لگانے والا ہی تھا کہ راج کرشنا کی پہنچی ہوئی آواز نے میری جھٹ پست کر دی۔

اُن نے انہما خد نہایت بے چارے چھوڑ دیا اور جسے گم  
ہو گیا اُس کی بیخ کنی کر دی اور گاڑیوں میں بیٹھے تھے وہ فرار ہو رہے  
تھے۔ وہ لائن میں اور اسی منتشر ہوئے اور ہم کہہ سکتے تھے کہ راج  
کوشا اپنے دماغ سے بڑی جبر ماف کر رہا تھا خون کے پورے چہرے کو  
خون سے مٹا رہا تھا اور میں صاحب ایک دہائی کے مشرور رہا۔

میں نے بالکل ٹھیک کہا تھا میں نے دوائے کما چلے ایک  
 شخص بھٹ گئی ہے کوئی خاص بات نہیں ہے انھیں میں نے دیکھے  
 راج کو نشانے ڈالو توڑ ڈالو بالوں کا پانی بکڑا پس بھٹ کا حکم  
 دیا اور حکم سے پرہیز کرنا ہر گاہ کی تک لڑنے کا میں راستہ میں ٹھاکر  
 کو دیکھتا تھا میں نے کوشا کو بال بچوں کے خون روک دیا تھا راج  
 کو کھانسی ہوئی تھی میں نے کب کب کھانسی دیکھی تھی تو کون ایک بات پہنچائی  
 کھانسی میں بخار اور کوشا کی تیز رفتاری سے جھگڑا ہوا کھڑے کیا چپا  
 ہوا جس پر مجھ پر بخار خون صاف کیا۔ زیادہ تو کوشا کی بات نہیں تھی  
 کوشا کو آواز دینے میں میری چپا اور راج کو نشانے صریح پر ڈال کر ہے  
 کمال میری ملامت کئی گئی ہو۔ میں نے کوئی دوا نہیں لگائی۔ خون مارتے  
 دیکھ کر کیا تھا۔

کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں آجائے۔ اس کے  
 گھر میں ایک بڑی کھیتی باڑی ہے۔ وہ اس کھیتی باڑی میں  
 اپنے گھر کے لیے کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ وہ اس  
 کھیتی باڑی میں اپنے گھر کے لیے کھیتی باڑی  
 کرتے ہیں۔ وہ اس کھیتی باڑی میں اپنے گھر کے  
 لیے کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ وہ اس کھیتی باڑی  
 میں اپنے گھر کے لیے کھیتی باڑی کرتے ہیں۔

دیا کہ آپ کعبہ مجھے بین دیوے وائیس اکبر کے تہ چپانے سمجھو گے  
 ہے میں نے کہا۔

اب آئندہ آپ کو فطرت پرستی کی منزلت ہے۔ میں نے تمہیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ راج کمار کا مشورہ دیا۔ وہ آپ کا اس شہر میں رہنا نہیں چاہتے۔  
 لیکن غریب! میں خود میں ماؤں گھلا۔ نیت کا خوف نہیں ہے۔  
 اس نے پوچھا ہے کہ میں نے پتوڑی محلہ کا تعلق ایک نیا شہر تھا  
 کہ تھانہ چوک نہ جائے۔ یہ محلہ تم نے بہت اچھے طریقے پر آباد کیا۔  
 دوسری بار جب تم نے ایک محلہ کو جس کا نام اس کے کہیں کہیں  
 کاغذ پر لکھا ہے۔ تم نے وہاں بھی بچائی ہیں۔  
 ”آپ اس بارے میں کچھ نہ کیے“ میں نے غصے کی۔

یہی ہے کہ رسول کی مہم جوئی اور وقتِ حتمی بات کو دہا ہوں، یہ ایک عجیب  
 ہے جو منور تجربے میں بولتا: تم کب میں کہتے ہو میں نے تجربے میں، یہ وقت آیا  
 تھا اسے اندر لگا باجی عمری تم اس ایک لمحے کی جی ہاں کہ میں نے اس نے  
 دوسرے مجھے یحییٰ کیا۔

ہیں یہی تو کیا ہے؟ میں نے شکستہ آواز میں کہا۔

[illegible]

یہاں سے پہلے کے بعد ہی جلدی رہا۔ جواب دیتے دیتے، وفات  
کر گئے اور ان بول گئے تھے چھر می می مسخ تو رہا اپنے باپ کے ساتھ  
میر پر جو دھن کی کیا اور تھا؟ "اے کنے اے کنے ہی انتظار ہے پوچھیں  
میں سمرتی طور پر یاد دلاتے رہنا یاد تو کیا یہ کب کب اب محفوظ رہے  
ہی۔ وہ خوشیوں سے بولی تھیں بہت خوش آئی؟ "اے کنے کنے  
یہ ارباب نہ لیا۔

نورین دیر تک ٹھہری رہنا چاہتی تھی مگر لوہے کی انڈیوں اور گلاب کے  
 لکڑیوں کا تاج پہن کر چلی گئی تھی اس لیے وہ جلد ہی واپس چلی گئی تھی کہ اس کا رشتہ  
 اس کا رشتہ میں نورین کے جانے کے بعد اپنے گھر کے مرنے والے ہو گئے تھے۔



فون پر پہنچی، بالمشافہ اسے دوپہر کا کھانا کھانے کی فرصت بھی نہیں مل سکتی تھی۔  
دوم سہ پہر کا تھیں کہ اور دو سہ ٹھکانوں کے افسروں اور ایس بی کے فہرین  
سے جھار پھیلنے کے باہر پھرتی ہی پھرتی کھڑی تھیں۔ پولیس کے احسا  
حکام کے حکم سے جنگل پر پہنچے اور اس کی تعداد میں خود افسار کو دیا گیا تھا  
کل رات اگرچہ برف خوں نہ پڑا کہ راج کرشنا دا دیلان کی کوکڑی سے کاٹنے  
چیننا نہ پڑا، اور سب کچھ نہ بولتا راج کرشنا دا دیلان کی جھوڑ کرنے سے  
دھمکے کے لیے مجھے آواز میں لگانی پڑی تھیں، لیکن نہ جوتا تازہ منٹ کی  
بات تھی کسی کو یہ بھی نہ پہنچا۔

سہرہ پر کھے جو لین کا انتظار ہی رہا۔ وہ وقت کی بڑی پابند تھی مگر وقت گزر رہا تھا اور جیون میں اس کی فحشی یقیناً اس کے باپ کی حالت زیادہ خراب ہو گئی ہوگی۔ وہ ایک دل میں ہزار دوسرے اٹھنے لگے۔ میں نے ہنگامے کے باہر گئی میں حمل کے بھی پچھان لیں اس کا دُور دور پتہ نہیں تھا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی اور وہ نہیں آئی۔ مجھ سے کہا کہ میں بیٹھا ہوں اور اب تم جب اس کے آنے کی آمد باطل ہو گئی تو میں نے راج کرشنا سے پوچھا کہ آتے کیسے جانا تو نہیں ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ میں نے کہا کہ میں کچھ دیکھنے کیلئے موٹر لے جا رہا ہوں وہ دیکھنے لگا کہ تم کچھ کیسے نہ پوچھو؟

ڈراما نویس کو جو کہیں کے گھر کا پتہ معلوم نہ ہو اسے ساتھ لیا ہو کر  
شہر کی وسیع سڑکوں سے گزرتی ہوئی ایک گنجائش والا ایک مکان ملے  
مائل ہو گئی۔ یعنی جو کہیں اس کا قصد دوسرے رشتہ جو چاہے اس کی حق دلاؤ  
سے کیا ایک نسبت نہ ہو بلکہ کھڑی کڑی اور بچے ساتھ لیے ہوئے تنگ گلی  
میں داخل ہو گیا۔ وہاں اطراف چھوٹی بڑی بلڈنگیں کھڑی ہوئی تھیں کافی تنگی  
اور سرگرتی ہوئی عمارتیں یہ آبادی ایسٹوئڈن لوگوں پر مشتمل تھی پہلی منزلوں  
کے کمرے میں سامان کم تھا، معافیاً زیادہ لقمہ آتی تھی اس کوٹ پہنچے ہوئے کڑی  
رنگ برنگی روٹیں اور تھل پڑی کڑیاں لٹکا گئے گی میں متحرک غصے بلبلیوں کے  
باہر پڑے کرسی پچھلے اخبار ہیں میں مصروف تھے گلی میں زبردستی نیاں چلنے  
لگی تھیں۔ میں نے چارنی کے ساتھ ڈرامہ سے پہنچا کہ کہیں وہ تیرہ تو نہیں  
بھول گیا؟ اگر اگلے نکلا میں سڑک پر لایا اور بڑی گلی سے دائیں جانب کی ایک  
اونٹنگ گلی میں مڑ گیا۔ جہاں سے ملنے لکڑیوں کی آکھنیوں سے بنی ہوئی ایک  
تین منزلہ عمارت کھڑی تھی۔ ڈرامہ نویس نے میں کو کہہ کے ایک غلبت  
کی طرف اشارہ کیا۔ دیکھا کہ جو کہیں ہیں سہتی ہیں؟ میں نے مشتعل انداز میں پہلے  
”جی ہاں! وہ تیرے مالے کے کوڑے طالع لٹا دیتا رہتی ہیں۔“

مجھے عمارت میں قدم رکھتے ہی مجھے جھجک ہوئی۔ میں ہی مومن تک  
کش مکش میں گھبراہٹ میں ایک اور ایسے سے سیریل میں چلے گیا۔ ڈانچہ  
گلی میں رہ گیا۔ سب سے اوپر والی منزل پر پہنچنے کے لیے اسے اذان کے  
مطابق دروازے پر ہر منٹ سے دنگ دی، دروازہ زبردستی سے کھولا گیا۔

اُس کی تہلیاں لرز کے سمات ہونگیں اور وہ چتر کی سی رہے گی۔  
 "اُس کے ڈیڑی کیسے ہیں؟ میں نے لاکھ طرائق پر مبنی آواز میں پوچھا  
 اُس نے ایک گرمی طعنے لے، اُس کا چہرہ سفید پڑ گیا، ہر منٹ  
 بد دل لگے۔ وہ پہلے سے بہتر نہیں لیکن انھیں اپنی سادہ بہ نہیں ہے۔  
 اُس نے نقاب تنہی کے کہا۔  
 "میں انھیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"  
 "مگر آپ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے۔"  
 "میں پورا نہیں کرتا۔ میں نے سر جوڑ کر کہا۔

[illegible]

۱۵۰ "اور بھی آتی ہیں۔ جو ملین نے اس مسئلہ سے جواب دیا۔ یہ گھومتی مورت ہے جب ڈیڑی کی چار دھڑکی تو ہم یہاں آ گئے۔ پہلے ہم باندے میں رہتے تھے۔ یہاں ڈیڑی کے کئی کپڑے دوست ہیں آتے رہتے ہیں اس طرف اُن کی صحبت بہل رہتی ہے۔"

"گھر میں رہتے ہو تو آپ نے اسے بڑے سلیقے سے بھاگ لپکا ہے۔ آپ ہی آپ نفرا کرتی ہیں۔ آج آپ نہیں آسکتی ہیں اس لیے مجھے اعلیٰ ملے گی اور میں یہاں چلا آیا ہوں۔"

"بلکہ فون کرنے کا موقع بھی نہیں ملا اس گھر میں کسی کو بلا کر نہ آجائیں مصلوٰی چوڑا۔" وہ کردار اور میں بولنے لگے ڈیڑی کی بیماری سے اب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے۔"

"میں تو آپ کے ڈیڑی کو دیکھنے اور آپ سے ملنے آیا ہوں اور مجھے

نہیں آیا گھر تو کہنوں سے ہوتے ہیں۔  
 اُس نے انہیں بند کر لیں۔ اُس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ ایک اعلیٰ زرد  
 مٹائی پینے ہوئے تھی۔ اُس کے بال کھلے منہ تھے اور انہیں ابھی تجسین  
 صرف ایک دن میں وہ کچھ اور لمبی ہو گئی تھی۔ میں نے پہلی بار اس  
 مشکل میں دیکھا تھا۔ وہ مجھے پہلے سے بہت اچھی معلوم ہوئی۔ میری نظر نے بار بار  
 اُس کی مٹائی شمع تجسین اور گھبراہٹ کے عجیب جاتی تجسین۔ آپ گہرا نے تجسین  
 میں نے پرسش کر لی۔

”حوصلہ رکھیے تب مجھے اپنی آواز مبنی محسوس ہوئی۔ میں... میرے  
کوئی کام نہ ہو تو بتائیے۔ وہاں وغیرہ جانا ہی ہوا اور اس کے پاس جانا ہو تو جانیے  
میں نے جسم میں بہت خون ہے اگر خون کی ضرورت پڑے تو میں... میں...  
ہمسک پڑی۔ میں نے ساری کوکونی بات کہیں کہی تھی اب میں اس سے  
لوں؟ ہلے کس طرح چپک کر اؤں؟ میں آپ کے بہت کام آ سکتا ہوں  
بلکہ دنیا میں کوئی کام نہیں ہے۔ میں نے تیری سے کہا ہے کہ آپ اس  
ہی وقت ہے اگر آپ مجھے کوئی کام سونپنا تو میری خوش ہوگا۔  
وہ ادا کر سکے گی۔ نہیں، اس نے دھت سے کہا: آپ کا یہی حال  
ہے کہ آپ اس سے ڈیڈی کو دیکھنے آئے ہیں ان کیلئے دعا کیجیے۔  
میری دعا میں تو دل نہیں تو جس میں آپ نے ہاؤس سے کہا: میں  
کے ڈیڈی سے کیلئے کوئی دعا نہیں کر دوں گا۔

وہ مرا حاکم مجھے ارزا بیوی بیچوں سے دیکھنے گئی۔ آپ چلے جائیے۔  
 آپ چلے جائیے یہ گھراقت زدہ ہے یہاں کی ہوا خراب ہے یہ گھربست خراب  
 آپ کیلے نہیں ہے آپ چلے جائیے۔

پڑھنا وقت آمیزش درانگ

[illegible]

گئی کیا... کیا آپ کچھ بھول گئے ہیں؟“  
 ”ہی نہیں“۔ لیکن نہ تو ملا کہ کیا مسر  
 پریشانی ہو تو بھجی گئے نہیں مجھے مسر فرور کہیے  
 دل پر برجہ سہ گاہ میں نے اسے نہ کر کے نہیں  
 قدموں سے پڑھیاں اترنے لگی۔

رات کو میری آنکھیں کھلی رہیں۔ راج کر  
گئیں نے صبح کو دس بجے رہیں کے فیلٹ میں  
میں سے دماغ پر پھانی رہی۔ اسی طرح صبح پونہ  
اور چھپا گھر کے کاموں میں مصروف ہو گئی۔ سب  
نے تمام حالات اس کے انداز پر پوچھتے تھے۔ اس  
انسان پر اتنا ڈال یا تھا راج کر شنائے اس  
کے کہ متعلق بھی کو سوال نہیں کیا۔ وہ اس کے سا  
دو دنوں برسوں کے شنائے اس اور میرے چچا اس  
میں کام لڑا۔ پوچھا رہا تھا اور پوچھا بھی نظر سے  
سے کر شنائے نکال کے دینا میں نہ تھی۔ اچھے کبھی  
اور کو میری گرم و دودھ پلائی تھی۔ چپانے بچھو سے  
کر دی تھی۔ وہ سب سے پہلے ہاگ مانی اور حبیب  
میں بھی ہوئی تھی۔ صرف چند دنوں میں چچا کا چہرہ  
نکلتی تھی۔ اس ایک یا دو بار ڈانڈنے کے بعد چھو

منع ہوئی اور پرنی میں بیٹھے کے مختلف کمروں  
بار بار کمرے کا کتا میں آتے پلٹ کر نہ رہا۔ جو  
میں خفا میں بار بار گھڑی دیکھنے لگا حالانکہ آج بھی  
کو کوئی خود سے منع کر آیا تھا مگر جو میں عین وہ  
میں داخل ہوئی وہ بہت ناگوار نظر آ رہی تھی  
آپ بچہ آگئے، میں نے کئی تہذیب نگاروں سے  
بڑی کتبہ رات سے کچھ بہتر ہو گئی ہے  
ہے، انھیں کہیں اور بات بھی کی ہیں، اعلیٰ  
انفرس کر لی، کچھ ڈر تھا کہ آپ کا حرج ہو گا  
ہے چہ باقیں کر کے وہ کہیں آگئی اور کتا  
کے کہنے کی نکل آپ کے جانے کے بعد  
کچھ خاص طریقہ کر سکیں۔ آپ کی کہ بہت پسند  
میں وہ بہت اچھی نہیں۔  
آپ کو کچھ بہت مزاحیہ اور مفرح رہے



اس کا ہوا کہ آپ کو میری کوئی بات گراں نہ گزری ہو؟  
 ۔۔۔ اس کا مجھے جواب دے دیا۔ میں اس قطعہ کے بغیر بیٹھ گیا تھا۔  
 ایسے متوجہوں پر بات کس طرح کی جاتی ہے؟ یہ بھی مجھے نہیں معلوم تھا۔  
 ۔۔۔ آپ نے بہت عجیب باتیں کہیں۔ وہ خدا کا یہ کلمہ ہے بلکہ میں  
 تمام وقت یہی مرتبی رہی کہ آپ کی باتوں میں کوئی ایسی بات نہیں ہے  
 جسے کوئی آدمی نہیں دیکھا یا سنا۔ میں نے شاید آپ کو بتایا ہو کہ شامی نے مجھے  
 بات کی تھی کہ میں آپ سے آپ کے بارے میں کوئی سوال نہ کروں بلکہ میں  
 اس بات پر بالوری طرح کار بند ہوں مگر کیا آپ خود نہیں دیکھ سکتے ہیں؟  
 ۔ کیا تاؤں۔۔۔ میں نے اضطرابی آواز میں کہا۔  
 ۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو کچھ بھی۔  
 ۔ کوئی ایسی بات ہی نہیں ہے۔



بٹ جونی از نمبرون ایف یو۔۔۔“

میں نے اس کی بات پر ہی نہیں سمجھے، دینی جس ہاتھ سے اُس نے  
 میرے گریبان پر ہاتھ ڈالا تھا، میں نے اُس پر تو میرے ہاتھ سے ضرب لگائی  
 باسٹر کا ہاتھ پیچھے چھل گیا، میں کئی دن سے انھیں دیکھ رہا تھا، ادا اس لیے  
 لکھنے سے گریز تھا کہ وہ مجھے بارہ روز مسلسل نظر نہیں آتے تھے وہ  
 شہدے تھے، کچھ باسٹر کی گردن پر جب دو مسل ہاتھ ڈالا تو وہ بیچے بچھ گیا۔  
 مکوں باسٹر! میں نے ہاتھ تو رکھ کر لایا، بھٹکے ہے؟“

اس کے پہلے کارٹر جناب دہلی آئے ان میں سے ایک نے وائس چانسلر  
پیرسٹرل کے دروہ کا دعویٰ کیا، گامبھی تھا مجھے احساس تھا کہ اس کے فرسٹ  
پوسٹ ہونے کے بعد ایسا بھی ہو سکتا ہے اس لیے اس سے خفیہ کہانی کے ساتھ  
کوئی دوسرا شخص پرکھ کر خود خواہ معاملہ مزید اگلنے میں مستعمل اناکار میں  
لے لیا، ہاتھ سے ایک سرجی بھی ضرب لگائی۔ یہی ہوئی کہ جو تیس سے  
باجوہار اس کا آغا تھیں کلک سے سب چشمہ زند میں ہو گئیں۔ اس طرح ابی تین  
سورڈوں کو سوجھنے کا موقع مل گیا۔ میرے واسطے ان کی طرف دعوئی نگاہ  
دیکھا۔ آخر دوسرے نے باقوت نکال دیا تھا۔ جو تین بے گناہ تھے کچھ بے گناہوں نے

ماسٹر کا ہاتھ پھیلایا، ماسٹر نے اسے دھور مکمل دیا اور چاقو ہاتھ میں لیے بنے  
 بیٹھ گئے۔ ہاتھ لگا جب کہ میں ایک جگہ جا کھڑا تھا لیکن میری آنکھیں می  
 ہوئی نہیں تھیں۔ ماسٹر کے ہاتھ میں چاقو کی گرفت ایساں کواں انداز دیکھ کے  
 مجھے اطمینان ہو گیا تھا۔ میرے آواز لگائی سمجھ لی۔ مڑے۔ ماسٹر نے ہاتھ پھیلایا  
 طبلہ پر پیچھے کی طرف دیکھا۔ دوست سری لمے اس کواں چاقو والا ہاتھ میرے  
 قبضے میں تھا۔ میں نے دوست ہاتھ سے اس کی ٹھوڑی پر ضرب لگائی۔ ماسٹر  
 کی آنکھیں چھٹ گئیں۔ دوسری ضرب ہاتھ چاقو پر اس کی گرفت کمزور پڑ گئی اور  
 تیسری ضرب پر وہ پیٹ کر گر گیا، فرش پر گر گئے۔ میں نے ہاتھ سے اسے  
 اٹھا لیا۔ چاقو سے ہاتھ میں آئے۔ یہی اس کے ساتھ دھور ہو گئے۔ دوست ماسٹر

کا اشارہ ہمارے لیے پہلی سیٹ کے کھڑے تھے اور ہتی کے انجام سے خطا ہو کر تھے میں نے چاکلہ لڑا تو عمر ان سب پر نظر ڈالی اور ہر مرتبہ اسے بند کر کے اس کی طرف اچھال دیا۔ ماٹر سکتے ہیں بیگیا۔ میں نے جوں کے جانتے سمیٹ لیا اور اس کا ہاتھ جوڑ کے آگے بڑھ گیا۔ بائیں لی پندی میں تھم چلا۔ بدل گا کر میں جوں کی کا بازو دھسے چڑھے جوئے اپنا ک چھڑتی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ گچھے پہلے ہی کثرتے تھا کر پختے ماٹر سے ایسا اوچھالیں یعنی نہیں ہے سیر کا ان اور انھیں پیچھے کی طرف کی جوتی تھیں جیسے ہی ماٹر کے پاؤں کو ہٹنے کی بہت اور اس کے اٹھنے کی سزا ملے ہوتی ہیں اگر کھڑے نہ سے ہٹ گیا۔ ماٹر غضب میں آکر نکل گیا۔ میں نے جوں کو چھوڑ کے اس

کی نسبت پر ہمت گمانی اس طرح نہ لیتے تھے اپنے بیروں پر کھڑا نہیں رہ سکا۔ اُس کا چاقو والا ہاتھ نے اسے اتنی شدت سے مروا کہ اُس کی دردناک کراہیں گولڈن ہرمت کو نہ بھینگیں۔ چار اگرنے کے بعد بھی میں نے اُسے چھوڑا۔

نہیں۔ مجھ سے معنیٰ فرمیں کہ سستی ختم میں نے اس پرنگا میں اور معنی  
وہ بدادشت کر سکتا تھا اس نے بڑا کشت کیا۔ میں نے بالوں بازوؤں  
اور گتھی سے پتھر پتھر کے اٹھا ڈالے اور فرش پر بھینکا رہا اس کا جسم  
جگہ جگہ سے ٹھل گیا وہ دین میں اس کے ایک ساتھی نے پیچھے سے ایک کے  
پیری گولن میں باخود ڈالا اور مجھے گرانے کی کوشش کی۔ میں نے اسے اسٹر  
پر لٹ دیا۔ چرائس کا کوئی ساتھی نہیں رہا۔ یا تو وہ کہیں چھپ گئے ہوں گے  
یا وہ مرن کر کبر کر کے لیے دوڑ پڑے ہوں گے۔ جہیز نے میرے بازو  
سے پلٹ کے مجھ روک لیا۔ اسٹر زمین پر پڑا کہ وہ باخود میں نے جہیز  
کی ممت پر اسے دوبارہ نہیں اٹھایا یا اسٹر کا پاؤں اس کے بائیں  
پیر پڑا تھا کوئی اسے اٹھانے کی سکت نہیں تھی اب گے بڑھنے سے پہلے  
میں نے اسے حرا و حہ فز و دوائی۔ گلی میں سٹانا جاری تھا، ٹکڑے ٹکڑے اور ہاتھوں  
میں کھڑے ہوئے لوگ غمزہ میں اور مڑا ہوا گلی میں ٹھل آئے تھے۔ میں جہیز کو  
لے کے اس گھر کی جانب چلنے لگا۔ غیث بیچنے کے میں نے چند لمحوں  
کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔

[illegible]

یہ ہے۔ یہ ان کی فحش ادویاں کہ کہیں اس منظر کے گواہ تھے اسے کہ خیال آتا  
پایا یہی ہے منظر خیال تو اسے جو اسے کسی نے یہ باہن ذہن میں لکھنے کی تربیت  
ہی ہوئی اسے تو جانتا ہی نہیں آتا تھا۔ نتیجہ جس بات سے میں کہتا  
چاہتا تھا وہی ہوئی ہے۔ حدیث شریک کہ اگر یہ فعل جو محنت کر کے سناٹے  
میں لکھا گیا ہو تو اسے پڑھنے کے بعد اس کا دست ٹھنک کر کامی ہو کر رہے گا  
اس کا ہر ہر پہلو میں اس کی بات فحش فعل ہوتا ہے جو بہت لڑاؤ ہوتا ہے  
اس کو قلم سے تیار کیا گیا ہو کیوں؟ یہ تو یہ بات، یہی ہے انھیں کیوں نہ  
لکھے کہ انھیں نے انھیں باز لکھنے کی پوری کوشش کی تھی ان کے لکھے  
ہوئے جس کی تو میں کہہ رہا ہوں۔

جو لین بہت احساسِ باختر غمی اُس کے چہرے پر ہوئیاں اُس نے یہی  
 نہیں اور دیکھئے! اجنبی نظر میں سے دیکھو یہی غمی میں سے اُسے سمجھا یا کہ اب  
 ہاں بالکل مطمئن ہے! اہلیناں سے گل میں نکلا کرے! اب کسی جانب سے کوئی

لیکن آوازہ اس کے کان زنجی نہیں کرسے گا مگر جہولین کی آنکھیں بھیٹی کی بھی نہیں  
دیں۔ دھونے کوسے میں بھٹاکے دوسے کوسے میں چلی گئی شاید اسے  
مکون کی خدمت تھی اس کی ماں نے مجھے گتھرے کا عرق پلا یا اور اسے دانا  
گی کے فطروس کے کرکٹ نہ ملے گی۔ جہولین جب کرسے میں آئی تو اس کے  
چوسے پر پہلے جیسا اضطراب نہیں تھا میں نے اس کی طرف سے عین بوسے  
پچس ہونا پامایا لیکن جہولین نے مجھے روک لیا اس کی آنکھیں ہانپ رہی تھیں  
تھے چکر لے رہے تھے اور جہولین کو بھی آجڑا تھا کبھی چھپ سکا تھا گال  
جب چھانڈتے تھے شرم اور غصہ دو گن جیسے آنکھ چول میل رہے ہوں۔ آپ ابھی  
سوی نہی ہیں؟ میں نے تسکوا کہا۔

- میں سوچ رہی ہوں میں نے کیا دیکھا تھا؟ وہ سر اٹک سے بولی۔  
 - بھول جائیے جیسے .... جیسے کچھ بڑا ہی نہیں۔  
 - او آگے .... اگر آپ کو کچھ پورا آ؟

وہ تو کیا ہوتا! میرا لڑنے والا کون ہے۔  
 انکی سے جو لڑیں گی فنی و دشت زرد و دلاڑ سے کہ جس میں داخل ہوئی  
 ہوا کے لئے میں پولیس کی آمد کی خبر سناؤں۔ یہ بالکل غیر متوقع خبر تھی یہ لڑا تھا  
 کھانا کھانے کے کسی بھی چور ہوئی۔ جو لڑیں گے شے بھر دے گا اور خود باگونی سے  
 جھاڑ کا کے دیکھا۔ وہ بد حال سے واپس آئی۔ میں نے پوچھا پولیس کو جو وہ ہے۔  
 مجھے کچھ ملے گا دیکھنا مرے۔

نہیں تھیں۔ ابھی ٹیکس کے کرکٹ شامی آتے ہی ہنس گئے۔  
 کرکٹ شامی؟ میں نے حیرانی سے پوچھا۔  
 "ہاں۔ اس کے نام کے منجھانے سے تھکا ہوا نہ بچو جانے۔ آپ کو  
 کسی راستے سے گزرا ہے آپ نے دیکھی یا پولیس آگئی۔ ابھی بچو  
 نہیں نہ پھلے والے کی ایک لڑکی دار تھا اسے لکھا کہ وہ کہیں سے نون پڑ  
 شامی کو طلع کرے۔ بس وہ آئی ہے۔ ہوں گے۔"

اور آپ نے یہ کیا کیا؟ میں نے اپنا ہاتھ پکڑ لیا۔  
دروازہ زور سے دھڑ دھڑا رہا۔ جا رہا تھا۔ جو بولیں نے بھی منع کیا۔  
نے اُسے روک رکھا۔ کونسی کھول دی۔ ایک انیکروم دبا۔ باہر کے ساتھ  
موجود تھا۔ جس بولیں کا غلیظ یہی ہے؟ اُس نے تم کو کچل دیا۔

میں سے انبات میں سڑایا اور دھنسی سے کیا یہ کہ بات ہے؟  
 انکسٹر نے سر سے پر تک میرا بازو لیا۔ اسے تیار لہو لگا کر گزرا  
 ایک نینے میں کھیل سی سی انکسٹر نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور کہہ  
 دیا راج کرشنا کی سانس بھول رہی تھی۔ اس نے آتے ہی میرے  
 گالے پر کیا بوسا؟ وہ بو کھلائے ہوئے جلو میں بولا۔

اسے لو کا

رواد و ساقی بہی میں سر جھکے نامرکشی بھڑا۔ چوڑھکے اس کے  
 ڈیڑی کر دیکھے گیا۔ اس کی حالت میں کوئی ذرا نہیں آتی تھی میں پا کھوئی  
 میں کھڑا ہو گیا۔ جی میں سپا بہن نشتر تھے اور دھڑلے جھٹیلے ہاتھوں میں  
 ہر طرف لوگ موجود تھے۔ پولیس کے کچھ دو حکام ایک جگہ حاکم ہائے کچھ  
 سب کی نظریں پولیس کی طرف لگے ہوئے تھیں میں بالائی میں نرولر مواتو سب  
 یہی خوف دیکھنے لگے۔ میں وہاں بہت آدرا لگا کر کشا پولیس کو تسلی دے  
 دیا۔ نیچے اترنے سے پہلے میں نے جو لوگ سے کہا کہ یہاں پیدل کرے میں نے  
 یاد وہ اس کی حالت دیکھ کر گنگ رہ گیا۔

ہمارے ساتھ جو لیں بھی بنے اتنی سیارہاں سے بوٹوں کی گرج کے  
تھوڑی کرشنا کیلوٹ کا گل میں چند ٹل کیے اور ساکت چھا گیا تھا  
یہ وہاں کوئی رہتا ہی نہ جو۔ ہرگز پتھر کے آواز نہ کہتے تھے۔ انپکٹر اور  
یہ تھوڑا راج کرشنا کے نزدیک کھڑے تھے راج کرشنا نے جو لیں  
میں غصہ پھانپا اور انپکٹر سے آہستہ میں بولا کہ میرا ہاتھ تھا کہ اس  
کے گل کے کوڑ پر سے ہٹ کے دیکھا۔ میں نے اٹھا ہوا ہاتھ اس  
راج کرشنا کے سر کے چڑا ہاتھ لگا دیا۔ یہ وہاں میں آئے اور اس  
کے پاس پہنچے۔ مجھے وہاں سے مڑ کر گیا اور پڑا تھا۔ پہلے وہاں کے  
لوگ کو برا بھلا کہنے لگے۔ وقت اٹھان بجلے۔ ایک سترہویں سالہ  
مرد نے ہاتھ بڑھا کر انکے پاس لائے میں نے ہاتھ دیا۔ وہ  
میں میں بولا کہ میں نے یہی کھانا پھر کے کھینچا تھا۔ انکے ہاتھ لگا کر اس  
سے ہاتھ چھو لیے۔ میں نے سر ہٹا دیا۔ میں نے یہی پیشانی کو برسر دیا۔  
وہاں لوگ کھڑے تھے وہاں ہاتھ بٹانے کے پاس کا دستہ کوڑیں  
لگا ہوا تھا۔

راج کرشن کے آئے کی خدمت میں غم، اضراد اس کے  
کا دوبارہ ہوئی میں بیتھنا اور میں تھکا نا گھر کی میں تھکا۔ چوبیس  
آج ایک انشا بادا۔ ہر حال اس کا شوق ہو گئی اس کے لوگوں کی  
مندی کیونکہ پولیس کا حکم لایا ہو موصول ادا لایا ہو لوگوں کیلئے  
ہر اور کچھ نہ سمجھتا راج کرشن کے سامنے جو میں کا ہار ہی ہو گھٹ گیا۔

اور کھڑے تھے وہ سب دروازوں کے باہر کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے۔  
 وہ وہ مقررہ وقت پر پہنچے پھر چلے آئی تو ایک بل بوتی پر لڑکی  
 بی۔ بی۔ ہمارے چاہی کے بعد لڑکی بیٹے والے پر ہے سنانے لگی۔  
 میں اور محل کا ایک باجھم اس کے گھر کا بیٹا تھا جیسے باجھم کے  
 کو کسی نے چھینا ہو باتیں کرتے نہایت جو حسین کو کہاں یہ نہیں پا کر  
 لڑکے کے ساتھ گفتگو کر رہی ہے۔ وہ سارا وقت اکیلے ہی اور  
 کی طرح انھیں پٹ پٹانے کی تیزیز باتیں کر رہی تھی میں نے  
 آپ پڑھا میں گئی تھی؟

شرکاء کے قہری ہو گئی۔ اور ہاں میں ڈلوٹی میر ہوں!



یہ کہیں بات کی آپ نے؟ میں نے شکایت کیا۔

”اچھا جی! اساتذہ کریمینے غلطی ہوگئی۔“

”کوئی استاد اپنے شاگرد سے معافی مانگتا ہے؟“

”اچھا استاد دی ہے جو اپنی غلطی کا اقرار کر لے۔ لوگ لوگوں کو چھپا کر

کہتے ہیں میں آپ کو اس کی کہ آپ مجھے استاد ہیں اور آپ سے درخواست

کوں کی کہ مجھے شاگرد ہی بن لے۔“

”مجھے آگاہی کیا ہے؟“

”آپ کو؟ وہ جو میری لڑکے کو لے کر آیا۔ آپ کو کہہ دے کہ اسے جو کسی کو نہیں

آتا۔ تالیف آپ مجھے شاگرد بنائیں گے؟“

”کس بات کی شاگرد؟“

”کتابوں نے مجھے شوق دیا ہے۔ آپ مجھے صلیب کی تعلیم دیے۔“

”جولہ؟ مجھے ہنسی آگئی تو مجھے بار بار جھوٹے کی تعین کرتے

ہیں حسالت لائے ہیں کہ تم ایک مرد ہو۔“

”کون لوگ ہیں وہ؟“

”بہت سے لوگ ہیں۔“

”تو سب؟“

”ہاں مجھے خود تعجب ہے۔“ میں نے اس سے کہا۔ میرا خیال ہے زندہ

رہنا ہی ایک حوصلہ ہے۔ حوصلہ کہیں ہے میری تو کو نہیں کہتے؟

”ہاں۔“ وہ بھی ہنسنے لگی۔ اس کی جھلکیں سمجھ گئی کہ وہ بھی

کیفیت ہوتی تھی۔ کرا۔ جو میں کی جھلکوں سے بہت شارب نہیں،

انہی کی طرح گھٹی اور گھٹی ہوتی اب تو اور گھٹی ہوگئی ہوں گی میری آنکھوں

میں ملن۔ ہونے لگی۔ پھر جو میں نے بے وقت و سستی سننے کا اشتیاق ظاہر

کر دیا۔ گواہی نے کتاب کھول کے مجھے پڑھنا شروع کر دیا تھا لیکن آج اس

کے پڑھنے میں ہمیشہ والی روانی اور تیزگی نہیں تھی۔ بلکہ اس کی زلفیں

پلیدی کوئی دور کا رہ گئی تھیں۔ وہی اور مجھے دیکھتی تھی۔ یہی چیز معمول کے مطابق

میں آئے پہنچنے کے لیے اس کے گھر کا مالا مال اس کے ڈیڑھ سینی ڈیڑھ

میں حاصل ہو گئے تھے۔ بول مسلمان پڑا تھا۔ میں گھبراہٹ ہوئی انھوں سے

میرا استقبال کیا گیا۔ لڑکے مجھے اور جو میں کو ساتھ دیکھ کے اٹھ کر نہ لگے

لیکن۔ اٹھ کر نہ لگے تھے۔ جیسے اسرا اور اس کے ساتھ کرتے تھے۔

راج کرشنا نے ایک ہفتے کے اندر جو میں کے لیے بے علاقے ہیں

تھی سینی اور میں اس کے باپ کی حالت نسبت بہتر ہوگئی تھی۔

لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ میں نے کتنی جلدی کر لی تھی۔ طبیعت بہت

گھبراہٹ میں ہو کر نکل ہوا تھا۔ ایک ایک چوڑے گھر کے کھینچا رہتا اور

ایک ایک آدمی کو جانور لیتا رہتا۔ میں گھنٹوں کسی چلنے پر کھڑا رہتا اور

راہ گریں کی ٹھیکیں کھتا رہتا۔ کوئی بھی نظر نہیں آیا۔ برادری کا پھر وہاں تھا

نہروں کی صاحب بی بی تھیں۔ کوئی آدمی ملا نہ کر سکی تھی۔ کل کی کوئی دکان کھلتی

وہی شام بامان نظر آئے۔ نہ گھر کا کوئی دھڑا۔ نہ دھڑا۔ نہ کوئی دھڑا۔ نہ کوئی دھڑا۔

اپنی لاک کے چارے پر کھینچ لیا تھا۔ اس سے بہت بے وقاری ہوئی تھی۔ مگر

بے وقاری ہی تو اس کو سن تھی۔ میں اس کا جیسے نہ کر دیا کہ ایک خط کو دیا

سے اور میں اب اس کا جواب آتا ہی ہوگا۔ مالا کے دل نے میری آنکھوں سے

نکلتے ہوئے تو مجھ پر غصہ کی عادی ہو جاتی۔

راج کرشنا کی مصروفیت بڑھتی ہی رہی۔ کبھی کبھی وہ رات گئے گھر نہیں

آتا تھا۔ اس کا انتظار کرتی رہتی جب تک وہ نہ آتا تھا۔ ہم دونوں میں سکوت

کھا نہیں کھا تھا۔ وہ آگے میں آگے تھا۔ راج کرشنا کے تالے کی دست

سوی گزشتیں ہوئی ہو کر کوئی کرشنا با آواز میں ہوتی کہ کوئی کوئی حکومت

نے اسے بھی شکر کی آگے۔ بہت صبر حال کے ساتھ اپنے لیے خاص خود پر

میں بھی تھا۔ ہاتھ کے کئی آدمی ایک ڈیڑھ ہفتے کی جیل کے بعد میری

گئے تھے۔ ان کا تعلق اندرون کوہ سے تھیں۔ تھا۔ استاد کا دفتر میں رہا تھا اور

شکر کے رئیس کے عقولت کے اندر میں مادی تھے۔ ان خیالات راج کرشنا

کے ساتھ تھے۔ وہ جہاں جاتا ہے۔ وقت دی جاتی۔ لوگ اس کے لیے راستہ چھوڑ

دیتے۔ پولیس کے لیے اس کے اصرار کے اس کے چاہک فیسوں سے خاصا ملتی

تھیں۔ تھے۔ میری جان پر چل دیا۔ اس کے بعد کاپی ہو جاتی۔ راج کرشنا کا

مادرک باؤ دینے کے لیے گھر آتے تھے۔ بعض اہم چالوں اور کارروائیوں میں

راج کرشنا اپنا ہاتھ خود شریک ہوتا تھا۔ وہ ایک بے لک اور صاف کوٹھن

تھا۔ چپا کی وجہ سے گھر پر ہونے والی فیکٹوں میں کسی کو بھی حق نہیں

اندر اس سے شوشے کرنے کے لیے روز آتے تھے۔

مجھے اس کے ساتھ رہتے تھے۔ چار مہینے ہو گئے تھے۔ ان سب

بہنوں میں کئی باؤں نے جاگ مانے کا فیصلہ کیا۔ مگر راج کرشنا کے نکل

سے بہت سے قدم خود بخود مجھے اس کے گھر واپس لے گئے۔ میں نے اسے زیادہ

پریشان نہیں کیا۔ یا اس کا وہ میری پریشانی کا عادی ہو گیا تھا۔ کئی مرتبہ

میں نے خوش رہا ہے۔ تو میرا کچھ ہے۔ مجھے اہمکان مانا ہے؟ اس کے پاس

بائیں گا؟ ہر جگہ کیاں ہے۔ کسی بھی جگہ جانا۔ وہاں کرشنا نہیں ہوگی۔

نہروں کی یاد گھر آئی اور وہ ایک جیسی ہی تھی۔ اس نے مجھے تو کھلنے

کا کوشش کی۔ کچھ عرصے میں انکار کر دیا۔ پھر ایک دن ہم اس کے گھر گئے۔

وہاں جیسے جیسے ساتھ تھی۔ رستم نے ان کے اصرار کے خلاف کوششیں کر دیں

تھے۔ ایک دن مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

تھا۔ مندر پر چلے گئے۔ میں نے دیکھا۔ اس کا گھر کیا تھا۔ ایک محل

بھی سکون کی باتیں لے گا۔ یہ تو دلاس سے ہے۔ نہ تو دلاس سے ہے۔ نہ تو دلاس سے ہے۔

ہے۔ یہ میں نے راج کرشنا سے ایک معمولی طرح سے کہنا ہے۔

جس کا کچھ فائدہ تھا۔ اس کے دل میں راج کرشنا کے متعلق

بڑا دلچسپ تھا۔ وہ خواہی اس آغاز میں کیا کرتے ہیں۔ لیکن کرشنا

کے سامنے وہ جیسی ہی بنا رہتا تھا۔ ان کی باتیں اس کے سامنے نہیں آ سکتیں

تھیں۔ جیسے کہ اس کی وحشت ہوئی کہ مجھ سے وہ ان باتیں سے گریز کرتے تھے

کرنا تھا کہ اس کے لیے کراچ کرشنا سے بہت بڑا فرق تھا۔ وہ اس کے

لئے کا انتظار تھا۔ وہ خاصہ میرے آیا تھا۔ جس میں اس کے اندر میں بھی

دلچسپی تھی۔ کرشنا کے سامنے وہ گڑب گڑ کی طرح رہ گیا۔ مجھے یہ باتیں

ہوا میں اپنے کو میں جیسا کہ اس کا نامی میں نے اس کی سرسری کہانی جیسے

ہی چاہی تھی۔ وہ وہاں کا گھر بلکہ اپنے کمرے میں ہی میں نے کرشنا

کے دروازے پر دستک دی۔ وہ مجھے نہ دے گا۔ نہ دے گا۔ نہ دے گا۔ نہ دے گا۔

جیسے کہ اس کا نامی میں نے اس کی سرسری کہانی جیسے

ہی چاہی تھی۔ وہ وہاں کا گھر بلکہ اپنے کمرے میں ہی میں نے کرشنا

کے دروازے پر دستک دی۔ وہ مجھے نہ دے گا۔ نہ دے گا۔ نہ دے گا۔ نہ دے گا۔

جیسے کہ اس کا نامی میں نے اس کی سرسری کہانی جیسے

ہی چاہی تھی۔ وہ وہاں کا گھر بلکہ اپنے کمرے میں ہی میں نے کرشنا

کے دروازے پر دستک دی۔ وہ مجھے نہ دے گا۔ نہ دے گا۔ نہ دے گا۔ نہ دے گا۔

جیسے کہ اس کا نامی میں نے اس کی سرسری کہانی جیسے

ہی چاہی تھی۔ وہ وہاں کا گھر بلکہ اپنے کمرے میں ہی میں نے کرشنا

کے دروازے پر دستک دی۔ وہ مجھے نہ دے گا۔ نہ دے گا۔ نہ دے گا۔ نہ دے گا۔

جیسے کہ اس کا نامی میں نے اس کی سرسری کہانی جیسے

ہی چاہی تھی۔ وہ وہاں کا گھر بلکہ اپنے کمرے میں ہی میں نے کرشنا

کے دروازے پر دستک دی۔ وہ مجھے نہ دے گا۔ نہ دے گا۔ نہ دے گا۔ نہ دے گا۔

جیسے کہ اس کا نامی میں نے اس کی سرسری کہانی جیسے

ہی چاہی تھی۔ وہ وہاں کا گھر بلکہ اپنے کمرے میں ہی میں نے کرشنا

کے دروازے پر دستک دی۔ وہ مجھے نہ دے گا۔ نہ دے گا۔ نہ دے گا۔ نہ دے گا۔

جیسے کہ اس کا نامی میں نے اس کی سرسری کہانی جیسے

ہی چاہی تھی۔ وہ وہاں کا گھر بلکہ اپنے کمرے میں ہی میں نے کرشنا

کے دروازے پر دستک دی۔ وہ مجھے نہ دے گا۔ نہ دے گا۔ نہ دے گا۔ نہ دے گا۔



کر دیا ہوں اور دشمنوں میں بھی بہت سے جگہ سے ملے ہیں آپ کو جان  
 چکے ہیں کیسے جہاں کام کی تہہ پر جہاں آئین میں سا پٹیلے ہوئے ہیں  
 اپنے ہی لگ جوا کٹنے کی فکر میں گئے ہیں وہاں سے دست برداری ہی  
 مناسب معلوم ہوتی ہے۔  
 "اپنے ہی لوگ؟" وہ تعجب سے بولا۔  
 "ہاں وہی ہیں آپ کے ساتھی۔"  
 "اوہ وہ جیسے میری ساری بات سمجھ گیا منس کے بولے غلیہ پر لگ  
 ایسا ہوتا ہے کوئی اور اس بڑائی سے بچا ہوا نہیں ہے۔ اسی گروں میں  
 کام کرنا پڑتا ہے نہ تو خود کہیں میری بڑائی میں نہ ہے۔  
 بڑائی ہوتی تو جھجک تھا مگر آپ سمجھ نہیں سکتے ہیں کہ لوگ آپ کو  
 بیان دیکھنا نہیں چاہتے، وہ آپ سے نفرت کرتے ہیں میں نے جھجکا کہ  
 تیلے شک۔ وہ تنبیہ کے بولے۔ اچھے اچھے اس کا احساس ہے لیکن مجھے  
 اسی گروں سے کا لیتا ہے انہیں نظر انداز کر کے لاکر تہہ دہنا چاہیے۔  
 "بہر حال میں نے بات آپ کے گوش گزار کر دی ہے۔"  
 "اوہ میں اس لئے اپنا بازو میری گروں میں ڈال دیا میں اور انہیں  
 بڑوں کو لکھ لیسے ضروری کام لگتے ہیں کہ میری موجودی لازم ہے تم  
 آخر تہہ پر پشیمان ہوں گے جو غم تم نے کیا دیکھا ہے۔"  
 "ابھی ابھی تو لگ آئے تھے آپ تیلے میں نے جھجکا کہ کیا۔"  
 "وہ آپ کے سامنے تو بہت ضرور کر رہے تھے لیکن وہ آپ سے  
 خوش نہیں ہیں خوش کیا؟ وہ بہت بڑے لوگ ہیں ان میں ایک،  
 جو بہت تو بہت کینز ہے۔"  
 "کیا انہوں نے تم سے کچھ کہا؟" وہ بڑبی سے بولا۔  
 "کاش وہ مجھ سے کچھ کہہ دیتے۔"  
 "پھر؟"  
 "وہ آپ ہی سے متعلق باتیں کرتے رہتے ہیں نہ تو وہ تمام باتیں  
 بتاویں جو بہت ادا اس کے ساتھ کہنے والے افسر کے درمیان ہوتی تھیں۔  
 راج کرشنا ناچار دیکھ گیا۔ مگر مگر کیا وہ میں سب کہہ رہے  
 تھے؟ وہ تنہا ہی ہوا آدمی بولا۔  
 "ہاں!"  
 "تھانے سلتے؟"  
 "ہاں جیسے سلتے ہیں۔ میں نے تندی سے کہا میں نے کتنے کو روک دیا  
 لیکن اپنی ہی بات سے میرے سر میں سنسنی دوڑ گئی۔  
 مگر، مگر، کیے ممکن ہے؟" وہ ذلیلانہ انداز میں بولا۔  
 ایک لمحے کے لیے لہر لہرا کر وجود پر روک دیا اسے کیا باتوں کہ  
 وہ بہت زور دے رہے تھے۔ وہ اتنے بیوقوف تھے کہ ہاتھ  
 گھراہم لوگوں کی موجودی میں تھک دے ہماری زبانیں کر رہے تھے وہ

گواہی پلے ہو گئے تھے۔ ہر جہت میں نے اسے چپا دیا بات بتانے سے گریز کرتی تھی  
 جو بہت کو معلوم تھا کہ گواہی ایک ہولناکی ہے جسے راج کرشنا نے گھر میں  
 ڈال رکھا ہے۔ راج کرشنا کی بے انتہائی کا یہی انجام ہوتا تھا۔ میں نے  
 ہی ڈر ہاتھ لگا دیا وسط اس کا بڑی جھک کے بڑل میں چپا کاراں لینے کیلئے  
 جانا مناسب نہیں تھیں مگر بہت سے سختی ہوتی باقی تمام باتیں اسے  
 بتادی تھیں اور اس کا یہ سوال کرنا باطل مارتا تھا کہ جو بہت کو میری موجودی  
 میں اس ہر زور سرائی کی حرکت کیوں کرتی۔ میری زبان چھوڑ گئی کہ میں نے  
 کیا باتوں کوئی معمول بات ہوتی تو میں کچھ بھی باز کر دیتا تھا اس کا تعلق  
 راج کرشنا کی زندگی سے تھا۔ اسے یقین آنا چاہیے تھا کہ میں نے جو کہ  
 کہہ رہے وہ میرے کانوں کا بیجا تک خواب نہیں ہے۔ میں جھٹکتا ہوں بل  
 رہا ہوں اور مجھے بہت سے کوئی دشمن نہیں ہے میں نے دل کو دکھایا وہ  
 انگریزی میں بات کر رہے تھے۔  
 "انگریزی میں؟" وہ سخت ہلکا بولا۔  
 "میں نے آپ سے چھپا دیا تھا۔" انگریزی میں جاتا ہوں۔  
 "کیا؟" تم کیا کر رہے ہو؟ وہ اچھل کے بولا۔  
 "میں اسی لیے آپ سے کہتا تھا کہ آپ اس جوں پر سپر ملانے  
 کر رہے ہیں۔ میں وہ باتیں کر رہے تھے اور مجھ سے تھے کہ میں نے نہیں  
 سمجھ رہا ہوں۔"  
 "اُس نے مجھے راج لیا۔ غلیہ پر لکھ لکھ کر اسے سچ ہے؟"  
 "ہاں۔ میں نے گروں دیکھا کہ کیا۔"  
 "اوہ! تم نے دو رفتار خبریں سنائی ہیں۔ اس لئے وہ دل میں ہاتھ  
 سے پیلر چڑھ کر لیا اور میری آنکھوں میں جھانکے لگا۔ میں بتائیں سکتا ہوں  
 بہت ہی ہوتی آواز میں بولا۔ تم نے مجھے کتنا پروکھا ہے۔"  
 "میں معافی چاہتا ہوں میں نے آپ سے بہت چھپایا۔"  
 "مجھے حیرت تھی کہ تم کتابوں کے غیر اتنی عجیب باتیں کیسے کہتے ہو۔  
 تم نے کہاں کہاں پڑھ لیا ہے؟"  
 "میں ان کے کہتا ہوں۔"  
 "اور لیتا ہوں اسٹارٹ کلاس لی ہو گئی؟ میں نے نظریں نیچیں کر لیں۔  
 میری جان اُس نے کمرے پر کہے تھے گئے لگا یا۔ تم نے مجھ پر ہاتھ کیا  
 مجھے بت دیا۔"  
 "اب آپ کا دور مت پوچھیے۔"  
 "بالکل تین اکل تین میں کچھ نہیں دیکھوں گا۔ میں تین کلکت  
 تیں پہنچاؤں گا۔ میں یقین ہے کہ ایک دن تم سب کچھ مجھے بتا دو گے اور  
 سب جھجک جو سامنے گا۔"  
 "مگر آپ تبدیل کر لیں۔ میں نے بھی باتیں نہیں سنی ہیں۔"  
 "میں اپنا کام جلد سے جلد لٹانے کی کوشش کروں گا۔ مگر وہ

ابھی میں کچھ اور زندہ رہا ہوں گا۔ ابھی مجھے غصہ تھا ساتھ بہت سی سرکری تھیں۔  
 میں اس کی کو بہت سی باتوں سے بچنے کے لیے کمرے میں چل گیا۔ وہ  
 مجھے روک کر دیکھ رہے تھے غلطی کی تھی اس کا احساس مجھے فوراً ہی ہو گیا۔ میں  
 نے غیر غلے کے ہاتھ سے کھٹکتے ہوئے پورے سے اٹھ کھڑا کیا تھا۔ چوڑی جلی میں  
 میں پڑی تھی راج کرشنا کے لیے ہندوستان کی گفتنی کی چند بیرونیوں سے  
 ہے پتہ چلا لیا کہ اس کا غیر غلے نانی طالب علم نے کہا ہے اُس نے کیا  
 ہے اور جب اسے پتہ چلا کہ اس نے جیل سے اتھان دیا تھا اور میں قتل کے  
 ہوا میں سات سال کی سزا کاٹ رہا تھا اور قتل نامی شخص پر کھیل تھا مگر  
 اب جھٹکتے سے کیا ہوتا تھا راج کرشنا کے سامنے جھٹکتے ہوئے  
 گواہ کا احساس ہوتا تھا۔ میں نے اپنی ملا گئے اس کے اُٹھ کر چہرے پر چال  
 کی تھیں مجھے کچھ سکون ہوا۔  
 "میں میں اس سے آنکھیں ملانے سے گریز کرنا دہانے کے لیے پڑ  
 وہ بہت خوش تھا جیسے یہ اس کا پتہ چلا تھا کہ میں نے کھلے ہندو انگریزی  
 میں مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ آج سے اپنی رپورٹ تیار کرنے میں زیادہ  
 وقت صرف کرے گا۔ میں اس کی پتلی کی درخواستوں کا اور دم لگھرتے  
 رہیں گے۔ پچاسی میرا بھی کچھ کچھ اور مجھ سے دوسری زبان میں کیوں  
 غلط ہے میں کوئی جواب دینے بغیر لٹنے کی میز سے جلد ہی اٹھ گیا۔ اس  
 کی کہی نے کہ یہ کچھ غلط تھا کہ جب وہ چلا گیا تو میں نے قہریلے  
 بات کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ درجی خانے میں موجود تھی۔ میں نے سر جوادہ باہر  
 اُٹھانے کو اس سے کہہ دیا کہ میں اور اسی جاتے کیونکہ اس کی موجودی راج کرشنا  
 کی کوئی کام سبب نہیں ہے۔ وہ باہر اس کے کمرے کی صفائی کرنے لگی۔ اس  
 نے پہلے غلات چلے، چادریں تبدیل کیں، چادریں دم کی پیریز پر تازہ بھول  
 سمجھائے راج کرشنا کے کمرے میں جا کر اس کا دست و دست کیا، میں  
 سوچا کہ یہ اور جھجکے باہر چلا آیا۔ شہر کی سڑکوں کے چکر کا تار پانچ  
 بج کر نظر نہیں آیا۔ جب میں گھر یا تو غلامت مملوں جو میں موجود تھی۔ ہری  
 مملوں میں اس کا لگ بھگ پھر اور گھر آیا تھا۔ مجھ سے لگی کہ میرے ساتھ  
 میری کوئی چیز نہیں ہے۔ کچھ چلو مجھے کیا کہا ہے۔ واپس آئے ہی وہ دیر تک  
 لگا رہی اور میں رات کو سو گیا۔  
 رات بہت ہو گئی راج کرشنا گھر نہیں آیا۔ ہم گروں نے اس کے  
 انتظار میں کھانا نہیں کھا تھا۔ رات کو کوئی ایک بجے کے قریب پورے گھر  
 کا لڑائی میں جھگڑا ہوا گیا مگر وہ راج کرشنا کی بیوی نہیں تھی۔ ایک آپس  
 میں گھڑی سے آڑاں اسے مانتا تھا وہاں بیٹھا تھا۔ میرے ساتھ آؤ  
 اس نے میرا بازو چوم کر کھینچا۔  
 "کہاں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔  
 "آؤ کرشنا جی کے پاس۔"  
 "وہ کہاں ہیں؟"

دیکھیں ہتھال میں ہیں زیادہ بات کہہ کر اوت نہیں ہے۔  
 مدلی سے گاڑی میں بیٹھا ہوں۔ وہ مجھے نوٹس دے دیکھ کر بولے۔  
 "کیا بات؟" آپ مجھے صاف مان کیوں نہیں دیتے؟ میں نے سچے سچے کہہ  
 "کرشنا کی زندگی ہو گئے ہیں۔"  
 "خوشی؟ کہاں کی خوشی؟" میری آواز دھل گئی۔  
 "ان پر حاکم کا گلیہ ہے۔" شکلا نے فخر جواب دیا۔  
 میرے سینہ بند ہونے لگا۔ ہتھال میں پولیس اسٹیشن کا ہجوم تھا۔  
 فوراً ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ سامنے راج کرشنا تھا۔ اس کے سر پر  
 پٹیلیاں بندھی ہوئی تھیں۔ مجھے چڑھنے لگا۔ اس کے لیے ایک کرسی پر بیٹھے  
 کا اشارہ کیا اور راج کرشنا کی آنکھیں کھول کے دیکھنے کا کہہ رہے تھے۔ اس  
 بتایا۔ میں نے ہاتھوں سے اس کے پاس کیا اور راج کرشنا کے جسم پر  
 لپٹ گیا۔ میری آہ دھک سے اس کے جسم میں تھپتھپ سوئی اس کے کمرے میں  
 لیا۔ اپنی روتی ہوئی آنکھیں کھول کے مجھے دیکھا اور دیکھ کر ہی بولی ہوئی آواز  
 میں بولا۔ "وقت کم ہے لاؤ۔" تم آج کہتے تھے مجھے افسوس ہے  
 میں تجھ سے کا آنا سکتا ہوں۔ اپنا بیان کھل دیا ہے۔ میں اس نے کھڑا  
 باقاعدہ زل خان کو تلاش کرنے کے لیے ہر گھر سرکھڑی رہا ہے۔ میں  
 خود تھیں ان کے پاس کبھی ملے۔ سب جھجک رہا ہے۔ گار حیرت  
 لکھنا لاؤ۔ اس کی آواز سننے لگی۔  
 وہ مجھے لاؤ کے نام سے پکار رہا تھا کہ میں نے اکر بہت نہیں  
 ہوئی۔ راج کرشنا کی سانس بڑی سے چل رہی تھی اس کا ہر منہ پر دیکھ  
 تھا۔ میں اس کے سینے سے لپٹ کے جھٹکے ہوئے کے رات لگے تھے  
 دیکھ کر کہہ رہے تھے تانینہ وہ کہ تھے؟ کون لگ تھے وہ؟ لیکن اس نے  
 مجھے ہر بات میں کہ اس پر غصہ طاری ہو گئی تھی۔ خدا کرشنا نے، میرے  
 اس کے پاس سے بنا دیا۔ میں بکا رہا مگر انہوں نے میری کیا نہیں سنی۔  
 کمرے سے باہر پولیس اسٹیشن نے مجھے گھر لیا۔ ہندو مجھ سے  
 راج کرشنا کا حال دریافت کر رہے تھے مگر میں انہیں کہانے کی  
 طاقت میں ہی انگریزی مالت دیکھ کر وہ خود غمگین ہو گئے۔ ایس جی  
 شکار پری کر تھکے لگا۔ اس نے مجھے دیکھا ایک کمرے میں سہلہ لگا کر دیا  
 تو وہ اتنی تھکی ہوئی تھی کہ اس نے راج کرشنا کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔  
 میری نظریں اس کے کمرے کے دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ چاکلانی سے  
 اندہ بلانے تھے اور باہر کر رہے تھے۔ اس میں سے کسی کے جیسے پٹیلیاں  
 کی کوئی علامت نہیں تھی۔ ہتھال کی راہ واری پولیس افسروں کی گڑبڑ  
 میں جھانپ رہی تھی سب کی نگاہیں بار بار میری جانب اٹھ رہی تھیں۔ مجھے  
 گھر گھر کے ہر طرف زندہ کر رہے تھے۔  
 "بہت تھیں توڑی چاہیے غلیہ پر لکھ لکھ کر اسے زندہ ہونے  
 لیے ہیں پھر مجھے صبر کی تقصیر کی۔"







یا دراج کرشنا نے اقبال میں سے پیچھے سے پہلے جوشیٹ کو ملا کے  
 ویت کر دی تھی اس نے جھ سے کا تھا کہ میں نے پنا بیان گھڑا ہے  
 مگر میں نے دھیان نہیں دیا تھا۔ میں سمجھا تھا کہ اس نے حاشے کے منتقین  
 کوئی بیان گھڑا ہوگا جو تو توجہ تک نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اس آخری وقت  
 میں مجھے اس قدر یاد دلائے کہ جب کو اس کی ساری گھر میں جی شکا یہ  
 فوشہ سنا رہا تھا اور میری آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گریں تھے۔ ایک  
 جاندار کا وارث مجھے نہیں لے جایا تھا۔ ایک جاندار کا وارث مجھے  
 دای کرشنا نے بنا دیا تھا۔ وہ تیار ہند کی موت کا عارضہ تھا۔ میں کرشنا  
 کی موت کو میں نے تمام شادیاں کرشنا کو اس کرشن کو جس نے شکا جی کو اس وقت  
 کیجیے۔ میں نے شکست خوردہ میں کاتے تھے کسی جاندار کی موت نہیں  
 برسر پہلے جیسے جیسے بے جا کہ میں آپ حکومت کی مٹا کی ہوئی تھی  
 اور مجھے اور کرشنا کی جاندار کو کرنی اور مناسب انتظام کر دیتے۔  
 کرشنا جی کی آتما تھا کہ فیصلے سے ناخوش ہو گئے۔ شکا گوگیر  
 اور میں ملا۔ اور میں نہیں سمجھ رہی تھی کہ حکومت کی موت سے  
 وہی ہوئی تھی کہ میں کو اس کا جو پہلے استعمال کرنا تھا انہیں دای  
 منت کر دے تھیں نہیں کرشنا کی ان کی شان اور مذمت کے ہونے دی  
 گئی تھی۔ یہ سب سب سب حکومت کرشنا جی جیسے دانت اور اور  
 فرض شناس پولیس ان کی یاد کا قائم کرنے کے لیے اور ان کی زندگی  
 پولیس افسروں کے لیے ایک مثال بنانے کے لیے ہیں بہت کہ  
 سوچ رہا ہے۔ تمہارے اندر میں پرچار ہوگا کہ گورنر نے انہیں کتا زبونت  
 غرا تھیں پیش کیا ہے۔  
 مگر لوگوں نے انہیں مار دیا اب غرا تھیں پیش کرنے سے  
 کیا ہوتا ہے ان اعلیٰ کا اعلان کن کے کیا وہ دای آجائیں گے یہ رقم  
 دای کر دیتے ہیں اس کا حق نہیں ہیں۔  
 جی اس کے متفق ہو کر تھی کرشنا جی نے اپنا وارث مقرر کیا ہے  
 سب کو موت آتی ہے نہیں خاں اس پر ماری گئے آدمی کے پاس دوست  
 آدمی کو یاد کرنے کے سوا اور کیا چارہ ہے جو خاں میں کیا وہ زندہ رہیں گے وہ  
 جی ماری گئے مگر ان کے مرنے پر کوئی انہیں یاد نہیں کرے گا کرشنا جی  
 مجھ سے تمہاری دانت ہی نہیں کرتے تھے دو تھیں بڑی جوت کرتے تھے۔  
 آخری دن وجہ تیریک تھا ہے ہائے میں ہائیں کرتے تھے۔  
 "وہ کیا کر رہے تھے؟" میں نے پوچھا کہ کیا۔  
 "وہ تم سے بہت تعلق رکھتے تھے۔" کہتے تھے کہ میری یہ زندگی نہیں ملے  
 سب سے ہے۔ اس نے دہار مجھے کہا ہے وہ ایک بہت والا اور ذہین جوان تھا۔  
 "لیکن وہ چلے گئے اور میں دیکھتا رہ گیا۔"  
 "اب تمہارا فرض ہے کہ تم ان کی کوئی بڑی ذمہ داری دیتے ہو، مثال  
 کو اگر تم نے اس کے ساتھ نہیں کر سکو کیا تو یہ اچھی بات نہیں ہوگی دیکھو

عیر تو تم نے خوش کیا ہے کوئی اپنا جھٹلے ہے۔ اسی کے لیے ایسا کرنا سزا  
 کو کسی کا اتنا خیال رکھنا ہے۔ کیا تم ان کی خواہش کی بجا آدمی سے انکار  
 کر دو گے؟" شکا نے زنی سے کہا۔  
 "شکا جی! میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ کیا جاسکتا ہے مگر یہ انہیں گنا کرشنا  
 جی کو خواہش کرنا نہیں کر رہا ہے۔ میں نے جان بھی طلب کر کے تو انہیں انکار کر رہا  
 مگر یہ سب کچھ... میں نے وہ بار بار انہوں سے اپنا پھر چھپایا۔  
 "شکا جی! کرشنا جی کی روح کا آپ کو اتنا ہی لحاظ ہے تو ان کے  
 نالوں کو بھی پھٹنے کی کرشنا جی کیجیے۔ مجھے صرف ایک بار بتا دیجیے وہ کن  
 رگ ہیں؟ آپ کو کرشنا جی کی تمہارے؟  
 "پوری کرشنا جی کی جان ہے۔ شکا افسر کی سے وہ انہوں نے  
 بہت تعظیم ضرور بنایا تھا۔ یہ حال ہم سب کے ہر ایک کی جانیں گورنر کی  
 کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جاسکتی تھی۔  
 "رعایت کرنے کا سوا وہ میں آجائے پہلے آپ دای تک پہنچ  
 تو جائیں آپ کسی ان کا سرخ نہیں لگا سکتے اس لیے کہ آپ..."  
 شکا نے میری بات کاٹ دی اور اپنے سامنے پولیس افسروں کے  
 ساتھ آٹھ گھڑا ہوا تھیں اسات کھانڈا کر سکا میں نے خیراں اچھا  
 لکھ کچھ دیکھ کر خود ہو گئے وہ گاڑی سے دوڑتی ہوئی آگیا اس لیے مایہ  
 کی موجودی میں جیسے مرنے کوئی نا رعایت مل جائے گا۔ یہ بھی تھا اس  
 نے کائنات دین چھ ڈیلے اور جلد دای آئے کہ وہ کہہ کر سخت ہو گیا۔  
 میں نے سوجھا جھپٹے ملتے ہیں یہ شکا کے کانوں میں ایک است  
 ڈال دوں اس سے کہ وہ کرشنا جی کی موت کرشنا جی کی موت کی طرف  
 توجہ نہ دے اور آگے بڑھ کر کرشنا جی کی موت کرشنا جی کی موت کرشنا جی کی  
 تھیں کرشنا جی کی موت کے بعد کسی پولیس افسر نے ہلا کر اتنا خیال نہیں  
 رکھا تھا شکا نے کہا میں نے اپنا بیشتر وقت مجھے ساتھ گھڑا ہی گوراؤ  
 موجود ہوتا تو وہی تھے ملنے والوں سے ڈھنگ کی بات کرنا میرا دوسرے  
 ملنے کو جی میں نہیں چاہتا تھا۔ وہ اب بھی کرشنا جی کا باا احترام سے لیا تھا  
 جیسے کرشنا جی اس کے قریب مجھے ہونے اس کا میں نہیں جانتا تھا کہ وہ  
 پولیس اور جیگا کو مار کے کھا کھا لے گا۔ سب بھی آتا تھا۔ مگر وہ ایک  
 تھیں کرشنا جی کا تھا۔  
 دای کرشنا کی ویت کی خیرا خیرات کو بھی ہوگی کئی ڈوگر اور  
 اور دای نے ہر افر تو اپنے اور مجھ سے بات کر کے کہہ گئے۔ میں ان  
 سے نہیں ملا۔ لیکن انہیں اس خبر سے بے خبر کر دیا گیا کہ وہ ایک اور خدای  
 کرشنا نے انہیں ان کی ایک انجی زور ان کو اپنی گناہ کا وارث نہیں  
 بنایا۔ میں نے کائنات میں ان کے دل میں ڈال دیے تھے۔ مجھ سے ان کی انجی  
 جی نہیں دیکھی تھی۔ کچھ دن تک ہر دو شہر کے مختلف علاقوں اور خاں  
 میں دای کرشنا کی موت پر تعزیتی جلسے ہوتے سب ان میں مجھے بھی

ہوایا تھا۔ میں کسی جلسے میں شرکت نہیں ہوا۔ ایک دن نوہن نے مجھے نوہن کے  
 احوال کا کلب کی مانتے کرشنا جی کی موت پر ایک اتنی شامانی جا  
 رہی ہے جس میں میری شرکت ضروری ہے۔ میں وہاں بھی نہیں گیا۔ آخر گ  
 نوہن تک گئے۔ دس دن بعد نوہن کی آمد رفت میں بے حد کی ہو گئی۔  
 میں نے شکا اور دایک افسروں کے سوا اتنا بھی لے آنا نہ کر دیا۔  
 دی ڈسٹ سے اوپر ہو گئے تھے لیکن ایسا سوس ہوتا تھا جیسے وہ اچھی  
 اچھی گھڑا میں گئے وہ دوست کر کے میں موجود ہیں اور اچھی کچھ کر رہا تھا  
 کہ مجھے ہر ایک میں گھر میں کسی گاڑی کا ڈال کر بچتا تو میں اپنی بیکر سے  
 کچھ کرشنا جی کے ساتھ ہی آتے۔ میں اور کھانڈے کی ہر خالی چری ہے چھا  
 نے دیکھی تھی کہ کھانڈا نہیں کیا ہے۔ میں نے نوہن کی گھنٹی بج رہی ہے،  
 شاید کوئی کرشنا جی کو پچھے کہہ گھڑا میں موجود ہیں یا نہیں گئے۔ ہوتے ہیں  
 ڈالنگ ڈم میں ان کی تصویر کی ہوئی تھی۔ بوقت الیا گیا تھا جیسے کرشنا جی  
 کہہ رہے ہیں عیر تم سے بھول کر نہیں گئے، میں انہیں کیے بھول سکتا تھا۔  
 میری کچھ میں نہیں آتا کہ کب کب انہیں کما سے ڈھونڈنے والا ہے۔ میں  
 نے بھی ایک اپنے گھڑا میں نہیں کیا تھا، دس دنوں تک نہ ملے کوئی احوال  
 ہی نہیں ہوا کہ اسے اپنے گھر میں مانا جائے۔ اس عرصے میں ایک بار میری بیوی  
 نے وہ اپنے آپ کو دیکھنے نہیں تھی۔ نوہن میں گئے ہر قدم نہیں  
 تھا کہ وہ کبھی ہم دیکھ بھال جو میں اور چھا ہی کرتی تھیں میں نے زیادہ  
 لے کر کہ میں بند ہوا تھا۔ جو میں کی اس لیے کہ میں نے گھڑا میں نہ چھا  
 کو مجھے کہ بے خودی وہاں آجاتی تھی کرشنا جی کو گئے ہوتے سب  
 احوال دے رہا تھا کہ میں نے جو میں سے کہا کہ وہ اب اپنے اسکل ملے اور اپنے  
 گھڑا میں گئے وہ وہ کب تک یہاں ہے کہ میرا کہ ہے میں تو ان باتوں کا  
 مادی ہر کچھ ہوں ایک بات اور میں حکومت نے نہیں سمجھا کہ اس مکان  
 میں رہنے کی اجازت دی ہے مگر کرشنا جی کے بغیر یہاں ایک ایک لمحہ  
 گھڑا میں ہونا ہے۔ درود ہلا دیا۔ پنا کی پر چھائیاں زرقی رہتی ہیں۔ ہر گز  
 میں ان کی آواز کو نہیں ہوتی محسوس ہوتی ہے جب وہ گئے ہیں ان کا کہہ  
 بند ہونے والے ملے ہوتے اور ان کی چری چھوٹے ہوتے ہوتے ہوتا ہے۔  
 اب کسی کرشنا میں یہاں سے جانا ہی ہے۔ حکومت قیام کی مدت میں  
 کہ وہ توسیع کر کے توسیع کی طرف تو آئے۔ ہاں ہر سب سے کہ اس پہلے ہی چلے  
 جائیں بڑی بات سن کے جو میں کی انہیں ہر سب سے نہیں چھا میں نے اب  
 تک بہت غلط فعل کا بھرت دیا تھا۔ اس کا بندہ بھی ڈھٹ گیا۔  
 "مگر تم نے کیا سوچا ہے؟" پولیس نے اعتراض کیا۔  
 "میں کسی بھی جگہ جانا ہوں گا۔"  
 "تم کہاں جانا گے؟" وہ سراسیمگی سے بول۔

میرا کیا ہے۔ میں تو پہلے ہی کسی جگہ جانا کرشنا جی نے نہیں  
 میں بڑی ڈال رکھی تھی۔ پھر میں نے سب سے مخاطب ہو کر کہا اب  
 نہیں جی پنا کی گھڑا ڈھونڈ لینا چاہیے۔ مجھے بیکر میں ڈال کر پولیس کے  
 سامنے لے چھا ہے۔ اس بات میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہاں یہ تھی لیکن اتنے سے عمل  
 گئی پنا کوئی جواب دینے کے بجا سے گھڑا سے روکتی رہی۔  
 پولیس نے ہم دونوں کو حیرت سے دیکھا اور مذاہن بول کر میرے  
 ذہن میں ایک تہیرا آ رہی ہے کیوں وہ سب ایک ماہر میں کرشنا جی  
 نے مجھے ہر مکان دلا یا تھا اس میں خاص گمانش ہے۔ میں پہلے ہی مذمت  
 سے ہر اسلام ہوتا تھا۔ ہر سب وہاں دیکھنے ہیں اگر کئی گھر میں تو یہ ہم  
 کوئی دوسرا مکان لے لیں گے۔  
 "میں جو میں۔ ان دونوں ساتھ لینے کے بعد دیکھ آپ کتنا بھول  
 گئی تھی اور میں نے مجھے درمیان شکار اور اسناد کے دتے کا جواب ختم  
 ہو چکا تھا۔ پہلے ہی وہ کتنا دیکھا تھا۔ وہاں گھر میں گھر ایک فرد کی طرح  
 رہی تھی۔ میں نے انکار کیا تو اس کی آنکھوں میں ادا کی اور میری مرث  
 آتی تھی۔ مجھے ہر ماہ ہے مجھے بہت خوف رہا ہے۔ میں نے سمجھتے ہوئے  
 کہا۔ میں نے جو میں کو اپنے اسے میں میں تک پچھتا ہوا تھا۔ میں نے  
 اس نے بھی پہلے کر دیکھ ہوا اور چھانڈا دای کرشنا جی کی طرح اسے  
 کہہ تا رہا ہو میرا پاس ہے مجھے بعد میں پچھا تھا کہ اس نے وہاں کیوں کی۔  
 "میں تم سے کہہ کر نہیں سکتی۔ جو میں نے ہائے سے کیا لیکن اگر  
 تم مجھے اجازت دو تو میں اس کچھ دن ہاں نہیں نے کہ اجازت کر دین گی  
 مجھے آئندہ سب تم میری بات ضرور مان لے گے۔"  
 "لیکن اس سے کیا مال ہوگا؟" میں نے جھنجھلا ہٹ سے کہا۔  
 "تو میرا تم سے گھر میں چھوڑ دیا۔ میں یہاں سے گھر میں دانت بھی  
 بیٹی لکھ میں تم سب کچھ چلتے۔ بڑا بڑا پاس میں دانت بھی  
 نہیں اور میرا بھول گئے۔ اور کرشنا جی کی کیا خواہش تھی وہ چاہتے  
 تھے کہ بہت بڑھ کھ جائے وہ تھا جسے بے اپنے دل میں ڈی آرڈر میں  
 دیکھتے تھے تم میرے ساتھ ہو گئے تو میں نہیں ان کی خواہش کے مطابق  
 خوب بڑھانوں گی تھیں مجھے اسے گھر میں کوئی تکلیف نہیں ہو گی وہ گھر  
 بھی تھا ہر گز۔"  
 "مجھ سے اجازت کرو جو میں میں نے عاجزی سے کہہ دی  
 اب اس شہر میں دینا نہیں چاہتا۔ میں کسی گھر میں رہنا نہیں چاہتا۔ تم  
 بھی ایک دن مجھ سے تنگ آ جاؤ گی۔ تم نہیں جانتی کہ میں کتنے گھڑے  
 نہیں رہ سکتا۔ میں وہاں سے آٹھ گھڑا جی کرشنا جی کے ساتھ گھڑی نہ  
 کر دوں۔ مجھے انارڈ تھا جو میں اسی طرح مذکر کی ہے کہ وہ ایک بہت  
 نہیں لو کی تھی کرشنا جی میں اس سے بہت محبت کرتے تھے۔ مجھے بھی



وہ بہت اچھی گنتی تھی لیکن کرشنا جی کی بات اور بھی وہ تو اس طرح بات کرتے تھے کہ کچھ کہنے کی بہت ہی نہیں پڑتی تھی میں نے بھی تیرہ بیاباں سے چھلنے کا ارادہ کیا مگر مرتبہ جیسے انھیں چہل چلا جاتا تھا اور وہ ایسی بات کرتے تھے کہ بدانت کے لیے کچھ نہیں پڑتا تھا۔

جولین نہیں گئی اس کی اس روز آتی تھی اور میرے سر پر کرشنا جی کا غزلت کا جو بوجہ ڈال گئے تھے وہ بڑے بڑے بڑھتا گیا میں نے شکلا شروع دیتا تھا کہ مجھے مداس ہلکے کرشنا جی کی جائداد کو کافی مناسب انتظام کرنا چاہیے اس لیے اس طرح نہیں چھڑنا چاہیے اس گھر میں بھی ان کا خاصا سلمان غلام ہیں یہ سب کہاں رکھا اور کس کے پر رکھنا؟ حکومت کی طرف سے مدد مل چکی ہے آگے تھے مجھے کرشنا جی نے عجیب اچھیں میں تلا کر دیا تھا۔ مداس ہلکے ان کی جائداد کی دیکھ حال کون ہے مجھے سب کچھ ایک ہاتھ نظر آتا تھا اور دل میں سب کچھ چھوڑ کے پھاڑوں جیسے کرشنا جی چلے گئے تھے، اس کا حوصلہ بھی بڑھا تھا، ان کے غلاموں کا اندیشہ رہتا تھا، انھیں معلوم تھا کہ مجھے ان پر چڑھنے سے کوئی واسطہ نہیں ہو سکتا، وہ سب جان گئے تھے پھر بھی انھوں نے اعتقاد نہیں کیا وہ چپکے چپکے آج جان اور گھر والوں کا پتہ چلا ہے تھے اتنی راز داری سے کہ مجھے برا بھی نہیں لگتے تھے۔ دیکھا انھیں کب سے بلے میں اتنی باتیں معلوم ہوئی تھیں ان کی طرف سے میں ایک بال کا بھی فرق نہیں آیا تھا وہ جانتے تھے کہ میں یہ پہچان کر سکتا ہوں۔ میں تو ان کے سامنے بھی کوئی کام نہیں کرنا تھا۔ دن بھر گھر بیٹھا رہتا تھا یا بازاروں میں میری کرشنا کرتا، ہوتا تھا شاید انھوں نے مجھے ایک کھوتے سے باندھنے کے لیے یہ پتہ داری سوچ دی ہو، انھوں نے بڑا کیا کاش وہ یہ قدرت سے باندھنے کے لیے تو میں ان کے زیرِ سر کے مدد سے کر لیتا مگر انھوں نے اس کا موقع نہیں دیا چپکے نہیں اتنا ہی بتایا ہوگا کہ مجھ سے آجا جان اور گھر والے پھر گئے ہیں لیکن بے لاش نے فیروزہ والی بات ہی بتادی ہو اور انھیں میرے حال پر ترس آ گیا ہو۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ گھر والوں کو تو میں نے خود چھوڑا تھا، سات سال قبل میں نے اپنے کے بعد میں نے پلٹ کے گھر کی جڑ میں اتنی ہی میں سے چھوٹ کے بعد اس کی تلاش میں نکلا تھا جو جانا سے کہ میں غلام نے میں دلپوش ہو گئی تھی کرشنا جی ایک طرف گھر والوں کی ہم نشینی سے واقف تھے میں نے اپنے آپ کو ملاست کی کہ میں نے ان کے متعلق بگوانی کیوں کی ان کا ہنر نہ خرس پر عمل کیا تو میں کیسا چپکے کے لیے سے پہلے جب وہ میرے بلے میں چھپ نہیں جاتے تھے تب ہی وہ مجھ سے اتنی ہی محنت کرتے تھے۔ چچا تو بہت بعد میں آئی تھی اور آنے کے بعد اس نے فوراً تمام باتیں بتادی جوں گئیں میں نے تو ان کے ساتھ بڑی زیادتی کی تھی وہ بات کرنا چاہتے تھے تو میں ان سے چچا چچا ہوتا تھا۔ اب وہ

مجھے چپ گئے میرے دماغ میں کوئی معقول بات نہیں آ رہی تھی اگر میں مداس جاکے ان کی جائداد بچ کے نقدی وصول کر لیتا ہوں تو میں ان کا کیا کر دوں گا میں گھر والوں کو؟ سامان اٹھا کر دوں گا اور پھر گھر کے کمرے آ کر بیٹھوں گا؟ وہاں کھانے پینے کی گے؟ اگر میں اتنا تھا تو پھر بدلتی اور مجھ کے پاس بیٹھنے میں کیا حرج تھا۔ دیکھنے میں ابھی تمام جائداد میرے نام آ رہی تھی۔ نیا گھر بناؤں گا۔ میں اپنے اپنے آپ پر نہیں اتنے کیسے کو چھوڑ دوں گا اور اپنے آپ کو گھر کی چار دیواری میں جھکوں گا کیونکہ وہ پیریدہ اٹھا کر ہاتھ پر تالے آٹھائی سے ہاتھ لگا گیا سبہ تو مجھے کوئی قیمت سمجھ کے کسے استعمال کرنا چاہیے۔

میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا تو چچا اور جولین نے بھی کچھ نہیں کیا جبکہ میں نے صاف طور پر ان سے کہہ دیا تھا کہ چچا پانا کوئی اور ٹھکانا ڈھونڈ لیے اور جولین اپنے گھر میں چلے۔ وہ دونوں سامنے کی طرح جسے دیکھ لگی تھیں۔ میں سامنے نہیں ہوتا تھا تو مجھے ان کی نگاہیں تعاقب کرتی رہتی محسوس ہوتی تھیں کسی جولین میرے سامنے کھانا لگا کر دیتی کسی چچا اور وہ دونوں عمو کا چپ ہی رہتیں جیسے میں نے جولین سے انکار کیا تھا وہ بد وقت نہ ڈال کر حال ہی میں تھی وہ اپنے کمرے کی طرف سے مجھے نہ نکھو رہی تھی میں جانتا تھا کہ وہ میرے انکار سے ناخوش ہے مگر کیا میں اس سے انکار کر لیتا؟ ان دونوں کی نگاہوں سے بچنے کے لیے میں نے گھر سے باہر دینا شروع کر دیا تھا میں روز صبح بخیر ہی گھر سے نکل جاتا اور سات گھر گھر کے دایرے آ کر وہ دونوں ڈیوڑھی انھوں اور لڑتے ہوئے ہوں گے مجھے وہ دھارے کے قریب ان میں ملتی رہتی تھیں میں کہہ دیتا کہ مجھ کو نہیں ہے تو چھوڑ دے گی نہیں کھاتی پھر میرے ان کی وجہ سے یہ کمزوری بند کر دیا کہ میں نے بڑی بھی فحاشی جاری رہتی تھی بچھو کر تیری دوا رہی کرشنا جی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

پالسن نے بہت سے لوگوں کو چچا اور چچا اور دیا بلج کرشنا کے موم غلوڑا ہے۔ اخبارات بھی چپ ہو گئے تھے اور وہ لوگ بھی جنوں نے ان کے قانون کو بہت اُن کے قوانین والے کیلئے ملے اور دھارے کے لیے تھے کہ وہ ان میں ابھی تک پالسن افسر جنرل کی باتیں غور نہیں سمجھ کر اب جب کوئی کرشنا جی کا ذکر کرتا یا میں ان کی تصویر دیکھتا سمجھ کر اب کا نام جیرو مان میں چھپتے گئے۔ میں نے ایک دن اتار دیا میں نے شکلا کے سامنے بڑا ہاتھ اتار دیا چونکہ ہاتھ اتارنا اس نے بتایا تھا کہ گھر والوں میں اب ایک بہت بڑا آدمی ہے اس کے کئی کارخانے ہیں۔ اور ابھی تک تم کے کاروبار میں اس کی جائداد کوئی شہر نہیں نہیں وہ مجھ سے اپنے لگا کر سمجھو گئے ہاں میں نے منہ جھک کر کھلوں میں نے اسے جنرل کی زبانی سنی ہوئی باتیں نہیں بتائیں اور کہہ کر نہیں میں نے اس کا ذکر بہت سنا ہے اس میں بی شکا ہے بہت

ملتی نہیں ہوا اور اس نے ملے ملے چھوٹے اس کی امارت اور اثر و رسوخ کا ذکر وہ نہ تفصیل سے کیا میں سمجھا رہا اس میں شکلا کے چلنے کے بعد میں نے بہت غور کیا مگر کوئی مناسب صورت ذہن میں نہیں آئی سمجھو پک کے لوگ مجھے ضرور واقف ہوں گے کہ میں کرشنا جی کے ساتھ رہتا تھا تو کلا میں ان سے تعلق ہو سکتا ہے کرشنا جی پر دھار کرنے سے پہلے انھوں نے ان کے حلقہ برسات جان میں ہو کر وہ کہاں رہتے ہیں ان کی معلومات کیا ہیں اور ان کے ساتھ کون کون رہتا ہے اور بات بھی ان سے چھپی نہ رہی ہوگی کہ کرشنا جی کو کب ملے تھے کب میں ان پر چڑھنے والا تھا کام ہانا والا بھی میں تھا۔ کاش وہ کرشنا جی کے پاس سے بچے تیار بنا دیتے کیونکہ میری اس جہان میں کوئی ضرورت نہیں تھی افسر کی موت کے بعد کون کرشنا جی سبیل منسل کے تمام اٹھنا میرے کہنے کے مطابق یہ شہری چھوڑ دیتے کرشنا جی کی اہلیہ و نیا کہ بہت ضرورت تھی۔ ان کی پوری زندگی ہی لوگوں کی خدمت کرنے کے لیے گزری تھی وہ نہ بڑے نہ بڑے لوگوں کے کام ہی آتے کرشنا جی سب سے موت جا ملو رہی نہیں چھوڑ گئے تھے ایک اور بڑی کمال گئے تھے میں پرتا تھا اگر ان کے قانون کو وہ لوگوں کے سامنے سے چلا گیا تو مجھے کہیں چین نہیں ملے گا اور کرشنا جی کی طرح میں بھی سے شاک نہیں گی۔ مجھ نے گھر چلائے مائے گائیکس اگر مجھے کی جانتا کہ وہ فلاں شخص سے تو نہیں کسی کاں کے بیٹے میں جانا تو دیکھا چکا ہوتا۔ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ کرشنا جی کے دھوکا سے آدمی تھے جوں کے میں مثال تھے ستانہ کے بھی آدمی آزاد ہو گئے تھے وہ بھی بڑی طرف سے اپنے دل میں غاریے پھر رہے ہوں گے کرشنا جی کی وجہ سے پولیس کے کئی افسر بہت موت اٹھا ہو چکے تھے یہی صورت میں ابھی طرح پہلے اور دھار کا باز رہا ہے لیکن چاہیے تھا میں طرح انھوں نے موقع مل کر خیال رکھا ہے مجھے بھی کرشنا جی کی طرف سے اس نگر و جھٹکا بہت دینا چاہیے تھا اس کے افسر کی طرف میں ہی گھستا چلا جاتا تو بعد میں میرے حوالے سے کرشنا جی ہی کی ذمہ داری ہوتی۔

مجھے اس انجیر سے بہت گھٹن ہو رہی تھی لیکن ہاتھ پاؤں نہیں چوڑے تھے میں نے غفلت کا فائدہ نہیں لیا کہ کوئی کارنامہ نہ لے ڈالے اب اتنی دیر گزر چلا ہے بعد پولیس سے توقع رکھنا کہ کارخانہ میں نہ بہت چا اور مجھے سمجھتا ہوں کہ میں نے سمجھو گئے کہ نام بہت کچھ لگا کر ان کی شخص کی یاد بہت سب کچھ ہو گا۔ اس کی اجازت کے بغیر اس کے آدمی کرشنا جی جیسے مجھے پالسن افسر کو کہنے کی حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ مجھے کسی طرح ان کے کاموں کو چاہیے تھا لیکن سمجھو گئے کہ رسائی ان بات میں ہوگی اس تک پہنچنے میں تمام اقدام پر گناہیں پیش آ سکتی ہیں اور درمیان میں بات خوب بگڑ سکتی ہے بہت جلد نظر آتا تھا کہ مناسب وقت کا انتظار کیا جائے خوب تک لوگ کرشنا جی کا واقعہ قبول دیا میں اور میری صورت کو لوگوں کی

نظر سے مدد نہ چاہتے۔

دیر ہو رہی تھی کرشنا جی کی موت کو ایک مہینے سے زائد ہو چکا تھا اور میں کچھ نہیں کر سکا تھا تمام کا غزلت جوں کے توں پڑے ہوئے تھے۔ جولین نے اسکل ماہ فزٹن کو دیا تھا مگر وہ بہت ہی جانتا سا تھی وہ کچھ ذہنی اور ذہن ہو گئی تھی۔ ایک دن اس نے بہت دھڑلے دیا پانا خوب صورت لباس پہنا اور مجھے اٹھ کر اپنے لیے تیار دینی لڑیے گئی اس کے باب کی حالت پھر غلاب ہو گئی تھی مائیس کے رستے میں جب ہم ایک دوسرے کے ساتھ ہیں میں برابر بیٹھے ہوئے تھے اس نے خواہش ظاہر کی کہ سیسٹول میں ملے جائے چچا چچا جیسے جیم درمیان میں آ کر گئے اور ایک بہت اچھے قسم کے سیسٹول کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ سیسٹول کا ہلال ہو گئے تھا کرشنا جی بھی ایک اچھے ایسے ایک سیسٹول میں لے گئے تھے۔ میں گم ہو بیٹھا تھا۔ جولین نے براؤن ہڈ کے سرگرمی کی۔ میں بھی بڑھ کر لڑا۔ چاہیے۔ "ہاں میں نے بگڑ کے کہا" سرگرمی آجیو کہ میں سنا رہا ہوں گا۔ "غیر" وہ کھوتے ہوئے مجھے میں بول رہی تھی اس نے کہتے کہ بہت ہی جانتا ہے یہ شک تھیں کرشنا جی کی موت کا بہت مدد ہو گا مگر اس سے کچھ نہیں ہو گا۔ میں نے ان کی موت قبول کر لی کیونکہ موت ایک اہل شخصیت ہے۔ اسے قبول ہی کرنا پڑتا ہے۔ میں بھی اس کا لڑا۔ چاہیے میں تم سے بڑھتی ہوں کہ تو نہ ملے کہ کب تک اتنے سے لگا رہو گے کہ تم نے پناہ لیں جو رہ رہتے ہو اور جھگڑتے ہو کہ میں تمہارے متعلق اچھی باتیں سوچ سکتی ہوں تو مجھے کچھ تاؤ آخر تمہارے دھڑے ہوئے کہوں؟

میں تو نا کوئی جواب نہیں دے سکا چند لمحوں کے توقف کے بعد میں نے دیکھا ہے میں نے یہ سال بھر سے بہت لوگ کرتے ہیں اور مجھ سے ان کا کوئی جواب نہیں دیا ہوا ایک کرشنا جی جیوان میں نے جولین کی آواز پر ہر گز گنتی مت پوچھو۔

مجھے کچھ معلوم ہوا ہے اور اتنا تو میں خود اندازہ کر سکتی ہوں کہ کوئی ایسی بات ضرور ہے جس نے تم جیسے آدمی کو گھٹن لگا دیا ہے۔ اب تو خبر اس کرشنا جی کی موت کا سبب کیا جا سکتا ہے مگر میں نے دیکھا ہے کہ تم ان کی موجودگی میں اس طرح کہتے تھے کہ تم نے مجھ کی بہت نہیں بڑی اور کرشنا جی نے بھی کیا کہہ کر دی تھی مجھے یقین ہے کہ مجھے بتانے سے کچھ نہیں ہو گا وہ تم بتا دے اور دھار سے میری حیثیت ہی کیا ہے میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتی لیکن میں تمہارا کھوڑا ہوا ہوا ہوں بھڑکے ہاتھ کا اٹھاؤ کا اٹھاؤ ضرور کرو۔

"اتھو کی بات نہیں ہے جولین آ میں نے ہزاروں سے کہا ہے تم پر پورا اعتماد ہے لیکن میں تمہیں کیا بتاؤں۔ شاید تم سے چھپانے کا بہتر ہے۔ چچا وہ میری طرف اتنی بات بتائی ہے کہ تم سے تمہارے کچھ عوز











جیسے یہ کہ کیا میں تو انہیں پریشان کر رہا تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ کتنے  
ان کاموں کا تجربہ ہے۔ انسان سے دوسری ہے۔ آپ ہی بتائیے کیا کیا جانتے ہیں؟  
"نہیں، میں نے یہ معلوم کیا نہیں ہے کہ تو میری گورنار۔ اب انہیں مل  
اس سے منشا ہے۔ کہ شاید میں نے کچھ سوچ سمجھ کے ہی تقبیل الی کا وارث  
منتظر کیا ہے۔ وہ بہت سمجھ بوجھ کے آدمی تھے۔"  
"لیکن انہوں نے کوئی اچھا فیصلہ نہیں کیا، انہوں نے ایک غلط آدمی  
کا انتخاب کیا۔ اب میں کیا کروں؟ کیا میں حساب کتاب رکھتا ہوں؟"  
"میں نے غلط کیا۔"

”حساب کتاب تھا اور اپنا بوجھ بغیر غلام کسی اور کا نہیں اس طرح  
میت سوچے۔ یہ دیکھ کر ایک شخص نے خفیں کیں تو دوسرے نے بھی آؤ وہ وہ سب  
بھی تھا اور کہہ رہے تھے۔ مجھے حیرت ہوئی تھی۔ میں سمجھتا تھا کہ کشاچی  
مہلتے سے کاٹے ہوئے ہیں لیکن انھوں نے اپنی زندگی کے آخری کرپٹکل  
لوگوں میں بھی ایک برعل اور موزن فیصلہ کیا ہے۔“  
”آپ بھی یہی کہہ رہے ہیں۔ میں نے سنی ہے۔“

”ہاں بغیر تیاں! میں سچ کہہ رہا ہوں میں اس کی وضاحت نہیں کر سکتا  
 بہر حال انھوں نے غلط کیا یا اچھا کیا، مسرے نہیں بے مسئلہ ہے کہ آپ ان کی  
 نمائندگی کی تعمیل کس طرح کی جائے؟“

”میل خیال ہے یہ سب جاننا وغیرہ میں قسیم کو دی جاتے۔“  
 ”یہ کام تو خود کرنا چاہی کر سکتے تھے بے شک اب تم اس کے  
 مالک ہو گرج اب انھوں نے اپنے دل میں یہ ارادہ کیا ہوگا تو تمھاری کوشش  
 مالی اور تمھاری ایک آنکھیں نہ مل گئیں کہ تیرے نظر ہوگی موت کے روز وہ تیرے

بہت خوش تھے، اگرچہ تھے، میں غمیر کو خدا سے دعاؤں کا میاں لیں  
جی جی کہیں رہتی ہیں ادبیت دوستی ہو گئی ہیں کرنا تھی جب موڈ میں  
ہوتے تھے تو مجھ سے بہت سی باتیں کہتے تھے، میں بھلے سے انکار دے دوں  
کہ کچھ وجہ جاننا ہوں۔ ٹھیکر کو ٹیولیا سرب چیزیں دوست ہو جاتی گی  
کرنا تھی نہ جو عمر کو دے ان کے ہیں مگر سب ان کا جواب آجائے اور  
تھادی پر پشیمان شہ ہوا جاتی تھیں

”سرکڑ؟ کیا آپ جانتے ہیں کہ انھوں نے ایسا کوئی سرکڑ روانہ کیا تھا؟“ میں نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔ انھوں نے مجھے بتایا تھا۔ ابھی تک کسی جگہ سے کوئی جواب نہیں آیا ہے۔ اُسے گاؤں کے پہلے مجھے معلوم ہوگا۔ شکرانہ۔ اسے سنا۔“ اور انھوں نے رُک کر کوسے کے مین کیلکایا بتایا تھا؟ ہمیں نے مہربان ہو کر لڑھکا۔ مجھے ایک ایک بات تانا ہے۔“

”اور کچھ نہیں، شوہر یا بوسے بولا، سچ تو یہ ہے کہ انھیں نے مجھے یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ یہ خط وہ کس سلسلے میں لکھ رہے ہیں کہ شناسائی کی ہوتی ہے کہ بعد جب تم سے قریب مجھے کا موقع ملا تو مجھے یہ قفاں کر کے میں

220

دشواہمی نہیں ہوئی کہ اتنی شدید اور ذوقی دلچسپی وہ صرف ایک شخص میں لے سکتے ہیں گو وہ ہر کہیں میں پڑے انہماک سے کام کرتے تھے۔ دوسرے بیکار پڑیس کے دیکھاڑ میں کوئی ایسا کہیں بھی نہیں تھا۔

[illegible]

غیر پھر سہی میری دل تنہا ہے کہ تعاری تمام انجھیں دور ہائیں۔  
ہاں شکلاہی تنہا تو سبھی کی موتی ہے لیکن برہنیں آتی۔

ماہنامہ دیکھو! اس کے سوا وہ اور کیا کر سکتا تھا۔ شرفیہ بھی لکھا تھا:  
 شکلا بھیڑی ہے کہ باخدا کرشنا جی! چھلن درین چھا اور جین سب ہی  
 کتے تھے سحر آمیزہ بنائے کا وقت کوئی نہیں جانا تھا سب جھوٹ لئے  
 تھے، مجھے بچہ سمجھ کر ہلاتے تھے جب کوئی آمید کی بات کرتا تھا تو بچے  
 اور گھنٹن مرنے لگے۔ کچھ زیادہ شکلا چھوڑا دے گا تو سب پر ہر بات کو لگا  
 کہ کیا مہاسا میں رہ سکتے ہو؟ اس لئے بچا۔

”میں شکواہی میرے لیے بہت مشکل ہے آپ داد کا کپڑا  
اور انٹرا کر دیجیے۔ آپ کی کوئی بہتر تدبیر سوچیے۔ میرا وطن کام نہیں کرتا۔  
میں ایک مدت تک صوفیوں میں رہی۔ یہ شیعہ نہیں ہے۔ پر آدھ  
موجوازہ۔ شکوائے کو جو نصف کے بعد کیا۔ میں اس نتیجے کا پہنچا ہوں  
کہ ان حالات میں تمہارا طرز پر فرض انجام نہیں ہو سکے گا۔“

”مجھے آپ کا ہر بات منسوب ہے، میں نے تیری سے کہا۔  
 ”ایسے نہیں سمجھ کر جواب دینا، لیکن جے میں اپنی جگہ ٹھیک  
 نہ ہوں۔ میری رائے ہے کہ تم بہ ماہذا بیچ دو اور ساری رقم ٹھیک میں  
 محفوظ کر دو جب حالت کسی قدر درست ہو جائیں تو اس رقم سے کسی  
 وقت جتنی بھی کامیاب ہو سکتے ہو اور کوئی بھی کام شروع کر سکتے ہو میرے لئے  
 کے مطابق لکھیں، چلے سے کم یہ انشا کیا ہوگا۔“  
 ”لاکھوں روپے؟“

”ہاں لاکھوں روپے۔“ وہ تشویش سے بولا، ”کئی لاکھ روپے تم نے آج اور کل پھر کیا دیکھا؟ ان کی فروخت میں میں دیر لگاسی رہے مگر اچھا ہے کہ یہ کام نہا کے ہی واپس ملیں۔“

[illegible]

اُس نے بھے دیکھ دیا خائبہ خبر بھی تھیں بڑا درد و مہم جوئی کرتا ہوا اگر کہ پہنچ گیا۔ اُس نے مجھے تنگ بالکل نہیں کیلے کہ تم سب کو بھرتے ہو تو مجھے اُس سے بہت درد کہنے، بتاؤ میں اُس سے کیا کروں ؟

خط کے آفریں اس سہ پہلے خط کے مانند باہمی میں ہندوؤں  
کی غی کر میں اس بار اس کے خط کا جواب فرود دے گا یہی اپنا برگ  
میں نے شکلا کے احار کیا کہ وہ مجھے عین میں لے ل احار نے سے باہر ملک  
جلدی جلدی تم کرے شکلا چکر پنا را حق میں لگا کر وہ دھرم و نام اس کا نام  
میں معلوم ہے۔ میری موجودی ضروری ہے کہ کوئی تمام حالات پر مدد  
میں کوئی نہیں۔ میں نے کہا میں مختار نام کر کے دینا چاہتا ہوں نام  
مجھیں کرتے دیکھو شکلا کے احار کر دیا چر مجھے انہی بات سے خوشترنگ  
ہمیں شکلا بچاوا اپنے گوارا و دفتر نے چھپنے کے حصہ کر کش نامی کی غیبت  
میں یہ تمام کام کر دیا تھا اس کے غرض میں نہیں تھی۔ میں نے اس سے اپنے لیے  
کی فراموشی مانگ لی اور اگر کش کی کہ وہ ہمیں کو تسلیم وادھ کو دے۔  
شکلا نے اس پر غیبت ظاہر کیا کہ میں وہ وادھ خود کو میں نہیں گھستا میں نے  
کہا مجھے خط لینے کی عادت نہیں ہے میں نے آج تک اس کے خط نہیں کھا۔  
اس جواز پر شکلا نے میری طرف سے جو لین کر اب مجھے دیا جو لین سمجھی ہو  
گی کہ ابھی میں نے اتنا کہاں پر کھا ہے کہ اس کے خط کو کھانے میں نہیں کھا کر  
ماشرافی جو لین کو زیادہ پریشان نہیں کرے گا اور یہاں کا کٹ میں ہی ہے۔  
میں جلد ہاں پہنچ جاؤں گا اور ماشرافی کو سمجھا دیا دے گا کہ میں ہی ایک سے  
ایک استاد چڑھانے وہ کوئی اور در دیکھے۔

مُڑھوئے کی مدت میں شکلا کرش ناجی کی ناکا ہادامس کے  
بقول مناسب قیمت پر فروخت کرنے میں کامیاب ہوگا، نام و پیر میر  
و متعلق سے ایک میں جمع ہونا کہ کرش ناجی کی تصویر میں اثر غلطی کو  
اعد ذاتی ملان وغیرہ سے ساحلہ جاتے کیلئے ہم نے مدون میں بند کرنا  
اور باقی سالہ سامان خریدنا، ایک میں کرش ناجی کی ایک ڈیڑھ فیصہ خوار  
گھڑی توری میں بھی جس بنگے میں ہم تقسیم نے اس کا بھی مہیا ہو گیا۔ ہم  
آخری کوارٹر میں اس کیلئے کے لیے ہونی میں بھی رہ گئے، اس لیے میں جب  
بھی موقع ملا میں عداس کی گلی میں چھ تھانہ ہاسٹل کی پرلے اور ہریوں  
کے باہر میں ایک کھڑا روکے میں مسافروں کو رکھا اور متنا کر ڈیڑھ لے بنگے کوئی  
لفظا طے سے یہ کار کی جہت تھی میرے کالنے کے چنے ہوا ناسی سے کی  
مدا جرت کھو چھے یا میری پٹیاں و حوضہ جتنے کی مسامت کھو چھی  
تھیں ہرادی نظر آتا تھا، اس میں وہی نظر میں آتے تھے۔

۱۰. آخر وہ اس کے کوچ گاہوں آن پہنچا۔ آخری رات تو وہ لادہ شکاراٹ گئے کہکساب کتاب کزنہ راہیں مستریم چھیں بندیکے لٹا فاقہ کو بدیر بند شکاراٹ میری سہری پر آگیا۔ گھیر آواز میں اس نے مجھے کچا بھڑیخاں میں تو مال



کی آواز میں ہلکی کرکٹ تھی۔ اب تم انھیں بچو اور نہ بھالو۔  
 شکلاہی! ایسی ہی کیا مادی ہے اب ہم چل بیٹھے ہیں۔ میں  
 میں ان فائلوں کا کیا کر دوں گا۔ میں نے کسی قدر تڑپ سی۔  
 تم انھیں جتنی جلدی اپنی چوٹی میں سے لے لو گے۔ برا بھلا ہو جائے گا۔  
 وہاں شاید فرصت نہ ہو اور موقع نہ ملے۔ یہاں صرف ہم موجود ہیں۔ ہرگز نہ کہ  
 تم تمام فائلیں خوب بھراؤ اور جہاں تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو۔  
 وقت نہ دے دوں گا۔ میں سب کچھ کرنا چاہتا ہوں۔  
 میں کیا پوچھوں گا؟ آپ نے سب کچھ دیکھا یا اب تو عجب ہے۔  
 میں نے شکلاہی سے کہا۔  
 آپ مجھ سے کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ تمام کر رہے ہیں۔  
 بات بہت بڑی ہوئی ہے۔ میری فائلیں ایسے معاملات ہیں۔  
 سے نہیں رہتے بلکہ تمام جہازات سے تعلق رکھتی ہیں۔ انھیں  
 ہر جہاز سے کتنی رقم ایک میں جمع کرانی کر رہے ہیں؟ اس نے راز دارانہ  
 انداز سے پوچھا۔  
 کتنی ہی بڑی رقم ہوگی۔ اس کی خاکشیں تو کی نہیں تھیں۔  
 جھٹکا کے کام اور مجھے کچھ جانتے ہیں۔ جو ہے یہ فائلیں آپ اپنے ہی پاس  
 لیکھیں۔ میں گھر کے انھیں آپ سے لے لوں گا۔  
 وہ فائلیں وہ شکلاہی کے پاس ہیں۔ ان سے تعلق رکھتا ہے کہ انداز میں  
 سرکاری کے معاملے سے اپنا سر لگایا۔ خاص میں منقول رقم کی بات ہے۔  
 نام سے یہ ایک میں مارے آئے۔ لاکھ روپے میں کر لے گئے ہیں۔ سب سے  
 آٹھ لاکھ روپے۔  
 سی۔ بی۔ سے پونٹ لڑنے لگے۔ کہ میں گری ناموشی ماری  
 ہو گئی میں شکلاہی کی تیر مائیں صاف میں لکھا تھا۔ جو گری اس کا کیا کر دے؟  
 میں نے منتظر آواز میں کہا۔  
 اب سب کچھ بخدا ہی بابت اور فون پر پھر سے مجھے آواز دے  
 کر تم اس کے استعمال میں غلط ہو گے اور کرشنا جی کی ترغیبات پر پورے  
 اترو گئے۔ شکلاہی اور نہ جانے کا کا کہنا دیا۔ میرے کانوں میں ملن ہونے لگی ہیں  
 رات بھر کوڑیں ہوتا رہا۔ شکلاہی چپ دیکھ کے کہنے بستر پر چلا گیا۔  
 ایک بانگی جیسے میں آئی کہ میں تمام فائلیں اس کے سر پر سے مادی یا  
 اس کے سامنے بٹھا دیں۔ وہ دیکھنے لگا کہ بابت کر دیا تھا اور جانتا تھا کہ  
 میں اس کی نظر میں ایک طرف غائب ثابت ہو سکوں اور کوئی انھیں خود کو  
 گراں کرشنا جی سے مجھے سونے کی ڈھیر میں بھرنے کی کرشنا جی کی تھی  
 انھیں اپنی ایک باتیں لگا دے۔ یہ نظر نہیں آیا تھا کہ بلکہ وہاں دبل بندھا  
 ہو چکا۔ وہ یہ جانتا چاہتا تھا کہ اگر وہ کسی کو مرنے دیتا ہے تو اس کے لیے  
 کیا کر سکتے ہیں۔ مگر وہ یہ حقیقت نظر انداز کر گئے کہ ان کی طرح دوسرا بھی  
 کسی کو مرنے دے سکتا ہے اور اس کے لیے ان سے بھی زیادہ سوچ سکتا ہے۔

انھوں نے اپنی محنت میں مجھ پر لگے چھاد کر دیے۔ تاکہ میں دنیا کی فائلوں  
 سے خود بخود چل مالانہ خود کو نکلتے تھے کہ لکھوں کی توانی نہیں کرتے۔  
 وہ خود بھی سکوں سے ڈر رہتے تھے۔ پھر کرشنا جی نے ایسا کیا کیا؟  
 بے خبری سے پوچھنے کے چکر میں پھنس گیا۔ کیا اس لیے کہ میں خود کو کرشنا  
 جی میں سے کرشنا جی کا ہاتھ پاؤں ڈھونڈنے کے لیے ان کا یہ بھینچا ہوا ٹھکانہ  
 تھا۔ میرے ہاتھ پر پورے پردے کا تعلق خارج کر گیا تھا۔ جب سے کہ وہ مجھ  
 ہوئی تھی میں نے اپنے ہاتھ پر لکھنے کو دیکھا تھا۔ خاصہ پتلے میں  
 کھانا رہا، پھر اوپر اور گھر مجھے جیکب سے لے کر سوچتے سوچتے میرا  
 دماغ چلنے لگا۔  
 صبح ہوئے ہی شکلاہی تیل کی شمع کو دی کرشنا جی کے کمرے  
 کا رخ میں رخصت کرنے کے لیے ہوئی میں جمع ہو گئے تھے۔ ہر جہاز  
 سے ملے شکلاہی مجھے ایک گھر میں میلوں لے جا کر کرشنا جی  
 کے ملازم کے لیے مجھے کچھ رقم کا اعلان کرنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا کہ اب  
 تمام کچھ میں کرشنا جی کے ذہن میں اس بات کا خیال نہیں ہے۔  
 تھا اس نے مجھ پر ۲۰ ہزار روپے کارڈوں میں بیٹھ کر فون پر  
 کیے کارڈوں کے ہاتھ چلا دیلا کے دھان میں بیٹھ گئے اور جیسے میں سے  
 گئے مجھے بھی دانا گیا۔ میں نے شکلاہی سے کہا کہ انھیں اندر تم سے ہی چلے  
 مگر انھوں نے میری بات سنی نہ تھی۔  
 بھاری گاڑی گھر کے دروازے پر پڑی۔ جہاں ادھار چاچا جگمگاتی ہوئی  
 آئیں دونوں میں دیکھ کر دنگ ہو گئیں اور بیسے بازوؤں سے ہٹ  
 گئیں۔ چھپنے کی بڑی ہمتی کر دیا اور دھڑکے میں داخل ہوئے۔  
 پہلے کوئی آیت پڑھ کر میرے سر پر روڑے پڑے۔ پھر کوئی کرشنا جی کا نام  
 ان کے کمرے میں ڈکڑا گیا۔ شکلاہی مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ ان کے چاچا  
 ادھار جہاں کے لیے دھان سے بڑے خرچے ہیں۔ بھولا جی کی فون پر  
 میں ناچتا چلا رہا تھا۔ چاچا اور جہاں میں نے پیریسے آزاد بازوؤں میں تھیں  
 اور شکلاہی سامنے کے کمرے پر بیٹھا تھا۔ جہاں شکلاہی کے لیے کہ میں نے اپنے  
 پیچھے کی سیڑھی اٹھ کر کہیں نہیں دی۔ انھوں نے میں نے اپنے کے لیے  
 آئے کا پرکھ کر ناگہان تھا کہ اس کے چاچا اور جہاں کو دیکھ کے مجھے کچھ  
 ہلکا ہوا۔ میرے سر پر شکلاہی نے ہم سے رخصت ہونے کی اجازت مانگی۔  
 شکلاہی ساتھ سے کہ بہت عادت ہو گئی تھی اس لیے میں بھی ہاتھ  
 اب وہ بھی جگمگاتے مادی میں بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے چند منٹ اور غصے  
 کی دھمکی کی کرشنا جی کے کسی حاکم کا کہیں مجھ سے یہ کیا تھا کہ  
 ہاتھ سے اسے ایک ہلکا سا مارا۔ خدا سب اور اوپر ڈھونڈ دیتے۔  
 شہر سے کوئی بڑا فون تھا۔ کوئی مجھے سلام کرنے کا سفر تھا۔  
 جہاں سے حضرت کو کہ مجھے جیسے کہ میں نے آیا اور تمام فائلیں

دیکھ کر مجھے ان کی تفصیل سمجھنے لگی۔ جیکب کے کلمات میں یہ  
 باتوں کی کرسیں ہیں۔ یہ لکھوں اور فائلوں کے بیچ اس کی عقلیں ہیں  
 میں متعلق ہوں۔ یہ جیکب کا فائل ہے۔ یہ ہے میں نے سب کچھ دیکھا  
 میں فائلوں اور شکلاہی کے معانی کا کمرے کے دروازے میں سے  
 جیکب بائیں طرف میں جہاں کی شکلاہی مجھے خوب ڈر سے پہنچے لاکھوں  
 جہاں کا سارا چھوٹا جیکب گیا۔ انھیں جب میری ضرورت پڑے مجھے  
 کرشنا جی کا نام مجھ کے بلایا۔ اس نے کوئی کوئی آواز میں کہا اور چند  
 میں رخصت ہو گیا۔ جب وہ جیکب میں بیٹھ رہا تھا تو جیکب میں آ یا  
 میں نے دیکھ کر کہ کوئی کرشنا جی کی رقم میں سے آپ بھی کچھ لے  
 لے کر چلا گیا۔ یہ بات میری زبان سے ادا نہیں ہوئی وہ نہ بہت شکی  
 ہو کر اس کی نظر میں میری کیا وقعت رہ جاتی کہ میں اسے گھر سے  
 چل کر کے رخصت کر دیا۔ میں جب کہ میری دل خواہش تھی کہ وہ اس رقم  
 میں سے میں چلے جائے۔ میں نے گری کے پیچھے سے اس کے پیچھے  
 دھان میں آ کر یہ کام جیکب کا نام تھا۔ شکلاہی کا اور جہاں چچا میسر  
 ملازم کے لیے گئیں۔ انھوں نے میری عدم موجودگی میں بیسے بہت سے  
 کچھ کرنا لیے تھے۔ میرا کہہ بھی آ کر نہ جانتا تھا۔ اندھا دیکھ کے ہل  
 میں خود اپنے نام میں آ کر وہ دونوں مجھ سے باتیں کرنے کے لیے منتظر تھیں  
 میں نے جہاں سے اس کے باپ کی شہریت وراثت کی اس کی حالت  
 میں بہت کچھ سمجھا تھا۔ میں نے جہاں میں آ کر اس کی چھپنے فون  
 پر فون پر جہاں سے دھان میں کرشنا جی کے فائلوں اور دھانوں  
 دھان میں چھپنے کی اس نے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے ان کا مالہ کا معاملہ  
 میں کیا، نہ میں نے اسے بتایا کہ میرے پاس مارے آٹھ لاکھ روپے  
 لاکھ روپے اور اب میں ایک کھیتی باڑی میں ہوں۔ کھیتی باڑی تو میری  
 میں چھپا تھا۔ میرے پاس نقد رقم موجود تھی اور کوئی پوچھنے والا  
 میں تھا کہ یہ رقم کس طرح صرف کر دیا ہو۔ دھان میں شرمندہ کرنے کے لیے  
 فون پر موجود تھی مجھے ہر وقت احساس ہوتا کہ یہ دولت اس کی حفاظت  
 کے لیے کرشنا جی کے لیے لگے تھے کہ اب ان کی دھان کا قرضہ ملان  
 میں تھا۔ میں نے میری طرف پر چاچا اور جہاں کی کرشنا جی کے گھر کا حال  
 دیکھا۔ انھوں نے چہرے میں نہیں پوچھا کہ مجھے ہاں دے کتنی رقم مل ہوئی۔  
 میں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ جہاں کو دیکھ کر سب سے پہلے جہاں  
 میں نے شرمندہ کر دیا۔ یا تھا کہ میں اب کچھ جہاں سے اس کا ذکر نہیں کیا  
 فون پر جہاں میں کوئی اور شرمندہ میری عدم موجودگی میں دھان پر گھر  
 لگے تھے اور فون پر فون کر کے بار بار پوچھتے تھے کہ میں دھان پر آ یا  
 ہلکا دھان میں ہی میں آؤں تھے ملنے کو دیا جائے۔ وہ فون پر اور شرمندہ کی  
 فون پر کوئی بھی انھوں نے کوئی بار پوچھا کہ میں کی کیفیت تو نہیں ہے۔  
 اور وہ ماشروانی؟ ہم نے اس کے پاس میں کچھ نہیں بتایا۔ میں نے

تجسس سے پوچھا۔ اس نے میں پریشان تو نہیں کیا؟  
 میں اور مرتیں جہاں سے توجہ ہلکے میں آ رہے تھے۔ کسی  
 طرح پہچان گیا کہ شرمندہ میں نہیں ہوا۔ کہ میں نے سب کچھ کر دیا  
 میں کہہ رہا تھا۔ اسے میں ان سے کچھ پوچھنے تو ملے گا۔ ہرگز نہیں مجھے نہیں  
 خیال آ کر کہ مجھے خط میں اس کے پاس میں انھیں کچھ نہیں کھاتے۔ تمام  
 وہاں پریشان ہو جاؤ گے۔ اب جیسے میں اسے معلوم ہو گا کہ شرمندہ ہوا وہ  
 پھر کھائے گا۔ وہ مجھ پر آؤں گے۔ کھانا نہیں کھاتا۔ اسے ہر روز ہر روز  
 مجھے ہلا رہا ہے اور شرمندہ کرنا ہے۔ کچھ کوئی مجھے اس پر ہراساں کیا۔ میں نے  
 بڑا کھانا کھایا۔ میں بھی متح کر دیتی ہوں کہ میں موجود نہیں ہوں۔ گھر سے  
 میں نہیں ہوتا۔ مجھے قسم کا دل ہے۔ میں تو اسے پہلے سے دیکھ رہی ہوں  
 پہلے تو وہ ایسا تھا۔ اب اس کا حال بہت شکستہ ہے۔  
 میں اس کے پاس ہواؤں گا۔  
 دھان میں مت جانا۔ وہ خوف زدہ مجھے ہی ہوئی۔  
 میں نے اقرار میں کر لیا۔ کچھ وقت گھر میں ہو گیا۔ جہاں میں  
 شرمندہ کی گھر میں گئیں۔ میں نے اس کے لیے جہاں میں ہونے کا چچا  
 جہاں میں گھر میں موجود تھیں اور مجھے اس طرح بت دیا۔ جیسے میں  
 اس گھر کا ایک فرد ہوں۔ اور میں بھی یہاں اس کے بعد وہ میرے اس طرح  
 کی باتیں کرنا چاہتے تھے۔ میں نے اس کا جواب دیا۔ مجھے اس کا جواب دیا۔  
 کہ میں آگے میں اس کے لیے ہوں کہ میں نے اس میں کس پاداش میں بھلا  
 دیا۔ انھوں نے کیا بڑی کی جہاں وہ بھی اس طرح کی باتیں کرتے تھے۔  
 میں ایک کتا تھا کہ مجھے مستقل طور پر فون پر دھان میں اس کا ہونا چاہیے  
 کہ وہ کہہ لے۔ اسے اور اس کا دھان اس کا شرمندہ میں دھان سے ہلا کر  
 دھان میں بھلا کر اس کی طرح ہر خیال لکھتے تھے۔ اور مجھے اس کا اظہار  
 مجھ کو کرتے تھے کہ میرا قیہ جہاں سے اس کا طرح ہونا چاہیے۔ کہیں  
 تھا؟ وہ کوئی تو نہیں تھے۔ اس سے نصیحت کر لائی تو کیا کہیں تو اس  
 کے پیچھے میں ہیں۔ میں نے اس کی موجودگی میں اسے خدمت بنانے کی خدمت  
 کے لیے گئی۔ مگر کوئی ایسی باتیں نہیں تھیں کہ اس کے احکامات بہت صاف و  
 شفاف ہیں۔ میں اس کا چہرہ اس کا دل بھی دیکھ رہا ہے۔ وہ متعلق  
 کسی بگانی کے ایک قفسے سے بھی انہاں میں لائیں کہ اس کے گھنٹا مانی  
 ہوگا کہ میں صرف اس کے لیے زندہ رہا اور زندہ رہنے کے لیے ان کے  
 درمیان رہنا پڑا ہے۔ آج میں کے درمیان ہی رہنے کے لیے رہا ہوں۔  
 اب اگر ملے میں کوئی شخص کوئی تو اس کو لای کر کرشنا جی کوئی جہاں اور کوئی  
 چھاپا ملے اور مجھے رخصت کھانے یا نہ پانے سے اس کے لیے کچھ دلائے تو  
 کوئی اس کا گھر کو لایا۔ جہاں میں اس کے لیے کچھ دلائے اس کی عدم موجودگی میں  
 خیال رکھا۔ میں نے اس کی لاکھوں سے اس کا ایک ایک کتا متا دیا۔  
 فون سے بعد چچا گھر میں آ گئے۔ جہاں میں اس کی فون میں



خبر میں کرشنا کی کوئی خبر نہ لکھی کہ وہ تھا کہ چھاپے آہستہ سے  
 مخاطب کیا جائے میان اہل بیت سے زیادہ وقت گزر چکا ہے اب  
 ہیں یہ گھر چھوڑنا چاہتے گا؟  
 "ہاں آئیں نے زنی سے کہا: چھوڑنا تو چاہتے تھے مگر کیا انتظام  
 کیا ہے؟ اس نے کوئی جواب نہیں دیا میں نے غصہ سے کہا: وہ  
 بہت جی بھڑکی تھی۔ تھیں کچھ تو سوچنا ہو گا اب کرشنا جی میں ہیں۔  
 میں نے بچپان کے کہا۔  
 "یہ تو میں تم سے کہہ ہی ہوں۔ وہ گھر گراؤ تو میں ہوں۔  
 لیکن مجھے کسی گھر کی ضرورت نہیں ہے بات وہی ہے جو پہلے تھی۔  
 تم اپنا کوئی انتظام کرو۔ میں اس شہر میں شاید زیادہ دن گزار رہوں۔  
 تم کہاں جاؤ گے؟" اس نے وحشت سے پوچھا۔  
 "کہیں جی؟"  
 "میں جی جیسے ساتھ چلوں گی۔"  
 "پھر وہی نہ۔ میں نے جھجکا کہ کہا: بیسے ساتھ کہاں اپنی بیٹی  
 چھوڑی۔ اپنی ضد چھوڑ دو۔ میں نے انتہائی کہ مجھے معلوم ہے کہ اب تمہارے  
 لیے اگر کسی باطنی آدمی مانگتا ہے تو تم نے وہ زندگی ترک کر دی ہے  
 لیکن میں بھی جا سکتی ہوں۔ تھیں وہوں کی ضرورت ہو تو میں فراہم کر سکتا ہوں۔  
 "وہ پہلے پیسے کا میں کیا کروں گی؟ تمہارے سوا میرا اور کون ہے۔"  
 مجھے جلدی اندازہ ہو گیا کہ چھاپے انتہا کرنا اس کے ساتھ مغرورانا  
 فضول ہے وہ دانتے کی نہیں۔ مجھے غصاں کا کوئی نہ کوئی انتظام کرنا پڑے گا۔  
 اس نے پہلے کی طرح آؤ بنا شروع کر دیا تھا۔ میں نے کہا: کیا کروں؟  
 کون سی ایسی دعا ہے جو میں نے نہیں کی خدا نے بھی تجھ کو ہر کام میں  
 نہیں کیا ہے عہد میری سے کا فرود۔ وہ زمین کرنے لگی۔ کہ آہ کرشنا جی  
 کا برا ہو گیا تھا۔ وہ بھی چلے گئے۔ وہ درجہ تو خافہ تھے اب اس نے بھونٹا۔  
 "اور اب اس نے تمام باتیں کرشنا جی کو بتا دیں۔ میں نے تھیک کے  
 کہنے میں اس کی بات سے خیال آیا کہ یہ وہی تھی جس نے کرشنا جی کو سب  
 باتیں میں سب کچھ بتا دیا تھا۔ تھیں کچھ احساس نہیں ہو کہ وہ مجھے کتنا  
 عزیز رکھتے تھے اور میں نے ان سے برکت چھاپی تھی؟ میں نے تھیں  
 تاکید کی تھی کہ اپنی زبان مت کھڑا اور تم نے وعدہ کیا تھا مگر تم  
 اپنی بات پر قائم نہیں رہیں۔ نہ جانے تم نے ان سے کیا کیا کہا ہو گا۔  
 "میں نے کرشنا جی کو فرود کی بات نہیں بتائی تھی۔ وہ پہلے تواری  
 سے ہوئی۔ نہ مانتا تھا۔ میں نے تھیں اس بات کچھ نہیں بتایا تھا مگر کرشنا جی  
 مجھے تھیں تولا تے اور تھا اور واسطہ نہ دیتے تو میں اپنی زبان پر گزند کھولتی۔  
 انھوں نے خدا کا واسطہ دیا تھا۔ تب میری زبان سے اتنا کھڑا تھا کہ گھڑے  
 تم بچے ہو گئے تھیں انھوں نے مجھے مجبور کیا کہ میں تھیں عا با جان کا نام  
 بتاؤں وہ انتہائی اپنے ذرا سے تمہاں کرنے کی کرشنا جی کریں گے۔ ہا

کرشنا جی کا بچھنے والا بھی کوئی موجود ہے۔ میں اس ادھڑن میں غم تھا  
 کہ وہی سکل سے دلایں آگئی وہ آتی ہے پھنگی کر آئی تھیں پر نہیں  
 کھڑے کہ اس کا کردار پر نشان دہی ہے۔ چھاپے اُسے اپنے سینے سے  
 گھسیٹا کر اپنے سینے میں بے ہوش کر چکا تھا کہ پہلے اس درمیان کا مسئلہ  
 حل ہو جائے۔ محنت کی طرف سے کسی وقت بھی نوش آگتا ہے۔ مگر جو  
 گل گلنا تھا وہاں رکھتا ہے۔ بہتر ہے کہ کیا کوئی حکم کرے کہ پہلے اپنا  
 انتظام کر لیا جائے۔ جو میں تو اپنے گھر میں کتنی ہی غم تھا؟ کیا کسی موت باز  
 تھی اب میری جی میں نہ رہیں یا کہ میں کرشنا جی کی رقم میں سے کچھ  
 نام نہال کے ایک مناسب مکان خرید کے جو میں اور دیگر اس میں رہا دوں۔  
 ابھی اس شہر میں کچھ عرصہ اور رہنا چاہتا تھا۔ پھر شاید نہ رہا کرنا  
 چاہتا تھا۔ میں جی چاہتا تھا اور بدلے۔ میں یہ رقم کرشنا جی کی رقم میں سے  
 رقم کے طور پر نکالوں گا اور جب کبھی توفیق ہوئی۔ دایں دھندوں کا حال  
 ہو گا۔ میں یہ رقم دین کا ایک دلاسا ہے۔ میں یہ رقم خرچ نہ کروں تب بھی  
 ان کا راجہ رہتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ اگر اس سے کون ہاتھ لگائے گا۔  
 "ابھی آؤ میں بتاؤں۔ میں نے سوچا کہ اگر حال جو میں کے مکان میں منتقل ہو  
 جائے۔ اس کی اور چھاپی کی جھپٹ میں بہت ہے۔ جو میں کی موجودی میں  
 ہو گا اور چھاپی کی موجودی میں جو میں کا دل بیلا ہے کہ میں سے جو میں سے  
 اس وقت تک کہ وہ سالانہ منتقل کرنے کے لیے مجھے کر دے پھر مازیں  
 کوئی کوشش کر دے کہ میں نہ کر۔ زیادہ اخراجات کے تحمل نہیں ہو سکتے جو میں  
 کوئی بات پر یقین نہیں آیا۔ وہ تھیں ہر پانے گی اور پھر نہ جانے لائے  
 کہ اب میری طرف اپنی اویسہ سے دونوں بازو جو کے کپکانے کی جگہ میرا  
 لگا دے گا۔ میں نے تو میں میں ہو گا۔ جو میں کی جھلکا ہوئی انھیں میری  
 انھوں سے بہت قریب تھیں۔ کیا تم مجھ کو کہہ رہے ہو؟" وہ تھیں آواز میں ہوں۔  
 میں نے تیزی سے انہماک میں گونج جاتی اور لڑکھرائی ہوئی  
 انھوں نے کہا: ہاں۔ وہ میرے بازو جو کے فوراً چھاپی کی طرف بھاگی انداں  
 سے چھٹ جی اس کے چوسنے پر ابھی کہ غصی کی خون مٹ آیا تھا۔ وہ  
 بالکل بے یقینی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے فوراً جھک کر لایا اور کرشنا جی  
 کے سر کے سالانہ بہت حفاظت سے بیک کرنے کا عہد کیا۔ شاید اسے ڈر تھا  
 کہ لڑکھرائی نہ مل جائے۔ مجھ سے مجھ سے مجھ سے مجھ سے مجھ سے مجھ سے  
 لڑکھرائی نہ مل جائے۔ میں ان دونوں کے بغیر بڑھ گیا اور سونے لگا کہ اس نے  
 "میں نے یہ نہیں دیکھا۔ میں نے یہ نہیں دیکھا۔ میں نے یہ نہیں دیکھا۔  
 کہ تو یہ تھا۔ میں میں میں بیٹھ گیا اور پوچھتا تھا۔ اُس کے نیت تک پہنچنے  
 میں کیا اب ہو گیا میری وہ شک ہے کہ ایک شتا سالہ تہذیب تو جوان بڑا ہوا۔  
 ان کا کانا نہ تھا۔ تقابلی شکل دیکھتے ہی انھیں پڑا اور وہاں سے ہی  
 کے کیا کیا اسرار اسرار میں ہرگز نہیں لگا دیکھنا کہ وہاں سے ہی  
 ان سے ایک لایہ می آواز آئی تو کون ہے؟"







”ہیں اس کا جواب یقیناً جیسا کہ استاد کے سامنے دہل گئے تھے خیال نہیں کر سکتے ہو کہ میں جیسا کہ استاد سے ملنے کی اجازت چاہ رہا ہوں۔ خود تم کو میں نہ بناؤں، اپنا آدمی اس کے پاس بھیجو۔ اگر وہ اجازت نہیں دے گا تو میں زبردستی اس کے پاس نہیں جلا جاؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ جیسا کہ استاد منع نہیں کرے گا۔“ اس نے حناں بوجھ کے اپنا تالیف پڑھا۔

”تم کوئی لاش صاحب ہو کہ جیسا کہ اسی وقت تم سے ملے۔“

”اس کا فیصلہ بھی جیسا کہ کرے گا۔“

”فیصلہ اس کے ساتھ بھی کر سکتے ہیں۔“ چچہ کھڑے ہوئے کسی دبی نے

دستی سے کہا ”ماہر آباد اور میرے“ ماہر آباد کا بھی سمیت پلنگی کا زبان....

ابھی اس نے اپنا بھل نہیں کیا تھا کہ ایک آدمی گل سے کچلے ہوا ہاتھ

پاس آیا اور بانیختے ہوئے۔ ”استاد و ماہر ہے۔“

بڑی بیوی تھی تو یہی تھیں جو بڑے کے نیچے انکار میں آگے اور حسبِ خود میرے  
فکس کرنے لگوں گے تو خائفانے لیے عزت اسی میں ہوئی کہ تم ان کے وہاں  
سے آؤ گے یا نہ ؟

جنگل کے تمام آدمی بے لکھی سے کبھی بے کبھی آئے دیکھنے لگے۔ جنگل کی  
انہیں چوڑی بوگٹی تھیں۔ تھے سب میری تپیل چڑی غی۔ ساری لکھ کے  
بے کھ کے اور قریب ہو گئے۔ چند تپیل چڑی سکوت طاری رہا، پھر جنگل کی کوئی  
ہم آواز نہ گئی۔ تھا کہ کوئی چلنی ضرور ہلا رہا ہے۔ ابھی پہلے اپنا کام کر چکے  
تھے کہ بڑے کے کہنے پر تھیں کہ ایک کلاسی ہو جاؤ۔ اسے! یہ تم کو کچھ دیا۔  
چاہئے کہ ساتھیوں پر اناضال ہوئے لگا۔

تمام آدمیوں میں میں جتنا ہوش ہوئی کہ میری اونچائی اور سب پر  
اب آگے نہ تھیں کہ اس تپیل چڑی کے آواز سے تھیں کہ اس تپیل چڑی کے

[illegible]







میں اب چلتا ہوں۔ تم بے شک اس علاقے کے راجا ہو۔ تمہارے ہاتھ میں بجلی بھری ہوئی ہے۔ تم جوان ہو اور کئی جوانوں پر بھاری ہو۔ تم جوصلے کے آدمی ہو۔“

”نیش راجا! راجا تو تم ہو۔ اپن کو تانمت گراؤ۔“ اپن اب یہاں نہیں  
 پہنچے گا یہ جگہ تھلا ہے۔ تمہی اس کا مالک ہے اور یہ سب تمہاری ہے جیسے۔ اپن  
 وہ ایک دن میں اپنے گاؤں میں جاتا ہے گا؟“

میں نے اس سے بہت اصرار کیا تھا کہ میں مالہ میں سے اس سے  
بھی کہا کہ وہ بیلز نامیہ ان کے علاقہ میں موجود تھے جو وہ کسی بڑے نامہ  
میں بہانہ ایک وہ دن خیر کے لیے بھی تیار تھے۔ پوراچے خود اور درخت  
کرنا تھا۔ ملٹی بیسے پاس ہی بیٹھا تھا لیکن یہ موقع اس کا کام لینے کا نہیں  
تھا۔ میں نے چاروں طرف نظر گھومی اور ایک دو تہہ بڑا درخت آیا تو ان کو  
اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا، وہ بڑی آویختہ جس نے اپنے کلمے کے بخیر  
پہنچنے کے ساتھ کہ فیصلہ کر کے اسے مانتی بھی کر سکتے ہیں۔ وہ بیسے پاس آیا  
میں نے بندہ آواز میں کہا کہ یہ علاقہ تو مجھ کے جب تک میں نقل کر رہا ہوں  
و اماں میں پھر میں نے اور دھڑ دھڑ کے بچھانے کی کسی کو راضی ہے؟

مادی اور مقابلیہ گھر تک پہنچانے آئے۔ رات بہت گزر گئی تھی۔  
جریلین اور یوہانہ دروازے کے قریب ہی بیٹھ گئیں۔ پہلے چینی سے شل  
ہوئیں تھیں۔ پھر کچھ کے دھولے دیوانہ وادی کی طرف دوڑیں۔ لیکن ان  
کے کچھ کتنے پہلے ہی محدث کر لی تھیں۔ کچھ پہلے پہلے تھے جھگڑا  
کے خون سے میری تپس شروع ہو گئی تھی۔ اس لیے میں نے وہیں ایک اونچی  
سے آگے بدل لیا تھا۔ میرے والی بھیجے ہوئے تھے۔ جب تک جریلین  
اور یوہانہ نے سیر پتہ پائیں۔ ٹیول کے نہ کچھ چلے ان کی وشت میں تھیں۔ مٹی  
میں نے ملانی اور نوٹے کو بھی بلایا۔ یاد ان کا بھی دسی گئے۔ وادی میں  
ٹھیک میں تھی، دھول، جھگڑے تھے۔ گھر میں داخل ہوئے اور دھول سے بچا  
بیر چھوئے۔ جریلین کو سلام کیا۔ جریلین اور یوہانہ نے سیر پتہ پتہ  
کھا تھا۔ دھول وقت جھوک تھیں گے۔ مٹی وادی کے خیال سے میں بڑے چھوٹے  
گیا۔ مارا گھرا اور ہوا خاں سے مختصر وقت میں تھوڑا سا کام کا تمام سامان  
باندھ دیا گیا تھا۔ مادی اور یوہانہ نے کھا نہ کھا تھے۔ میں نے جریلین  
سے اپنے کپڑے گھول کر مادی کو پہننے سکھے دیے۔ پھر میں نے اس کے قدم  
کھول کے دیکھے۔ نرم معمول تھے۔ چپانے اس کی پتلی بدل دی۔ مادی کی  
آنکھیں برستے تھیں اور وہ بیٹھے بیٹھے سکیاں بھرے لگا۔ میں نے ان  
دونوں کو اپنے کہے میں سلام اور خود ڈراٹھک درم میں اس کے لیٹ گیا۔ چلیا  
میرے چارہ سے کچھ گھر اور مجھے سے کچھ میرے چارہ سے لے گئی۔

ملازم وہاں تعینات تھے وہ وہیں رہ گئے۔ کچھو کو مہم نے اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ جیولرس نے فون پر مشکاک کو رکان جھپٹنے کی اطلاع سے دی تھی۔ قتلہ اور

لاہور میں مسلمان آٹھ لاکھ تھے۔ یہ جو لاکھ لاکھ کرشنا جی کے سرکاری مکان سے باہر  
 ہو کر تھیں تو چھاپے بھی ہم کی کام سے خارج تھے۔ ہمیں نماز اور رات کو سوتے  
 جانے والے ہر جگہ اور ہر جگہ کے علاقے میں پہنچ جاتے۔ ملتے میں شرکت کرنے  
 ملنے آدمی مل کر ہی پلے لگتے۔ وہ دیکھیں اپنی محنت میں پانچ سے لے کر چھ  
 دہائیوں سے جا چکا تھا اور جو تیسے پورے آدمی موجود تھا جسے ہم نے گزشتہ  
 سات چھ لاکھ لاکھ مقرر کیا تھا۔ اس کا نام زون تھا۔ یہ تیسے چھ لاکھ آدمی  
 سے آٹھ لاکھ میں لے کر پانچ لاکھ کے تمام آدمیوں کو پانچ سے لے کر دس  
 لاکھ پھر میں اس زون میں سے زون کے علاقے کے لیے میں معلومات حاصل  
 کرتا تھا۔ وہ ہر ملک پانچ لاکھ کے پڑے کرے میں علاقے کے تمام آدمی جمع ہو گئے  
 ان میں سے بیشتر لڑکے کا واقعہ نہیں سمجھا تھا۔ جو اپنے ساتھیوں سے تمام  
 رد و اعتدال ہو کر، میں نے کوئی زیادہ نہیں کوئی چیز نہیں کی۔ میں نے کہا  
 کہ مجھے دو ایسے ایسے لاکھ تھے جن میں ایک تو لوگوں کا خواہاں دوستوں  
 باہر تھے۔ وہ چارہ نوچیاں ہیں ان سے کہہ دیا جائے کہ کسی دوست علاقے  
 میں پہلی جا میں لائیں اور دوسرے میں اس وقت تک جتنے سے پہلے پہنچے  
 جائیں جب تک دوسری کام پر نہ لگ جائیں۔ علاقے سے کوئی لوگ ان خواہاں  
 نہیں ہوئی چاہیے میں نے ان ملان لاکھ کو آئندہ سے محلہ بننے والے ہتھیار  
 کے اقتدار سے تمام آدمیوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس سلسلہ کو کوئی جتنا نہیں ہوگا۔

ہم نے یہ بھی کہا کہ مجھے علم ہے اس زیادہ فیل ایک نہیں رہتا ہے جو جی کے  
 انیس سو کوئی آدمی میری ہڈی کا استل کی جگہ لینے کے تال ہوگا مگر  
 اسے صوبہ بانی نے کہا جی کوئی آدمی یہ مجھے کہہ کر خود ارادہ ستافے  
 زیادہ اہمیت رکھتا ہے جسے اس کے غیر استاد کو تسلیم کرنا چاہیے  
 پڑھے ہاں باغداد میں شاہکار کی اور تھیں قبر کی مشق کی جاتی  
 آئیں میں کوئی اختلاف ہو تو اسے استل کے لئے پیش کرنا ہے گا۔

[illegible]

جب میں گھر واپس کوئی تازہ دھبے جاگتی اور تعلقا ہوتی تیس سالہ کام میں  
 اُن سے صاف صاف کہہ دیتا تھا کہ وہ میرا انتظار نہ کیا کریں، ویسے اب انھیں  
 مجھ سے بات چیت کا وقت ہی نصیب نہیں رہتا تھا، آتے ہی میں اپنے

کرسے میں بند ہوا اور اپنی ملاکے کو اپنے منہ پر بکھیر لیا۔ کورا کچے سے میری آنکھوں میں آگے بیٹھ جائی۔ میں لمبے لمبے آنکھوں میں بندھے کچے سے سوچا کہ اور میں مجھے ہی ہانتے کے بغیر گھر سے نکل جاؤں۔ پھر ایک رات ایسا ہوا کہ مجھے پائے میں رنجانا پڑا۔ اس رات سلاطنے کے ایک آدمی بسنا کو پڑوسی علاقے کے ایک آدمی سے جھگڑا کر گیا تھا چنانچہ مجھے پتل بلالستان کو پڑوسی علاقے کے پائے میں داخل ہونا پڑا۔ بلالستان میں میرا ذکر خاصا سنا ہوا گلابداری سے مجھے بتایا تھا کہ علاقے کے آدمی ہرے پورے میں عجیب عجیب باتیں کہتے ہیں کہ وہ بھی کہتے ہیں کہ میں پلپس کا آدمی ہوں بھی کہتے ہیں کہ میں ان سے نہیں ہوں بلکہ پلپس کی جوت باجن کا سا رہنے پھرنے کہتے ہیں کہ میں سے آنا دستانہ کے آؤں میں جس کے پلپس کو روپٹ کوڑی بھی اور مانے آؤں کو پھروا دیا تھا اور میری ایک ہرے پلپس افسر سے دو تھی حتیٰ کہ اپنی اپنے خور و برائی کے تو بد بکرا رہتا تھا۔ میں نے اسے بہت ک کہہ کر تو یہ بات مانا یہ میں اپنا وقت ضائع کرکے لوگا ہو جکتے ہیں انھیں کہنے نہ اگر لوگ زیادہ نہیں کریں تو ان سے کہنے کو کرنا سنئے ایک نوجوان لوگ افغانی علی، وہ غلام نہیں تھا اس لیے پلپس کو روپٹ کوڑی میں سان طرح طرح کی افواہیں اور لکھائیوں کے اور جوڑے علاقے کے لوگ چنگل کے مقابلے میں میری ہیں زیادہ عزت کرتے تھے۔ میں نے عموماً کہا کہ وہ مجھ سے قریب رہنا چاہتے تھے۔

اُن رات جب زخمی بسنا پاٹ میں دایں آیا تو مجھے ہالم خان  
پاس جانا چاہا۔ ہالم خان میری مشکل دیکھتے ہی میل ملاق اڑانے لگا اور مجھ پر  
آغوش برداشت فحشہ کرنے لگا حالانکہ اس کے دوپٹوں نے اس کی دلچسپی  
رکھنے کی بھی کوشش کی تھی ہالم خان۔ جو گزری رنگ ایک لمبا پڑاؤ تھا اور  
جس کی اوڑھن کلک تھی، اس نے میری بات پر کان نہیں دیا۔ میرے نتیجہ  
بات نہ ہو سکی اور اتنی ٹھوکر ہالم خان جاؤ جن کے کرسمس سے بگیا۔ میں نے  
دلو کو کرنے کی کوشش کی مگر وہ اپنے دل میں سے پہلے کوئی چری نفرت  
مجھ پر مشتمل خاصہ رکھتا ہے جسے اس نے غصہ خور کیا تھا اور اس رات ہالم خان کا علاقہ  
میری مس ملتے میں تنال ہو گیا۔ ہالم خان زخمی ہونے کے بعد علاقہ چھوڑ  
کے جاگ لگا۔

بالم خاں کا علاقہ بہت چھوٹا تھا وہ صرف چند گلیوں اور ایک ٹی  
 عرک پر مشتمل تھا۔ امدنی بھی معمولی عرصے کا علاقہ تھا۔ یہ قدرت سے  
 ملک ملک سے بیٹھا تھا۔ اس نے مجھے اپنے سونے دیکھا تو اسے اپنا مال خاں  
 طرف سے میرے بڑا لڑکا انگریز مال خاں صرف دیکھے گا وہی حق تعالیٰ میں چار  
 لاکھ میں گیسے تو مجھ کو لے لیا اور ملتا رہا۔ میں اس وقت گھر میں جا سکا۔

دوسرے دن کوئی بار نہ ہوا۔ مارتن اپنا کانپتا ہوا ہاتھ میں آیا اور اُس نے خوف زدہ آواز سے یہ کافلہ میں سرگوشی کی کہ کوئی علاقے میں آئی ہوئی ہے۔

”مگر کون؟“ میں اچھل پڑا۔ ”جولین؟“

راجا چرگ تھیا۔

کہاں ہے وہ؟

[illegible]



تیس دی وہ جابلو مجھ سے قریب بیٹھنے کیلئے پرست کرکشاں بیٹھتے تھے۔  
 تین بیٹھنے لگے، مہربانی کا شایہ کی کوئی آقا ایسا ہوس کے بیٹھنے میں  
 تھے۔ ان انصیسات معلوم نہ ہوں اتوروہ لہر گیا جب میں نے زور اوردانی  
 کو لگا کاشی ایک خواہش ظاہر کی۔ میں نے انھی کے ذریعہ تمام معلومات انھی  
 کی تعمیل اور کام اس وقت تک مانگن نظر آتا تھا جب تک میں سے راتھ کچھ  
 اور لوگ شریک نہ ہوں یہ پوری طرح اس چوں سے واقف نہ ہو جاؤں۔  
 غیر متعلق لوگوں پر ہاتھ ڈالنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور متعلق لوگوں کی زبان  
 وہی کے غامض قسم کے لوگوں کا ساتھ ضروری تھا۔ یہیل رختا، علاقے کے لوگوں  
 میں ظہیر ہوتا تھا۔ انھیں پانچے میں ہر قسم کی آزادی حاصل تھی۔ وہاں بڑی ہی  
 گھوٹی باقی تھی اور دوزخ طرح کے کھانوں کی غفلت تھی۔ چھانکے دور  
 میں ہر سو سے تیس سو زجر جلا جاتا تھا، پناہ چھوڑے ہی ہموار پائے میں گاما  
 سننے کے لیے طوائفیں لائے کی اجازت دینی پڑی جس رات انھیں فرد  
 کا یہ ہوگا مگر مگر بتائیں میں وہاں نہیں رہتا۔ مادی اور متعلق کے سواسی  
 کو پتہ نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں۔ اور کسی میں برکت بھی نہیں تھی کہ وہ  
 ہیل نقاب کر کے میں نے زور مارنی چھیدا اور وہ دست قری آدھیں کو  
 اشارہ کر دیا کہ وہ زیادہ آمدنی ملے علاقوں پر نظر رکھیں اور معلوم کریں کہ کون سا  
 علاقہ کی لوگوں سے متعلق ہے۔ یہ کام اس کیلئے مشکل نہیں تھا۔ مہربانی کے دوسرے  
 علاقوں میں ہر ایک کیلئے شناسا اور ہمیشہ آدمی موجود تھے۔ اس ایک  
 دوسرے سے ملنے بیٹھتے تھے۔ مادی زور اور متعلق کے زبان کی برہمنی کوئی بات  
 سیر کاوس میں پڑتی رہتی تھی۔ وہ مجھے بتاتے تھے کہ کس علاقے میں سے  
 متعلق کیا باتیں مشہور ہو گئی ہیں۔ ہر روز میں انھیں تیاری والے علاقے  
 کے آدمیوں سے رابطہ برطانیہ کی ہارٹس کی۔ وہ تیاری کے ہند آدمیوں کو اپنے  
 ہاں لے جاتی تھے اور انھیں رات بھر حید آباد سے آتی ہوئی طوائف  
 گل نام کا گانا سولتے اور انگریزوں کی تراب پلاتے تھے۔ میں میں میں موجود  
 نہیں تھا۔ کیا تھا پائے ہی میں۔

میں نے زور اور مادی سے اپنی خواہش کا اظہار کیا اور تم چنہ  
 لکھ کے ان پر سکتہ خاری ہوا پورا نقصان سے سب سے ہاتھ چم کے کہا: اباجانی  
 تم بول تو ابین کرکشاں ہے۔

تیس دن شمار کرکشاں نے وہ عیدہ طویل پائے سے وارنکھے اس  
 سے پہلے کوئی پہل تو نہ کیا تھی۔ زور اور مادی کے ہاتھوں میں  
 اب خاص بھرتی آتی تھی۔ ماما اور چھیل بھی اس کے ساتھ تھے۔ رات بھر  
 بیٹھتے وہ ایروں کی اس ہر زور اور مادی میں مختلف تعلقات پر چھپ گئے تھے۔  
 ماما کوٹے کے کوم میں گس گیا تھا۔ چھیل کو پڑھنے دیکھتے ہر گھر سے  
 انہی جانی گھس گئے اور ایک حتمیہ مقام پر ایک دوسرے سے مل گئے چھیل  
 اور زور کے کندھوں پر چڑھ کر سب سے پہلے مادی نے اناؤندی مہموں کو وہ  
 اپنے ساتھ ضروری سامان بھی لے گئے تھے۔ ماما بھری رہ گیا۔ زور چھیل اور

مادی نے باؤنڈری آکر سب سے پہلے وہاں سے کاش کیا اور پتہ سے  
 چمکی دار کے سر پر پہنچنے کے لئے کچھ دیر کے لیے حرکت اودا داری سے منور  
 کر دیا۔ چھوڑ کوئی کی حرکت برٹھے۔

صبح کے انباروں میں ہر ایک مانگن میں تھا۔ لیکن وہ ہر ایک سیٹھ  
 فھو لاس اودا اس کے دما اور دھاری وال کے تعلق کی خبر میں نہیں  
 چکی تھی میں گھر سے پار دونوں سے غائب تھا۔ اس دن ہر شریک کی گھر پہنچ  
 بولیں ہلار تھی میں چھیل کے ساتھ اس کے کہے میں گیا تو اس نے غامض  
 سے انھیں کھولیں میں نے اپنے اختیار اس کی بنیادی چوٹی۔ دما کے چھیل  
 اور سے ہاتھ پر اپنا مڑ کے کچھ چھوٹ چھوٹ کے لئے کی میں بیان  
 رہ گیا۔ چھیل نے بتایا کہ تین دن پہلے اس کا باپ سر کا سب سے ہیلر  
 چھٹے گھر چھیل نے میرے ساتھ چھیل گئے تھے، پتہ نہیں کہ وقت بچا  
 گئے تھا کہ میرے کہے میں نے گئی تھی رات بھر کو کی سہرہ ہندی۔  
 صبح ہوئی تو چھیل نے مجھے گویا وہ چھیل چھوٹی تھی مجھے فرما پائے ملنے کا  
 خیال آیا۔ ابھی چھوڑ گیا کہ پھر وہ تیاری والے دما موجود تھا۔ میرا پتہ رہا  
 ضروری تھا۔ چھیل نے ہر مذہب دیکھ کے جھجکتے ہوئے کہا: ایک آدمی ہار  
 بچھا ہوا تھا اور اختلاف کر لے۔

میرا انتظار کون ہے؟ میں نے ہیلر سے پوچھا۔  
 ہار کے دھکڑے چھیل ڈوبی ہوئی آواز میں بولی۔

میں نے ہار کے ایک طرف چھیل کی آواز سے اچھل کے نیچے  
 آ پاجہیل تھا۔ ایک دم کے دروازے پر پہنچا تو میری آنکھیں چھیل گئیں۔  
 چھیل میری طرف دیکھ رہا تھا۔

میں سمجھا یہ قریب نظر ہے۔ لیکن میں سمجھا ہوں مگر اس کا  
 وہ خاصتہ میرا میری آنکھوں سے دور نہیں ہوا۔ وہ کیا  
 کر کے وسط میں سر پہنچ کر کسی پر ہوا ہوا تھا اور سرخ لٹوں سے  
 مجھے گھر لانا تھا۔ چھیل پر سے ہاتھوں کی گرفت سخت ہو گئی۔ اس کی  
 پیشانی پر سبے شمار گہری گہری ہوتی تھیں۔ مجھے ایک قدم بھی آگے نہیں  
 بڑھا یا اس کا میں دروازے پر پہنچا ہوا چھیل پٹا مارا۔ پھر مجھے  
 اس وقت خبر ہوئی جب میں اس کے سینے سے چٹا ہوا تھا۔ اس نے مجھے  
 زور سے چھلکا دیا تھا۔ ہم ہر ایک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔ میں نے  
 اپنی آنکھیں بھینچ کر تھیں مگر آنسو چھوٹ پڑے اور ہر مڑ اس کے کندھے  
 ترپنے لگے۔ چھیل نے ک فلت مجھے اپنی جاتی سے چٹا اور میرے بازو  
 پر دھکے مجھے فوراً دیکھنے لگا کہ اس کی نظروں سے بچنے کے لیے میں نے دھکڑ  
 اس کے سینے میں سر چھپا دیا۔ ماما مگر ایک دھماکا سا ہوا۔ تمام زچ  
 اگھر گئے اور میں ایک طرف چھیل گیا۔ چھیل نے لئے ہاتھ سے یک گلا  
 ماما چھیل کے ہاتھ میں آئی چھیل میں نہیں تھا کہ اس نے دوسرا پڑا گلا۔  
 میں نے منہ کیلئے اپنے ہر زچ پر حملے کی کرکشاں کی کہ اس نے تازہ

لگنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ میں نے اس کا ہاتھ تھیں روکا۔ وہ خود ہی  
 قہر کے ہاتھ لگاوا۔ اس نے ایک جھلکے مجھے اپنی آنکھیں میں چھیل گیا۔  
 ڈالے مانی اس کی لڑائی ہوئی تو آواز ابھری۔ وہ ابھی سے لڑائی میں ہے۔

ہاتھ میں رک لیے چھیل جانی آس نے سکے بڑے کہا۔  
 تو نے ہاتھ پر چھیل ڈالے۔ وہ منہ پر میرے بولا۔

میں نے اس کا گریبان چھو لیا۔ ہاتھ مت دوکر۔ مارو غریب مارو۔  
 مجھے صبح کرکشاں میری ماس نکال دو۔

ہاتھوں میں جان بوقت تو اتنی دیر نہ گئی لاڈلے آوہ میرے کھلنے  
 چھوڑتے ہوئے منہ منہ لے لیے میں بولا۔ تیرا دل چھوڑنا ہوا ہے جی چاہتا  
 ہے اسے تو جی کے چھیلک دوں۔

تو فوج لانا میں نے نہ دیا۔ ان انا میں کہا: وہ دیکھیں کہ تھے ہر ایک  
 ذرا ہی بہت کرنا چھوڑ آواز ہی سہم ہو جائے گا۔ مجھے بھی اب یہ  
 بھرت نہیں ہوتا۔ میں اپنا ہی گنگا سینہ چھیلنے کے لیے لوگوں سے  
 دور ہوتا ہوں۔

چھیل رہ: وہ شکر تہ آواز میں چھیل پائے تو میں آدی اکیلا نہیں  
 ہوا۔ لاڈلے اس کی آواز ڈھونڈنے لگی۔ سب کچھ بھی نہیں ہے کہ تو کیا  
 چاہتا ہے۔ وہ دوسرے ہمیں ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ معلوم نہیں تو نے کیا  
 پکاھا ہے۔ کہ ان میں تو یہ سب کچھ نہیں ہوتا ہوگا۔

میں نے کچھ نہیں پکاھا تھا میں بالکل عاجز ہوں۔ جھلک ہوں۔  
 کہ ہوں۔ ہاں اچھے ان دنیا میں نہیں رہنا چاہیے۔

چھیل کے لٹوں اور آواز کی گرفت میں سے ہار چھیل میں چھیل  
 اور سے مجھے بستر سے اٹھ آتی تھی اور چھیل کے ہلوں سکوی سمٹی  
 کڑی تھی۔ اس کی آنکھیں دہشت سے پٹی ہوئی تھیں۔ اگر آپ لوگ  
 بچھو جائیں اس نے لڑیہ آواز میں میں لڑا۔

چھیل چوبک کے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس نے میرے سر پر دھکڑ  
 لٹا دی میری گردن میں بائیں ڈال کے گری گری سا بیں بھرنے لگا۔ تو  
 سٹاپٹ کے خبر میں میں نے لڑا۔ آوہ تھکے تھکے لیے میں بولا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی نظروں میں سے چھیل پر بھی  
 پٹی تھیں۔ منٹ گونے میری آنکھوں سے آسواں لے رہے تھے۔ کہ  
 میں خاموشی ملادی ہو گئی۔ تم یہاں کیے آگے؟ میں نے زچ ہوئی آواز  
 میں زور سے پوچھا۔ مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا کہ چھیل اس گھریں آیا ہے  
 چھیل کی دہشتا ہوں۔ یہ ہر گھر تو میں چھیل چھیل جانے لگی تھی خود سے مل کے  
 چھیل اس لیے۔ اسے دیکھ کے میری زبان لگ کر گئی تھی اور اس کے بعد  
 اس نے مجھے کچھ پوچھنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔

اگلا وہ کھوئے ہوئے لیے میں بولا۔ آخر پہنچ ہی گیا۔  
 لیکن تم... تم کیوں آگے؟

”مدا جانے گا لاڈلے!“  
 ”نہیں نہیں میں نے گھر کے کہا۔ میرا مطلب...“  
 ”میرا مطلب کچھ بھی بڑا۔ وہ میری بات کاٹ کے پڑوگی سے بولا۔  
 ”میں مجھے دیکھنے آیا ہوں، خود کو مجھے دکھانے میں آیا۔ تو کہنے لگا ہاں ہاں۔“  
 ”نہیں چھیل جانی آس نے اضطراب سے کہا: نہیں یہ بات  
 نہیں ہے۔ تم غلط سمجھو۔ میں کچھ اور دکھانا چاہتا تھا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ تم  
 اپنی بیٹیاں بڑھانے یہاں کیوں آگے؟ میں نے پہلے ہی تجھیں کرنا  
 مانگوں رکھا تھا۔“

”چھیل نے دے۔ وہ ہاتھ جھک کے بولا۔ طعنہ مٹنے سے تڑاواکل  
 نہیں بولا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے ہر پڑو تھا۔ ہاں تو وہی ہے  
 دہی لاڈلے اچھا کیا تو یہ کھانا تھا کہ تو پائے لے کے کہ وہاں موجود نہیں  
 ہوگا۔ تو تو ہر وقت وہیں تھا میری سہ چھیل تو وہیں رہتی تھی کوٹے! ا  
 نے ہی ساتھ لیا تھا۔ وہ میرے ریل بیٹھنے لگا۔ تو نے لے کر کہیں آ  
 سکتا تھا، میں نے میری کرنا کی بات شامل تھی۔ برس شکر کا رہا ہے۔“  
 ”مجھے چاہا تھا۔ تم نے دے دئے۔“

”جانا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ مجھے چاہا ہے۔ میرے پیروں میں  
 زنجیر پڑی ہے۔ پڑو کچھ دیر بعد ماسکتا تھا اور مار کے دہی لکھتا تھا۔  
 موت اپنے پیروں کی زنجیریں دکھا دیتی ہے۔ تو نے زور... چھیل کو  
 ملنے لگا۔ کچھ کے اس کی زبان دکھڑا لے ہوئے سر پر دھکی چھیل کے پچھ  
 بولیں دیکھ کر تھی۔ اس کا ہر سو سفید پڑا ہوا تھا۔

”آئیے ناشتہ کر لیجئے۔ چھیل نے مجھے مجھے دانت کی۔  
 ”ناشتہ“ چھیل منٹ ہانکے بولا۔ ”نہیں نہیں۔ ہم بڑوں سے ٹٹ  
 کے آئے ہیں ناشتہ نہیں۔ ہر ان لاڈلے ناشتہ کرے۔ گل ہاتھ۔ وہ  
 مجھے دھکیلتے ہوئے بولا۔ کچھ کھاتے۔“

”مگر آپ... آپ تو کہہ رہے تھے کہ آپ اپنے پیشی سے  
 بیاں لے رہے ہیں۔“ چھیل نے بلی آواز میں کہا۔ آئیے۔“  
 ”کھانے چہنے کا کہے پکڑش ہے انا! اپنا ناشتہ لے دیکھ کے  
 ہی ہوگا۔ وہ میری کر کے ہاتھ لائے۔ چھیل نے اس سے پچھو معلوم ہوتا  
 ہے کہ کچھ کھانا پیتا ہی نہیں ہے۔ کیسا دلا ہو گیا ہے۔“  
 ”ہاں ہر لوگ کھڑے ہیں انھیں سمجھا دے۔ لیجئے۔ چھیل نے بگتی  
 ہوئی آنکھوں سے کھانا دکھائی دیا۔ ”جو لیجی ان سانس پڑی ہوئی تھی۔“  
 ”ہاں ہر کر ہے؟ میں نے حیرت سے پوچھا۔  
 ”وہ۔ وہ تیرے دو ایک جاتے والے ہیں۔“ چھیل نے پڑوئی سے  
 بولا۔ انھیں ہار ہی رہے۔ یہ گھر ہے۔ ہلا نہیں ہے۔“  
 ”کن کن ہے؟“ میں نے تیزی سے اٹھتے ہوئے اس کے اور چھیل کے  
 جواب دینے سے پہلے دروازے کی جانب چھا۔ لیکن اس کے ہار کرکشاں ڈالے



گردن جھکے فیض آؤ گے آزاد جاو اور کانتے بیٹھے ہیں تھے۔ جیسے  
 ہی انھوں نے مجھے دیکھا دونوں گچھ پر جھپٹ پڑے۔ جا سونے مجھے آؤ پ  
 اٹھا لیا۔ کانتے اپنا سر سے پٹے پٹے لگا۔ انھوں نے راہ گیروں کی  
 پہچانی نہیں کی۔ چلا چلا رہے تھے۔ میں نے انھیں پہچانے ہوئے تھا۔  
 وہ جھکے مگر میں انھیں اندر جلیں کے گھر کے مختصر سے ڈرائنگ  
 روم میں لے آیا۔ وہ دونوں جھل کے پاس مہاراجہ بادشاہ جوتی تھے ان کے انھوں  
 نے مجھے پاس ہی بٹھالیا۔ وہ کبھی مجھے گھونٹے مانتے کبھی نہ کرتا۔ یہ دیکھ  
 کے جلیں کا چہرہ تڑپا لگا تھا وہ ہم سب کو جھل لاتی ہوئی انھوں سے  
 دیکھ رہی تھی۔ اب کوئی پردہ ہی نہیں رہ گیا تھا۔ جلیں نے بہت کچھ سن  
 لیا تھا۔ جھل جاو اور کانتے کے جسے اپنے نہیں تھے جھیل اتنی عمر کی  
 لڑکی نہ پہچانتی ہو کہ میں بڑا ہی معلوم ہو گیا تھا۔ تاہم وہ بہت خوش  
 خوش نظر آ رہی تھی جیسے اس کے عزیز دوست دار آگے میں آؤ اپنے  
 باپ کے مرنے کا غم جھل گئی ہو۔ وہ بار بار اندھا جوتی اور جھل سے بھی  
 نہیں گزرتے تھے کہ وہاں آجاتی تھی۔ اند اس کی ماں ناشتہ تیار کر رہی  
 تھی۔ اس کی امداد پر ہم سب گول بڑے گرد بٹھ گئے۔ یہ عزیز وہ اپنے پائے  
 گھر سے ساتھ لاتی تھی اور چار ہی آدمی اس کے اطراف بیٹھ سکتے تھے۔ میر  
 بہت اہم تھا۔ اتنی سی دیر میں یہ سب چیزیں تیار ہو گئی تھیں۔ ہماری  
 بھی تھی۔ پوریاں ہیں جھیل، مٹھان بھی تھی، لکٹ، ٹرسٹ اور کھن بھی  
 کچھ اور وہ تھا۔ جب چپا چلے دانی لے کے آئی تو جا سونے ابنگل سے  
 بلجھا۔ کیس پر چسپا بانی؟  
 "جھک ہوں اس کے لڑتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔  
 "تم تو بالکل بدل گئی ہو۔ وہ آگے گھولتے ہوئے بولا۔  
 "چپ وہاں۔ جھل نے تکی سے کہا۔ فضل ابیں مت کر۔  
 جا سونے تھلا کے گردن جھکا لے۔ ناشتے کے دوران میں خاموشی  
 رہی کسی نے کچھ کہا نہیں۔ انھوں نے جلدی جلدی چائے کے گھونٹ  
 اٹھ لیے اور ڈالنگ دم میں بیکر گھول ڈال کے میچ گئے۔ جھل نے  
 مجھے اپنے قریب بٹھالیا تھا میرے منہ کو قہقہے تھے لیکن جڑی دھرتی  
 جاری تھی۔ آخر جھل کو کیسے معلوم ہوا کہ میں بیٹھی میں ہوں اور اس کی جگہ  
 رہ رہا ہوں؟ اسے میرے چہرے سے بتایا۔ اے مجھے اندازہ تھا کہ اب کیا ہوگا۔  
 جھل میری انگلیاں ٹوٹا یا تھا اور بار بار مجھے دوج لینا تھا۔ جاو اور کانتے  
 نے کچھ بولنا تھا تو جھل نے پھر انھیں جھک کر دیا۔ اساتے نے تڑپا پٹا  
 لگا لیا ہے۔ تڑپ کچھ بول لاؤ لے! ابھی یہ کیا بیٹھی؟ تو لڑنے دلیں کہاں بنا؟  
 "کانتے بہ جھل نے مشتعل ہو کر کہا۔ کانتے لاؤ لے کو پریشان نہ کریں  
 جانا ہوں یہ مجھے کچھ نہیں بتائے گا۔ یہ بڑا کجیوس ہے سب کچھ اپنے  
 پاس ہی رکھتا ہے۔ اسے مت چھیڑو۔  
 لیکن یہ زبان بندی کتنی دیر کی تھی مجھے دیکھ کے ان کے ذہنوں

میں بے شمار سوال اٹھ رہے ہیں گے۔ یہ فیض آباد کی چپا بانی ہے جس  
 کے کوٹے پر میری بہن ناچتی تھی اور جوتی سے خوف سے نہیں آواز سے  
 جھک کے اپنی بہن کو تیرا بانی کے پاس آگے چلی گئی تھی۔ میں اس کی  
 ساتھ رہ رہا ہوں۔ اور یہ خوب صورت لڑکی کون ہے جو اتنی سہلانی  
 سناں لوگ کو دیکھ رہی ہے۔ یہ گھر کیا ہے جہاں میں بیٹھا ہوں اور اگر  
 مجھے گھر ہی نہ تھا تو جھل اندر نہیں لے گیا ہوتا تھا۔ جلدی بہرے مجھے  
 بہت سے سوالوں کے جواب دینے تھے۔ مجھے بتانا تھا کہ میں نے جلیں  
 کے پاس سے آنے کے بعد کیا مہل کیا اور جب میں نے کچھ مہل میں کیا تو  
 دلیں کون نہیں آئی؟ وہی سوال وہ جواب دہی کیوں اور کیسے میرا پاس  
 ان کے کسی سوال کا جواب نہیں تھا۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ مجھ سے تو لکھنے  
 کے سارے مجھے نہیں جانا تھا۔ میں ان کے سامنے اپنے زندہ رہنے کی  
 کیا وضاحتیں پیش کر سوں گا۔ میں انھیں کیا تاؤں گا کہ جگہ تیار رہا۔ وہ  
 میرا لڑنے کے بغیر بڑا بڑا کاڑی میں کرشنا جی لگے حالانکہ کسری  
 گاڑی آدمیوں سے بھری ہوئی تھی اور اب جب اس شہر سے نکلتے ہیں  
 چند ہی روز یا چند ہی ہفتے کا کام آتی رہ گیا تھا تو وہ آگے بٹھے بیان  
 کون سا میٹر دینا تھا مجھے تو گے جانا تھا کہ جب کبھی میں کسی کچھ  
 دیکھنے کے بغیر نہ جاتا تھا۔ اسی لیے میں نے جھل کو دیکھا تھا کہ اب  
 کوئی کرشنا جی ملے یا کوئی لڑکی جلیں کی نظر آتی تو میں فوراً راستہ  
 بدل دوں گا لیکن اب وہ آچکے تھے۔ جھل آگیا تھا۔ وہ کسے نہ تھیں میں  
 نہ جھل نہ پٹنے آگیا تھا۔  
 "آپ لوگ بتائیں تو۔۔۔ آپ کا سامان کدھر ہے؟" جلیں نے  
 مذہب آمیز شائستگی سے پوچھا۔  
 "جھل نے سر اٹھا کے شاید پہلی بار جلیں کو غور سے دیکھا۔ وہ میری  
 بوگٹی تھیں۔ یہ کون ہے؟" وہ مرگوشی میں بولا۔  
 "یہ جلیں ہے۔ میں نے دیمے لیے ہیں کہا۔  
 "جلیں!" اس نے تجسس سے ڈھونڈا۔  
 "نہت۔ وہ مرگوشی کے راہ گیارہ جلیں سے مخاطب ہو کر بڑے زور سے  
 بولا۔ "میں اسے پاس کوئی مسلمان دانا نہیں ہے تم جہاں حرکت کرو،  
 اپنے گھر کا کام کرو۔"  
 "مگر آپ میں رہیں گے۔ وہ دینی نظروں سے بولی۔  
 "جھل چپ رہا۔ جلیں اس کے جواب کی منتظر تھی کہ وہاں دانی  
 پر زور سے دھڑکتی ہوئی گئی۔ یہاں تھا صفا۔ وہ ماری اور دانا کے  
 سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔ اس وقت ان کا آٹا بے سبب نہیں تھا۔  
 تھوڑے گھنٹوں اندر اس کے دانا گروہاری کے نقل کی خبر میرے کے امداد میں  
 شائع ہو چکی ہوگی ایک ساتھ بہت سے دوسروں نے میرے دانا پ  
 پر کوشش کی۔ میں نے جھل کے ہاتھوں سے اپنی گردن چھڑائی اور اچھل کے

جھلے پر چپا بٹھا۔ وہ ماری اور دانا ہی تھے۔ دونوں حواس بانہ تھے۔  
 انھوں نے آنے سے روکنے کیلئے میں خود باہر گیا تھا۔ راجا ڈارنگ واصل  
 میں اس وقت راجا ڈارنگ کے پاس ہے۔ وہ اپنی کے آؤ کے کاٹھی بنائیں سچ  
 کے لیے کیا ہے۔ مگر خوف زدہ آواز میں بولا۔  
 "زور اور جھپٹا کہاں ہیں؟"  
 "وہ دونوں ابھی باہر سے ماری نے آنکھ دالتے ہوئے جواب  
 دیا۔ "وہ دوسرا آؤ کے کاٹھی کی روگ پڑ گیا ہے۔ راجا جی۔ اسی جی  
 کی پٹے پر چلے۔ زور اور جھپٹا لڑتا ہے کہ اس کا نام راجا ڈارنگ سے  
 بنی ہوئی مانگتا ہے۔"  
 "مگر میں نے میں نے پریشانی سے کہا۔ میں ابھی نہیں جا سکتا ماری!  
 "راجا جی۔ یہاں آئے ہوئے ہیں۔ جھپٹا اور زور سے لو کہ وہ آئے ہیں  
 ہر دینا ہر سڑکوں۔ جیسے ہی موقع ملا میں آؤ اور آتا ہوں جھل کے  
 بہت نہیں ہے ماری!"  
 "گیت سے کا کا کہہ کر تھوڑا دانا کے لیے آؤ اور چلے جا! پٹے  
 اپنی چھڑی کے استعمال بھی کرنا ہے۔"  
 "مجھ سے ہے ماری! وہ اپنے حمان نہیں ہیں۔"  
 "کون لوگ آگیا؟" وہ میرے سے بولا۔  
 "کچھ پٹنے لوگ آگئے ہیں میں نے ہی لے آؤ آج تھیں اور نہیں  
 گیا۔ میں نے وہاں سے کہا کہ جب کہہ کر ماری آتم اس وقت  
 چلے گا۔ میں زیادہ دیر نہ تھا کہ پاس میں گھر کا توان میں سے کوئی بھی  
 ہر کسکتا ہے۔"  
 "تم آؤ کیا بات بولتا ہے راجا ڈارنگ! ماری نے تجسس سے  
 پوچھا۔ کیا کوئی لوگ ہے؟ ابھی تم سمجھا کر راجا! وہ سالانہ توڑی لوگ  
 آؤ اور جھل پوٹ ہو گیا ہے۔ شک پڑا تو وہ دھڑکے کو دھڑک سکتا ہے۔  
 "وہ جھل کے میں جا کے ٹوٹے گا کہ کون ماری کا لال نے ان کا گروہ  
 دھڑک کر دیا۔ ابھی تھا بڑا آؤ دیکھیں مری ہے۔ تم آؤ میں جا گیا تھا  
 "جھل جھل ناٹ فاش۔ اب ہم آؤ دین میں جاؤں گا تو زور اور  
 جھل بھی۔۔۔۔۔"  
 "ماری نے اپنی بات پوری نہیں کی تھی کہ دفعہ کسی نے میرے  
 آؤ سے پڑنے سے ہاتھ مارا۔ میں کھڑے کھڑے ڈگ گیا۔ مڑا جھل پڑا۔  
 "دھڑک! آواز گے میں جھپٹ گئی۔ جھل باہر آگیا تھا کیا بات ہے لاؤ لے  
 "وہ جھل آواز سے بولا۔  
 "کچھ نہیں تم نے جھپٹ کے کہا۔  
 "یہ کون لوگ ہیں؟"  
 "یہ ماری اور دانا ہیں۔"  
 "کیا پوچھ رہے؟" وہ تڑپ سے بولا۔

"کوئی چھوٹیں ہے۔ میں نے ان کو ماری سے جواب دیا۔  
 اس سے ماری کی گردن دھڑکی۔ کیا ڈارنگ ہے ماری؟"  
 "اس کی کا پڑو پڑ گیا۔ راجا استاد اس کی کٹھی ہوئی ڈارنگ۔  
 اس کا راجا جھپٹ لگا تھا۔  
 "راجا استاد! جھل نے برکت کی سے ڈھرا اور مجھے ہوجھا۔  
 "لاٹ لے ایکوں لوگ ہیں؟"  
 "ماری کے لوگ ہیں۔"  
 "کون سے آؤ کے؟ تیرا ان سے کیا تال ہے؟ یہ تجھے کون  
 لے گیا تھا؟ ہیں؟" جھل کے لیے سے ظاہر تھا کہ اس نے ہلکی کچھ  
 باتیں ماری کی لیں۔  
 "آؤ سے میں نے ابنگل سے کہا۔ کچھ ایسی ہی بات ہے  
 تم آؤ کے جھپٹا ال بیج میں پڑو۔  
 "لاٹ لے آؤ کچھ گرج کے بولا۔ زبان جھل کے بات کرتے  
 "کوئی بات نہیں ہے تم تو خواہ خواہ۔۔۔ میں نے فیہ دے  
 لیے ہیں کہ ماری سے ماری ہیں۔ انھوں نے میرا ساتھ دیا ہے نہیں  
 کچھ معلوم نہیں ہے تم کیوں۔۔۔۔"  
 "میں کیا پوچھ رہا ہوں؟" وہ دھڑا داز سے بولا۔  
 "کوئی ایسی بات ہی نہیں ہے تم پریشان مت ہو۔ معمولات  
 ہے۔ میں نے انھیں سب کچھ بتا دیا۔ تم اندھا جاؤ۔"  
 "کدھر ہے تیرا لڑا؟" جھل نے ماری کے گے پر گرفت سخت  
 کرتے ہوئے پوچھا۔ "اپنی چھینے پٹنے لگا۔ راجا جی! راجا استاد!  
 ابی لوگ کیا لے۔"  
 "ماری نے ماری سے لپٹ گیا تھا۔ اسے چھوڑو۔ جھل جانی!  
 میں نے اپنا ہونٹ لٹکی کی پوری کوشش کی۔ اسے چھوڑو۔ اس کا کوئی  
 تصور نہیں ہے۔"  
 "تم کو کس کا ہے؟ تو میں نے بعد میں تامل کا جب تیری نگاہیں  
 پڑیں تو اس کا وہ فیض میں بولا۔ میں نے سنا تھا تو مجھے یقین  
 نہیں آتا تھا یہ سب کیا ہے؟"  
 "کچھ ہی نہیں ہے۔ میں نے ناراضی سے کہا۔ "تم نے کیا سنا تھا؟"  
 "میں کچھ اور سنا تھا تو تیرے پاس کبھی نہ آتا ہوں۔۔۔۔ میں نے  
 کیا کچھ نہیں؟"  
 "جھل پوری بات معلوم نہیں ہے۔"  
 "وہی تو میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں۔"  
 "میں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ جھل کے ہر بات بتاؤں گا۔ میں نے  
 تھلا کے کہا۔ انھیں جانے دو انھیں کون روکتے ہو؟  
 "تھان کے سامنے منہ کھولتے ہوئے کیوں نرم آتی ہے؟"



کچھ نہیں دیا! اپنی کاراجا بہت اچھا ہے سلام ایک مہر ہے دانا،  
 ماری ٹرپے مجھے بلا تم اس کے پاسے میں بری بات سنت سوچو  
 جھلنے غضب ناک انداز میں دانی کے منہ پر پتھر مارا۔ وہ بھلا  
 گایاں بچہ کیا کہ جھل کا مقصد کیا ہے۔ وہ ماری اور ڈکے کو اس لیے  
 نہیں چھوڑنا چاہتا تھا کہ مرضی کو موجودی میں آئے اہل بات کا پتہ چل  
 سکتا تھا۔ اُسے خبر تھی کہ ان کے ملنے کے بعد اُس نے ملنے کی کرکشن  
 کروں گا۔ جھل کی کرکشن ظاہر تھی کہ اُس نے میرے پاسے میں پہلے  
 سے بہت کچھ نہ دیکھا ہے۔ ماری اور ڈکے بہت محبت کے دوران میں  
 اُس کا ایک آجاء اولیٰ متعلیٰ ہوا۔ اُس کی سبب ہی سے مکن خدایہ  
 خلاف کسی نے اُس کے کان غزو بھرے تھے۔ اگر اُس نے دروازے  
 کی آؤ میں بری اور دانی کی باتیں سن لی تھیں تو وہ اسی میں تھیں کہ  
 جھل، غیبی دکن رکیز تیار میں آئے نہیں بنانا چاہتا تھا کہ بیکہ نام  
 سے ایک آقا شہر میں موجود ہے۔ ماری اور ڈکاء اس وقت نہ آئے تو  
 شاید بات اتنی دن برعین مگر غیبی بھی اسی وقت آنا رہ گیا تھا۔ اب اسے  
 کھل کے سب کچھ بتائے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ میرا اُسے میں جانا  
 مزدوری ہے۔ میں نے مالوس کے کہہ

"کس کا ہانا؟" وہ بے مہی سے بولا۔  
 "مجھ کو کون؟" میں نے سرخ رو کے کہا۔ "وہ گھمبے ہلانے آئے  
 ہیں۔ پانے کے کئی آدمی گرفتار ہو گئے ہیں۔ مطلقے میں پارس گشت  
 کر رہی ہے۔ میری دہان وجودی فرسودہ ہے۔ مطلقے میں کشنگ کا اندیشہ ہے۔  
 "ٹوکا ایک ہانا بھی چکا ہے؟" اس نے جھٹ سے پوچھا۔  
 "ہاں!" میں نے سانس کھینچتے ہوئے کہا۔ "میں نے اس کی ضرورت تھی۔  
 "مگر کس لیے؟" وہ بے قرار سے بولا۔

”یہ ہیں تھیں بعد میں بتاؤں گا۔ میں نے تو اسی سے کہا تھا کہ یہاں  
نہیں رہیں۔ کچھ دیر بعد واپس آ جاؤں گا۔ جلدی داپس آنے کی کوشش  
کروں گا۔“

”میں بھی تیرے ساتھ چلوں گا۔“  
 ”نہیں! دلوں تھا راجا ہانا ٹھیک نہیں ہے۔“  
 ”کیوں ٹھیک نہیں ہے؟“ ”اُن کا راز دھکک گئی۔“  
 ”بس تم لوں مت جاؤ، اچھا نہیں لگتا۔“

”بھلا کیوں لاٹو؟! اُن کا ہاتھ سسکا دیا۔ ”تس کھنا چاہتا ہوں کر ٹوٹے اتنی چھوٹی عریں کتنی ترقی کرے۔ میں یہاں آنے کے بعد سب سے پہلے وہاں نہیں جاؤں گا تو ارکام جاؤں گا؟“ ”جھے ایسا لگا جیسے اُس نے چاترے میسے کان بھر دیے ہوں جیسے اُس نے اُس سے کچھ نہیں کہا۔ اُس نے ہماو ارکام نے کرنا آواز کے باہر لگایا۔ ہماو ارکام نے کتے کے پیچھے پیچھے چلین ارکام چاہی گھرے باہر نکل آیا۔“

میں اتنی ہی تھی کہ اس کے لئے منقعات کا طوفان اٹھ چلا۔ استغون  
ہم سچے بنے لوگ ایک ایک کے لئے دیکھنے لگے۔ جھل کے آواز کے سوا  
میں کوئی آواز نہیں تھی۔ ہر شخص دم بخود تھا۔ جاوے جب آگے  
ہلکے زور سے جھل کا کندھا چاڑھتا تب کہیں اس کی زبان بند ہوتی نہیں  
تھی اور توجہ دہن پھر کسی نے جھل کو پیچھے مانے کی پیشکش نہیں کی  
اور یہی ہم میں سے کسی کا، نہ اس کا، نہ اس کا۔

[illegible]

اگر اس طرح دوسروں کی چیزیں نہیں دیکھتا۔ یہاں جی چاہا کہ میں اس شخص سے اخلاقی طور پر رابطہ کر لوں۔

پہلے کے لیے میں تجھ کی آمد سے بے خبر ہو گیا مگر مجھے مزید خبر پڑنے کی فرصت نہیں ملی۔ ہماری منزل ابھی تھی۔ مارٹی نے ٹولے ٹولے لیے ہیں۔ صدا لگائی۔

ہلائے سے کچھ دُور مین روڈ پر اتر گئے۔ ماری کی افلاخ درست تھی۔  
 پلٹے میں پولیس والوں کی تعداد عام دنوں سے زیادہ تھی۔ اس کی یہی وجہ

مفتی قاضی کو پریس کو شبھو گردپ کے مشتعل لوگوں سے کسی گروہ کا اندیشہ  
 پریس شبھو گردپ کے اثر و رسوخ اور طاقت سے خوب واقف

اور آسانی سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا تھا کہ کس مخالف گروہ ہی نے سیٹھ  
محمود کو اس کو ختم کیا ہے اور اس مخالف گروہ کے سراغ کے لیے شبہ

ہمہ کے لوگ مختلف ملازمتوں کی کھلی کھلی چھان ماہیں گے۔ وہ پولیس پر قبضہ نہیں کریں گے اور خود فیصلہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

علائے میں زندگی معمول پر تھی سب بہت سے لوگ مجھے جان کئے

ایک شخص نے راستہ بول کے گھر سے پائے کے کسی آدمی کی تسکایت  
کے کسی نے آواز سے کے میری خاطر کرنی چاہی سپاٹے کے بہت سے

میں نے ان کو دیکھا تو متعجب نہ ہوا۔ میں نے ان کو دیکھا تو متعجب نہ ہوا۔ میں نے ان کو دیکھا تو متعجب نہ ہوا۔

میرا پس چلتا تو میں بس یاٹے کے قریب ہی رکوتا ہا۔ اگر ہم



وگیا۔ اپنے اہل سے پہلے کسی ایسا نہیں دیکھا۔ اور وہ مالاباغ میں بھی بہت  
تڑی دھڑکتا تھا۔ ان کا راجہ کے دوچار ہاتھوں میں کھٹی ہو گیا۔ راجا تو راجا ہے  
جاسوس کا استاد! جب سے اید پارے میں بیٹھنے لگا تو ان کے لڑکے ہیں کا  
مڑلے بالما ہے اور ان جو بچہ کوئی نہیں جو راجا کی آنکھ سے آنکھ لڑا سکے۔ راجا  
تو... چھیل رانی میں کے جادو تھا۔  
"میں... میں نے ترشی سے کہا ہے۔"

حقی علمت میں باقاعدہ سکونتی کرے مروجہ تھے سائن میں پاؤں کے بعض برقی متعلق تمام کرتے تھے۔ کھانے کے بعد سفر کی حکم دھوکے کے لیے جھل سکے میں چلنے کو کہا گیا عہدہ وہیں بشیڈ پلہ الیزابہ اور کائناتے اس کی اجازت سے مادی اور دوسرے ساتھ باہر چلے گئے پاؤں کے باقی کئی بھی شخصیت ہو گئے۔ صرف زرد اور چھید اور گئے میں یہاں ہوتا تھا کہ وہ بھی چلے جائیں تاکہ میں چھل سے کوئی بات کر سکوں اور اسے بتا سکیں کہ جو کچھ اس کی انھیں دیکھ رہی ہیں میں بعض اس کے وقت سے پہلے یا بعد میں اسے کا اتفاق ہے۔ میں نے ابھی زرد اور چھید کو وہیں سے چل جانے کا اشارہ نہیں کیا تھا کہ پاؤں کا نوجوان اور کائناتے کو بھلا یا کہ اندھا یا کہ اس نے چھل کو کچھ اور تھک کے زرد کو قریب اسے کا اشارہ کیا کہ زرد اس کے پاس پہنچا تھے نے اس کے کان میں کوئی اور بات کہ زرد کا چہرہ اپنا کھنکھانے لگے تھے کا آغاز بتا رہا تھا کہ بات کی نوعیت معلوم نہیں ہے۔ زرد اور زرد چھید کے پاس گیا اور چھید سے اسے چھل کے سامنے سے کا چہرہ بھی تھیب لگی لیکن نہ جانے وہ کیا بات تھی جس سے زرد اور چھید استغرب ہو گئے تھے۔

"میرا حال کسے پوچھو؟" بھل گیا اس سے بولنا۔  
 "ہاں، میری دلیت پڑ پڑا اور چھپا کے کچھ کھنے سے پہلے میں  
 بھول کے گھاٹا۔ میں نے ہی ان سے کہا تھا۔"  
 "مگر دادا! کیا بہت صاف ہوئے، گھر نے کی بات نہیں ہے۔"  
 "ہاں، میں نے کہا تھا کہ میں نے ہی ان سے کہا تھا۔"  
 "مگر پڑا ہی پڑا ہے۔ کچھ کھنے سے پہلے میں  
 بھول کے گھاٹا۔ میں نے ہی ان سے کہا تھا۔"

دولت تھی۔ ٹرنے آزاد خججیوں کو جینے چھوڑ دیا تھا۔ ڈیرہ رستم خان میں لعل  
نیر اکار مار گئے تھے کیا ہو گا ڈالے ایسے کیا ہو گا مگر ٹرنے اگر یہی  
بات تھی تو گلے نہ آتا کیا کرتا تو مجھ سے کتا تو میں ملے سے رہ جاتا۔  
مجھے معلوم تھا کہ میں ہی ان کو کھینچیں ہیں کہ ان کی بی بی بھائیوں کو  
غصیں نہیں بھڑکے۔ یہ سب کیا ہے اور کہیں ہے نہیں ہے نہ مجھ سے  
آفاق کی بڑکڑ گھنچے اس کی خبر نہیں ہے کہ کو میں نے دی کیا ہے جو  
میر مل واد ملنے کا تھا۔ مل تھا اسے پاس سے چلا آیا تھا اور اس لیے  
چلا آیا تھا کہ مجھے چپا یا فی سے اپنے گھر والوں کا پتہ پوچھنا تھا۔ ویسے تو آزاد  
عامو بھی کچھ تاخیر سے سہی، چپا یا فی کو ڈھونڈ کے ان کا پتہ جانتے تھے  
لیکن میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ ان اور مسٹر گھوڑوں کی نشان دہی کسی  
اور کو ہو۔ مجھے اندیشہ تھا کہ چپا یا فی ملے کی تو نہ جانے کیا کیا باغی گھوڑوں کی  
ملاو لو کہیں وہاں اور دو سو روپے آس سے نہ جانے کہ کسی طرح اور کیا  
کیا آگواتے۔ فنی کے بیٹوں میں لنگرو دیکھتے سے پہلے گھر والوں سے میرا کوئی  
عاطس نہیں تھا اور نہ میں ان سے دوڑاؤ کوئی رابطہ پیدا کر چاہتا تھا۔  
یری کا ڈاکڑ جہرا گئی۔ جھل کے انھیں چھوڑی ہو گئی تھیں۔ اُس نے میرا ہاتھ  
زبرد سے جاکر ہاتھ محنت سے کہیں چپا یا فی کو ڈھونڈا۔ ہوا اُسے  
بچھ گیا۔ چپا یا فی نے بتایا کہ اس نے فنی کو وہیں سے ملایا تھا میں  
اُسے جہرا اپنے ساتھ ہمیں لے آیا اور... میں نے فنی میں  
کرنا چاہی کہ ملے رہیں میں آبا بانی کے نکاح میں آکا فی چپا کی دایہ  
کی سادی و دو تھیں سے ملے سنادی۔



لگے۔ جھڑپ کے مرتبہ ان پر کھب میں مل پڑا۔ اتفاق سے میری نظر پڑ گئی وہ  
 لئے دلوں سے کوئی کشتی نہیں چھوڑی تھی۔ ان کی جان بروتھ  
 میں تھی۔ میں نے کئی بار انہیں مخاطب کیے۔ کاش وہ دیکھ کر انہیں  
 اپنا کام اپنی جان سے زیادہ عزیز نہ تھا۔ وہ بروتھ خانوں میں گھرے  
 بیٹھے تھے۔ کچھ مل کے بعد ہم گھر واپس لوٹا۔ چارپائی ہمارا انتظار کر رہی  
 تھی۔ میں نے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں نے اس پرست زور دیا کہ وہ  
 واپس چلے جائے۔ چارپائی تو تیار ہو گئی تھی مگر کشتی نامی نے اسے  
 رکھ لیا۔ چپانے اپنی روکش بدل لی تھی۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا  
 تھا کہ وہ میرے ہاتھ میں کشتی نامی کو رکھ نہیں دے گا۔ جب کشتی نامی  
 ہی نے مجھ کو گھر پر آنا دیکھا تو میں نے کہا کہ کشتی نامی۔ ایسے ہی کسی نہیں  
 مجھے وہاں سے جانے دیا۔ میں نے انہیں کہیں کیا تاؤں کو کیا کیا ہو رہا۔ میں  
 رنڈھنے کی تدبیر کرتا تھا اور دروازہ بدل دیتا تھا۔ میں بروتھ ہی  
 سوچتا تھا کہ اس طرف جانوں۔ پھر ایک دن کشتی نامی میرے چیلے جوں  
 کہے آئے۔ میں انہیں کہے بتا سکتا تھا کہ مجھے پڑھنے کھنے کی ضرورت  
 نہیں ہے۔ مگر انہیں جی بات بتا دیتا تو وہ سوالات کرتے کرتے چل  
 تک پہنچ جاتے مگر میں کشتی نامی کو مخاطب سمجھتا تھا۔ وہ بہت بڑے آدمی  
 تھے۔ جوں نے مجھے پڑھا اور شروع کر دیا۔ وہ ایک غریب اور بے سہارا  
 لڑکے تھے۔ اس کا باپ بیمار تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ چھوڑے جانے لگا۔ لگی  
 کے لئے ہم پر ہمارے کتے کے چانچہ ایک دوسرے کے ان سے بات  
 کرنے لگے۔ کتنی بڑا.....

تھیں میرے والدین کھک آیا تھا۔ میں نے اس سے کچھ پوچھا  
 کی کوشش نہیں کی۔ تھیں نے دریا میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ نہ نہیں  
 ہاں کی نہ نہیں نے اس کی طرف دیکھا۔ میں تو جیسے اپنے آپ بائیں  
 کر رہا تھا۔ میں نے اس کی گری سائیں سنائی دیتی رہیں۔ "میں نے کشتی  
 جی کو بتا دیا تھا کہ پولیس اس رجسٹر میں اپنے ایک ساتھی سے ان کے تعلق  
 کیا بائیں کر رہا تھا۔ وہ بڑے تھیں یہ سب کیسے کیا؟ میں نے انہیں  
 یقین دلانے کیلئے بتا دیا کہ میں انگریزی سمجھتا ہوں۔ اس پر وہ ہلستے ہوئے  
 میرے کھلے کمرے میں داخل ہوئے اور وہ بات چیت کر رہے تھے۔ میں نے  
 ان سے کسی بھی چیز میں نہ دیکھا کہ ان کی توجہ جس وقت کی طرف مبذول کرانے  
 کی کوشش کی۔ انہیں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ اپنا کام جلد سے جلد  
 منانے کی بات سے اپنے گھر واپس چلے جائیں گے مگر دوسری دن وہ  
 مڑ کر پرتوتے ہوئے پائے گئے۔ اس کے بعد وہ گھر واپس نہیں آئے۔

"میں نے اپنے کانوں سے سنا تھا کہ وہ کرن لوگ ہیں مگر کشتی نامی  
 کو اس لیے پند نہیں کرتے کہ کشتی نامی ایک نوجوان انسان اور بابت دار  
 ہیں۔ میں نے انہیں چپانے کی بڑکوشش اپنا کام کر گئی۔ میں نے  
 بہت دکان کے لئے خدا ان کے بدلے میری جان لے لئے۔ میں نے

اپنے آپ سے جھڑپ کیا تھا کہ ان لوگوں نے کشتی نامی کو مارا ہے۔ ان سے  
 میں غور نہ کر سکتا تھا۔ میں نے کشتی نامی کا چہرہ میں لپٹا ہوا جسم دیکھا تھا  
 ان کی آواز..... مرے وقت ان کی آواز میں سے کئی تھی۔ میں نے  
 پھٹنے لگا۔ میں نے ایک بلکے کے لئے لگا۔ چلنے نہ مجھے لگا۔ لگا۔ لگا۔  
 اور وہ نا اکیلا۔

"لاڈلے! لاڈلے! لاڈلے! لاڈلے! وہ بیکہ تامل سے رہا تھا  
 مگر کشتی نامی کی آواز چھوٹنے لگی تھی۔  
 کشتی نامی چلے گئے۔ میں نے اپنا نام چھپایا۔

"لاڈلے! لاڈلے! لاڈلے! لاڈلے! اس نے میرے ہاتھ پھیر لیے اور  
 اپنے دامن سے میرے سر پر شک کرنے لگا۔ لاڈلے! لاڈلے! لاڈلے! لاڈلے! لاڈلے!  
 مگر وہ بھی چلا گیا۔ اس نے بلان میں گر گیا۔ اس کا بیٹا سہرا بھی خاک ہو گیا۔  
 بڑا بڑا بادشاہ مگر۔ بڑا بڑا پھٹے بازغاں ہو گیا۔ تو میں ایک دن میرے  
 گاہ میں مجھ سے پہلے چلا گیا۔ کچھ آنسو اور لوگوں کے لیے بھی دکھ  
 دکھ۔ آدمی کو تمام انسانوں کی ہی نام بردار نہیں کرتے۔ ان کی بار  
 بردار ضرورت پڑتی ہے۔

"مگر کشتی نامی بہت لمپھے آدمی تھے۔ تھیں جانی!"  
 "مگر کشتی نامی گئے لاڈلے! یہ تو دیکھنا ہے۔ ہائے جانی!"  
 "وہ بہت لمپھے تھے۔ تم نے انہیں نہیں دیکھا۔ میں نے حج کرکے  
 میں نے تیری آنکھوں میں اسے دیکھ لیا ہے۔ مجھے یقین ہے  
 لاڈلے! وہ بہت اچھا آدمی ہو گا۔ تیری آنکھیں دھوکا نہیں کھائیں گی۔  
 "میری آنکھیں دھوکا کھا گئیں۔ میں نے انہیں نہیں دیکھا۔  
 میں نے ذہنی آزمائش میں کام کیا۔ میں نے اپنے آپ کو چھپا کر دیا۔ وہ  
 سب کچھ جانتے تھے۔ چپانے وعدہ وفا کی تھی اور انہیں سب کچھ بتا  
 دیا تھا۔ وہ چپکے چپکے اپنا جان کو ناکش کرتے رہے۔ مجھے ہوا بھی نہیں  
 لگنے دی۔ چپانے وقت انہوں نے مجھے بتایا..... انہوں نے مجھے  
 لاڈلے کے نام سے پکارا تھا۔ کشتی نامی۔ لاڈلے! مجھے آنسو ہے.....  
 "اے بات کر لاڈلے! تجھے انتظار ہی ہے میں بولا۔  
 "اے گھر کیا تھا۔" مجھے جانا تھا وہ چلا گیا۔ ساڈا گھر بڑا گیا۔  
 کی ایک ماں تھی۔ اس نے راتھی سے مڑ گیا تو پھر اٹھا یا نہیں۔ دونوں  
 کو ایک ساتھ بلوا دیا۔ شروع شروع میں بڑا چرچا رہا۔ اخبار بھی کھتے  
 رہے۔ بلے ہوئے سب، مطلقاً ہرے ہوئے مگر اس کے بعد کوئی  
 گھاٹی۔ اس کی شکل کشتی نامی کی بہت عزت کرتا تھا۔ وہ روز  
 گھر آتا تھا۔ اس نے بتا کر کشتی نامی اپنی تمام جائیداد بیکہ بنا کر گئے  
 ہیں۔ وہ مجھے دلاس لے گیا۔ باجوان اچھڑانے کی تلاش میں نہ چلے  
 کہاں مائے سب کچھ رہے ہیں اور میرے پردہ دولت کی بادشہ ہو رہی  
 ہے۔ کشتی نامی کی تمام جائیداد بیچ کے مارٹے لاکھ روپے کے

سے ایک میں جمع کر لیے گئے۔  
 "لاڈلے! تجھ سے میری عزت ہے۔  
 "میں نے یہ دن فانی نہیں کیے۔ تھیں جانی! میں نے زندگی  
 بڑی آزمائش میں کام کیا۔ میں نے دولت بنا لی ہے۔ میں کچھ ہی آدمی ہیں۔  
 پھر زندگی کی حیرت اور دیکھ لو کہ ابھی میں ہی ملک ہوں۔ تم بھی اپنا تمام  
 پیسہ بیکہ بنا کر دو۔

"لاڈلے! اٹھو! اس بات کا کہ میں کچھ نہیں چھپا چکیے  
 چپانے میں کہ میں نے تو مجھے نہیں سکھائی تھیں یہ باتیں۔ تو تو مجھے  
 بڑا چارپاؤ دیکھا۔ تیرا چارپاؤ تو لفظ بھی نہیں آتا۔  
 "تم جو چاہو مجھ کو کہو۔ میں نے تم سے تقریباً ہر بات کہ دی ہے۔  
 یقین کرو کہ میں نے کشتی نامی کی راتھی پر عمل کیا تھا کہ میں ان کے گناہوں  
 کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ حیثیت کا تو بھید بعد میں پتا چلا۔  
 "میں سمجھتا ہوں۔ مجھ سے معافی مت کر۔"

"میں کیا یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔ میں میرا لیا کر فی ملنے والا ہی  
 تھیں تھا۔ مجھ سے عزت و احترام کا آدمی تھا۔ اور مجھے بہت سے لوگوں نے  
 کشتی نامی کے ساتھ رہتے رہتے اور ان کے ساتھ کھوتے رہتے دیکھا تھا۔ میں  
 نے فاما وقت گزارا تھا۔ انہیں کشتی نامی سے بڑا تعلق ہو جانے کا وقت  
 مل جانے پھر مجھے انہیں ناکش بھی کرنا تھا کہ وہ کرن ہیں جو بڑھو کے  
 آؤں گا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ بتاؤ میں کس سے پوچھتا کہ کشتی نامی کا حال  
 کن ہے۔ اس کیلئے مجھے کسی پائے میں آنے کی ضرورت تھی، انہیں کی  
 ضرورت تھی۔ سو مجھے سب کچھ کر پڑا۔ میں نے ہسپتال کو مار دیا۔ میں نے  
 تیرا ہی آدمی باقی رہ گیا ہے۔ جب تک میں اس کا خون نہیں دیکھ لوں گا،  
 کشتی نامی کی روح مجھ سے شکایت کرتی ہے کہ میں نے ہسپتال کے  
 ال لیے مار کر دی بناد تھا۔ میں نے سوچا پہلے ان کی بناد کھاؤں۔  
 کچھ تم؟ مجھے ان کاوس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مجھے تو دنیا ہی  
 دلچسپی نہیں ہے۔"

"وڈلے! اس نے میری گردن اپنے بازو میں پکڑ لی۔ میرے  
 طے اترے مجھے تو بتا کشتی نامی کو کیا کیا ہو رہا؟ کیا میں مگر کیا تھا؟  
 کیا ہم سب مگر گئے تھے؟"

"مگر تھیں ساتھ میں میری سہرا۔ پہلے تو یہ بات طے کرنی تھی  
 کہ وہ کن لوگ ہیں۔ اور یہ جان کس آڈے کے بغیر نہیں تھیں آدمی تو  
 بیان کو جو وہی تھے۔"

"میں۔! وہ چیخ کر بولا۔  
 "اتم۔! یہ سب کچھ تھی تو مجھے دانتھا۔  
 "گول سے دبا سے لاڈلے!"  
 "تم مجھ سے ایسی امید رکھتے ہو۔ میں نے دشمنی سے کہا۔

"میں لاڈلے! نہیں! بڑا دماغ مل جانے اگر میں اپنا سوچا ہوا  
 میں نے مجھے اور بہت سی باتیں جی تو سنائیں۔ میں نے کتا جاتا تو  
 ہر جگہ نہیں جاتا اور دوسرے کی نیکیاں عیش سے نہ کھاتا۔  
 "میں کوئی بات نہیں بھولا۔ مجھے سب یاد ہے۔ تم نے میری تیرا  
 تھا کہ کوئی جی جاتا تو اسے اپنی نیکی کا ثمن لینا چاہیے اور تم نے یہ بتایا  
 تھا کہ جاتا تو ان لوگوں کو نہیں آتا چاہیے۔ جہیز کی کاپری سے  
 عزت کرتے ہیں۔"

"جان! میں نے کہا تھا۔ وہ کرب سے بولا۔ لاڈلے! اٹھو  
 ایک اشارہ کر دیتا۔ مجھے میرا خیال نہیں آیا۔ اگر چہ ہمارا کوٹھڑا کھنڈر  
 میں میری صورت تھیں ہی کی آواز میں مر جاتا۔  
 "چپانے ہمارا کوٹھڑا تھا؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔  
 "وہ تیری طرف سے آئندہ ہو گئی تھی۔ تو تو زندہ گھر سے خارج بنے  
 لگا تھا اور کچھ بتا بھی نہیں تھا۔ اور وہ دو تو لوں رہتے تھے پاس کو گزرتے  
 تھے۔ وہ بھی کوٹھڑا کھنڈر مگر جب ہمارا کوٹھڑا آئے ہمارا کوٹھڑا پڑا۔  
 "چپانے تھیں جی کچھ کیا۔ وہ ایسی ہی ہے پہلے تھی کشتی  
 پر چلا۔ پھر میرے چپے ہو گئی اور کشتی نامی کرب بتا دیا اور اب  
 تھیں....."

"عزمت کر۔ جو ماں لگ لے اس کے لیے دل بڑا کر دیا۔  
 وہ عزت کیا کر سکتی تھی۔ اس نے میرے چپے لیے ہمارا کوٹھڑا چپا  
 کرمان کر کے لاڈلے! یہ سارا کوٹھڑا دھوا رہا۔ تو کس کی گارنٹی ہو گئی  
 گا اور کہاں کہاں جاتا ہو گا۔ ہو سکے تو ان کو نیکو کر دیا۔  
 "وہ سامنے رہتی ہے تو مجھے قہقہے ہوتے آتے گتے ہے۔  
 "انہی بڑی معافی کوئی نہیں مل سکتا۔ ذرا تو سمجھ لے کہ اس کا کیا  
 قصور تھا۔ چپانے نے میری خاطر نہیں کی خاطر اس کی خاطر  
 جس کیلئے کرنے اپنا یہ حال کر رکھا ہے۔ چپانے نے۔ کوئی اور بات کر  
 یہ بتا کر تو نے تیرا ہی کے ہاتھ میں کیا مورا ہے؟"

"ابھی میری بھینس کچھ نہیں آ رہی ہے۔ میں نے تھی سے کہا۔  
 "اب تو ہے مگر بوجھ میں آ گیا ہوں۔ تیرا عدل بڑا چاہیے وہ  
 ضرور بڑا ہو گا چاہے مجھے باقی جی میں ہی کو گزرتی ہے۔"

"تو چہرہ بات ہی کیا ہوئی؟" کام تو میں ہی کر سکتا ہوں۔  
 "تو تیرا شہر ہے۔ شہر بڑا۔ مگر مجھے کیا ضرورت پڑی ہے  
 جو وہ ہوں۔ تو کے تو میں ابھی اس کا سر کاٹ کے آؤں۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟"  
 "دیکھ لاڈلے! ہسپتال کے بعد اٹنے تیرا ہی کو لیے جی آ رہا  
 کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوٹا گری پڑا۔ چاہے۔ خدا صبر کرے  
 پھر سب کچھ تیرے سامنے آ جائے گا۔ مجھے تو چاہیے وہی ہو سکا ہے۔"



”میں کرشنا کی کے قاتل کو زندہ دیکھنا نہیں چاہتا۔“  
 ”ٹھیک ہے لاڈلے! ٹھیک ہے۔“ وہ کہنے کو بے چین ہوا۔  
 ”اب کب میںیے گھر پہنچے ہیں۔“ بھگے مانا ہے۔  
 اُس نے قادییری بات نہیں سنی۔ وہ بیٹھے بیٹھے اچانک کھلی  
 آنکھوں سے میسے سو گیا۔ پھر ایک لمحے کے لئے اٹھ بیٹھا اندیری گون  
 میں ہاتھ ڈالے مرنے پائے میں گھومتا رہا۔ اُس نے پائے کا وہ حقیر  
 دیکھا جہاں زور ہوتا تھا۔ اُس وقت بھی وہاں چند آدمی دروازائی میں  
 مصروف تھے۔ ٹھیل وہاں چند ہی لمے گزارا کرتے تھے۔ باہر آگے لگی کے  
 ٹھونک چلا۔ صاحب معمول کو پڑا پڑے کے تین بار دوڑی ہوئے۔  
 اُدھر سے جاو اور کانتے داپس آئے تھے۔ انھوں نے میں دوسرے  
 دیکھ لیا اور پلٹے مرنے ہلے پاس آگے کانتے تھے۔ انھیں کسی شرمناک آدمی  
 تھیں۔ معاویہ کے پڑا پڑا کھیل رہی تھی۔ ”مٹا کانتے کی انگوٹھوں  
 کی اوٹ میں کرنا تھا۔ ساری جاو اور کانتے تھے۔ کھڑے تھے۔ ٹھیل  
 نے مادی کو ہاتھ کے اشارے سے فریب لگایا۔ مادی نظر سے ہٹ گیا۔  
 پورا اُس کے روبرو پہنچا اور ٹھیل نے نرم آواز میں اُسے غائب کیا۔ باہر  
 برسرے تھے۔ کانتے کا اٹھنا کر۔“

”دادا! مادی نے سننے سے اُسے پکارا اور اُس کی بندیاں پکڑ  
 لیں۔ ٹھیل نے مادی کے بال چومے کے چھینچھوڑ دیے۔ دیکھ کے مٹا بھی  
 اُٹھنا پڑا۔ ٹھیل کی ایک ٹانگ سے لوٹ کے مرنے لگا۔ ٹھیل نے اُس  
 کی گردن میں بچہ ڈال کے اُسے اٹھا لیا اور زمین پر چھوڑ دیا۔ مٹا بازاں  
 کھاتا اُٹھنا کودتا ہوا مادی کے ساتھ چوک کی طرف بھاگنے لگا۔“

✽ شام کو ٹھیل دریاں میں گاؤں کیسے کے ساتھ چوکے پر بیٹھا ہوا تھا۔  
 بی بی دلتا۔ اُس کے دائیں بائیں جاو اور کانتے تھے۔ پائے کے پلانے  
 لگ بھی چوکے پائے کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ٹھیل کے آگے باروں اور  
 پھولوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ چوکے کے نیچے بھی پائے کے بہت سے آدمی  
 بیٹھے مرنے تھے۔ علاقے سے ابھی خبر نہیں آئی تھیں۔ سہ پہر کو ٹھیل سیر  
 ساتھ باہر خان سے مال کیا ہوا آدھا بھی دیکھ آیا تھا۔ علاقے میں اُس پر ہوا  
 تھی معلوم ہوا کہ تیراوی کے کئی آدمیوں نے علاقے میں گڑ بڑ کرنے اور  
 خوف و ہراس پھیلانے کی کوشش کی تھی۔ اُس پر ہوا تھی اُس لیے بات  
 آگے تھیں۔ سہ پہر کے اپنے آدمیوں کے پہلے ہی کھانا تھا کہ وہ  
 جہاں تک ہو سکے وہاں اُٹھ کر گئے۔ پائے کے گرد آگے کی ضمانت  
 کل تک کے لیے ہوتی ہوئی تھی۔ ٹھیل کو دیکھ کے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے  
 وہ اس پائے میں اس کے آدمیوں کے درمیان حوصلے سے رہ رہ رہ رہا ہو۔  
 ہوتی تو اُس نے مجھے عمو کی بات کہنے کو اپنے ساتھ لے کے گھر چلا۔  
 ”جی نہایت سچو ہے۔“ وہ کہنے کے معنوں میں استعمال کیا تھا۔

جاو میں نے املو کا کڑوا کڑوا بھی ساتھ چلے محروہ وہیں تک گیا۔ مادی  
 رات وہاں سے مٹنا نہیں چاہتا تھا۔ دن بھر تیراوی کے آدمیوں کی مدد  
 بے جا دھمکیاں کالوں میں ہوتی رہی تھیں۔ ٹھیل نے سختی کے ساتھ  
 گھر میں جانے کا حکم دے دیا۔ پائے کے لوگ بھی بری صحت سے کہ  
 بے نیاز سے ہو گئے۔ اُدھر ٹھیل کے گرد جمع لگاے بیٹھے تھے۔ پھر  
 مجھے کانتے کو لے کے گھر آنا پڑا۔ مجھے درد تھا کہ میں ٹھیل زیادہ مشکل نہ  
 ہو جائے۔ وہ بیان نہیں میں اپنی ہے۔ میں نے تیراوی کی بابت اپنے  
 ہر بات بتادی تھی۔ پھر بھی ٹھیل سے کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ کیا کرنے  
 پائے کے لوگ بھی میرے برا بھلا کہہ سکتے تھے۔ میں وہاں سے چلا گیا  
 لیکن ہر مل وہیں آکر رہا۔

انھوں نے ہماری آہستہ ہی مرنے کے دروازہ کھول دیا۔ لیکن  
 اپنے سینے پر غم ملب کا نشان بنایا۔ چوکے کو بٹھا۔ پلانے لگا۔  
 بت سے پین تھیں۔ ”وہ کہاں ہیں؟“ چوکے نے سر کیلے سے پوچھا۔  
 ”وہ کہیں اور پھیر گئے ہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”سب خیریت ہے۔“  
 ”ہاں مگر تم اپنی پریشان کیوں ہو؟“  
 ”بس کیا تاؤں۔“ وہ بے تابی سے بولی۔  
 ”تھکے لیے تھکی کوئی بات نہیں ہے۔“  
 ”کیسے نہیں ہے۔“ وہ تڑخی سے بولی۔

کانتے میرے ساتھ تھا۔ چپا بھی موجود تھی۔ میرا نے اُس سے  
 زیادہ محبت نہیں کی چوکے کے برعکس یہ سفیدی بھائی ہوتی تھی۔  
 اتنی دلی اور کڑو تھی جتنی جیسے برسوں کی جاو اور میں کانتے کے ساتھ  
 اپنے کمرے میں چلا آیا۔ جاو کھانا بھی وہیں آگیا۔ کانتے میرے ہار کے  
 برسرے لگا اور فیض آباد سے کھانے کے بعد کا تمام مال سنا لگا۔  
 ”تذین کسی ہے؟“ میں نے چوکے سے پوچھا۔

”بی بی تو ملتی ہی نہ ہے لاڈلے! میں نے اُس کی بھی دکان میں  
 دیکھی۔ اتنا کہ ساتھ میں اُس کی حویلی میں بیٹھنا تھا کہ کیا حال ہو چکا تھا  
 کے دیکھ لے۔ بیٹھے نظر میں رہتی ہیں اور دو چار سہ۔“ بھائی نے اپنی  
 سے کانتے بھائی۔ جب وہ مجھے بھائی کہتی ہے لاڈلے تو میرا کھانا  
 ہے اپنی بھائی میں چاقو ماروں۔ اُس پر مادی کو دیکھا کہ دولت کا بیٹے  
 کو ہی چاہتا ہے۔ سہ پہر میں اسی جان ہی اُس پر پھیرا دے رکھا ہوں۔ جب  
 تو کھانے کی نہ تھی تو میرا نام نہیں لیا۔ یہی اتنا دے تیراویں پوچھا۔  
 وہ اتنا کہ اُسے اتنی خوش ہوئے کہ اُس نے بتایا میں جا سکتا۔  
 اتنا ہے جب بھی تیراوی اُس کے سامنے کیا۔ وہ اُٹھ کے میری گئی۔ کراچی  
 بتا تھی کہ وہ چکے چکے روتی رہتی ہے۔ لاڈلے! کیا تجھے بھی یہ بار  
 آتی ہے؟“

”آتی ہے۔“ میں نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔  
 ”آتی ہوگی ضرور آتی ہوگی۔“ وہ چل کے بلاؤں وہ یاد اُن کی چیز  
 ہے۔ پلاؤں لے کر اُسے ایک خط ہی لکھ دیا ہوتا۔  
 ”کانتے! ایسی باتیں مت کر۔“ میں نے ہزار سے کہہ  
 ”کیوں لاڈلے! ایک تیری اُس سے لڑائی ہو چکی تھی؟“  
 ”نہیں۔“  
 ”تو پھر کیا بات ہے؟“  
 ”پتہ نہیں۔“ میں نے یاد سے کہہ دیا۔ کچھ اور بات کہہ کر پائے میں  
 چلتے ہیں ابھی رات زیادہ نہیں ہوئی ہے۔“

”اتنا دے تم دیاتے کہ رات گھر ہی گزارا جائے۔“  
 مجھ سے ایک ہی میں کانتا جاو تھا۔ کانتے باتیں کرتے  
 کرتے سگیا۔ اُس پر چوکے سفر کی تھکن ہوا تھی۔ مجھے نیند نہیں آئی۔ کچھ دیر  
 تک میں لیویں ہی بستر پر کڑیوں میں دلتا رہا۔ پھر اُٹھ کر ڈرائنگ روم میں  
 دھنسی ہوئی تھی۔ میں نے اُدھر کے دیکھا تو چوکے میں لیویں کی میپ کی عزم  
 دھنسی میں نہ کوئی شے تھی۔ لیویں کی روشنی میں اُس کا اُدھا چہرہ نظر  
 آ رہا تھا۔ کڑی کڑی دھنسی ہوئی تھی۔ میں دیر تک وہیں کھڑا اُسے دیکھتا  
 رہا۔ اُس کی زرد سائی کا پلو کڑی کے بازو پر لگا ہوا تھا۔ دھنسی میں کس  
 کی ٹھوکی اور ہونٹ چمک رہے تھے۔ میں چلے تھیں سے اُس کے پاس  
 پہنچا۔ اُس کی طبیعت زیادہ خراب معلوم ہوتی تھی۔ جاو میں دس پہلے اُس  
 گھر میں ہوتی تھی اور مجھے اُس کے باپ کے جانے میں شریک  
 ہونے کی فرصت بھی نہیں تھی۔ میری آہستہ سے اُس کی آنکھ کھلی گئی۔  
 وہ گھر گئی۔ یہی طبیعت ہے تمہاری؟“ میں نے معذرت خواہانہ  
 لیے میں پوچھا۔

”ٹھیک ہوں۔“ وہ جلدی سے انگریزی میں بولی اور اپنی ساری  
 کا پورہ دست کرنے لگی۔ ”تم سے نہیں؟“  
 ”نیند نہیں آ رہی ہے۔“ میں نے اپنی پشیمانی لگاتے ہوئے کہہ  
 ”کیا سر میں درد ہو رہا ہے؟“ وہ باواؤں؟“  
 ”نہیں۔ درد نہیں ہے۔“  
 ”بھجھاؤ۔“  
 میں اُس کے برابر کڑی پر بیٹھ گیا۔ ”تم کیوں نہیں سوئی؟“  
 ”میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔“  
 ”تو میں درد ہو رہا ہے۔“  
 ”تم؟“ اُس کی آواز کا نہ چب گئی۔ ”نہیں نہیں۔“  
 ”کیوں؟“  
 ”میں نہیں۔“ وہ کسماتی ہوئی بولی۔  
 میں نے عمو رائیں کی۔ چند لمے توقف کے بعد میں نے پوچھا۔

”کہا۔“ تم کسی ڈاکٹر کو دکھاؤ۔“ صبح میرے ساتھ چلا۔  
 ”ہاں۔“ وہ بھینچی ہوئی آواز میں بولی۔  
 ”اور تم کسی بات کی محرمت کرو۔“  
 ”مجھوں۔“ اُس نے ساری کا کچھ جانتوں میں دایا۔  
 ”سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ میں نے زور دیتے ہوئے کہا۔  
 احساس ہوا کہ لوگ مجھ سے ہی اسی طرح کے ہوں گے۔ کیوں کہ یہ خیال نہیں  
 ہوتا ہوگا کہ وہ کیا کہتا ہے۔ مگر ایک آدمی دوسرے اُس کے سوا اور  
 کہہ بھی کیا سکتا ہے۔ وہ اگر انہی دیکھے تو کیا کہیں میں چوکے کے باپ کو مرنے  
 نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں نے زور دیا۔ ”یاد دل دی۔“ چوکے کے لیے اُس کے  
 باپ کا ذکر کیجئے۔ وہ چوکے میں کہہ نہ سکتی تھیں کہ زور دیتے ہیں حال  
 کرنا چاہتی ہو۔ یہ لاشورہ ہے کہ اسکل چھوڑ دو اور ادا ہو۔ یہ جو کشتی  
 میں داخلے اور اب تھیں کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اُس سے  
 تھا دل بھی بدل جائے گا۔ ”تم بہت اہم نام بھی ہواؤ گی۔“  
 ”کیا تھا وہی ہی خواہش ہے! اُس نے مجھ کو بتائی ہوئی آواز  
 میں پوچھا۔  
 ”میں تو یہی سمجھتا ہوں۔“  
 ”اور تم؟“ وہ نہ کتا تھی مجھے میں بولی۔ ”تم نے مجھ سے یہ کیوں پوچھا  
 تھا کہ تم چھوڑ دے۔“ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ ”یہ تو سچی بات ہے۔“  
 میں نے حیرانی سے اُسے دیکھا۔ کیوں کہ میں نے مجھے یاد آگیا  
 کہ صبح ٹھیل کی تمام باتیں اُس سے سنی ہوں گی۔ میں کرشنا کی کو  
 بتانا نہیں چاہتا تھا۔  
 ”تم نے کہاں تک پوچھا ہے؟ اُس نے استیلاں سے پوچھا۔  
 ”اب تو سب کچھ معلوم کیا ہے۔“  
 ”اب بھی پوچھاؤ گے؟“  
 ”ہاں اب پوچھانے کے لیے یاد کیا گیا ہے۔“  
 ”بتاؤ۔“ اچھا ابھی نہیں سمجھ رہا تھا۔ یہ پائے بنا کے  
 لاتی ہوں۔ وہ کڑی سے اُٹھ گئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ کڑی نہیں اُس  
 نے ٹھیل میں چلنے والی اور اُس کی بکری مجھے گئی ہے۔ خوش ہو کر  
 مجھے بہت خوش ہوئی کسی کو خوش دیکھ کے مجھے دیکھنا کہ کڑی  
 کتنی ملدی خوش ہو جاتی ہیں۔ اُس کا خیال تھا کہ اُس سے سب کچھ  
 بتاؤں گا اور کڑی کو تو کڑیوں کا سا کہنے لگا۔ ”تو اُس کے سامنے میرا راز  
 اُٹھ سکے کہ میں سناؤں۔ میں نے کڑیوں میں چھوڑا ساری دنیا سے نہ کڑی  
 رہنا تھا۔ سب سے اُس کی شکایت نہ کڑی رہنا تھا۔ چوکے کی ضد پر  
 اپنی تعلیم کے سوا میں نے اُسے کچھ نہیں بتایا۔ ظاہر ہے، چپ کا  
 پیش بہت بلکا تھا۔ یہی سب کچھ مجھ سے اُس کے پوری کو ہی پوچھا ہوا  
 کہ کرشنا کی کا ذکر میں لکھا۔ اُن کا ذکر میرا یہ معلم ہوتا تھا۔ دے



اُن کی ایسی دلچسپ باتیں بتلنے لگی جن کا خود میں نے بھی مشاہدہ نہیں کیا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ جو لین کی فطرت کتنی گری ہے اور کیسی کیسی جزئیات پر جاتی ہے۔

جب رات بہت ہو گئی تو میں نے اسے بلایت کی وہ اپنے  
کمرے میں ملنے کو چلے۔ مگر میں کچھ بھوکا ہے تھا۔ چونکہ وارنکی  
آواز ایک آگوتھی تھی اور یہ نہ کہ اس کی جانب سنائی دیتی تھی چلیں  
اچھڑ کر چلی ہوئی اپنے کمرے میں گئی تھی۔ میں ڈر ڈر کے مگر کدوئی گل کر کے  
واپس اپنے کمرے چلا آیا۔ کتنے ٹھنڈی نیند سو رہا تھا۔ اس کی موجودگی میں  
مجھے اپنی بالکونی سے اترتے تھے۔ اچھا نہیں لگا۔ گریبان میں ہاتھ ڈال کے میں  
اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتا رہا۔ کہیں صبح کے آخری وقت میری آنکھ  
لگی ہوگی۔

میرا ارادہ تھا کہ تم صبح سویرے پاٹے کی طرف روانہ ہو جاؤ گے  
لیکن کانٹے کا ٹھٹھا نہ لانے اور لباس تبدیل کرنے میں دیر ہو گئی۔  
میرے اسے اپنے کپڑے پہننے کو دے دیے تھے۔ سفید کرتے اور پاجامے  
میں اس کا رنگ دھپ نکل آیا تھا۔

جولین کو کچھ کے مجھے یاد آ رہا کہ میں نے رات اس سے کیا  
 منگوا۔ وہ بہت خوشامدش بنی تھی کھنے لگی، اب طبیعت مضرب  
 بنے فاکڑ کے پاس چوکری وقت میں گئے مجھے بھی پائے پیچھے کی تندی  
 تھی۔ اچھی دم دروائے سے نکلتے ہی تھے کہ ایک پولیس گاڑی آ کے  
 رکتی تھی۔ یہ باروز جو رہا انگوہ میں بی شکلا تھا۔ شکلا گاڑی سے  
 ترے ہی برسرے گئے۔ کون گئی؟ کہاں، تو تم؟ — وہ کہیڈ بھیجے میں بللا  
 بلانے اتنے جیسے کے محترم آج ہے۔

”میں تو یہیں تھا سیکلا جی!“ میں نے شہباز سے کہا۔  
 ”کہاں تھے۔۔۔ چپا ویدی اور جولین سے پوچھو۔ میں کہتی ہوں  
 یا ہوں، انھوں نے تعین کچھ نہیں بتایا؟“

”بس اتفاق ہے کہ میں آپ کو نہیں مل سکتا۔“  
 ”اور تم نے بھی میری طرف آنے کی کوشش نہیں کی، خیر؟“

”ارادہ کیا میں نہ بکھڑے رہے میں کہتا آئیے اندر بیٹھیے۔“  
 ”نہیں میں پھر آؤں گا۔ دہری قتل و غارت گری کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے تعزیرات! تم کسی وقت تو لوگوں میں تعزیرات پڑی دلچسپ باتیں  
 آؤں! اس نے کانٹے کی طرف دیکھ کر پوچھا: ”کیوں ہیں؟“  
 ”یہ سب دہشت ہیں کانٹے۔“

”کانتے“ اُس نے کانتے کو فسکار کیا۔ کانتے شرفانے لگا۔  
”اندر بیٹھیے نا۔“

246

”مگر خیر منٹ۔ اور کوئی تکلف نہیں ہوگا۔“  
 ”بالکل نہیں۔ جیسا آپ حکم کریں گے۔ میں نے سزا کے لیے۔“  
 ”ہم ڈانٹنا ہی نہیں آتے۔ آپ کے بیٹے کے شکلانے منع کیا مگر جیسا  
 چاہئے آئے۔“

”تم نے سنا،“ شکلا میرے کان میں رزدارانہ اعاز سے بولا۔  
 یہ سچ سمجھو نقل ہو گیا ہے۔  
 ”ہاں سنا تو ہے۔“

۱۔ پس اب کچھ دنوں میں میں یحییٰ ایک خوشخبری فرمواناں لگاؤں گا۔  
 ۲۔ وہ کیا۔ ۳۔ میں نے میرے لیے پوچھا۔  
 ۴۔ کچھ دن اور انتظار کرو۔

”کچھ بتائیے نا۔“ میں نے امر کر کیا۔  
 ”مخو اپنے تک رکھنا۔ وہ ادھر ادھر فرس گھما کے بلا کہتے  
 صلے پر مٹھا تھا۔ ہم سرزد مہم کا از شکال نہ کر گشت کہ ہر جاہل

”دیکھ کیے؟“

”کون لوگ تھے؟“ میں نے اضطراب سے پوچھا۔  
”سامنے آجائیں گے سامنے آجائیں گے غمیر خاں“ وہ مضطرب لہجے

”ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن...“ وہ ٹھونکندی سے بولا۔ مگر

”میں نے تو سب سے پہلے ہی یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ اب اس لئے  
”میں نے تو سب سے پہلے ہی یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ اب اس لئے

”یہ ہیں ابھی نہیں تباہ ہو سکتے۔ چھ دن اور انتظار کرو بڑے چٹے انکشافات“

”پھر سوچئے کیا ہوتا ہے۔“ میں نے بے نیازی سے کہا۔

میں نے سوچ لیا تھا کہ اگر کرشنناجی کی موت اسی آسانی سے  
 آگئی ہوتی تو پولیس کی ملازمت چھوڑ دوں گا لیکن اب شاید مجھے اپنا  
 بدلہ لینے میں اپنے طور پر کام کرنا پڑے گا۔ میں نے مرکزی

”نہیں۔ بالکل نہیں ہیں میں اس کے ساتھ کہ یہ کیسے ہوا میں سمجھتا ہوں۔“

100

محبوب کے لوگ ہی اس سے ملاض ہو گئے ہوں گے یا مشہور کے خفا اور پ  
نے ایسا کر لیا ہو گا لیکن اس سے وہ رکاوت منور و نور ہو گئی جو اس کی زندگی  
میں بہت کم پر اثر ہے۔ آتی تھی۔

”آپ تو نماز کا خشکیے سے لپے ہیں۔“  
 ”اودھ نہ گھلیے بولنا۔“ ”خیر“ ”من ایک قیاس ہے۔“  
 ”تھک ہے مشکل حاجی! آپ ان کا کام کے حواس میں۔۔۔۔۔“

اب میں آنا، جس کا بشرطیکہ تم ملے اور میں ایک خاص بات  
چھپکے بولا۔

”دو بگ سے میرے ریمانڈر کے جواب آئے ہیں۔  
 ”کیا۔؟“ میں کھڑا ہو گیا۔  
 ”یہ جواب آپ کے تجسس پر آماں، جسے آپ نے لکھا ہے، کے جواب ہیں۔“

لی دیکھتے گئے تھے لیکن اب وہ وہاں نہیں ہیں۔ ایک خط سورت  
آیا ہے ایک بھوپال سے گویا وہ بھوپال اور سورت میں بھی رہے۔  
اس وقت سے لے کر۔

اور کیا کھانچا؟ "میں نے ڈوبتی ہوئی آواز میں پوچھا۔  
اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ یہ بھی اس لیے بڑا کہ میں نے اکبر

وہ جگہ سے جواب آگیا۔ مجھے اُمید ہے کہ جلد ہی تم کوئی ایسی

مردودت کے خلیفہ میں تو کوئی خاص بات نہیں ہے۔ مرنے کا لکھا

اور جھوپال میں؟ میں نے یہ جھیننی سے پوچھا۔

چلے گئے۔ کسی کو ان کا پتہ معلوم نہیں ہے کیونکہ وہ کسی کو بتانے نہیں گئے

نت بات منہ سے نکل گئی۔ مجھے معاف کرنا، میں دیکھ ہوا بھوکا۔

میں نے اس بات کا نوکریا کیا جائے۔ مجھے معلوم پہلے  
 سے اسے چل رہے ہوں گے۔ وہ میاں نہیں ہیں مگر کسی نہ کسی شہر  
 مزدور ہوں گے۔

”مکر ایسا کیوں ہے؟“ وہ اداسی سے بولا۔

”ایسا یوں ہے کہ اس خاندان میں ایک میں پیدا ہو گیا تھا۔ مہلہ  
 ہی بھی اس سلسلہ ہو گیا کہ میں مسئلہ کے سامنے کیا کرنا ہوں۔ مسئلہ جی!  
 ہمیں سے کوئی اور خط آئے تو مجھے ہنر دہتا سے گات۔“

ہماری گفتگو بھی تک محدود تھی کسی اور نے اسے نہیں سنا۔  
البتہ کہتے بے چین ہو رہا تھا کہ ہم سے زیادہ جلد تھی اس کے  
ساتھ ہی ہم گھر سے نکلا کرتے تھے۔

میں نے کہا: اب اس کا ذکر کر کے میں نے اسے اس طرح سے بیان کیا کہ وہ اس کے دل میں گونجنے لگا۔

نہیں دیکھ سکتے ہیں ان کا پریس مل سے زیادہ کسی برے  
 دوست پر بھروسہ کرنا ہی نہیں ہے۔ ان کی رک کے آؤ تا جا یا مگر کانتے  
 نے مجھے رک دیا اور سیدھے پاؤں چلنے پر زور دیا۔ پاؤں کی کھلی کے بخود پر

یہ داخل نہیں ہوا تھا کہ معلوم ہوا، رات کسی وقت تیار ہو کر آدھوں نے

میں نے سب کو منع کر دیا تھا کہ وہ نیوازی کے آدمیوں کو کام نہ دیں کہ وہیں

میں اند داخل ہوا تو بھل حقیقی رہا۔ بخدا۔ زور اُس کے ہاں بازو

ہاں بڑا تھا۔ مگر اس کے پر ہوا یا تھا اور ہاں ایک طرف گاڑ دیکھے سے  
 ہاں سوچ میں پڑا ہوا تھا۔  
 "لو لا ڈالا گیا" غمیل نے غمیل دیکھتے ہی صراحتاً ہی ہاں دے دیا۔

میں کے ساتھ کون قراب کا بچہ حرام ٹاؤدہ آ رہا ہے۔  
 ماسوں کی نظر جیسے ہی کانتے پر پڑی، وہ اپنی نشست سے  
 اٹھ پڑا یہ تو کچھ کھانتے دکھائی دے رہا ہے۔ اس کی دیکھ کر مجھے کہا۔

میں تیزی سے چمکے پر چڑھ گیا۔ یہ دردانے میں ہو گئی باتیں  
 ہے ہیں؟ ” میں نے پریشان لہجے میں پوچھا کیا ہوا؟“  
 ” سانس سنبھال۔“ جھلنے میں لڑنا تھک کر کے مجھے اپنے پاس بٹھا

”جوڑو نے سنا ہے تمہارے ہنس مکھ ہے۔ وہ کون سے لڑکے کو جوڑو نے سنا ہے۔“

ملفوظات توفیق مسیحی ہے اور نہ کہ کوئی نئی بات ہے یہاں میں  
 راگ نیرنگ پانی ہی میں ڈوبتا ہے۔  
 ”مگر یہ ہوا کا؟“ میں نے غصے سے کہا۔

”ہوتا کیا۔ شہر کا وقت آگیا تھا۔“







پھر خدا! تجھ نے نرمی سے کہا: وہ بیکر جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں تم اس پر عمل کرو۔ یہ کوئی حکم نہیں ہے تم ہم سے شفقت کر رہے ہیں۔  
 اُن کی آنکھیں ہیرت سے چل گئیں۔ اپنی کوئی کہے کہ اسی وقت  
 تجھ پر ہم کھڑے کاراجا ہو رہیں... نہیں.... ابھی تھا راجی فریاد ہو  
 گئی۔

”اتنی بے عورتی مت کرو پر دادا! انجیل نے انہیں چڑھا کے  
کہا: کوئی اور تھا۔ اسے پاس اس طرح نہیں آ سکتا تھا۔  
”پر..... پر تم انہی کیوں لینا چاہتے ہو؟“

یہ بعد کی بات ہے پہلے تو اس سے پہلے کہ اس نے اپنے حلقے کے لئے کی بات کو  
میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جس حالت میں تم اسے دو گے میں اُسی حالت  
میں اسے واپس کر دوں گا۔ جانے تجھے اسے درپان صرف بات کی بات  
ہے اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہیں گا۔

میں نے اسے قبول کیا۔ اداکارین نے بازو سے مائل کیا ہے۔ اس نے اسے  
میں نے کہا کہ کوئی اسے بازو سے لے سکتا ہے۔ لیکن تم... تم میری سوزی  
کی بات بولتے ہو۔ اداکار یہ کہتے ہیں کہ تم جیسے کتنی کتنا قبول ہو۔ اگر  
تم جیسے ہو تو اپنی ہم مزاح کھانا، پر اپنی اس طرح کیسے تم سے  
لگے بات کرے۔

میں نہیں جانتا کہ میں اوتھم آنے سامنے آئیں لیکن تھادی تھی  
کیلئے فزڈی ہے کہ آئے کسی آدمی کو اشارہ کر دو۔ تم کو ابھی تھ چلنے کے لئے گاہ  
تھیل نے ناگوری سے کہا۔

پیرو داوا پھر مرنے لگا۔ چند محل کے مذہب کے بعد اس نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ دیا کہ وہ آدمی بار بار مارتا اور پھلتا ہوا تھا اور میں شرح شرح نفلوں کے مسلسل گھورتا تھا۔ وہ بہت تھکا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس کی عمر بہت زیادہ تھی میں نے وہ قدر کا مالہا آدمی کو مضبوط تھا۔ نفل نے نہیں کھاتا۔ معاون کو کھانا دیا اور نفل نے جو کچھ کھا۔

تو یہ بھی ہے اسے اپنے چاتو پر بڑا مان ہے۔ اس سے چاتو پھین لو۔  
فصل کے انکھوں میں خون اس کے لگا ہوا پیر دلو! ماہی کا مان  
موت توڑ دیا ہے موت کچھ کر اسے تم مات کر دو۔

ہا بھیجی کے بعد میں نے مسز فزول بات کروں گا۔  
 مسز تاج محل نہیں آئے گا۔ ہا بھیجی کریں ویجیوں گا۔ ہمارے  
 پہلی بار زبان کھولی مسز تاج محل کے بے عزتی مت کرو پڑاوا۔

تم سے کوئی بھی پورا پن کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔  
اسے میں سمجھتا ہوں۔ میں نے اٹھنے سے نرمی سے کہا۔  
جاملو نے مجھے دھکا دے کے جھاوا دار پتھر کے ساتھ چمک سے

اُتر گیا۔ اُس نے دُجائے کس لمحے اپنا چاقو کھول لیا تھا۔ اسے تا دُخل  
اجازت ہے؟“ وہ چاقو لہرتے ہوئے بولا۔

تجملے کے گروں ہلائی۔ عیادو بھلی کی طرح ٹریپ کے پاٹ پر لڑائی  
کے ماتحتیں بڑی پک تھی۔ جامو نے اٹھارہ لکھا۔ ماچھی اس پر غور کرنے کیلئے  
فرش پر تھکے لگا۔ اس کے برعکس جامو ایک جگہ جاٹھا تھا۔ جامو نے  
دو دین مزے اسے تنزل کرنے کے لئے مختلف زالیوں سے اپنے جسم پر چھلکا  
دی۔ وہ ایک دم آگے بڑھا اور باقی دم پھر بھیچے جاتا۔ اس کی گروں آگے

ماہی کو شکر کے گاہ۔ وہ فریادیں بات کے انتظار میں تھا کہ ماہی جلے میں

پہل کرے۔ ابھی بھی پوری طرح مستعد تھا۔ اس کا جسم رواں تھا اور اسے  
چانوچہ کا آنا تھا۔ مجھے انفس ہوا کہ جانو مجھ سے پہلے چلا گیا۔ پیر نے خود  
ٹہن کی حال کا کھٹل سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ فیض بالاد کا استاد ہوا ہے مگر  
پیر و کلام بھی کچھ اور تھا۔ ہمارا وہ ابھی ایک دوسرے کو رتے ہے۔

ماجھی نے ملا کر دے میں پہل نہیں کی۔ ہمارا چاہا تو جھپٹنا ہوا جسے کچھ طرح  
 اچھل کے کچھ زردی میں اس کے سر پہ پینچا۔ چاہا تو گرنے کی آواز ماجھی نے  
 بھی سن ہوگی۔ اس نے اس طرف دو بچھا ہی تھا کہ دوسرے نے اس کی کھاتر  
 والا ہاتھ ہمارے کچھ پیچھے میں تھا۔ جاسو نے اوپر ہاتھ لگا کر ہاتھ پکڑا اور جھپٹنے  
 دیکھتے آئے اپنے کندھے پر دھک کے اس کا بچا ہی تڑپا کہ ایک لمحے کے

خارش پہنچ دیا۔ اسبھی نے ہر بھی جانور سنبھالے، کھالیں جانور نے اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا۔ جانور اس پر پوری طرح حاوی، آچکا خدا اس نے اس کے گلے پر جو تار کے کے لٹھرو لٹھا، مانگیں کی انگلیوں سے جانور

دہا میں جاسکا چاکو گرتے ہی جاسوئے لہجی کو چھوڑ دی اور کہنے لگا  
دوست کرتا رہا چونکہ پرکے منہ پر گلا جاسوئے کوئی بناوا وہ نہیں اور انا تھا۔  
اُس نے مادی تو جہ تیزی اور چھتری کی طرف دئی تھی کیونکہ فیصلہ جلد ہی لہجوں  
میں ہونا چاہیے تھا۔ میرے نے چکی پر کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔  
جاسوہارہ اٹھ کے اُس کے گلے سے لپک گیا۔ سنا تھا، بہر حال سنا تھا۔ وہ

اُسے زور سے پٹھانے ہوئے ہوا کہ اودھ دلی پار چڑھا دیا تاکہ پڑا ہے۔  
جھل بھل معاف کرنا۔ این کو معاف کرنا۔  
”تمہاری تسلی ہوگی یہ دودا! اب کام کی بات کرو۔“

”کلام کی بات کیا کرتے تھے ان کا سر جھکا دیا ہے۔“  
 ”نہیں پیرو دارا! یہ اگلا تھا ہے۔ اس کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔“  
 ”تھارا مال تھا ہے اس لیے۔“ ہمیں واپس اپنے اپنے شہر رہا ہے۔ ہم

ادھر بیٹی میں میں رہنا چاہتے۔  
 "اپن کراپ تمھاری ہر بات کا اعتبار ہے۔ وہ جو کس میں بولا۔  
 "آج سے یہ آقا تمھارے۔" وہ بولوا میں کے پاس کیا ہے۔  
 "میں نے تمھارے لئے کیا ہے۔" وہ بولوا میں کے پاس کیا ہے۔

جھلنے آگے بڑھ کے اُسے پیچھے چھوڑ دیا۔ اُس نے کہا: تم یہاں کے بادشاہ جو تم یہیں رہو گے۔ آؤ، اند آؤ۔ مجھے تم سے

پہچانتا کرتی ہے۔  
 "چلو چلو" وہ نے غلاباؤں میں بولا، "جھل اُٹھ کے ساتھ اندر کسی  
 کمرے میں جیلنے لگا۔ پوچھتا ہے، "جھل اُٹھ، اور اپنے دوستوں پر ہنسنا۔  
 "میں جیسا کہ تم کو غلاباؤں پر ہنسنا۔ اس وقت جھل اُٹھ ہے۔ سلام تم لوگ کھانا کھا  
 کیا؟" وہ جھل اُٹھ سے دو دیاؤں پر ہنسنا۔ "میں نے کچھ کھاؤں۔ کچھ جھوت  
 کھاؤں۔ کچھ کھانا کھاؤں۔ کچھ کھانا کھاؤں۔ کچھ کھانا کھاؤں۔ کچھ کھانا کھاؤں۔

جمل اسے عیباً ہوا اُن کے کیا ان کے جانے ہی جیسا کہ ان کے  
 محال چو نہ لگا۔ پھر ان کے آدی میں جائے ساتھ بیٹھ گئے۔ اچھی میں ان کے  
 سے اُن کے جانے سے لپٹ گیا تھا۔ وہ سب میں ہیں ان میں کہ ہے تھے  
 لیکن میں کہہ اُس سے جو رہا تھا، فیصلہ کرنا، اس کے کہ میں ہی جو رہا تھا،

تھیں۔ ان کے چھ دوستوں نے اُنھیں گھر لے آئے۔ ان کے گھر پر ایک چھوٹی سی کھجور کی دھڑ تھی۔ چکی پر کھانے کے پیسے کے سالانہ کاسبانہ لگا دیا گیا۔ سب نے کھجور کا جیر بکول دیا۔ اس کا نظارہ کیا۔ وہ دو دہائی بہت میں میرا بھی لکھنے کے دو دہائی ایک دوسرے کی گردن میں جاتے والے ہوئے تھے۔ یہ بدولت خوش نفاذ تھا۔

[illegible]

کی بات سنوئے یہاں کا درست استاد مغل ہے اور یہ استادموہ ہے  
لہذا میرا جابے۔ اپن آج سے پائے کا سارا انتظام خلیل استاد کو دیتا ہے۔  
تم ملائی کہ کو ذرا کچھ ہوتا اگر کو ایجوکیشن

سب جرنی سے پرکھ کر دیکھ گئے۔ مجمع پر خاموشی چھا گئی لوگ  
کھنسنے لڑے کہ کس کا چہرہ پیچھے گئے۔ آج سے تم لوگ استاد جھیل اور  
استاد جامو اور استاد راجا کی بات سنئے گا۔ جریہ لوہیں لگا کرے گا۔ یہ پاؤ  
اب پر دھاک کی جگہ استاد راجا کا پاؤ لگا سکھے گا۔ لہٰذا یہ فیصلہ خود مشور  
ملکر کیا جائے گا۔

ہلے جہن دو راہا کا چلنا پڑا بالمشاق کا پڑا بھی ان پائے میں کیا  
 ہے سمجھا وہ حج کر لولا جس سالہ کر بڑا کر مرض پسند نہیں ہے وہ  
 طلق سے کلنی بولیاں ان بھی ایدہ ہی سے لگا پراساؤ غفلت کے وقت  
 کا انک انا کچھ شہرہ بالمشاق اور گھر گھر لے آکر اسے سننے

و اما کتب این چندین چوبیس کا اعداد ان کے پچھلے ان کی بات سے  
سے انکار کی کرو و سمجھا و بعد بارہ چالیہ و سب گنگ ہو گئے تھے کسی نے  
کوئی اعتراض نہیں کیا۔ یہ شخص کی بیشمار پرستگنیں پرستگنیں محروم ہو کر باقیوں  
میں کوئی حجب نہ ہو تھے یہ وہ صاحب الرائے تھے۔ ان کو زمانہ سیر کے

میں کوئی چیز نہیں ہے جس کی یہ کر پاپ ہو کر لوں گے اور پھر ادا کر سکتا ہوں۔  
 "مسب کچھ اس طرح ہے گا کہ کسی کام میں فرق نہیں آئے گا کیونکہ بات  
 جلدی پہلے کی ہے۔"

عجیل نے جانوادر چھیدہ کو وہیں چھوڑا۔ پھر مجمعہ اور سپرداد کو اپنے

ساتھ لے کے چل پڑا۔ بارش کی بجائے تیار کھڑی تھیں۔ ایک ایک گیس میں  
 بیٹھ بیٹھ دوسرے کا دیر پوری ٹکڑی خریدا واکس آؤٹ کے کھڑی بیٹھ گئے  
 جب ہم اپنے بارش پہنچے تو سوائے ساتھ چلنے والوں کے ماضیوں کو کچھ  
 کے لوگوں کی آنکھیں بھی کی چھٹی رہ گئیں۔ بارش میں کچھ دیر بیٹھا ہمارا  
 چھایا گئے تھیں۔ بے پروازت کے ساتھ چمکے ہوئے ساتھ ٹپا ٹپا خمدن کی

اگر خدا کے فرمانے پر یہ نہیں پڑتا تو اس کے دلوں کے لوگ فریب میں آجائے اور اسے مومن دھماکے اٹھایا جائے۔ یہ جو جہنم کے ان کی رائے ساز و کردار کی نمونہ کے کردہ

[illegible]

اعزیز دوست کے لیے ان کا ناشی خانہ بھی اپنے سے کمیت سے  
لوگ ہر طرح مشغول رہے۔ تو اسے بتایا کہ دن کی حالت اب کبھی  
بہتر نہ ہو سکتی ہے۔ خوش رہا ہے، اسی بات کو کہی گئی ہے کہ  
دو بیٹے بیان میں توڑی کے آئین کا جام ملے۔ مجھے اسی کی مثال  
جانے کونسی تیس ہوا۔ کچھ دیر پڑھے۔ میں بڑے جھلجھلاہٹے  
اور ہر حال میں خوش رہا۔ کچھ نکلا۔ کچھ نہ نکلا۔ ہر حال میں

اور میں ملک کے یہاں منت کیے تھے۔ گردن دوست لے کر دوسرے گئے۔  
بھریں بے چینی ہاں باقی تھی۔ میں موجود ہاں لوگوں کے کہوں پر  
اطمینان نہایاں جو۔ ہاں سے پیچھے بہت سے آدمی ملے تھے۔  
مادی اور دُعا بھی ہاں موجود تھے ہاں ٹرے ہاں کہنے کے لیے

معتدلے تاب غبار پر نہ سے یہاں بل پر شا اعلان دیر پڑا حجاب حجاز  
خٹکے کو اُس نے اپنا بائیری عکس گرائی جس نے دل ہے اس کے باوجود  
ہماتے ساتھ موجود ہے۔

جانتے ہیں سرسبز بنائے اس کے گلے کے دروں کی تعداد ہم میں  
 تھی، اندھا چھپانے پہلے پیر واپس چلا گیا اور اس کے کئی بھائی ہمارے  
 پاؤں میں رو گئے۔ رات بھوئی تو میں نے بھل کے کہنے پہلے پیش  
 نہ کیا، کہہ کر مسرت ہو کر گئے۔ گھر میں نہ رہا، گھر میں نہ رہا۔

بندی ہوئی کہ یہ ایک اعلیٰ گھر ہیں ماؤں کا۔ اس نے نئی بات سنی  
 ان سنی کر دی۔ اس رات وہ خود بچے اپنے ساتھ گھر لے گیا اور  
 دُعا بھی پڑھا۔ سب کو دے۔ یہ خیال تھا کہ تھیں رات بھر اکڑے گا  
 کہیں جس کے پاس کھڑی ہو گا۔ وہ گھر پر ہوا۔ یہ سنا کہ کلاس چلا گیا۔

میں نے کوئیر کے ہاں ہی چھوڑ دیا کیسی عجیب بات تھی اس حالت میں وہ مجھے گھر میں آکر رہنے کے لیے کہتا تھا۔ میں نے وارنٹ کے گھر سے نکلنے کی بجائے گھر کے اندر ہی ہندو قدم تلکے واپس آگیا۔

251



شہر کے دور دراز علاقوں تک پہنچ کر ایک کھنڈی میں اتر کر بیٹھ گئے۔  
 آگے بڑھ کر وہ جھیل کے کنارے پہنچ گئے۔ وہاں ایک کھنڈی میں اتر کر بیٹھ گئے۔  
 دوسرے لوگوں کی طرح میں یہ سب کچھ ایک تاشے کی طرح دیکھتا رہا۔  
 میں پھر کئی بار دہرات نہیں ہوئی۔ دوسرے ہی دن تیراڑی کے چہرے  
 آدمی ٹوٹ کے پیر کے پاؤں میں شامل ہو گئے۔ یعنی اس پاؤں میں چھاپ  
 میرا نام سے موس تھا۔ ان کا ہمت اختیار سے بے خوف تھا۔ یہاں تک کہ  
 سے پورے ہی ہرٹ گئی۔ اب جھیل کا زیادہ وقت پیر کے آگے پرگور  
 تھا کہ اپنے اور جہاں کو بھی اور کبھی اور دھڑلے پرگور کرتے جاتے تھے۔  
 نے کئی بار ان سے کچھ پوچھنے کی کوشش کی مگر انھوں نے کوئی خاص  
 بات نہیں بتائی۔ جھیل جب کوئی بات بتانا پسند نہیں کرتا تھا تو پھر کوئی  
 بھی اس سے کچھ پوچھ نہیں سکتا تھا۔ وہ پیر کے آگے میں بیٹھ ہوا ایسا  
 لگتا تھا جیسے وہاں کا پرانا آدمی پروا نہ کرے گا اور ہمیں میں منتقل ہو گیا۔  
 پیر نے اس کے لیے یہاں بھی تھے کا انتظار کر دیا تھا۔ وہ ٹوکھا اس کے  
 ساتھ ہی رہتا تھا مگر جھیل کی کسی بات پر زبان نہیں کھولتا تھا۔ بس  
 سکراتا رہتا تھا اور جھیل کو احاطہ دیتے ہوئے دیکھتا رہتا تھا۔ وہ تیراڑوں  
 ہی تھا کہ میرا کھانا پکانا لبریز ہو گیا۔ کچھ تھناتی تو میں نے بھی کچھ ساتھ  
 جھیل سے پوچھا۔ آخر تم کیا چاہتے ہو؟  
 ”جو تو چاہتا ہے۔ وہ ہنس کے بولا۔  
 ”لیکن تم کیا کر رہے ہو؟“ میں نے ملازمی سے کہا۔  
 ”کیا تیری بیوی کچھ نہیں آ رہی ہے؟“ وہ نرمی سے بولا۔  
 ”تم نے قطع ضرور بنایا ہے مگر۔۔۔۔۔۔“  
 ”پسے قطع نہ لینا اور چاہتا ہوں تاشے لاؤں۔ تو ہی تو کہتا تھا کہ  
 تیراڑی بہت بڑا کشتاہ ہے۔ آدمی بھی اس کے پاس ہے۔ ہر طرف  
 اس کے آدمی پھیلے ہوئے ہیں اور اسے کسی بات میں کوئی تاج نہیں ہے۔  
 تو نے اس کے متعلق بہت سی باتیں بتائی تھیں۔ بڑے استاد کے لیے  
 انتظار بھی کرنا پڑتا ہے۔ کام مناسب طریقے سے ہونا چاہیے۔  
 اپنی بھی عزت کی بات ہے لاؤں۔ اور پھر تھے جلدی بھی ہے۔ میرا  
 بھی اس شہر میں دم گھٹ رہا ہے۔“  
 ”میں تم سے کیا پوچھ رہا ہوں؟“ میں نے ناگوار ہی سے کہا۔  
 ”ابھی میں تجھے کیا جواب دوں سے؟“  
 ”کچھ کچھ بھی بتاؤ۔“  
 ”سب کچھ تیرے سامنے ہے۔“  
 وہ اسی طرح کی باتیں کرتا رہا۔ آخر میں نے تنگ آ کے اس کے  
 بات کرنا ہی بند کر دیا۔ جہاں وہ پیر بھی وہاں آگے تھے۔ جوتے جوتے  
 ایک ہفتہ گزر گیا۔ جھیل اور جہاں پیر کے علاقے میں مع وٹا گشت کرتے  
 تھے۔ علاقہ بڑا انجان تھا۔ وہاں پہلے پہل جاتے کبھی پیر ان کے ساتھ ہوتا،

کبھی وہ تنہا ہوتا۔ سات گئے جھیل کے گھر وہاں پہنچ دیتا۔ تینوں ہاتھوں  
 میں تیرے موٹی گرہری ہانی ہاتی تھی۔ عجیب عجیب کامنیاں مشہور ہو گئیں۔  
 کوئی کچھ نہ تھا، کوئی کچھ نہ تھا۔ جھیل شاید کسی کسی وقت آدا کرنا ہو۔  
 میں صبح آتا تو اس کی انھیں مرغ دیکھتا۔ وہ لہجہ دارت پھر لگتا رہتا  
 تھا۔ کئی بار میرے ہی میں آئی کہ اس سے کون تم اپنی کشتی کا خیال  
 رکھو اور پھر تم ایک ایسی جگہ بیٹھے ہو کہ کسی وقت بھی کوئی نہ پھر  
 ملازم ہو سکتا ہے۔ مجھے اس سے کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ تینوں  
 پاؤں کے آدمی اس کے اشارہ کے منتظر نہ تھے۔ ہر وقت جوتے  
 بازی اور زرد آرمائی کی شقیں مادی رہتی تھیں۔ چاقو میں کانٹے  
 کا پتھر بہت رہا تھا۔ وہ پیر کے آگے کے زرد اور دل سے زرد  
 آرمائی کرتا رہتا تھا اور سب کو دنگ کر دیتا تھا۔ جھیل موجود ہوتا تو وہ  
 کانٹے کے سامنے نہ آتا پھر جانا۔ کانٹے اس پر چاقو کے کچھ پتے  
 اور مختلف واؤ آرمائی جھیل خود کو بچاتا رہتا تھا۔ آخر کانٹے کے پتوں  
 سے چاقو چھین لیا۔ پیر کا خاص آدمی ماہی اب جھیل کے گرد بھرا  
 رہتا اور جب بھی موقع ملتا اس کے پاؤں دبا دے گا۔ پاؤں کے کدو  
 لوگوں کا حال بھی یہی تھا۔  
 دسویں دن رات کو فلاح توقع جھیل نے مجھ سے گھر مانگ لیے  
 احوال دینا کیا۔ جہاں وہ کانٹے پر سے غائب تھے۔ آگے سے سکون  
 چھاپا ہوا تھا۔ پیر کے لیے جھیل نظر آ رہا تھا۔ جھیل کے کچھ پتے  
 ”تشریف کی کوئی علامت نہیں تھی۔ اب تم کلنے کا ارادہ کب کر گے  
 پیر وادار؟“ جھیل کی آواز گونجی۔  
 ”جھیل جہاں ایسے ہی ٹیم ملا۔ ایم اور جہاں گیس کا پیر جھیل  
 کے بولا۔ پاپن ابھی تم کو جانے نہیں دیں گا۔“  
 ”مجھے بہت دیر ہو گئی ہے۔ پیر وادار! تم نے جلدی بات کہ  
 فی میں رسالے یاد رکھوں گا۔“ جھیل نے علامت سے کہا۔  
 ”شرمندہ ہو کر جھیل جہاں!“ پیر نے جھیل کے ہاتھ پکڑ لیے۔  
 ”کبھی کسی بات کی ضرورت ہو تو پھر ہم کو کھانا۔“  
 ”اپن کا جی کرنا ہے کہ سب کچھ چھوڑ کے تھنا۔ ساتھ چلے۔“  
 ”نہیں پیر وادار! ہم کو ہمیں میں بہت کام کرنا ہے۔“  
 میں جیڑی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ یہاں معلوم ہوا تھا  
 جیسے جھیل کبھی دیر بعد دروازے پر ملا ہے۔ اس کی آواز جھیل کوئی تھی  
 اور انھیں جہاں تھیں۔ وہ ہاتھ پیر سے کر رہا تھا اور زرد سے  
 بال بیکے توجہ رہا تھا۔ گھنٹوں گزرتے وہ اور حراہر کے ہاتھیں کھینچتے۔  
 کچھ کچھ جھیل جہاں آواز دہرا جھیل میری لوگوں میں خون کا دوران تیز  
 ہو گیا تھا۔

”دیر ہو گئی۔“ ایک ایک پیر نے غصا رہا ہے۔  
 ”جھیل نے نہ بنایا۔“ راتے میں ہوں گے۔  
 ابھی اس شہر کی ساری ساری تھی کہ ماہر گاؤں کا شہر اچھا۔  
 وہ نے تواری سے جھیل کو کچھ۔ جھیل نے گزرتے میں اور چند لمحے کے لیے  
 انھیں بند کر دیا۔ باہر سے کھٹ پٹ کی آوازیں تھیں۔ تیرے تیرے چہرے  
 داتے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میری نگاہیں وہاں سے پڑ گئیں۔  
 ”جھیل کئی پیر کے دروازے پر پورے تھے۔ میری انھیں دھندلا گئیں۔ میں  
 جھیل کے دروازے کی جانب بھاگا کہ کانٹے اور جہاں موعون میں  
 تھے۔ اس کے کپڑے لال ہو گئے تھے لیکن وہ دونوں اپنے قدموں سے  
 فرش پر کھڑے تھے۔ کانٹے کی پیشانی اور کتبی سے خون بہا رہا تھا۔  
 جہاں کا سارا دار و مدار پیر کا تھا۔ ان دونوں کے درمیان اپنے فداوار  
 کے لیے ہم کا ایک زخمی شخص موجود تھا۔ وہ نہایت پھر اہوار اور  
 سخت شعلہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے نہیں پہچانا۔ جہاں اور کانٹے  
 لیے آگے آگے ان تینوں کے پیچھے ایک پیر تھا۔ کئی آدمی زخمی  
 تھے۔ زور دیا تھا، جھیل جہاں تھا، ملازمی جہاں تھا، ہاتھوں کے پاؤں کے بھی  
 ہر گز تھے۔ ابھی میں تھا اور پیر کے پاؤں کے کئی آدمی بھی تھے۔  
 ”جھیل جہاں! اور پیر کے لیے نہ رکھو۔“ جہاں نے بھارتی ہوئی آواز  
 کی کہ میں اسے زور سے آیا ہوں۔“  
 ”جہاں! ابھی تھیں تھی کہ تو حال ہاتھ دیاں نہیں آگے کا۔“ جھیل نے  
 اسے بڑھ کر آگے لے لیا۔  
 ”میں نے کانٹے کو زور سے پکڑ لیا۔ کانٹے اب کیلے؟“ میں نے  
 جھیل سے کہا۔ ”تم لوگ کہاں سے آ رہے ہو؟“  
 ”ہم تیراڑی کو لینے گئے تھے لاؤں۔“ اس نے سروا کے پیری  
 تیراڑی پر پورے ملے کا پاڑہ چاقوں طرف سے گھیر لیا تھا۔ ایک آدمی کو  
 گھاس کی گلی سے پھینک دیا۔ پیر کے پاشیں بکھری پڑی ہیں۔ پیر  
 کے لیے آئے ہیں۔ پیر وادار کا حرام کے جننے۔ کانٹے نے زمین پر  
 گھس دیا۔ اس کے تنوک میں خون ملا ہوا تھا۔  
 ”جھیل خورے تیراڑی کا پیر وادار پکڑ لیا۔ تیراڑی بھی اس کی  
 انھوں میں انھیں ڈالے کھانا۔“ جھیل پیر کا پاڑہ پیر کے اپنی نشست  
 پر گھس گیا۔ لاؤں! اس نے ملے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ کانٹے سے سنبھال  
 کر تیراڑی کی طرف اشارہ کیا۔  
 میں نے چاقو نکال لیا۔ میری نظروں میں کشتی جہاں کا پتھر میں  
 جہاں جہاں گھوم گیا۔ میں اس کی بوٹی بوٹی دیکھنے کے لیے آگے بھاگا۔ جھیل  
 ہاتھ پکڑ کر مجھے رک لیا۔ تیراڑی کوئی آخری خواہش ہو تو میرا یہ کہ  
 ”جھیل نے میرے لیے ایک کہا۔“  
 ”ایک ہی آخری خواہش ہے۔ دادا! اپن کا ایک چاقو دے دو اپن



پیسے کی طرح چھوڑیں۔

تیراؤنی نے ہندو کی طرح اگے پیچھے اچھلنے کودنے ہمارے سب سے پہلے  
سیرگولے کو نشانہ بنانا چاہیے اب جمع کار کوئی بخش نہیں تھا اور نہ  
دنیا کی خبر تھی میرے سامنے تو بس تیراؤنی تھا۔ میں اس کی پچھڑی تو تاریل  
اس پچھڑی میں ایک تھوڑی سی تنہا ملا کر یہ محفل کا موقع نہیں تھا۔ وہ پہلے  
امان زمین وار کر رہا تھا اور میں نے تنہا انداز میں بیٹھ لیا تھا۔ دو ایک بار میں  
مجھ سے اپنے چاقو کی زد پر لایا لیکن وہ اپنا سیرم مانت گیا لیکن اگر نگاہ مخافت  
کے چاقو کی پائندہ کردی جائے کہ بدھ بدھ جاتو جائے اور نگاہ میں اس کے جلوے  
تو مخافت کا وارڈ مٹا نا کام ہو جاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جسم میں نگاہ کا  
پائندہ ہو۔

تہاڑی نے دوسرے دن داربیسے سینے پر کیا۔ دارانہا یہ موقع  
اوپر سے ساختہ تھا کہ میرے پاس اپنی جگہ سے ہلنے کا وقت بھی نہیں مل  
تا۔ اگر میں برق رفتاری سے اس کا بڑھا ہوا پاؤں لپٹنے کا تو یہ روکتا تو  
بکھر جی ہو سکتا تھا۔ جیسے ہی میں نے اسے دکھا میرے ذہن میں فوراً ایک  
خیال شعلہ کے مانند لپکا۔ میں نے پاؤں پر زور فرما دیا کچھ دیر چائناہم  
کسی قدر پیچھے کر کے ایک جھگے سے ہاتھ نیچے کر لیا۔ اس جھگے سے میر  
پاؤں نیچے گر گئی تھی۔ میں نے اسے دانستہ گرایا تھا۔ تہاڑی سمجھا کہ میں  
نکس ہاتھ ہو گیا ہوں مگر اب تہاڑی اس کا پیسہ نیچے کی گرفت  
میں تھی۔ یہ ایک خطرناک قدم تھا۔ میرے ہاتھ سے پاؤں گرنے کی وجہ سے  
تہاڑی سخت برہم ہو گیا تھا۔ اس نے میری گرفت سے کلائی پھڑکانے  
کے لیے دوپٹے کو پکڑ لیا۔ مجھے دیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ یہی کرے گا لیکن  
میں اپنا جسم ڈھیلے کر کے اس کا ہاتھ پکڑنے سے منہ نیچے پھیر لیا تھا۔ کچھ  
اس طرح کہ میرے جسم کا سارا وزن تہاڑی کے ہاتھ پر آ گیا تھا۔ یہ دباؤ  
برداشت کرنا اس کے لیے سخت اذیت ناک ہو گیا۔ میں نے اس کا ہاتھ نہیں  
چھوڑا۔ ظاہر ہے اس کے تالان کے ساتھ اس کی سمجھ بھی عجوبہ تھی۔ وہ  
مجھ سے اس راؤ کی توقع نہیں کرتا ہو گا۔ لیکن جج کتنا عکاس بہت سے داؤ  
موقع پر بخود بخود غلین ہو جاتے ہیں۔ تہاڑی اب میری گردن اور منہ پر بھی  
مضبوط لگا سکتا تھا۔ میں اپنے گھٹنوں کے بل فرش پر تقریباً جھک گیا تھا۔  
میں نے جھکے ہوئے اسے بھی ٹھکنے پر مجبور ہونا پڑا اور برنٹا ہٹایا اسے  
کوئی مناسب ضرب لگانے کے لیے کچھ مہم چاہنا۔ اس نے اچھا کیا۔ میں نے  
کچھ اور جج لکھا تھا۔ اس کا جھکاؤ لازماً کسی ہاتھ کی سمت ہو سکتا تھا  
ہاتھ سے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ وہ میرے بائیں شانہ تک جھک  
آیا۔ اس چند لمحوں میں میں نے اپنا جسم اوپر سے میری پری طرح قابو کر  
لیے تھے۔ جیسے ہی اس کا جسم میرے رخانے سے محروم ہوا۔ میں نے تھوڑی  
سے اپنے جسم کو جنبش دی اور تمام حرکات سے شاد کسی نہاد پر کر کے  
اس کا ہاتھ کھینچ لیا۔ وہ ایک نالے سے گزرتا ہوا رخس پر پست گر گیا۔

254

اس جھوک میں چاتو اس کے ہاتھ میں تانم رہتا تو مجھے اس کی قسرت  
خطا میں سمان کر دینا چاہیے تھیں۔ میری توقع کے مطابق چاتو کو اس  
نیپے گرا۔ ہنسی چھٹنے کی آواز آئی۔ وہ دوسرے کراہ میں نہلے چھوڑ  
اُس کا چاتو اٹھایا۔ ابھی میرا ہاتھ اٹھایا تھا کہ جھل چھینے لگا۔ ستر  
نہیں ڈرا۔ میرے ہاتھ اٹھا کا اٹھا ہوا تھا۔ اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے  
بے لے پگھلے اُس نے چاتو سے ہاتھ سے چھین لیا۔ جیل میں  
اُس نے مجھے دُور دھکیل دیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ میرے  
پہنچنا۔ تیار ہی کی کرب ناک بیچے سے کوہ راہ گریعت ایک لے  
جھل اُس کے جسم سے مٹ گیا۔ اس نے اپنی بندھنی سے لڑائی لڑائی  
میں نے ہاتھ پھیلا دیا۔ میرے ہاتھ میں تیار ہی کی کرب ناک تھی۔  
میں نے پٹ کے حیران آنکھوں سے تیار ہی کی کرب ناک دیکھ  
دونوں ہاتھوں سے چوڑے پائے میں زارش پڑے  
رہا تھا۔ اُس کی کرب ناک میری جھلی پر کبھی تھی اور جھل سے  
کھلا تھا۔ مجھے چتر سا نہ لگا۔ وہ میں بے اختیار اُس کے گلے سے  
گیا کہ میں تیار ہی کی کرب ناک کے سامنے کی آواز نہیں کی تو جھل  
کھل چلا۔ کئی گھنٹوں نے دوڑ کے ہیں ہر طرف سے گھر لے لے  
آگے پڑے۔ اُس نے ہم دونوں کو ایک ساتھ اپنے ہاتھوں میں  
کی کوشش کی۔ جھل نے مجھے چھوڑ کے اُس کے گلے لگا لیا۔ ہاتھوں  
نے مجھے زور سے اپنی طرف کھینچ لیا اور ایک گال ہونے لگا۔  
ایک دوسرے کو دھکے لگا دیے۔ اُس نے آواز اور ہم سے پٹ  
کسی نے جھل کا شانہ کسی نے اُس کا گڑا۔ کسی نے اُس کی پٹیل  
رکھی تھیں۔ یہ دودھ جھل کی گردن میں بیٹھ اُس کے گلے لگا تھا اور  
دباؤ ہاتھ لگ کر وہ ہلکے اطراف سے تھیں بٹھے پڑے۔  
ہاتھ کا تھوڑا چھید لگا۔ مایوسی اور دوسرے  
سے منہ پر کے غم اور اپنے سے تو تر تھے۔ میرے دوسرے  
کولی کیل کے آئینے ہیں۔ ہنڈیوں میں کولی اس طرح حرکت کرتے  
دوسرے ہوئے اور اب میں اُس کے غم کا ہوتے ہے چھوڑ جھل  
ہاتھ بند کر کے انھیں خاکوش ہو جانے اور دوسرے کے قلعین  
کر کے کا شوریہ قدم ہوا۔ جھل اور اُس کی آواز میں ابھی کو بکا رہا تھا۔  
بھڑکا تھا ہوا اس کے پاس پینٹا جھل نے مضطرب مجھے میں اُس  
پوچھا۔ گنتی کر لی ہے؟

ابھی جواب دینے میں تامل ہوا تھا۔ جھل کی بات اُس کی  
میں نہیں آئی تھی۔ تب ٹھیک ہے جھل جانی آ مایوسی کے  
جاسوئے آسٹن سے جواب دیا۔  
"کسی کو بھول تو نہیں آئے؟"

"اے کاکھا ادھی موجود ہے۔ مایوسی نہ ہونے لگا۔"

ہوا پر ہونے کو ہے۔ بھلنے نے ناگوار سی سے کہا یہ کیا ان کے  
 صبح آؤ گے؟ بھلنے کا افتادہ واضح طور پر لپس کی جانب  
 میں میں جھانپت سی بننے لگی۔ وہ اسٹارڈن کا بچہ کھر  
 بھلنے نے پھر سے بونے لیے میں پوچھا۔ مانی بڑی پیٹھ  
 بھلنے کی آواز پر وہ اچھل کے ملنے آیا اور میرے کاس  
 ڈاؤن کیا اس کا ایاں بازو عن میں نہایا ہوا تھا۔ بھلنے  
 کے اس کا ہاتھ پوچھا کے چھوڑ دیا۔ مانی کی سسکل بھل  
 بڑی بھلنے نے اس کی کرپ چسکی دی۔ مانی پنا سر اس کی  
 گڑنے لگا۔ مانیہ جب کے سر ہم پر کی۔ بھلنے نے اس کا  
 ہاں ایک چپت رسید کیا مانی پر دیا گئی طاری برنگی وہ بھل  
 کی بھل کے اشارے پر بڑھنے لے آٹھا یا اور مل کر بھل  
 ہوا کے باہر نکل گیا۔ دوسرے ہی بھلنے نے سب کو نشتر  
 کی کرنے اور کپڑے ہٹنے کا حکم دیا۔ گن دو گن کے دھم گم  
 پہلے ہی سر مٹنے میں بیچ دیا گیا تھا۔ پڑے کے اڑے کی  
 سی بڑی تھی یہاں بہت سے آدمی مشغول تھے تھے اور ہر  
 اور وہ تھا۔ پڑی باتوں سے اعزاء ہوا کر رئیس سے نشتر کے لیے  
 تندی کی گئی تھی۔ یہاں تک کہ کچاس ساٹھ آدمیوں کے کپڑے  
 ہی بھی دکھا گیا تھا۔ گن آدمیوں کے دھم بھرے میں دیکھیں  
 کے لیے مٹے کی خفیہ گولوں کا تین میں کرنا گیا تھا۔ پڑوانی  
 پہلے دو کے ساتھیوں کو کچھ پر عزم نہا تھا۔ تھوڑی دیر میں  
 ہوا کاتے اور چپ کے علاوہ ایک سے برائی کر وہ خالی ہو  
 کے ہوا چل ایک اور آدمی بھی موجود تھا۔ تھوڑی دیر میں  
 ہوا تھوڑے سے بٹھایے تھے اس کا چہرہ لولہاں تھا۔ اس  
 کے ستار۔ پیرنے تجاویز کو گھمے تھے دشت سے پوچھا۔  
 کا کیا کرنا پڑتا۔ اس کا فیصلہ کر رہا ہے۔  
 ہے۔ اس ستار۔ بھل جانے! پیروئے زب سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔  
 کھ تھوڑی کی ٹوٹی ہوئی آواز کرے میں ابھی۔ اپنی کو ایک  
 دہ دہانی اعجاز میں ہوا۔  
 پوچھو تو سے دیا گیا تھا۔ پیروئے نے کھ دیا۔ اب پھر تھے ہاتھ  
 پھوٹاں کا غلط استعمال کرے گا۔ چاقو تو وہ دونوں پر اٹھنے  
 ہے تجاویز! اپنے آپ پہ اٹھانے بونے اچھا نہیں لگت۔  
 اب بار اپنی شکل تو دیکھ لے۔  
 حق نہیں۔ تجاویز دو دو کرب سے چھینے لگا۔  
 ہوا ڈولے اٹھیک ہے نا؟ دو گھر سے غائب ہو کر لا۔  
 کہ ہے میں نے ڈوبی ہوئی آواز میں جواب دیا۔  
 ملے جانے دیا سامنے کمر، پرو دوا۔

و مگر..... مگر جھل! جھل جھل! پیر پیر سے ایک ایک کلمہ کے ساتھ  
 "تو اسے کچھ دن اپنے پاس رکھنا ہوا تو رکھ کر اس کا زہن مریا  
 تو اسے چھوڑ دینا اب اپنے کاغذ پر بھیج جائے گا ہوا اسے ملنے  
 سے اٹھلے اور تو بھی اپنا ملکہ ذرا تھیک کر کے آ۔ بڑی کرتہ جھل جھل  
 کے ہوا۔

ہامو نے بڑھ کے تیراوی کی ایک پھلکے سے کرا کرا مگر وہ اُس پر  
 اپنی گرفت قائم نہ کر سکے۔ تیراوی نے زمین پر چڑا ہوا پیرا تو فکاک لیا تھا۔  
 اُس نے اسے اٹھا لیا مگر وہ اپنے سینے میں پر سیت نہیں کر پایا کیونکہ  
 کانٹے سے بھلی کی طرح ایک کے اُس کا اٹھا ہوا ساتھ دھلن ہی میں پڑا  
 لیا اور دس رات سے اُس کے بڑے پر مکتا مارا۔ تیراوی اپنے اپنے اسیان  
 کھوجکا تھا اور اب وہ کسی ایک آدمی کے بس کا نہیں رہا تھا۔ اس لیے  
 ہامو کو پھر اس کے نزدیک مانا چڑا۔ اس نے اُس کی گردن میں اپنے بازو لٹ  
 کے اسے دوبارہ قابو میں کیا۔ اس اثنائ میں کانٹے اُس سے ہاتھ پیر  
 میری طرف اٹھال چکا تھا۔ ہامو اور کانٹے تیراوی کی کھینٹے ہوئے ہارے  
 جانے لگے مگر جھل کی آواز نے اُن کے قدم رک لیے۔ ہامو اسٹاپ!"

جھل نے گری سانس بھرتے ہوئے کہا۔ اس حوالہ کی اولاد پر سٹش لے  
 تیراوی دینا کہ ہاتھ کے ساتھ ساتھ آنکھ کی دھند بھی تیز کرنا پڑتی ہے۔ ہارے  
 بل دینا کہ غنڈے کی آنکھ کھل جوبانے تیرا تو بھی جینا پڑا اور اس  
 اس سونے کے پتے کی بھی بل دینا کہ اچھا آدمی کبھی اس کیلین پوتا سب  
 اب اسے لے جا۔ لے جا۔ پیر پیر نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر  
 اُس کی زبان بند کی۔

اُن کے جانے کے بعد کچھ دیر کے لیے کوسے پر سٹش چھا گیا۔ فز  
 پر غنم کے دھتے پڑے پڑے تھے۔ میری غمی میں ابھی کہ تیراوی کی  
 ناک دہنی ہوئی تھی۔ پیرا دادا ہم دونوں کے ہاتھ تھامے ڈبانا ہوا میں  
 دوسرے کوسے میں لے گیا۔

ہم کوئی آدھے گھنٹے بعد من ہاتھ دھو کر اور سیٹ بل کے آئی  
 کے سب بلے ہال بیسے کوسے میں آئے۔ ہاں پہلے سے کئی آدمی موجود  
 تھے۔ وہ ریان میں سارا دیکھا ہوا تھا اور جانے کی خواہش جھل پوتی تھی۔  
 جینوں کو گلاس میں بغیر دھک چائے پریش کی گئی۔ اس دوران میں  
 وہاں کچھ اور لوگ بھی آگئے۔ ہماری طرح سب نے اپنے بلے دوست  
 کر لیے تھے۔ کوئی دس منٹ بعد ہامو اور کانٹے ایک ساتھ زورار جوئے  
 جھل نے انھیں اپنے پاس ہی بٹھالیا۔ ہامو نے ایک ڈبلا ڈھکا لاکڑا  
 بین کھا تھا کہ کرتے کی ایک آستین پھول ہوئی تھی۔ صاف نظر آتا تھا کہ ان  
 کے نیچے کلائی پتھریں سے پیش ہوئی ہے۔ کانٹے کی چٹائی اور کانٹوں پر  
 ہاتھ رکھ کر دیکھو۔



تھے سے شہر کی ملک بھی ایک بچی بندھی ہوئی تھی۔ دونوں کے چہرے پر ناشتہ نمایاں تھی۔ بچی کے ہاں کانٹے کے بال سیلتے سے کڑھے ہوتے تھے۔ تنگ لباس میں اس کا چہرہ سینہ کچھ اور چڑا ہو گیا تھا۔ بیرو دارا جیل کے کان میں کچھ کے کڑھے ہاں بیٹا گیا تھا۔ مامور کانٹے نے چائے ختم ہی کی تھی کہ جیل نے مجھے شو کا مارا اور نرم آواز میں بتایا کہ میں مامور کانٹے کو ساتھ لے کے جلد از جلد گھر روانہ ہو جاؤں۔ وہ دونوں ہنسنے لگے۔ میں سمجھتا تھا، وہ انکار کریں گے کیونکہ یہ جیل گھر جانے کا نہیں تھا لیکن وہ دونوں کس کس کے دنگے۔ میں نے ملٹی اور دوسرے لوگوں کو دیکھ کر کہا کہ مارا جا یا مارا جھٹلے نہ مارا نہ دنگا نہ مارا نہ مارا۔ تاکہ کی کہ میں مامور کانٹے کو گھر ہی رکھ دوں۔ اس تاکید کے بعد جیل رجسٹر کی گنجائش نہیں تھی۔ مجھے جیل کا مطلب سمجھنے میں دیر نہیں لگی۔ اچھا! جہاں جاتا اور میرا دشمنی پھیلنے سے پہلے گھر پہنچ سکتے تھے۔ اور تم؟ میں نے منشر بلے میں جھل سے پوچھا۔ میں پر وعدوں کے ساتھ رہوں گا۔ وہ درشتی سے بولا۔

میرے کچھ کٹے پہلے ہی مامور کانٹے آگئے۔ نتیجہ مجھے بھی ان کے ساتھ آگنا پڑا۔ اب رو تیار کھڑی تھی۔ ہم نہیں جھل نشست پر بیٹھ گئے۔ کانٹے نے اپنا سر سے کتہ پر ڈھکا دیا تھا۔ بیرو مارا جیل کا تھوڑا کچھ اور میں نے ان سے کچھ پوچھا۔ ان کا بیٹا تھا۔ سات دسے خاموشی رہی پھر گھر سے نکلے۔ فاصلے پر پہنچے گاؤں کی رکوادی مجھے اس احتیاط کا اچھا لگا تھا۔ ہم پہلے دسے دسوں سے اندھیرے میں گزرتے ہوئے چند منٹ میں گھر پہنچ گئے۔ دروازہ پہلی ہی دنگ پر کھول دیا گیا۔ جیل میں سے کھڑی تھی۔ ہم تین تیزی سے اندر داخل ہو گئے۔ میں نے دروازہ بند کر کے چٹائی چڑھا دی۔ ڈرائنگ روم میں جیل لیمرپ روشن تھا۔ ایک کتاب فرس پر رکھی ہوئی تھی، باقی کتابیں صوفے پر بچھری ہوئی تھیں۔ جیل میں نے جلدی اپنا لباس درست کیا۔ وہ سرنگ سے ایک کونے میں سرٹ گئی تھی۔ تمام اب تک ماباگ رہی ہو؟ میں نے اس کی حیرت اور پریشانی کم کرنے کے لیے نرمی سے پوچھا۔ اس کی کلیں پٹیں پٹانے لگیں اور اس نے تیزی سے سگون بٹائی۔

مامور کانٹے عھا آگیا کہ میں نے تمہیں آواز میں کہا۔ ہر جگہ لیے کوئی تکلیف مت کرنا۔ کانٹے درمیان میں بولا۔

یہ کیا ہو گیا؟ وہ کانٹے کی پیشیں کی طرف اٹھی اٹھ کے دہشت سے بولی۔ جیل عھا کی گمان ہیں؟

وہ بھی جلدی آجائیں گے۔ ڈراموں سا جھگڑا ہو گیا تھا۔ کانٹے اور مامور جہاں کچھ چہرے آئی ہیں۔ انھیں آرام کی ضرورت ہے۔ دودھ ہلو کر کے انھیں پلا دو۔

دودھ والا میں آتا ہوں ہر گز۔ اس کی آواز لرز رہی تھی۔

میں بازار سے دودھ لے آتا ہوں تم اس کے لیے رستوں کا انتظام کرو۔ مامور کانٹے نے منع کیا لیکن جیل میں جاکر ہونی باہر بیٹا خانے سے دودھ کا برتن لے آئی میں ان دونوں کو روک دیا۔ جیل کے کمرے میں ایک دودھ کی ڈوکان پر جانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ دودھ اللہ راستے میں مل گیا۔ جب میں ہاٹیں لایا تو مامور کانٹے سب کمرے میں جا چکے تھے۔ جیل میں نے اتنی دیر میں دونوں کے لیے رستوں کا انتظام کر دیا تھا۔ چسپا بھی جاگ گئی تھی۔ میں نے کانٹے کا لباس بدلوا دیا اور اس کے پاس بیٹھ کے اس کا سر ڈال دیا۔ صبح کی روشنی آگیا کہ ہر جی تھی۔ ہاٹوں نے انھیں سچائی تھیں۔ جیل میں آج آہٹ پر وہ دونوں بچاؤ کھانے کے بیٹھ گئے۔ جیل میں دودھ کے ساتھ تھیں اور لکڑیوں سے بھری ہوئی کشتی ساتھ لائی تھی۔ دودھ پیتے ہی ہاٹوں نے مجھے بھی اپنے ساتھ سونے کا شر فرمایا۔ میں تھوڑی دیر بعد آنے کا ہمارا کمرے باہر گیا۔ میرے سر پر کوئی نرم نہیں تھا۔ وہ زیری انھیں ان کی طرح پر ہول نہیں۔ ڈرائنگ روم میں جیل میں بھٹے طرح طرح کے سوال کرتے گئے۔ میں نے تیراوی کی ایک کافہ میں لیبٹ کے جیب میں دکھائی تھی۔ سوچا تھا، اسے کھانا گا تو وہ ڈر جائے گی اور جب اسے معلوم ہوگا کہ اس کی ہانگ ہے تو اس کی حالت قابل دید ہوگی۔ وہ کشتی تھی کہ اپنے سے زیادہ باقر قی تھی۔ یہ مکان میں اسے کشتی تھی ہی نے دلا تھا۔ اس نے ہر کمرے میں ان کی تصویر سجا دی تھی۔ تیراوی کی ایک بیری جیب میں پڑی، یہی اور میں اسے ادھر ادھر کی باتوں میں بدلنا۔ لیکن خود میری زبان ہلک رہی تھی اور اسے سب سے اونچے میدانے لفظ کل ہے تھے۔ میں نے اسے مامور کانٹے کا خیال کھینچنے کی ہدایت کی اور کہا کہ ان کا کوہ بند ہے اور پڑھیں ان کی نظریں ان پر نہ پڑیں تو ہنسے۔ بعد میں مجھے احساس ہوا کہ میں ایسی باتیں کر کے خود اپنی ہی بولی تھی۔ تیراوی کی نفی کر رہا ہوں۔ اس کی آنکھوں کی بے چینی اور بڑھتی ہوئی۔ میں نے اپنے ہونٹ بند کرنے کی کوشش کی تو میری خاموشی سے وہ اور پریشان ہو گئی۔ حالانکہ اندھے کی کوئی بات نہیں تھی۔ جیل نے انھیں بعض احتیاط گھڑیج دیا تھا کہ وہ آرام بھی کر لیں گے اور اس وقت پر پولیس کے آنے کے بعد کوئی الجھن بھی پیدا نہیں ہوگی۔ دوسرے زخمی لوگوں کی طرح جیل انھیں کسی اور جگہ بھی بھیج سکتا تھا اگر گزیرا وہ نشوونگ کی بات ہوتی تو وہ انھیں کسی بھی گاؤں سے روانہ کر سکتا تھا۔ جیسی دیر میں پولیس نہیں تھی کوئی وہ کسی اور شہر میں گھوم رہے ہوتے۔

کانٹے کا سر ہلاتے ہوئے مجھے اس سے چند ہی باتیں کرنے کا موقع ملا تھا۔ ان کے ساتھ شکر کے قریب منتخب آدمی تھے۔ وہ آدمی رات کو نہ سنے کے بعد تیراوی کے اٹکے کے اطراف پھیل گئے تھے۔ انھوں نے اپنے راتے میں مزام ہونے والے برآمدی کو خاموش کر دیا

میں نے انھیں مختلف مقامات پر مارا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ مختلف کمرے میں بڑھتا رہتا تو تیراوی کے آدمیوں کو پہلے ہی جیل میں ختم کرتے۔ میں نے داخل ہو گئے جہاں تیراوی کا ڈاکٹر چند روز سے تیراوی کی ڈاکٹر کا بل کے بیان گیا تھا۔ لوگ باہر پڑھتے رہے اور ان کی طبیعت اور حالت میں داخل ہو گئی۔ جہاں میں جیل کی آمد کے بلوٹ کے لیے نہیں بنا سکا تھا، ان کا میں خود اندازہ کر سکتا تھا۔ عمارت میں کے وقت انھیں کسی قدر دشواری پیش آئی ہوگی لیکن وہ سب سب مایوس آگئے۔ کانٹے کا تھا کہ تیراوی کے پاؤں میں اور اس کے گرد و پیش بکھری پڑی ہیں کاش وہ مجھے بھی ساتھ لے جاتے میری پر تو انھوں نے پہرہ ڈال دیا تھا۔ رات پر واد اور جھل کی کمرے میں کھٹک گیا تھا کہ آج ضرور کچھ ہونے والا ہے۔ بڑے کھانے کی خاموشی گراں گزری تھی۔ تیراوی نے اپنی مخالفت کے مختلف کرکے میں گے اسی لیے اس نے ادا بھی بدل دیا تھا۔ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ وہ اتنی ہی اس ادا اس طرح پاؤں میں اچانک آجائیں گے۔ رات کو کچھ کھانے میں ہاٹیں جیسے جیسے وقت گزرتا تھا، میری تیراوی میں صبح ہو چکی تھی۔ پولیس نے تمام ملازم گھر سے میں نے اپنا انھیں صرف تیراوی کے آدمیوں کی لائش نظر آگئی لیکن میں نے ان کے چند آدمی بھی کھانے میں کامیاب ہو گئے۔ میں اور جھل گئے تھے۔ انھوں نے کسی آدمی کو پھانسی لیا ہو گا اس خبری کا اسکان نہیں لایا۔ اس کا پورا ادا مارا ہو چکا تھا۔ جیسی کہنے والے اس حقیقت کی طرح باہر جوں گے کہ تیراوی کے بعد اس کے دشمن ہی اس جہاں میں گے اور ان کے کان میں میں جھل بھی بڑھتی کر نواں آدمی میں میں جیسی کی کہ وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ پولیس کو نے پہلے دیکھ دیکھ مولات کا جائزہ لیں گے۔ اگر تیراوی کے خطرہ سامنے نہ آئے ہاٹیں بھان بھل کے پولیس کی ترقی پر واد جھل کی سبب مل کر پڑی تھیں تو اس کی شہادت کی تصدیق کے لیے پولیس کو ہر کھانا پڑے گا۔ اول تو کسی آدمی کے بیچ کھانے کا اسکان نہیں تھا۔ میں نے پوری طرح احتیاط کرتی ہوئی اور تمام شہادتیں سنا کے انھیں گے کانٹے کو انھیں گھبراہٹ سے تیراوی کے پاؤں کو گرگھانے کی ہدایت نہیں ملا۔ اور تیراوی اور اس کے قریبی ساتھیوں کی گرم شنگ کی سبب کے لیے ایک مٹا ہوئی تیراوی ایسے موقع پر غائب تھا جہاں میں کھانا کے قبول اس کے خلاف کشتی تھی کے معاملے میں از سر نو میں بڑھتی تھی۔ اس سے بھی پولیس بدست سے نتیجے اخذ کر سکتی تھی کہ میں بڑھتی مختلف پاؤں کی جانب پولیس کا رجحان بڑھا

لازم تھا۔ وہ گرفتاریاں بھی کریں گے۔ اس کے علاوہ وہی بدست کچھ ہو سکتا تھا میں تو اپنے طور پر ہی سوچ سکتا تھا۔ پیش آنے والے واقعات کے بارے میں صرف اندازہ لگا سکتے تھے۔ ہر کانٹے بھی اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ واقعات بالکل مختلف نوعیت سے پیش آئیں اور ہم دیکھتے دیکھتے رہ جائیں۔ میں جلد سے جلد جھل کے پاس پہنچا جاتا تھا۔ چلے گئے دیکھ کے وہ کانٹا ناراض ہو رہا تھا۔ میں نے کر دیا تھا کہ اگر جھل پر کوئی حوت آیا تو میں ماری دے دے ماری اپنے سر لے لوں گا۔ سب سے آگے پیچھے دنیا میں بہی کون۔ جب مجھے پتہ چلا کہ مامور کانٹے گریزند ہوئے ہیں تو میں نے ان سے ہاتھ کاڑا دیا۔ میں آہستہ آہستہ کہہ گیا اور کئی آہٹ پید کیے۔ میری نے اندازہ سے اپنے کپڑے نکال لیے۔ وہ دونوں سب پر سو رہے تھے۔ جھل نے اس کے لیے مجھے تیراوی کیلہ جو کچھ رات پر کھانے کے اٹکے پر پھانے گئے تھے۔ وہ دونوں میں نے جیسے جیسے وقت گزرتا تھا میں پھر تیراوی کی کل آگئی۔ میں نے اسے مائی پر پھینک دیا۔ رگہ نالی میں پھر بھی کسی قدر صاف پانی تھا۔

جیل میں اچھا لگا ایک بار میرے ساتھ کانٹے کے بارے میں خیال کھینچنے کا کہ میں گھر سے مل کر آیا لیکن کوئی سچ کے مجھے اپنی مائی جیسوں کا احساس پورا میری جیب میں بندھی کھینچے۔ دوا اور گولیاں اس کے میں نے جیل میں سے چند روپے لیے اور ایک لمحہ میں گھر میں داخل کیا۔ افسوس گھٹے ہمدیں پر کھانے کے تھا۔ میکس پائے میں پھر کے تیز قدم سے میں پاؤں کے طرف بڑھنے لگا۔ ملامت میں کوئی تیراوی بات نظر نہیں آتی تھی۔ تقریباً ساری ڈاکٹر کھل گئی تھیں آگے مجھے پر کھانے کے دوا کی آدمی گشت کرتے جیسی دکھائی دے رہی تھیں۔ ان سے نگاہ چلا کر اسے کوشش کی کہ مجھے دیکھ کے وہ خود ہی چلا گئے۔ میری جانب لپکے کیا مال ہے! میں نے ہنسنے لگے میں ان سے پوچھا۔

اکہ خیر ہے راجا جی! وہ سکاٹے ہوئے بولے۔

اور اس طرف؟ میں نے گمان لگا ہوں پوچھا۔

ان میں سے ایک نے اچھو ماری دے سکتے ہیں۔ میرے ہاتھ کھ کے زائری بنائی اور سیٹی بھانے لگا۔ میں ان کے نشانہ بانا ہوا آگے بھٹ گیا۔ ملامت میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پیڑ کے آدمی ہو جاتے۔ یہ احتیاط بے سبب نہیں ہوگا۔ آگے ہی کیس میں تھیں۔ غار۔ وہ دیر ہو کر سے انھیں اشارہ کرنا ہوا پاؤں سے پیچھا کر مارت ہیں دم کر کے مجھے اپنا وزن لگا کچھ کھسک رہا۔ وہاں سے ملامت میں جیل میں دیر سب سے دیکھ کے بات کرنا چاہتا تھا۔ میری سب سے عھا کرے میں لگایا۔ پیرو سنانے کی چوکی پر بیٹھا ہوا پر واد دیا تھا۔ وہ صرف ایک







لاؤ لاؤ! وہ جاہلیت لگاؤ! وہ تاراضی سے بولا نہ کو یہ سب  
 نہیں کرنا تو تم ایسا کیسے سوچتا ہے۔ جو اپن ہوتا ہے وہ کوہ نہ کیوں نہیں  
 گاجب اپن ایدہ پہنچا ہے۔ زیادہ آدمی جانا ٹھیک ہے یا کم آدمی؟  
 "تھلے اور تھلے جانے کے بدلے میں چلا جاؤ گا۔"  
 "اور ان کے چلنے دین کا؟" وہ پیش میں بولا۔ وہ ان سے  
 ایک انداز میں بھاگ کے آیا۔ پڑنے لگے تھلے تھلے میں غنہ دہاڑ  
 سے باہر نکلنے کی تعین کی میں سمجھ چکا تھا کہ میری کوئی بات اس پر  
 اثر انداز نہیں ہوگی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ میں نے پہل میں سات سال  
 گزارے ہیں اور ان پوسٹ دالوں سے میرا واسطہ کچھ نہیں رہا ہے وہاں  
 سے ایک لے کے لیے بننے کو میرا اصل جی نہیں چاہتا تھا۔ مجھے حالات  
 کی نزاکت کا پوری طرح احساس تھا۔ اور وہ خود تھا۔ جو اس کا مشر بہرہ وہی  
 میرا بھی ہوتا تھا۔ میرا کام اور اتنا شہدہ تھا کہ اس کی بات ماننی پڑی۔  
 پورس انداز میں تو ایک آدمی نے مجھے اشارہ کیا اور پاڑے کے خضیر  
 دروازے سے باہر نکال دیا۔ یہ دروازہ مشرک پر کھلنے کے بجائے باہر  
 کی عمارت کے ایک فلیٹ میں نکلتا تھا۔ فلیٹ میں بیڑے کے ایک آدمی  
 کا کنبہ رہتا تھا۔ اس آدمی نے مجھے فلیٹ میں رکھنا چاہا۔ میری ہوشیاں  
 اترتا ہوا گئی ہیں آگاہی ملے میں ہر طرف پورس پھیل رہی تھی میں پاڑے  
 سے کچھ دودھ پوسل میں ملے کے پیچھا گیا۔ یہاں سے میں پاڑے کا چھامک  
 ہر آسانی دیکھ سکتا تھا جسے کہ وہاں میں میری نظر کسی دواڑے  
 پر مرکوز تھیں۔ پوسل میں پاڑے کے کچھ آدمی بھی تھے لیکن وہ مجھ  
 سے بچنے کیلئے بیٹھے تھے۔  
 مجھے سستی کی ہر ہر تھی۔ میں نے وہ تین گھنٹوں میں چائے نہ کر لی۔  
 ہٹل میں بوت شہر تھا۔ زور زور سے گراموفون بج رہا تھا۔ میں نے کانوں  
 پر ساتھ دھکی لیے ادھیر پیکٹیاں نیک کے پیچھا گیا۔ معلوم ہوتا تھا ہٹل میں  
 آنے والے کے لیے گانا سننا شرط ہے۔ سپر وکس جو آدمی ہٹل میں  
 بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سب کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ انہیں بھی معلوم  
 ہو گا کہ پاڑے میں پورس موجود ہے اور وہ مجھ سے ہوں گے کہ میں  
 انہی کے خوف سے یہاں آسکے پیچھا گیا ہوں۔ خوب جواب دہی مال ہے تو  
 ان پر اس کا کیا اثر ہو گا۔ میں نے سوچا۔ دایں پاڑے چلا جاؤں۔ اس  
 سے بہتر تھا کہ میں اس ہٹل میں نہ آتا بلکہ کہیں اور نکل جاؤں لیکن یہاں  
 آنے کے بعد ایک آنٹھ چاہا ان کے لیے اور شیشوں کا سبب تہہ میں  
 وہیں بٹھا رہا۔ یہ ایک نونڈ ترین جگہ تھی ہر ماں سے میں پاڑے کی  
 عمارت میں نہ جانے والے ہر شخص کو دیکھ سکتا تھا۔ غامض و پرہیزگار انداز  
 سے کوئی نہیں نکلا۔ مجھے اپنے آپ سے چڑھنے لگی کہ میں نے پیر کی بات  
 دیکھیں نہیں کوئی۔ یہاں ناٹاشائی کی طرح آکے کیوں بھیجے گیا۔ پھر سویرے  
 سویرے گھر سے گھر سے دایں آنے کا کیا مقصد تھا۔

میرے ذہن میں کوئی بات واضح نہیں تھی۔ سر میں ٹھیک لگی  
 جلی رہی تھی پورس ملا بھی دایں نہیں بٹھے تھے۔ بہت ٹھیک تھا  
 کہ جب وہ باہر نکلے تو تھلے پیرا پاڑے کے بہت سے آدمی  
 ان کے ہزار ہوں۔ مگر نتیجہ یہی نکلتا تھا کہ رات کو تو پاڑے کے پاڑے  
 میں گھس کے چاقوؤں کی دھار آزمائی جائے اور اسے کسی کسی طرح  
 کھلی آنکھوں اور ہٹے ہوئے جسم کے ساتھ چسکے کے سر پر رکھ دیا جائے  
 اور صبح اس واردات کے الزام میں خود کو پورس کے حوالے کر دیا جائے  
 تو یہ خوب لطیف تھا۔ یہ نتیجہ عکس ہوتے پیرا اور تھلے مجھے ٹھیک نہیں  
 کرنا چاہتے تھے کہ وہ کوہ نہ سمجھتے تھے کہ تانج کی ساری فتنے داری تھی  
 آتی چلی ہے۔ جیسے تیرا دی سے تو انھی کا معاملہ تھا۔ میں تو ایک مریض  
 کا آدمی تھا اور میں نے تو انھیں اس کام کا ٹھیکہ دیا تھا۔ میں ان  
 کو صبح میں شریک تھا۔ نہ میں نے قتل کی طرح پان کا ساتھ دیا تھا۔ وہ  
 چلے جائیں اور میں دیکھتا ہوں غریب۔ نہ جانے وہ کیا سمجھتے تھے۔  
 اگر تھلے کو نہ اندیشہ تھا کہ کرشنا جی کی وجہ سے بہت سے نہیں  
 انفریڈ موت آسنا ہیں وہیں یہاں موجود ہوں گا تو ان میں سے  
 کوئی بھی مجھے بچان سکتا ہے۔ مجھے خود بھی یہ چاہا نہیں گنا تھا کہ نہ  
 کے بعد کرشنا جی کے نام پر کسی قسم کا وارن آئے۔ مجھے بچان یا ہمارا  
 تواضع اور شہر میں ہر قسم کی آزادی میں بھی جہانے لگیں۔ ہزار کا  
 واقعہ ہوا یا جانا اور کیا ہمارا راج کرشنا کیلئے نہیں کر لے رہے تھے  
 دیکھتا تھا جس کا تعلق شہر کے مشہور دواڑاں سے ہے عکس وہ تو میں ہی وقت  
 بھی بچا یا جاسکتا تھا کہ کرشنا جی کے ہاں بڑے اسرار تھے۔ ان کا  
 تعلق پورس کے راکھ سے تھا یا بیڈ آس۔ یہ علاقوں کے چھوٹے  
 انفرس سے ان کو رابطہ کم رہتا تھا۔ اس لیے علاقوں کے پورس ملنے بھر  
 سے واقف نہیں تھے۔ اور میں نے اپنے آپ کو زور دینے کی پوری  
 کرشنا کی تھی مجھے اس بات کا بہت سیلے سے خیال تھا۔ پاڑے کے  
 تمام معاملات زور اور پھیلائی پورس سے ملے کرتے تھے۔ رات کو بھی  
 مٹھا پاڑے میں نہیں ہوتا تھا۔ پھر کرشنا جی کی موت کوئی مینے زور  
 گئے تھے جب میں نے جھنگلا ستاد کے پاڑے میں قدم رکھا تھا۔  
 پالا لینے کے بعد کرشنا جی کے اہل غریبوں کی نشان دہی میں بھی نما  
 وقت لگ گیا۔ یوں لوگ پکڑی جاتے والے انفرس بھی دیکھ لیتا تو اسے  
 کیسے پتہ چلنا کہ چھ لگے پالا چھیننے والا شخص میں ہی ہوں۔ جھنگلا  
 کے پاڑے میں خود خود پیرا ہمارا چڑھا گیا تھا لیکن کسی آگے اور پس  
 کا چرچا مان کا ساتھ ہے کہیں نہ کہیں تو میں کسی جانے والے کی نظریں  
 اسکا تھا۔ میری شناخت کرشنا جی کی رسوائی تھی مگر ان کے تال  
 آزاد دھکوتے ہیں۔ یہ بے شرمی اس رسوائی سے زیادہ کیف دہنی  
 کرشنا کے سامنے میری جگہ نہیں ہوتی جب بھی ان کی تصویر پر نظر

پڑتی تھی، مجھے ایسا غمی ہوتا تھا جیسے ان کی آنکھیں مجھ سے کچھ کہہ  
 رہی ہیں۔ تاہم مجھے اس بات کا تعلق تھا کہ یہ سب کچھ ان کے ہونے  
 کے بعد ہوا۔ مرنے سے پہلے ہوتا تو وہ مجھے پٹلا کے خوب پیار کرتے  
 ان کا بہت ہمارا اور وہ زندہ رہتا۔  
 میری شناخت اب بھی ان کے لیے ایک نامزاد بات تھی حالانکہ  
 اب موت باطل بدل ہوئی تھی لیکن اب تھلے موجود تھا۔ تیراوی کے  
 قوی اگر تھلے کے اندر جانے کا امکان تھا تو بات ایک ہی تھی۔ مجھے  
 کیا کہی کہ میری یہ سوچا نظر نہیں ہو سکتا تھا۔ تھلے نے کرشنا جی کی بیعت  
 کے سامنے مجھے نکال کرنے کے لیے اپنے ذہن میں یہ غلامت کر لی تھی  
 تو اس نے یہ کہیں مجھ کا تھا کہ میں جس سے قبول کر لیں گا۔ کرشنا جی  
 کی رسوائی کی قیمت تھلے کو نہیں چکانی چاہی تھی۔ کرشنا جی موجود  
 تھے تو وہ ہرگز اپنی یہ قیمت منظور نہ کرے۔ میرا سبنا اندوختس رہا  
 تھا اور میرا جہاں جا تھا۔ پتہ نہیں کیا ہوا تھا کیا مجھے والا تھا۔ کیا  
 سوچ کے تھلے نے اتنے لگ اگلے کیے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی  
 کچا نکل سکتا تھا۔ اس نے اتنا شہدہ کہیں پایا۔ ہر گز یہ منادی کیوں کر لائی  
 کاب پیر کا اٹھا راج کے نام سے چلے گا اور تھلے پاڑے ایک کچھ  
 میں۔ شکر گوشتنے کی زبانی بات تھی کہ بیڑے کسی تال کے بغیر  
 اپنا اٹھا اٹھتی روگن کے حوالے کر لے۔ شکر کی دعوت تو خود تھلے  
 نے دی تھی۔ زور کا اٹھا جانا، زور کا اٹھا چکر پر بیٹھ کے حکم چلانا اور  
 ہر گز کا خاکوش بیٹھے دھما۔ یہی باتیں نہیں تھیں جو دوسرے پاڑوں  
 میں نہ پہنچی ہوں۔ اگر یہ سب تیراوی کے لیے تھا کہ وہ ایک بہت  
 بڑے آگے کا ناک ہے، چھوٹے پاڑے شال کے تھوڑا بڑا  
 شول کے زور پر آجاتا تھا اور اس کے پاس آدمیوں کی تعداد زیادہ  
 تھی۔ وہ بہت بڑا کنبہ تھا اور تھلے نے یہ سب کچھ دیکھ کے اپنے دماغ  
 میں اس کے لیے موت سے بہتر ترزا جویر کر رکھی تھی اسے اور اہل ہر  
 میں تو یہ دینی چاہی تھی۔ قتل کے لیے میں نے سزا دے یا تاہم کسی  
 میں منتظر اس کے قریب پہنچ رہا تھا۔ سمجھو لو اس کی موت کے بعد  
 وہ دھارہ لگا تھا اپنی دھما بھی کسی کسی صورت سے مجھے ہی تم کو تھا  
 مگر اس طرح میں تو سمجھو لو اس کی طرح پورس کو جگہ لگاتی رہتی تھی  
 نہ جی ابھی جس لیے میں بات کی تھی اس میں خوف کا لنگ شامل  
 تھا کہ لو اس کا تھلے میں تھوڑا لپٹا ہو گیا تھا کہ جو کہ ہوا تھا اور جو چکا  
 اس میں اس کا دان مات شہدہ ہے۔ اس نے مجھے پاڑے سے نکال دیا تھا  
 کہ کوہ اسے حالات بگڑ جانے کا اتنا ہی بد مشر تھا جتنا مجھے۔ شاید یہی  
 کوئی چھاپا ہوا خوف تھا کہ اس نے اپنی کاکڑ مجھے کرنا۔ وہ کتا تھا کہ ان کے  
 اپنی ہی اور پوری کے لیے جو کہ ہر سکا ہے، زور لگایا ہے۔ تیراوی کے بعد  
 شہر میں دوسرا بڑا پاڑا پیر کا تھا۔ شہر میں دوسری بڑی آدمی کا پاڑا۔

لے آنے والے وہ قوی ہاتھ تھیں ہر گز بھی وہ مجھ سے کتا تھا کہ اب  
 یہ سب کچھ میں سمجھا لے لے یعنی وہ بھی اب اس کشش میں مبتلا تھا کہ  
 تھلے کے اعلانے غلامی ثابت ہو سکتے ہیں۔ تھلے کے خیال سے  
 کھل کے اپنے منہ قریب کا اٹھا نہیں کرے گا تھا کہ وہ تیرا ورتو رہا تھا۔  
 تھلے اندر مسودہ تھا۔ ہمارا اور کتا تھے اور گری نیند میں ڈوبے  
 ہوئے تھے۔ پیر کا جگہ رہتا اور میں جاگ رہا تھا۔ کسی آدمی نے اتنا  
 کیا ہو گا۔ میرے منہ سے راتنے ایک اور چلے آگے دکھادی۔ میں ہر طرف  
 گیا اور میں نے اپنے دماغ کی دھول جھاڑنے کے لیے بے اختیار کسی  
 بار مرچا۔ اسی لمحے اپنے کے چھامک کی کوئی نکل۔ میں نے اپنی  
 کر کسی سیڑھی کر لی۔ میری نگاہ وہیں میں کوئی تھی۔ پاڑے کے وہ تین آدمی  
 کھڑکی سے باہر نکلے۔ پھر ایک آدمی تھلے سے آگے ہوا۔ اس کے ساتھ تین  
 سپاہی تھے۔ میں انتظار کرنا اور مگر اسے کوئی آدمی نکلا۔ پاڑے کے  
 آدمیوں نے چند قدم تک پورس دالوں کا ساتھ دیا پھر وہاں ہو گئے۔  
 میں نے ایک ہی سامنے گئی۔ پورس ٹالے ہٹل کے قریب آگئے۔ وہ  
 علاقے کے تھلے کا کوئی بڑا انفرس میں نے اس کا ہر طرف سے دیکھا  
 وہ عکس تھا۔ جب وہ بڑے سے گزرتے تو میں نے انھیں میں دین  
 منٹ کا توقف کیا۔ ہٹل ٹالے مجھ سے چلنے کے لیے نہیں لیے  
 ہر گز کے آدمیوں نے منع کر دیا ہو گا۔ میں نے بھی اسی انداز میں کہا۔ پاڑے  
 کی عمارت کے باہر اسٹول پر بیٹھے ہوئے لگ میسک رہاں بیٹھے ہوئے  
 ہوئے۔ کیا بات ہے؟ میں نے اپنا بتس چھاپے ہوئے پوچھا۔  
 "بیلا را آیا تھا۔ اس کے لیے پڑانی سے کیا؟" ان کا ہاں ہر گز  
 ہے۔ دادا کو لے آیا تھا کہ نڈلزم کم ہو سکتا ہے۔  
 "کیا مطلب؟" میں نے گھر کے کہا۔  
 "ابھی سنا ہے کہ راکھ فٹوشن کا آؤر غلامی کو گلا چھلے  
 کرے۔ وہ ناک چڑھ کے ہلا۔ استاد کو لہو لہو تھا کہ ایک ڈنڈن آدمی آؤر  
 لے جانے گا۔ ابھی اس نے اتاد کو ہلا کر اس کو بیچ دیا۔ مجھ کے لیے  
 بہت دن ہو گیا۔ کچھ قدر لگے گا۔"  
 اس کی باتوں پر اس کے ساتھی ہنسنے لگے۔ میں نے ان کا ساتھ  
 دینے کی کوشش کی مگر مسکراہٹ سبک ہوئی۔ یہ توڑ کے گہمی عمارت  
 میں جانے کے بجائے میں وہاں سے آگے چل دیکھ آگے ہالکے میں نے  
 ایک ٹیکسی پڑا لی۔ یہ سب کے جانے میں بھی پورس گشت کر رہی  
 تھی بلکہ کسی جہاں جہاں سے گزری چہرہ اس پر لوہوں میں پورس موجود  
 تھی جیسی دلا راتے پھر مجھ سے رات کے واقعے پر باتیں کرنا کہ اور  
 آنے جانے پر سخت پابندی ہے۔ پورس نے تیراوی دلا کا پاڑا صبح سے  
 اپنے قبضے میں لے رکھا ہے۔ گاڑی ہر گز کے پورس آتی ہے اور علاقے میں  
 بکھرتا ہے۔ تیراوی کے پاڑے کے قریب کا سارا بازار بند پڑا ہے اور







بہت خراب ہو سکتی ہے۔ ہم لوے دیتے ہیں اس سے پہلے کہ ہم ان کی گرفتوں تک پہنچیں اور رعایت کر کوئی گنجائش دے دیں وہ خود کھانے چلے کر رہی تو اچھا ہے اس ترجمانیس کے وہ لوگ سامنے نہیں ہیں جو پہلے تھے ۔

”اب وہ لوگ کہیں سامنے ہوں گے تیرا ویں کا معاملہ ہے۔ وہ بڑا آدمی ہے۔ مہربانی کے جھگل کا شیر ہے۔ اب تو سب کچھ بدل جائے گا۔“

جھل نے ہنسنے سے کہا: ”جئے آدمی کے لیے قانون بھی بڑا بڑا چاہیے۔“

”یادہ سخت لوگوں کی ضرورت پڑے گی۔ زیادہ بڑے قانون دان تو ہیں۔“

”خیر لوگوں کی بنیاد امامانِ مافان کو ہے۔ ہم آپ کے ساتھ جیتے ہیں۔“

”مجھ پر واؤ! اب تمہارے پاس سے اچھا دان پانی شاید بھی لگا جائے۔“

”ادانوں پر پریس دالوں کو بھی ہمارے ساتھ لیتے جلتے جمن کی جگہ آپ آئے ہیں اور ہمیں چلنے کی آپ نے اب ضرورت سمجھی۔“

”میں نے شکار گھونٹے سے پوچھا۔“

”تو چپڑہ، برٹے آدمیوں کے بیچ میں بولتا ہے۔“  
”یہ کون ہے؟“ معترفانہ لہجہ میں۔

یہ ایک کارواں ہے۔ یہ دھیری کرپو چھپ گئے ہیں۔ لولا۔  
تجمل نے بہت سے بال بھیج دیے۔ اسے عاف کر دیا صاحب! یہ  
میں اس کی عمر لے رہی ہے۔ اس کی افزائش میں اٹھایا نہیں ہے۔  
کیا میں نے کوئی غلط بات کہی ہے۔ میں نے ناگوری سے کہا۔  
میں غلط نہیں بلکہ تیرے بات کہی ہے۔ اور بے موقع بات  
مجھے غلط بات کے برابر ہے۔ تجمل اس سبکی سے لولا بچہ کی آواز  
بتا رہی اور جی ہوئی گئی۔ یہ بات کہنے کو بھلے ایک وقت اور بے موقع رہتا  
ہے۔ ظاہر کہ کتاب دھنچا بھی پڑھ سکتا ہے۔ اے بھو! ولادت وکیل  
منصف ایک ماکہ کو پورے دروازے پر پہنچا کر کہہ دینا کہ اسے ہے۔

”جھل دانا! تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“

کچھ بھی نہیں صاب، ہمیں راجا کو سمجھا دے تھا۔ اس کی زبان  
 کے ساتھ اور سر کی طرح اس کے پس میں نہیں ہے۔ آپ بولیں آپ  
 نے جو ہے پاؤں کی تلاش کی لی ہے۔ سب کچھ جان بوجھ دیا ہے۔  
 یہ فصل آپ کے ہاتھ میں ہے۔ ہم اس سے زیادہ کیا بولیں کچھ  
 نہیں دہیں، ہمیں غلو میں اوقات کے کھانے کا ٹائم بھی ہوگا یہ جگہ  
 آپ لوگوں کی شان کے مطابق ہیں اور نام بھی ایسا نہیں کہ آپ سے  
 ملنے کیے لہذا جائے۔ ہم حق گو گردانے لگا۔

ایس فی شکلا کے سوا ان صائب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔  
 کے چہرے سے عیاں تھا کہ وہ کوئی فیصلہ کرتے ہوئے جھجکا رہے ہیں۔  
 تھیں ایک موقع اور جیتے میں ہم پھر آئیں گے۔

264

”فرزداد! آپ کو روزانہ ہر وقت کھلانے لگا۔ مجھے ہانا تھا۔  
 بیرو کی وجہ سے ملک کا تھا۔ اب آپ لوگوں کی وجہ سے کھانا کھانے لگا۔  
 ایسے ہی مشکل آپ کا لڑا ہوا گیا۔ اس کی دیکھی دیکھی دوسرے  
 انفرنس نے بھی چوکی چھوڑ دی۔ تجھے اور بیرو بھی فرزندس لے گئے۔ ابھی  
 لڑا ایک بات دلیر ہے۔ میرے لئے مجھے دینے لگا۔

۱۰۔ یوں مقرر فرمے ہاٹ کے پوجھا۔  
 ۱۱۔ ان ہیچتا ہے کہ پہلے آپ اپنے تمام غراب کرانے کے بجائے  
 کسی اور طرف جاؤ۔ اودھنا تیرم کو کچھ مل جائے۔ لہذا تو اپنی ہر بات پر موزون  
 ہے۔ جب بولے گا تو پوجھا جائے گا۔ اپنی کا بھل عیانی ہوتا ہے کہ ہر  
 دادا کو دیکھ رہا ہے کبھی ان گھر میں کبھی ان گھر میں۔ اودھنا بولتا ہے کہ  
 میں سے پہلے بیس بار سوت کا زور پھینکا جائے۔ آپیں بار بار پتو اودھنا  
 سالہا آپیں خبر ہے۔ ان کی جھڑکی جی آواز جلد ہی مانہ پر گئی تھی اپنی  
 کے منہ سے کوئی جاسوسی بات نکل گیا تو حراف کرنا نہ ان سے بولنا  
 میں آنا سالہا سالہا میں جاؤں گی لگ گیا۔ کوئی اھکا ہوا ہوتو یوں ۱۲۔

[illegible]

وہ واپس چلا گیا ہے۔ پرنے بوجھل لمحے میں جواب دیا۔

”پریشان تھا“

”ہائیں۔۔۔“ بھل اکتائے ہوئے لمحے میں لولا۔ اور میری کمر بکھڑتا

اور انہوں نے کہا: "اے نبی! ہم نے تو تجھے ایک ایسے آدمی کے ساتھ بھیجا ہے جو ہماری قوم کے لیے ایک نیکو اور پاک انسان ہے۔" انہوں نے کہا: "اے نبی! ہم نے تو تجھے ایک ایسے آدمی کے ساتھ بھیجا ہے جو ہماری قوم کے لیے ایک نیکو اور پاک انسان ہے۔"

وہ چلتے چلتے لنگ گیا۔ لاڈلے! کیا یہ تیری آواز ہے؟  
ہر کیسے رہا تم، ہر دم رخصت؟

میں ابھی اندر ہو سکتی ہیں۔ یہ آنا جانا، منہ منانا تو رگزار مٹا ہے۔

ہستائے نوے لہجے میں بولا۔  
”مگر یہ کس طرح کی باتیں تھیں؟“

وہ تیری سمجھ میں اچھی نہیں گی۔ بالکل کانگ ہوتا ہے۔  
 یہ تو کام کرم سمجھ میں آتی ہے۔ وہ چکر بڑھنے کے بدلے کی گشتی لگا  
 رہا تو بہت بڑھتی ہے۔ کچھ شکر کار اور سودا ہاں نہیں۔  
 اسی طرح بڑھنے لگاؤ۔ ابھی اونچی سمجھی غیبی سمجھ سہو کہیں  
 کم جانان برج کے کچھ تیں کرنی پڑتی ہیں۔ وہ چلے گئے نا؟  
 ہاں چلے گئے لیکن پھر واپس آ سکتے ہیں۔

پھر صلیب ماہی کے پراب اچس آنے میں درگاہ کس ہے  
 مچھنے کے دو گھنٹے کے بعد آٹھ بجے پھر چلے گی کی زیادہ  
 میں سوچا کہ اس نے تیزی سے کہا تھے آتا ہے تو نہیں آئے ہیں  
 لاڈلے اس نے تجھے اسی لیے گھر بھیج دیا تھا تاکہ اپنے  
 دل پر کبھی رنج نہ ڈالے کہ کرتے اور جا کو کھو جڑ کے ہاں آگیا  
 میں اس لیے آگیا کہ میری کچھ میں کچھ نہیں آتا تھا  
 تو میں گھر گیا کہ ہے لکچر اور بات کو لیل ما مارا دکانے کا  
 کچال ہے اور وہ کڑا کیس ہے کیا نام ہے اس کا؟.....  
 میں سوچے گھر نہیں گیا میں نے نہ کس کے کہا

”یوں ہی گھومتا رہا۔“

عاب تو گھر جا کے سوچا جب تک میں نہ آؤں ادھر میت آنا۔

ہاؤس گا۔“

ہر ہونہر میں نے مجھ پر کمال کے کمال تم کو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے

مذہبی مسئلہ معلوم ہو رہا ہے۔

اور انہوں نے کہا: "یہی ایس فی شکلا تھا۔" پھر انہوں نے کہا: "یہی ایس فی شکلا تھا۔"

دیا۔ اس نے مجھے دیکھ لیا۔ نہ پانے کے واسطے چلے آیا ہوگا۔  
 جو سوچ رہا ہے یہ وہی سوچ رہا ہوگا۔ تو نے بات اُگنی  
 ہے۔ اُس نے تجھے نہیں دیکھا۔ تو نے اُسے اپنے آپ کو دکھا دیا۔  
 مگر وہ اس سے پہلے بھی تو مجھے دیکھ سکتا تھا اور میں صلاکس  
 بھر کیسے دیکھتا تھا میری بلوگ توتو تو تم ہی کی کرتے۔

اباۃ  
لہ

اب جانے سے کون کیا کرتا، کیا نہ کرتا وہ اگلے جوئے لے

ہل یا کرے تو پھر یہ دنیا بڑی بھلی ہو جائے

ملا کر دے۔ لیکن لڑائی میں جملہ کام میں لڑی ہے۔  
 لڑائی کے ایسے جہان اس کے مجھے دل چاہیے۔ مجھے علم ہے کہ  
 کوئی اس طرح رہے۔ پھر تو ان تمام سوچ میں سے بدلہ دے تو گزرا  
 ہی تھا۔ تو کچھ دھمب ٹھیک ہو جائے گا۔ لڑائی میں اس کے کوئی  
 بات مان لے کر گھر چلا جا۔ وہاں جاسا اور کھائے ہی کیلے ہیں گے۔ یہی  
 کرنا تھا۔ میں سے لوگ ہیں۔ مثلاً مجھے تو دیکھو تو اچھا علم ہے اس نے  
 کھانے دیکھ لیا ہے تو دیکھو۔ سزاوار سے زیادہ یہی ہے کہ اس کو  
 دیکھ لیا ہے۔

جکھ اور بھی سمجھ سکتا ہے مجھے اب خیال اُڑا ہے کہ یہ اچھا  
 میں بڑا میں نے انا کسی سے کہا۔

تو یہی اُس کی زبان پر سنا لاگ گیا تھا۔ اس پہلے اُس نے ہم لوگوں کو

یہ محسوس ہوتا ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم نے مجھ سے امتداد  
روٹی کا ذکر کیا تھا اُس نے نام تو نہیں لیا تھا لیکن وہ سلسلہ لگتا ہے۔

تقی لیکن اس سے کوئی بڑا فرق نہیں پڑے گا۔

”تم اتنے مطمئن کیوں ہو؟“ میں نے جھٹکے کہا۔

”نہیں کچھ عجیب لگتا ہے۔“

وہ ہنسنے لگا مجھے اُس کی منہس بہت بُری لگی۔ ملتے میں پروا  
درغفل سے کچھ تو مجھے نصیحتیں کرتا کہ منہس سے دور رہو۔

ابھی سالاکھانے والے کا بھی کچھ ہونا چاہیے۔ وہ پتھل کے ہاتھ

”تمہارے بس کا نہیں ہے پروہ تجھ سے اُن کے بڑے نہ

تھا اے لے وہ سال پری مجھ چھاپ ہی ٹھیک ہے۔  
وہ دونوں اس پر ہر نفسا راہ کے کہ

سے لوگ آگئے۔ سب کھانے پر ایسے پلے جیسے کئی دنوں کے فاقے

ان میں پیر کے آدمی بچھل سے امداد کرنے لگے کہ اگر ادا یہ عندنا

میرنی ہے۔ آج رات اُسے بلایا جائے۔ جھلنے جڑ بڑ کے

گئے۔ فرشتے پر سفید چاندنی بکھا دی گئی۔ میں نے تھیلے مانٹی

اگر حواس ظاہر کی۔ اس نے منع کر دیا اور مجھے تسلی دی کہ ماریٹی  
بہت کچھ بھال کی جا رہی ہے، اُس کی حالت صحت سے اچھی ہے۔







”سنو ٹیپر! چند ثانیوں کے سکوت کے بعد وہ لرزیدہ آواز میں بولا۔  
 ”میں آج سے طویل رخصت پر جا رہا ہوں۔ یہ کاغذ ہے۔ چاہتو اسے پھلو۔“  
 ”یہ کیا ہے؟“ میں نے گھبراہٹ سے کہا۔

”یہ جی جی کی درخواست ہے اس کے بعد شاید میں پولیس میں  
واپس لگی نہ آؤں۔ مجھے اپنے باپ سے میں اب کوئی خوش نہیں ہے۔“  
”مگر آپ یہ کہیں کر رہے ہیں؟ میں نے سرینگی سے پوچھا۔  
”مکن ہے کہ تم فوراً نکرو تو اس کی وجہ تمہاری سچھی میں آئے۔ اب  
میری تم سے ایک درخواست ہے تم اسے حکم میں سمجھ سکتے ہو اور جی جی بھی۔  
تم یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔ بہت دور چلے جاؤ۔“

”کیوں شکلا جی؟“ میں نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔  
 ”بس غریبوں!“ وہ شکست خوردہ لہجے میں بولا۔ ”میری بات  
 مان لو میں کرشنا جی کی آتما سے معذرت کروں گا کہ چونکہ انھوں نے  
 مجھے سکھا دیا تھا میں اس کا بل ثابت نہیں ہوا۔ شاید اس سبب سے کہ  
 مجھے ان کے ساتھ رہنے کا حکم ہی وقت ملا غریبوں!“ یہاں پہلے جلاؤ“  
 ”مگر شکلا جی! کیوں؟“

”اس لیے غیور کو کرشنا جی نے مختار باہر میں جو خواب دکھایا تھا میں اس کی تعبیر لکھی بکھنا میں جا رہا تھا۔ میں تعین کرشنا جی کا واسطہ دیتا ہوں۔ میں تو باہر میں رہا ہوں لیکن تم بھی ان لوگوں کو چھوڑ کے کہیں نکل جاؤ اور اسب کچھ مختار فیض کی کرشنش کرو۔ پھر کبھی اس طرف کا رخ نہمت کرنا جب انکھیاں ٹھیک کام کرتی ہوں تو باہر اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ انکھیں سے غلام بھی چلا جا سکتا ہے۔ انکھوں سے بہت سے کام کیے جا سکتے ہیں۔ غمیر غلام امیری مجھ میں نہیں آتا کم سے کس طرح بات کرلوں تم نے رات کی گفتگو سن لی ہوگی۔ اس کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نیچے انوارہ نہیں ہے کہ حالات کی تاریخ اختیار کریں لیکن میں مختار سے حوالے سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ حالات بہت بگڑ چکی سکتے ہیں۔ راستہ سڑ دجی ہو سکتے ہیں۔ سمجھ رہے ہو؟“

”شکلا جی؟ میں نے چار سی آواز میں کہا کہ آپ نے مجھ کی قیادت کیجیے نہ ملازمین فکر کرنے کا خیال بھیجیے۔ رہنا کا ذکر کرتے رہیے۔ رہا میرا سوال تو یہ تھا میں اس سے بہت جلد چلا جاؤں گا بشرطیکہ حالات نے اجازت دی ہوگا جی نہیں جاسکتا۔“

”میں سے رات کو کچھ عجوبیاں ہیں۔ انہیں عجوبیاں میں آپ کے خیال سے کر دیاں ہوں مالا کر تجھے فتنے داروں کا کنا چاہیے۔“  
”کیسی فتنے دار ہیں؟“ وہ ہدائی نماز سے بولنا۔  
”کچھ ایسی ہی باتیں ہیں۔“  
”طریقہ اتم آگ میں بیٹھے ہوئے ہو۔“

میں مانتا ہوں کہ میں نے سائنس کھینچ کر کھڑے مشکل سے یہ کر سکتا  
 تھی کہ علاوہ آپ کی ایک اور حقیقت تھی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ میری عمر  
 میں نہیں چاہتا کہ آپ کسی سخت مرحلے سے دوچار ہوں۔ آپ کی عمر میری  
 حقیقتیں کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ مجھے آپ کی عمر میری کاغذات میں ایک  
 بھی میری عمر میری عمر میں آپ کی بات کرتے ہوئے جھجکا ہے  
 ہیں اور میں بھی کوئی ایسی بات کرنا نہیں چاہتا جس میں آپ سے اپنے  
 تعلیق کی بنا پر کسی رعایت طلبی کا پہلو نہ نکلتا ہو۔

مردم کیسے سمجھا رہی تھیں کہ یہ ہر دو گلوں کو آواز میں ملا سترالیے  
 نہیں ہو سکتے ہیں رات کو بھی تھکے پاس آسکتا تھا جن کو جب میں یہ  
 کاغذ لکھنے میں کامیاب ہو گیا تب میں نے تھکے پاس آئے کاغذ کیا کہ  
 "آپ اپنے کام پر مجھے نکال جائیں یا میں آپ کو قیصر بنالوں کہ  
 آپ سے کہیں کہ میں کوئی نہیں کہوں گا میں شکریں توڑ کے آپ کے سامنے  
 آؤں گا"

• میں غمیز نہیں۔ میں اب وہاں نہیں جاؤں گا۔ تم میرے لیے کوشا  
جی کا ورتہ ہو کر کشمیری کے بہت محترم تھے، وہ مجھے بہت عزت تھے  
حلیے وقت انھوں نے مجھ سے فقارے بان میں بہت کچھ کہا تھا۔ غمناک  
نہ انھوں پر وہاں رکھ دیا۔ میں غمیز نہیں اپنے آپ کو کبھی غمناک نہ کرنا ہوں۔  
میں کام نہیں کر سکتا۔

”پھر آپ مجھے کمزور کریں گے۔“  
 ”مجھے یہ فیصلہ کرنے میں دو سال لگے ہیں اور تعاری باتیں کن کے اب اس فیصلے کی توثیق ہی ہو گئی ہے۔“

”میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی ہے کہ میں آپ کے فیصلے کی توثیق کا کوئی مفروضہ پیش کر رہا ہوں۔ میں نے تمہاری سزا میں آپ سے کہہ دیا کہ آپ کو اپنا فیصلہ بدل دیجیے۔ عہدہ جانیے کہ آپ مجھے وطن کا تحفہ تھا۔ آپ کی دست برداری اور خاموشی غلط ہے۔“

”لیکن بڑی سزا ہے، تمہاری بڑی ہی بڑی سزا ہے۔“

ہے اور وہی آپ کی الجھن کا سبب ہے مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ آپ کی رائے درست نہ ہو۔

”میں نے کوئی ہتھیار مانے قائم نہیں کی ہے۔ میں وردی پہن کے نہیں آیا ہوں، نہ میں نے تم سے یہ پوچھا ہے کہ کیا درست ہے اور کیا نادرست ہے۔ لیکن اگر یہ صحیح رہا تو....؟“

تو آپ اسے غلامت کرنے کی شکل میں خریدے گا۔ آپ کوئی  
 غلامت کبھی گائے نہیں کسے تنگ سے کہا۔

شاید یہ منکر سکون دہ آہ بھرے دئے جلائے اسی لیے ماہی  
 بات دہلنا چاہیں۔ میں یہ چہرہ لے کے بہت افسوس جہاں نہیں... قسم

میں ہو سکے تو اُدھرت جانا۔ میں تم سے یہی کہہ سکتا ہوں۔ سوچ لینا ظہیر  
اعدہ کے تو مان لینا۔

یہ کہتے ہیں وہ اٹھ گیا مجھ میں اُسے دکان کے بہت نہیں تھے۔ اُس  
سے چپا اور بولیں کا انتظار بھی نہیں کیا تیری سے دروازہ کھول کے نظروں  
سماں چل گیا بوڑھے کی آواز آئی تو میں جھانک کے گلی میں پہنچا اُس  
کی بوڑھل شکل دیکھی تھی۔  
میرے خزان کی گروکس روک گئی تھی۔

اودھو گیا اور ہر جاوارد کانتے نے مجھے اُسکے گھیر لیا اور کہنے لگے کہ ایس بی شکا کہنے آیا تھا۔ میں اُن سے کہنا کہ وہ کچھ نہیں کچھ نہ سناے آیا تھا۔ بیان لینے نہیں بیان دینے آیا تھا۔ میری خاموشی پر وہ ناام سے بولنے لگے تو میں نے انھیں ساری بات بتادی کیونکہ ان باتوں کا تعلق اُن سے بھی تھا۔ وہ کچھ سوچنے لگے۔ مجھے معلوم تھا کہ میری طرح اُن کے پاس بھی کوئی جواب نہیں ہے۔ میں نے سہولکے اُن کی طرف دیکھا۔ جاو کا ترنچک آیا تھا۔ کانتے بھی اپنی آنکھیں مس آیا تھا۔ جاوین نے اُن کے سامنے چائے لاکر رکھ دی۔ چائے دیکھ کھٹھڑی ہو گئی۔ وہ خامی دیو بسای طرح گنگ بیٹھے۔ پھر چائے نہ مر آٹھا یا اور بول بول کر اُن پر لڑا۔ لڑنے لڑنے بات تو کس تختے پر پہنچا ہے؟

دیر تم نے عجیب بات کہی جا مو جہانی! میں نے زہر خندہ کہا۔  
دو کچھ لاؤ لے! اور باتوں کے سوا ہم کو اس وقت پہلے قتل نہ دیکھنا

ہے۔ تیری باتوں سے دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ پہلے سُن لینا۔ چراغِ حیرت بعد میں کرنا۔ پہلی بات تو یہ ہے شک کا کوئی پتہ چل گیا ہے کہ یہ رسولِ رات وادب است

یہاں کسی نے کہی۔ سب وہ کچھ کو جانے اور مرزدہ دینے کا تھا کہ ابھی منت  
ہوئے تو ان کو جھوٹا کہتا ہے۔ یہ تو ایک بات ہے کہ ابھی منت ہونے پر سب ذرا تعجب و اٹک کے  
بھاگے۔ اور کھانا کھانے پر باطل پیشیل میلان کے۔ کئی کئی چھوٹے نہیں، کچھ نہیں  
ہاں کہی، یہ کچھ نہیں پڑی سب میں نے کل رات تجھے بڑے اٹکے دیکھا  
تو تو بڑے کوری طرف سے کچھ کھائی ہے۔ لگا۔ آنا دانا اور بیج میں لطف

میرے تو سلا ایا اپنے آپ ہونے لگتا ہے شکلا کے سر میں شک بھر  
ایا۔ کیا کہ خوف بھر گیا کہ میں تو ان لوگوں میں شریک نہیں ہے ہاں کو پتہ  
کہ کو تواریخ کا دور اس کے آدمی کے کرشمہ کی کو تو کر کے اس کے لیے

ن کے شک کو اور مبالغہ آور وہ شک کی حالت میں تیسرے پاس آیا کہ مجھے بکوش کر دے مطلب یہ کہ وہ دوا حق میں سے ایک میں تیسرے سے لے لیا۔ شک کی با یقین کہ۔ دونوں میں اگر کے لیے مراد ہو، ہوا، تھکا۔

ایک فیصلہ کر لیا۔ اب یہ کمزور جانچنا ہے کہ وہ کس حالت میں  
پاس آیا۔ لائے لے! یقین کی بات ہو تو ایک تو اس کی باتوں کا  
مطلب دوسرا ہوتا، دوسرے والدات کے پاس میں جو میں نے تجھ سے  
فرزندانہ کی تھی، اب میری کہتا ہیں تو نگہتا ہے کہ تو نے جتنی

کو شکلا کے بائیں میں بول دیا تھا: بقیل عجائی کے سر میں ایس بی شکلا کا دھماکا ضرور ہو گا۔

وہ خاموش ہو گیا اور اس نے ایک ہی گھنٹہ میں چائے پینڈیل لی  
میں حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اچھے ایسا لگا جیسے میں خوشی میں  
کہہ رہا ہوں۔ تمہیں تمام۔۔۔

”ابھی نہیں۔“ اس نے مجھے بات نہیں کرنے دی۔ ابھی میری بات اچھوری ہے۔ وہ ہاتھ اٹھاکے لڑائی کرنے شکایتیں کر رہا ہے۔ وہ غصی واپس لے لے۔ اس نے منع کر دیا۔ ہم تھکاتے ہیں کہ کتنے کروہ جس تھے اور یہاں سنا انا نہ ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ نے کہہ کر دیا۔

کام کرنا پس چاہتا ہیجا ڈاٹے! اب ایسی طرف آجا۔ تم تو جیل خانے کے بعد جیل سے نکلے کا بہترین کرتے رہیں گے اور شکلا بھی سامنے آیا تو گرفتار نہ ہوتے رہیں گے۔ جاو تو روزا سے نفی میں کون ملانے لگا۔ چارک

میں نے سوئی اور سوئیں میں ہے۔ تو پوچھا کیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ  
 لکنا ہے۔ اس لیے تو مجھے تھکا ہے۔ شکا کو ان خیال تو ہوگا اور ہونا  
 چاہیے کہ ہم نے یہ سب کیوں کیا ہے۔ اب تو کچھ کرنا چاہیے۔ تو بے دھڑک  
 مل۔ میں نے اپنی بات ختم کر دی ہے۔  
 میں نے جامو کے کندھے سے سر نکال دیا۔

یہ ہے ہمارے ہندوؤں کے سرکاری دیوتا۔

اس دن بھر پھر کی رہا رات کو ہوا دیر سیلے جل کے پاس گیا تو وہیں غصہ بھی چوٹی تھی۔ وہ کل وال خرافت نہیں تھی،

اور وہ چونکہ کے سامنے بیٹھی جو قی گوار ہی تھی ے

یہ کیا کہیں کہ یہ سب ہی بلا بھی نہ آئے گی  
کیا تم نہ آؤ گے تو تھا بھی نہ آئے گی  
میرا ہی چاہا کہ میں وہیں بیٹھ کر سنتا رہوں مگر جب اس کے  
منہ سے یہ حرف نکلے تو اس نے کہا کہ یہ تو خدا کا کام ہے

سٹرے کو جسے می یاد آئے علی۔ میں جمل کو اس پر ہی سفلان بابت چھ  
بتا سکا۔ مرن چند باتیں ہو سکیں۔ جب میں چلنے لگا تو روازے کے  
س پر نے می سے مہر پر تو نونوں کی گلدوزی رکھ کے بچے رکھ دیا۔ چلنے  
پر آواز دے دے۔ دیکھ کر تو بچہ نہ سفلان کی طرف نہ دیکھ کر نہ

سے اور ذی حشر پر منجھلائی گئی تھی۔ یہی گائی گئی میرے پاس آئی۔  
 اس کی پشتیانی اور گلوں پر سنا سے چمک رہے تھے۔ لیکن انہیں بھی  
 اس اور کھڑے کھڑے ہانپنے لگا۔ میرا راجہ جسم پسینے میں نہا گیا گائی

ہاں، جیسے ہی اس کے پاس سے یہ گزرا کہ اس کے لئے کھڑی تھی  
 نے اسے انہیں کھول دیں۔ وہ سکارا دی گئی اور یہ واقعہ نگار ہوا تھا۔  
 وہاں سے بھاگ آیا۔ دُور تک اُن کے پیچھے دیکھتا رہتا ہے۔  
 پاؤں میں داخل ہونے سے پہلے ہی نے ابھر کر ہنسنے لگی  
 استغفار کو دیکھتا تھا کہ اگر وہ اسے دیکھتا ہے تو اسے ہنسنے سے روک دے



پریس آج سارا دن نہیں آئی البتہ ملائے میں اُس کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ جب میں گھر پہنچا تو رات زیادہ ہو گئی تھی۔ جولین ڈرائنگ روم میں بیٹھی اخبار پڑھ رہی تھی۔ میں دن میں دیکھ چکا تھا کہ پرسوں رات کی واردات کے بارے میں کیا کیا خبریں پھیلی ہیں۔ جرنل کے خیال سے میں نے اخبار دھونے کے نیچے چھپک دیا تھا لیکن وہ اس کے ہاتھ لگ لگاتار کی خبر میں سب سے نمایاں خبر اسی واردات کی تھی۔ اخبار نے سنے والوں کے نام اور ان کی رد وادشاں کی بھی کراں میں کراں سننی بار کس کس جرم میں میل کیا۔ اس سلسلے سے اپنی نوعیت کی سب سے منفرد اور سنگین واردات قرار دیا تھا اور طرح طرح کی تباہی آرائیاں کی تھیں۔ ایک جگہ سرسری طور پر کمرش ناجی کا ذکر بھی تھا۔ خدا خدا تھا کہ اس موقع پر وہ بہت یاد آ رہے ہیں۔ اخبار میں پھیننے کے بعد ہر بات اُلکھی اور حیرت انگیز معلوم ہونے لگتی ہے۔ یہ واقعہ بھی اخبار نے اپنے غصوں انداز میں بیان کیا تھا اور تو فیق ظاہر کی بھی کہ جلد ہی اہم اشتکالات ہونے والے ہیں۔ اخبار میں ایک اور تنازعہ کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں پولیس کی ہاکا بیوں پر انوسن خاں کی گاتھا تھا۔ جولین کا چہرہ زرد پڑا ہوا تھا۔ میں نے کچھ بار اس کے سر پر زور پڑھ لیا ہے۔ حوا اور کانٹے زخمی حالت میں اس کے گھر میں چھپے ہوئے تھے۔ صبح میں جی شکار آیا تھا پھر حوا اور کانٹے دن بھر آپس میں سرگوشیاں کرتے رہے تھے۔ بچل غائب تھا۔ جب میں واردات والی صبح منداجر سے دلیس آیا تھا تو میرے کمرے پر بلا ہونے لگے تھے۔ سوچنے کے لیے جولین کے پاس بہت کچھ تھا۔ میں نے اس سے کئی بات کی اور جلدی سے اپنے کمرے میں آ گیا۔ وہ دو دن ابھی جاگ رہے تھے۔ میں کانٹے کے پاس بی لیٹ گیا۔ میں نے سچا کہ جب دروازہ بند ہونے کی آواز آئے گی تو ڈرائنگ روم میں جا کے سوجاؤں گا۔ میں نے دیکھا تھا کہ اس کی آنکھیں آبی ہوئی تھیں۔ میرے کمرے میں ہونا تو میں اس کے سامنے آنسو ٹپکاتا۔ وہ ہنسنی ہوئی باکل بھول کے مانند کھل جاتی تھی۔ اس کی ہنسی چٹکتی تھی۔ جی چاہتا تھا وہ ہمیشہ ہنستی رہے۔ ہنسنے ہونے اس کے دانت اس طرح ملگ لگاتے تھے جیسے اس کے منہ میں دو دھار زخمی ہو چکی ہو۔ میں نے کئی بار اوروں کی کمرے کے پاس جاؤں اور کہیں تو کمر میں رات کی بودو مرت ہو کر میں سوچتا ہی رہ گیا۔ بہت دیر بعد آہٹ ہوئی۔ میں نے آنکھوں میں پانی پینچا۔ پتلے میں نے جھانک کے اطمینان کر لیا۔ کایا۔ وہ ابھی تک موجود تھی۔ اس کا آہوا بدن چاروں سے ڈھکا ہوا تھا اور بند آنکھوں سے آنسو برس رہے تھے۔ چہرہ اوپر اٹھا ہوا تھا۔ میں دیکھتا رہا اور رینگتا رہا۔ دلیس اپنے کمرے میں آ گیا۔ پھر دوبارہ آہٹ ہوئی لیکن میں ہلکا سا چڑھنے انداز میں گھومتا رہا۔

پانچویں دن وہ زخمی اپنے اپنے پاؤں سے واپس آگئے جن کے زخم  
معمول تھے اور جن کے حالت ابھی خشک نہیں تھی، وہ ابھی کچھ  
بچے تھے۔ مادی کا حال پہلے سے اچھا تھا۔ اس کا زخم خشک ہو گیا تھا۔  
میں اسے دیکھ کر گواہ آؤں گا کہ مجھ گیا۔ میں نے اسے گلے سے لگا لیا۔  
مادی کے ساتھ دو لپک زخمی آ رہے تھے۔ ان کے قریب چھلک کا انبار تھا۔  
ایک آدمی ان کی کچھ بھال پر مامور تھا۔ بیڑے کے ملاتے کا خاصہ ذکر و زور  
رات کو انھیں دیکھتے آتا تھا۔ اس اثنا میں پریس انفرس کا زور کچھ بڑھ  
گیا۔ میں نے اپنا زانو وقت گھر ہی پر گزارا۔ جہاں مامور اور دلکانے کی  
زرنگ کاری تھی۔ دلکانے کی پشانی اور دلکان کا زخم جو کھرا تھا۔ البتہ زخمی  
خشک ہوئے تھے۔ ابھی وقت دیر لگا تھا۔ مامور کے بازو میں چاتو لگا تھا۔  
وہ دوسری دو دنوں سے اپنا علاج خود کر رہا تھا۔ جہاں کی ماں بازار سے  
سودا لینے جاتی تھی تو ان کی دوا میں بھی لے آتی تھی۔ انبار میں دو  
خبریں چھپ رہی تھیں۔ برطانیہ کی بیڑوں کی ناکشہ جاری تھی۔ اب  
نیپول کا دھماکا نیپول کی کسی شنگ یا فزول کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس کے  
باقی آدمی بھی جگہ جگہ پھرتے تھے۔ بہت سے لوگ نے بیڑے کے پاس سے  
پناہ لینے کی کوشش کی۔ بیڑے کے دیوار کو وہ کچھ عرصے بعد دھوا کر  
کریں۔ نیپول کی ملاقات دُور دُور تک پھیلنا پڑا تھا۔ پریس کی موجودگی  
کے باوجود علانے میں ٹوٹ مار کے واقعات نہ ہونے لگے تھے۔ پریس  
نے برطانیہ کو غداروں کی تھیں، چند ہی آدمیوں کو جھوڑا تھا۔ وہ بیڑے کے پاس  
کے کچھ آدمی اور بیڑے کے لے گئے تھے۔ شعلہ اتار دیا جی میں ہیں تھا۔  
اس کی شکل اس کے جھگڑنے میں آواز ہوئی وہ ان افسرین میں  
شامل تھا جو بار بار بیڑے کے پاس آتے تھے اور ہر بار نئے نئے سوال  
اٹھاتے تھے۔ میں نے جہاں کو اسکل جانے سے رکھ لیا تھا میں دن  
اس کے خبر بھی سنئی، اس دن سے وہ گم ہو گئی تھی۔ دلکانے کے پناہ  
کی کوشش کرتا زور دینی کی کچھ کچھ ہنسی ہنسی تھی۔ میرا بھی چپ  
چپ ہنسی تھی۔ بالواسطہ پر ہنسی یا پہلے پر ہنسی تسبیح گمانی تھی۔  
کئی دن گزر گئے تھے۔ اب تھائی کے چند لمحے میں مشکل سے نصیب  
تھے۔ رات کو وہ لوگ دیر تک جاگتے رہتے تھے۔ آدمی ہر جاہر تو اس کے  
پاس جا آتا اسان ہوتا ہے۔ زندہ لوگوں کے پاس جا نہایت مشکل ہوتا  
ہے۔ وہ بیڑوں میں لیکن میں اپنے کسی میں بند ہو کر کسی کسی طرح  
لے لے لایا تھا۔ اس کی پوچھا میں دیاں آجاتی تھیں۔ میں اس کی ملاقات  
والوں میں اس کی خوشبو سونگھ لیا تھا صاحب نوکرانوں سے ملا کالنے کی  
عملت بھی نہیں ملتی تھی۔ لوگ برہوت سامنے رہتے تھے۔ دل برہوت  
آٹا آٹا رہتا تھا کسی سے بات کرنے کو طبیعت نہیں کرتی تھی اور  
سب بات کرتی پڑتی تھی کچھ میں نہیں پہنچا تھا کہ وہ دن کب ختم  
ہوئے گا اور وہ کون سا دن ہوگا جب کوئی دیکھ سامنے نہیں ہے۔

رات کے وقت میں روزی پڑھے مانتا تھا اور علیحدی میں وہیں آ  
 مانتا تھا۔ جیٹھن رات کو میں جھلی کے پاس فانکوش بیٹھا تھا کہ مینٹا  
 اور لکھن جو تھے اور یا جیتھے بھرتے اندر داخل ہوئے۔ دوا! — دوا! —  
 جس نے آئے ہی شہر میں شروع کر دیا۔ اس کی زبان تو کھڑی رہی  
 تھی تو دوا! سوہہ..... وہ ان کا ذکر اور اسٹاک کر کے گیا۔ توتے  
 نے بے رحمی سے کہا: پیرس کا لوگ راجا بھی کر لو گئے تھے، زوردار، راجا  
 نے پاڑا ان کو پسے دیا۔ پسے دیا اس ناگہ نہیں ہے جب لوگوں اور  
 چلا گیا۔ ابھی کوئی اس پاڑے کا بات کر نہ کرے تو اب اس سے کرو۔ وہ  
 سلا زوردار کرے گا دوا! —

فصل کے پختہ میں ہماری ہوتی چلے جاتی۔ دفعۃً دیکھنے کی پہل نکال  
 وچ کرے میں کوئی شخص نے اپنے پاس کے منہ پر کھینچ مار دی تھی۔ فوج پر  
 چنگاریاں ٹھکنے لگیں۔ اٹھا بیادست کھسرتے اور دیر میں طرح طرح سے لگاتے لگاتے  
 جھل کی گرت دار آواز پر باہر تیزی سے آٹھ کھڑکھڑاتے۔ ابھی اس شخص کے  
 پہلے کو آٹھ لگاتے ہوئے کہ اس کو بات کرنا آجائے گا۔ یہ جلتا جیتا  
 جلتا دایکین باہر آئے کہ کھینچتا ہوا دوسرے کمرے میں لگا۔ ہر شے سکوت  
 مسئلہ ہو گیا تھا۔ چند من بعد جھل کی ہجری ہوئی آواز نے یہ فاکوشی  
 ٹوڑی۔ وہ کھسے سے غلاب تھا۔ کھسے اچھا ہو کر گرنے زبان نہیں  
 کھولی۔ سالواتم اپنی سرسالی والوں سے گھبراتے ہوئے پڑا یہ گدھے کے  
 پہنچے بدکماش بننے میں زبان فطرت کو اتنا نہیں معلوم کر سکتی کہ جاتوالے  
 کا زور ہے اور بلبل خازن۔ وہ بلند آواز سے بولا۔ تھیں خازن سرسالی ہے۔  
 جن کو یہ دیکھتے تھے جنہیں معلوم وہ حوالہ کے تمام زشت۔ میں جانتے ہیں یہ  
 "فصل معانی افقہ ٹھک دو" پڑو دیکھو۔ لیجئے میں بولا یہ سب  
 سالہا کہیں نہ تو کاٹم ہے۔ یہ یہی ہے۔ سالہا روز کا بڑا روز کا داما بننے کے  
 شوق میں آیا آجائے ہے۔ جیسے سالہا دانتیں ہوا، چڑی مار ہو گیا۔ سرکس  
 لا جو کر ہو گیا۔ وہ ٹھک کے بولا۔

جبل نے اسی وقت پر یہ کہے خاص آدمی گھٹا کر باریت کی کر دو  
 کہنے کے ساتھ زور سے پاؤں میں جا کے کہنے کہ زور کیا سارا پاؤں جا گیا۔  
 گولہ نے کہ قدرت میں ہے۔ اچھی تم گلہاں بیٹھے ہوئے ہیں جاتے  
 جاتے اس نے کہنے کہ آواز دی تھی اچھا یہ بول رہا کہ حالات  
 میں زور سے جا کے ملے اور بتائے کہ خبر کو کوئی ہے۔  
 کہنے سر ہلایا زور ہاتھ اس نے سر جھکایا اور گھٹا کے ساتھ زور  
 باہر نکل گیا۔ جبل کے کہنے سے پہلے ہی میں بھی وہاں سے چل دیا دوسرے  
 دن دوپہر کو آپس نے پیو کر گرفتار کر لیا۔ رات کو جب میں خواب میں  
 ملنے پہنچا تو آپس سے سے کچھ دور ہی تھے یہ اطلاع مل گئی۔ جس پر میرا  
 سے اٹھنے لگے۔ سنبھل سنبھل کے میں نے عمارت میں قدم رکھا۔ جبل کو  
 مجلس سے ملنے پہنچنے کی خواہش میرے سینے میں آج بھی کی طرح اکٹھی تھی کہ

میں منہ سے پلے پلے میری نظراں ہی پر پڑی۔ وہ آواز بھیجے سے نہ نکال سکے چمک کے درمیان میں بیٹھا تھا یاد دگر دو لوگ جمع تھے۔ غلابا نے ان کو وہ بہت خوش خوش نظر آیا تھا۔ آدمی بات بات پر ہنکارتا تھا۔ جیسے ہی میں اُسے دکھانے آیا، اُس نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ اُس کے قریب بیٹھے لوگ پہلے ہٹ گئے۔ میں نہ اس کے کڑھے جسم سے ہتھ میں اپنا ہاتھ دیا۔ اُس نے کہیں کچھ اچھے اپنے پہلو میں جٹھا لیا۔ اب خیر سرت ہے؟ میں نے مضطرب آواز پوچھا۔

- میں یہ وہ مسز میکانڈاز میں لیوا۔  
 - کوئی نئی بات؟  
 - وہ تم نے بائیں ہاتھ کی بی بی سے سیکھا۔

دیکھا ۹۰ میں نے جہان پر بھیج کر قہقہہ کا اظہار کر دیا میں پر و  
خبر کسی کی نہ پائی سنا چاہتا تھا میری صحبت کو دیکھ کر کھنکھاتا ہوا کہ  
تیری ہی مرض ہے کہ کہہ کر کے دُور سے تھے توں پر و چلا گیا  
ہے وہ تیزی سے اٹھ گیاں کھولنے اود بند کرنے کی شے کرنے سے پہلے۔

”پھر کیا ہے پھر؟“ وہ ہنستے ہوئے پوچھا۔ ”اب کوئی کام ہو گیا تو توجہ دے۔“

تم... تیم پرکش میں ہو؟ میں نے اڑکھلا کے کہہ  
 "کون کرکھنا ہے کہ وہ پرکش میں ہے وہ اجڑا ہے بڑا اب  
 کیا میں بڑھا ہے گا؟" چنانچہ میں نے کہا؟

مذہب ہم کیسے جاسکتے ہیں۔  
 مذہب دیکھ کر معلوم ہوتا ہے۔ خصوصاً اسلام اور ہے۔  
 مذہبی پروردگار ہے۔ جس نے حملہ کیا۔

میں نے نہیں سوچا کہ بیرو کب الودیعہ آئے گی۔ وہ کسی نیاں

وہ کہتا تھا میں اس لیتا تھا کیونکہ اس سے کچھ کمنا سستا ملے گا۔ یہاں تک کہ اس کا دل دھڑک رہا تھا کہ کوئی اور بات نہ ہو جائے جو وہ کہہ رہا ہے، سچ ثابت ہو جائے۔ مجھے اپنی دعاؤں سے ڈرنا تھا اس لیے میں نے

وہاں نہیں مانگی۔ میری زبان ہی کال تھی۔ میری جھوٹے کے خیال سے میری دگوں میں ختم اچھلنے لگا۔ رماں رواں کھڑا ہو گیا۔

”ہم کب تک یہیں کیلے گئے؟“ میں نے تیزی سے پوچھا۔

اب دن اور وقت کی بابت نہیں مجھے نہیں بول سکتا۔  
پر جلد ہی لاڈلے! مجھے پتہ ہے کہ تو یہاں سے نکلنے کے لیے کتنا بے چین







دیا۔ ڈرائنگ روم روشن تھا۔ لیکن جوں کا چہرہ بچھا ہوا تھا۔ میں جھپک بھرا  
 دیکھ کے وہ جلد ہی سے تڑپا لے آیا اور مجھے اس نے ایک پارہ لے ڈی۔  
 "اے جلی بن! تم اب تک جاگ رہی ہو؟" سنا تو میرے ت سے کہا۔  
 ڈرائنگ روم کے قریب پہنچا۔ جوں کی کچھ سے تڑپ رہی تھی۔ اس کے  
 بال بکھرے تھے تھے اور اسے ساڑھی کا بکھر نہیں تھا۔ جامو کے ٹوٹے  
 پر اسے خیال آیا۔ اس نے اسے حاس بائٹل سے اپنی ساڑھی درست کی اور  
 نظریں نیچ کر لیں۔ تم نے تو کہہ دیا تھا کہ میں ویروہ ہو سکتی ہے۔ جامو  
 نے نامت سے کہا۔ میں اب یقیناً کچھ دنوں کی یکھفت اولہ سے ہم جلد  
 ہی چلے جائیں گے۔  
 "میں نہیں بچے تو قید نہیں رہی تھی۔ وہ منتر ہے میں بول۔  
 "آپ کپڑے بدل لیجیے جامو بھائی! بہت جھپک گئے ہیں میں آپ  
 کے لیے چائے بنا کے لاتی ہوں۔"  
 "اب تم سو جاؤ۔ میں اس وقت چلنے نہیں چوں گا۔" مارا اپنے  
 کمرے میں چلا گیا۔ میں چند لمحوں تک وہیں بیٹھا رہا جوں کو دیکھتا  
 رہا پھر جوں میں صاف آیا۔ کپڑے بدل کے میں کالنے کے ساتھ بستر پر لیٹے  
 کے بجائے کمری پر لیٹ گیا۔ گھر میں قدم رکھتے ہی میرا دل ٹپنے لگا تھا۔  
 اتنی دیر میں جوں کی آواز آئی۔ وہ مجھے باہر بلا رہی تھی۔ جامو نے فوراً  
 چادر اڑھولی کر لیا۔ اس نے یقیناً آواز دی تھی۔ میں باہر گیا۔ جوں چلنے  
 لیے کمری تھی۔ میں نے اسے گھر کے دیکھا۔ ٹوٹے اس کے ہاتھ میں لڑکھی  
 تھی اور بلیاں بچ رہی تھیں۔ ٹوٹے کے میں اندر گیا۔ جب بھی  
 میلے سے چلنے کی کوئی امید پیدا ہوتی تھی، مجھے جوں کا خیال آتے لگا تھا۔  
 مجھے المیہ تھا کہ وہ میرے چلنے کے لئے کی کوئی دھمکی اور اس پر ہلنے کی اب  
 تو اس کا باپ بھی نہیں تھا اور وہی کرشنا بھی۔ ایک بڑی مائیں تھی دنیا  
 میں اور کوئی نہیں تھا۔ دور کے چند دنوں سے داروں کے تودہ اس کا مل گیا  
 واپس جانا نہیں چاہتی تھی۔ نہ ہی اس کا دل میں مانا مناسب تھا کہ وہ  
 ایک علیحدہ لوگ تھی۔ جوں کی اس کیل زمنگی سے بہت گھبرائے گی۔ ٹیٹھے  
 میں ڈولڈا راسی بات پر گھبرا ماتی ہے۔ اس کا دل بہت کمزور ہے۔ وہ  
 ماری سے کتنے فرق تھی۔ میں نے اس کے لیے ماری سے لڑائی میں دل  
 کرشنا جی نے اسے نئے مکان میں منتقل کر دیا اور وہی عازت ملواری۔  
 میں نے بہت کرشنا کی کہ وہ خوش رہے بہت ہی تھے۔ لیکن وہ روز بہ  
 روز اس بونی باقی تھی۔ اس کا خیال میرے دماغ سے چٹا ہوا تھا کہ کرشنا  
 جی سے جیسے بڑی دولت چھوڑی تھی مگر جوں کی اس سے بھی بڑی دولت  
 تھی۔ اس کی خوب صورتی میں جیسے ایک عود نہیں تھی۔ رات دن  
 صبح و شام وہ بہت کرشنا جی کی طرح مجھے آرام پہنچانے کی کوششیں  
 کرتی رہتی تھی۔ اب چلنے کی کوئی صورت بندی تو اسے اخلاص دینے کی  
 جہت نہیں پڑی تھی حالانکہ میں اس سے بار بار کہ چکا تھا کہ مجھے

میں بیٹھنا نہیں ہے۔ اسی لیے میں اس کے ساتھ گھر میں بھی نہیں  
 رہنا چاہتا تھا۔ مجھے بہت سے احساس تھا کہ اس کے ساتھ رہوں  
 گا تو اسے اور پریشان کر دوں گا۔ میں نے اس کے لیے کچھ نہیں کیا۔ ایک  
 ماری کے اتار سے نہات دلا اکون کی بڑی بات تھی اور ماری بھی اس  
 کے ساتھ تھی۔ دیکھ کے زیادہ تنگ کرنے لگا تھا اور وہ اس سے پہلے  
 بھی وہیں رہتی تھی۔ میں نے اس کے لیے کچھ بھی نہیں کیا۔ میں اس کے لیے  
 کو بھی کیا سکتا تھا جیسے ہاتھ پیر نہ لڑے۔ میں نے اسے تھکے تھکے ماریوں کو  
 کو دیکھ بھینچا مارا گیا تھا جو یہ خیال کرتے تھے۔  
 چائے کی کے جامو جلد ہی سو گیا۔ میں کمری پر بیٹھا ماریوں کے  
 یقین تھا کہ وہ بھی اب تک جاگ رہی ہوگی۔ جامو نے میرے سامنے اس  
 سے کہا تھا کہ وہ چند دن کا ملان ہے۔ اس نے میری اور بھائی کی تمام  
 گفتگو سنی تھی۔ وہ مجھے کچھ بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ سوچتی ہوگی کہ مجھے  
 رکھنے کا ٹھہرے کا قی پھینکا ہے۔ وہ بہت سی باتیں سوچ رہی ہوگی مگر  
 میں کیا کر سکتا ہوں۔ جو میرے سامنے ہیں میں نہیں ہے۔ وہ میں کیسے کر سکتا ہوں۔  
 کیا میں جوں کی میں ہے سارا لوگ کو سنا دیتے کیسے کہ میں نے یہ سنا لیا  
 سیرکس بہت پیسے ہیں۔ ہم دونوں بہت سکھ رہے ہیں کہ میں نے یہ سنا لیا  
 جی نہ لگا تو میں اور مل جائیں گے مگر پھر جوں تو میرے ساتھ ہے کہ  
 مگر میں خود کسی کے ساتھ رہوں گا؟ میں اس کے ساتھ رہنے سے بھی  
 اس کے ساتھ نہیں ہوں گا۔ وہ نہ چیر میں نہیں کے پاس سے میں چلا  
 آیا تھا۔ لیکن بھائی نے میں نے ذرا اختیار کیا اور میں سے بھائی کے بعد  
 اس کی تلاش میں کیوں نکل کھڑا ہوا؟  
 بہتر ہے کہ میں اسے چلے جاؤں جلی! آجی جلی! مجھے بہت  
 کام ہے۔ تم خود اپنے پاسے میں کچھ سوچو۔ کسی دن تو مجھے اس سے  
 بات کرنی ہی ہے۔ فرق کرو۔ میں نہ پڑنا اور اس کا باپ بھی مر گیا ہوتا  
 اور کرشنا جی بھی نہ رہتے تودہ کہ کرتی کہ دنیا میں نہ چلنے کتنے لوگ  
 بے سارا ہیں اور میں کس شرافتدار میں ہوں۔ میں کمری سے آٹھ گا اور  
 جلی جاؤں سے ڈولڈا تنگ قدم میں داخل ہوا۔ جوں کی صوفی پریم دلاڑ بونٹی  
 تھی۔ میرا نازہ دست تھا۔ اس کا انھیں کھلی ہوئی تھیں۔ میری بہت  
 پردہ چڑھا کے آٹھ بیٹھی۔ اس نے ساڑھی کے ٹوٹے پانچا بیٹھا پھر  
 تنگ کیا اور پٹ پٹاتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں اس کے قریب  
 ہی بیٹھ گیا۔ اس کی نگاہ میں خوش پریم ہوئی تھیں۔ تم وہ رہی ہو  
 میں نے پشیم تنگ کیا۔ اس کے بل میں اندکاش سارا مگر اس نے  
 کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی گردن کچھ اور جھک گئی۔ میرا ملق تنگ ہو رہا  
 تھا۔ جوں کی آنکھوں کے توقف کے بعد میں نے اسے پکارا۔ اس  
 نے کھسکا کہ ایک ثانیہ کے لیے لگا ہیں اٹھا میں اور اپنا چہرہ دوسری طرف  
 کر لیا۔ میں نے اس سے بات کرنے کا ارادہ ہی ملتوی کر دیا۔ اس وقت

ڈولڈا سے کوئی بات ہو رہی تھی اور نہ شاید وہ کچھ سنا چاہتی تھی چنانچہ  
 میں نے سکوت اختیار کر لیا مگر پھر خاموشی نے ڈولڈا سے زیادہ بڑی تھی جوں  
 میں نے بائیں ہونٹ آواز میں اسے پھر غلب کرنے کی کوشش کی۔  
 مجھے تم سے کچھ ملتا ہے۔ میں نے تیزی سے کہا۔ تاکہ میں میری زبان  
 دھک جائے۔ مجھے اب چند دنوں میں میں سے جانا ہے۔ اس کی  
 آنکھیں پھر جھپک پڑیں اور ہونٹ کاٹنے لگی۔ مجھے معلوم ہے کہ یقیناً  
 جلی اخلاص سے دیکھ ہوگا۔ میری آواز بھر بھرنے لگی۔  
 "میں نے تم سے اسے بہت سوچا ہے۔ مگر میری عقل کا کام  
 نہیں کرتی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ جوں کی! میں دیکھ نہیں سکتا اور نہ  
 جوں اس طرح تنہا چھوٹے چلنے کو ہی چاہتا ہے۔ تم ہی بتاؤ۔ میں  
 کیا کروں؟"  
 وہ مسکایاں بھرنے لگی۔ بہت روست روٹ میں نے اس کا  
 ہاتھ پکڑ لیا۔ تم بہت اچھی ہو جوں کی! یقین کرو، میں تمھاری دوسرے  
 بہت پریشان ہوں اس وقت میری سب سے بڑی خواہش یہی ہے  
 کہ یقیناً خوش دیکھ سکوں اور تمھارے لیے خوشی مینا کر سکوں مگر جو چیز  
 غریب سے پاس نہیں ہے، وہ کسی کی کرکٹ سکتا ہوں شاید یقیناً  
 پھر متعلق چلے گا۔ کچھ معلوم ہو گیا ہو یا جامو اور کتنے تھیں باتوں  
 جوں کی مجھے بتا دیا ہو لیکن پھر کچھ خصلوں نے یقیناً بتا دیا ہوگا کہ تم نے  
 خود اعادہ کیا ہوگا۔ وہ بہت کم ہے۔ مجھے کچھ پھنچا نہ تھا۔ میں میں  
 تھے اس کا کیا چاہتا ہوں کہ مجھے جانا ہے اور مجھے نہ چلنے کا ملان  
 جانا پڑے۔ تم ایک ذہن اور پھر کسی لوگ کو اپنے پاسے میں بہتر  
 فیصلہ کر سکتی ہو۔ میرا کوئی گھر نہیں ہے کہ میں یقیناً وہاں کے جانوں  
 اور پھر تمھارے سامنے ایک بڑی زندگی بڑی ہے۔ یقیناً آواز میں ایک  
 لوگ تڑپ رہی ہے۔ مجھے خیال آیا تھا کہ میں یقیناً وہیں پہنچاؤں۔  
 وہ جی تمھاری طرح بہت اچھی اور تنہا ہے۔ تمھاری تو ماں بھی ہے اس  
 کا کوئی نہیں ہے۔ ایک بڑی بونٹی میں رہتی ہے۔ تم دونوں ایک دوسرے  
 میں یقیناً تو بہت خوش ہو تیں۔ تم ملان ملازمت کی کر سکتی ہو اور تعلیم  
 بھی ماری دیکھ سکتی ہو مگر جب میں نے سوچا تو مجھے کچھ اچھا نہیں معلوم  
 ہوا۔ اس طرح کوئی کسی کے گھر میں نہیں رہ سکتا شاید تم بھی اسے پسند  
 نہ کرو۔ جوں کی کرشنا جی نے میرے نام بہت بڑی رقم چھوڑی ہے وہ  
 رقم میرے کسی کام کی نہیں ہے۔ تم اس رقم میں سے جو چاہو بولے دیا  
 سہ اپنے پاس رکھو۔ مجھ ایک بہت اچھا گھر بنا سکتی ہو، ملازمت کر سکتی  
 ہو اور ملازمت چھوڑ کے ملا تعلیم حاصل کر سکتی ہو تم چاہو تو اپنی ماں کا میں  
 انتظام کر کے پشیم میں بھی رہ سکتی ہو، ملازمت بھی جا سکتی ہو۔ اس  
 رقم سے تم بہت کچھ کر سکتی ہو مگر میرے کہنی رقم ہے؟ "میں نے اس  
 کی طرف دیکھ کے پوچھا۔ اس کی آنکھوں سے ناز و غبار اور سو ماری تھی۔

میں گھبرا گیا۔ ساتھ ساتھ آٹھ لاکھ کے قریب۔  
 اس نے اپنی بھینگ لڑکی بونی کیس اٹھا لی اور اپنا منہ چھپایا۔  
 "تم نے سنا کرشنا جی مجھے کیا سمجھتے تھے میری آواز بھینچنے  
 لگی ہیں نے یقیناً نہیں بتایا تھا اس لیے کہ مجھے بتاتے تھے کہ تم آتی  
 تھی۔ وہ وہ پیسہ بینک میں محفوظ ہے۔ میں نے اس سے ایک پانی  
 کو بھی ہاتھ نہیں لگا دیا ہے۔ کرشنا جی نے نہ چلنے کے لیے کہیں میرے نام  
 کر دیا تھا۔ تم اس قدر دیکھیں رہی ہو؟ جوں کی! میری باتوں کا جواب نہ  
 میں نے دھت سے کہا۔ نہ مانا نہ کرو۔ مجھے بھی وہاں رہا ہے۔ میں نے  
 اس کے دونوں ہاتھ جو میرے ہاتھ ہیں۔ مجھے یہ حال ہو کے میرے سینے پر  
 گر پڑی۔ میری سانس بند ہونے لگی اور جسم میں ہو گیا۔ میرے ہاتھ چکر کے  
 ہو گئے۔ جوں کیسے سینے پر اس کے ہاتھ تھے۔ میں نے ہاتھ لگا لگا لگا  
 دیا پھر میری سانس چھوٹنے لگی۔ میرا جی جاگا کہ اسے فوب زور سے  
 گلے لگاؤں، خوب ہلا کروں اور کہوں کہ میں نہیں جاتا، میں  
 نہیں ہوں گا لیکن میری زبان اور طعنے پھر پھر شادی ہو گیا تھا۔  
 میں بے اختیار دیکھ رہا تھا۔ میں نے معلوم اس طرح اس کے جوں کے  
 بازو میرے ہاتھوں کی گرفت میں تھے۔ میں نے اسے بھڑک دیا۔ بہت روست  
 میں نے زنجیر کر کہا۔ مجھے یہ خیال ہی نہیں رہا کہ میری ملنا دلا سے گھر کوئی  
 بھی مالگ سکتا ہے۔ جوں کی خوری میں بھول گئی۔ میری بات سنو جوں کی! میں  
 بیان میں رہ سکتا۔ بہت تمھارے مجھے تمھاری لکڑی نہیں ہے لیکن تم... تم  
 سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں نے گھٹی موقی آواز میں کہا۔  
 "یقیناً کوئی روک سکتا ہے۔" وہ بھینکتی ہوئی بولی۔  
 "اس طرح مت کہہ۔ میں دیکھ جاؤں گا۔ یقیناً پریشان ہی کرنا رہیں  
 گا۔ میں نے رشتے سے بونٹ کا۔ نہ خود میں سے بھولوں گا۔ یقیناً میں لینے  
 دوں گا۔ میں ہر روز یقیناً دلا رہا ہوں گا۔ ایک تو میں نے ہی کیا ہے۔  
 تم نے دیکھ ہی دیا ہے کہ کہاں اس کے میں سے یقیناً کیا دلا۔ اس لیے میرے  
 پاس اس سے بھی کیا ہیں تو کہ کا چلا حیا کیا کہ اس کے لئے کہہ  
 لیکن اب میں ایک طرف سے ملن ہو گیا ہوں۔ مجھ کو کرشنا جی نے مجھے  
 کچھ کام سونپا تھا۔ وہ اب ٹپ چکا ہے۔ وہ جو تک کے سرخ آنکھوں  
 سے مجھے گھونٹے تھے۔  
 "لیکن میں تمھاری جانب سے محفوظ ہوں جوں کی! میں نے تمھارے  
 سامنے کئی باتیں رکھی ہیں۔ تم اپنے لیے جیسا تم مناسب کہہ رہے ہو۔  
 میرا خیال ہے کہ تم ایک نیا مکان لے لو۔ یہ مجھے آؤس کام آئیں گے۔"  
 "مجھے پیسے ہیں جاسپن۔ وہ لڑکی وہ ہے میں بولی۔  
 "کہیں نہیں جاسپن! "کرشنا جی یقیناً بھی اتنا ہی عزیز رکھتے  
 تھے جتنا مجھے تھے ان کے پیسوں پر تھا اور بھی تھے سے اب وہ تو میرے  
 پیسے ہیں۔ میں یقیناً دے رہا ہوں۔ تمھارے دل میں کچھ اور خیال آ رہا ہے















کہ وہ گھوڑے دوڑنے سے غائب ہیں، شاید یہ گھوڑے چلے گئے ہیں،  
 آپس کے تو انہیں تھا نہ بیچ دیا جائے گا سنا ہے آدھیں میں سے دو  
 کا موقع پڑے ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کئی اور شے بھی تھے جن  
 کا نام ان کی فہرست میں شامل نہیں تھا یہ فہرست بھی نہیں تھا کہ ہر آدمی  
 دو تارن پاؤں میں اس کے معانی سے لیے جھلنے والے ایسے لوگ منتخب  
 تھے جن کے گھر میں تھے اور وہ پاؤں میں مستقل طور پر یا دھڑکھڑ  
 بیٹھے تھے۔ جن لوگوں کے گھر بیٹھے انہیں واردات کی بات تیار ہی کے  
 اپنے کے اس پاس متعین کیا گیا تھا کہ وہ کدو کی رقم گنے سے محفوظ رہ  
 سکیں۔ پاؤں سے متعلق لوگوں کا ذہنی ہونا نام تھا۔ پھر انہیں  
 پڑھ بھی لیتی تھی۔ پتہ چلا نہ تھا کہ وہ کدو کی رقم گنے میں اور انہیں  
 کس نے رقم کی ہے اس مسئلے میں وہ اپنے ہی پاؤں کے کسی آدمی  
 کا نام لے سکتے تھے۔ مہار اور کانتے میں اب باہر نکل سکتے تھے۔ ان کی  
 وہ بھی بعض اضیلا تھی۔

انبارت لوہیں کی کاوی پر بہت بزرگ تھے۔ ان کا وہ گھوڑا رہا  
 کے بعد جن میں پھر سے مرگزی نظر آئے گی۔ اب کے پڑنے اپنے  
 پاؤں سے گرفتار ہونے والوں کی ضمانت کا انتظام کرنے میں محنت میں  
 کی۔ وہ نہ محنت پاؤں کے پڑنے سے فہرست آدمیوں کو خود چھوڑ دیا۔  
 ان پر غنا مشاعرہ کیا گیا تھا مگر کسی نے قرار نہیں کیا۔ پولیس کی بے کیفی  
 اور تذبذب کی کیفیت اس بات سے عیاں تھی کہ اس نے پاؤں پر  
 چھاپے سنا ہے۔ اس کی تفصیل میں برقی تھی تیار ہی کے تحت پاؤں  
 پر بھی اسی طرح ایک چھاپے لائے گئے تھے۔ سامی نے بھی بہت سی  
 باتیں بتائیں لیکن ہواڑی کے پاس میں کچھ نہیں بتایا کہ اسے جھل اور پڑ  
 سے کہاں چھاپا ہوا ہے، وہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے، ایسے حالات  
 میں انہیں نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو زندہ نہیں رکھا ہو گا۔ ان کی  
 باتیں کہیں کسی پتہ نشن کے نیچے دہادی گئی ہوں گی یا انہوں نے  
 تیار ہی کو چھوڑ دیا ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تیار ہی میں کچھ فہرست  
 باقی تھی، وہ اپنی کئی برقی ناک لے کے اپنے لوگوں یا پولیس کے پاس  
 نہیں جاسکا۔ اس نے بہت کوئی مگر کسی نے بھی اس کے پاس میں کچھ  
 نہیں بتایا۔

اضیلات تیار ہی کی باز باقی پر مسلسل زور ہے۔ یہ ہے تھے جھل نے  
 مجھے تاکید کر دی تھی کہ میں اب رات کو بھی پاؤں سے ڈاکو گریں روز جانا۔  
 گھوڑی بہت جلد چلی تھی۔ اس کا چوڑا بچہ دیکھا میں جانا تھا۔ برسوں  
 کی ہمارے علم برقی تھی۔ وہ ہم بھی اسے اپنے کمرے میں بند جاتا تھا۔ اس  
 دن کے بعد سے ڈاکو نے مجھ سے کوئی بات کی تھی نہ میں نے اس سے  
 بات چیت بند بھی نہیں تھی۔ وہ مجھے کھانے کیلئے باقی، میں چلا جاتا۔  
 وہ مجھے چلے دے جاتی، میں لے لیتا۔ مہار اور کانتے دن میں کئی بار

ڈاکو ملک دم میں ہمارے مجھے تھے۔ وہ بھی ملتا تھا تھے مگر میں کوئی  
 ڈاکو کے اندر کے انہیں ملال دیتا تھا۔ جہلیں نے ان کی خاطر داری میں  
 کوئی کمی نہیں کی تھی کانتے اسے ہنسائے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ سکواری  
 تھی لیکن کانتے اس کی سکوا میں کچھ کے غواہاں ہو جاتا تھا۔  
 گرفتاریوں کا جو معاملہ تھا۔ میں پاؤں سے پھینکا اس دن گری  
 کچھ زیادہ نظر آتی تھی۔ ہر ایک کے پیرو نے آج تمام پاؤں کا انتظام اسی اعزاز  
 میں کر دیا ہے جو کچھ دن پہلے ایک رات ان سب کے درمیان ملے یا  
 تھا چھوڑا گیا تھا۔ اس مسئلے پر خود ہر ایک کو دیا گیا تھا۔ مجھے کوئی پرو  
 نے اپنے پاس نہ گئے کا اعلان کیا تھا۔ اہم نام کا پاؤں یا ماسٹر مانی کو رنے  
 دیا گیا تھا۔ یہ اپنے اپنے پاؤں پر بھی مختلف آدمی بٹھا لیے تھے اور  
 اگرچہ ابھی تیار ہی کے پاس اس کے قبضے میں نہیں آئے تھے لیکن  
 انہیں بھانسنے والے آدمیوں کی آواز کی کہ مایا تھی۔

اس رات جھل میں سے ساتھ گھر واپس آیا۔ جہلیں نے مجھ کے  
 کو کھلائی تھی۔ جھل نے آتے ہی اس کی فہرست دریافت کی اور پوچھا  
 اس کا رنگ اٹاؤ کیا ہے؟ جہلیں کچھ جواب نہیں دے سکے۔ وارنٹ  
 کے بعد جھل پہلے ہاتھ لگا کر اس کا سب ڈاکو ملک دم میں بیٹھے ہوئے تھے جھل  
 کو ملے کی جلدی میں بھی معلوم ہو رہی تھی۔ پہلے کے بعد اس نے تیار  
 پڑیں اس کی رہائی کے لیے سے کالوں میں اس میں ثابت ہوئے گی۔ میں  
 نے جھل سے جھلنے سے اس کی رات دیکھا۔ جھل کی نظریں جہلیں پر پڑی ہوئی تھیں۔  
 جہلیں مرتجبا کے خاکوش میں بھی تھی۔ چچا اور جہلیں کی ماں ایک دوسرے  
 کے کمرے سے دیکھ رہی تھیں۔ جھل نے جہلیں کو آواز دی۔ وہ چونک پڑی۔  
 جھل نے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ مہار اور کانتے بہت  
 گئے۔ جہلیں ڈگڈگاتی ہوئی اپنی رگ سے اٹھی اور جھل کے پاس ہمارے چپ  
 بیچ گئی۔ جہلیں بیٹا اہم ہمارے ہیں۔ جھل نے ہنگل سے کہا۔ جہلیں  
 کے بدن میں جھل نہیں ہوتی۔ میں لاڈ لے کر بھی اپنے ساتھ لیے جا رہا  
 ہوں۔ لاڈ لے کر آگے بہت سے کام ہیں۔ شاید تم کچھ جانتی ہو۔  
 مجھے پتہ ہے کہ تم اکیلے ہو جاؤ گی لیکن اگر میں لاڈ لے کر چھوڑ کے بھی چلا  
 گیا تو یہ ہاں نہیں ہے۔ ہم کو اپنے ساتھ لے جلتے ہو۔ جہلیں نے  
 اپنے کی نہیں ہے اور ہمارا بھی کوئی بھروسہ نہیں ہے کہ ہم آج کہاں ہوں  
 کل کہاں۔ جہت کر کے تم کو ادھر ہی رہنا ہے۔

میں استاد کا کانتے نے بے دلی سے کہا۔ جہلیں میں ہمارے  
 ساتھ چلے گی۔ تھادی فتنہ داری پر نہیں میری فتنہ داری پر میں لے  
 نکلتے جاؤں گا اور جو کچھ مجھ سے ہو گا وہ اس کے لیے کروں گا۔  
 چپ رہے۔ جھل نے تھی سے کہا۔ اپنا آپ بھینچا نہیں جاتا،  
 جہلیں ہی کو سنبھالے گا۔ کانتے دن سنبھالے گا۔ جھلیں نے پہلے ہی بیل بٹے  
 مٹا لے جو تے کھال پر جگہ جگہ لگا ہے۔ جس میں کوئی رسوا کرے گا؟

استاد کا کانتے جھل کے لولہ اس بیچ میں چپ ہو نہ ہو رہے۔  
 "مزدگھلا کانتے؟ جھل نے گرج کے کہا۔ ہن کے سامنے گا۔"  
 "میں میں۔ وہیں گے یا؟ جہلیں اکٹری ہوئی آواز میں بولی۔  
 "میں نے اپنے میں تیرا سکہ ہے جہلیں بٹیا؟ جھل نے اپنا ہونٹ  
 کرنے کی کوشش کی کہ جہلیں کے لیے بہتر ہے وہی میں بولی یا نہیں؟  
 "جہلیں میں اگر ہمارے ساتھ جانا چاہے تو میں منع نہیں کرنا چاہیے  
 جھل جانی! ہمارا ترش ہے۔ لولہ ہم سے کوئی خوف نہیں مٹنے دیں گے۔  
 کیا ہم ایک عورت اور ایک لڑکی کا بار نہیں اٹھا سکتے؟"

جہلیں نے جھل سے ناگوار سے کہا۔ تو بھی ایسی لڑکیوں کی سی باتیں  
 کر رہے ہو۔ جہلیں کو لولہ کا ہونٹ لڑکی ہے۔ اس نے سوئی مرنی کی باتیں بھی  
 ہیں۔ اسے اپنی باتیں اسی سے بھی جانتی ہیں کہ آدمی کیلئے شہ ہے۔ جہلیں  
 کی وحاد جہلیں کو دھارے تیز ہو رہی ہے۔ سالار رازہ نہیں ٹھوٹ کاغذ کیا  
 ہیں ہی رہی کیا جاتا ہے۔ جہلیں اپنا انجنا کچھ سے بہتر جانتی ہے۔ مہار  
 ابھی جہلیں کی ماں پر جو ہے۔ سب کے باب زندہ نہیں ہوئے اور نہ۔  
 تو ان کا کانتے کی اپنی بات کچھ لے سکتے ہیں۔ بٹے سے جہلیں میں کر  
 نہیں بٹیا کا حال نہیں دیکھا جہلیں نے لولہ کی آواز پر جہلیں جی ٹوٹا ہے۔  
 ہمارا کانتا تو اس کی ان کی کسی پہننے ہے۔

"آپ لوگ میں ایک دوسرے سے ناظم ہو رہے ہیں۔ میں نے  
 کہہ دیا ہے، میں میں رہوں گی۔ میں اور میری ماں۔ اگر عزیز تھا تو کیا ہم  
 رگ نہ رہتے؟ جہلیں نے سسکتی ہوئی آواز میں کہا۔  
 "ہم جہلیں کو رتیں میں کے پاس چل سکتے ہیں۔ وہ بھی اکیلے ہے  
 اور وہ بھی بہت اچھی ہے۔ بولی کو دیکھ کے خوش ہو گی۔ کانتے بولا۔  
 "ہاں خود خوش ہو گی۔ تم لوگ اگر جہلیں کے کمانے زہر لے جاؤ  
 گے تو بھی وہ خوش ہو گی۔ پکانتے کیا ہم رتیں بٹیا کو خوش کر سکتے؟"  
 جھل کا جہلیں تھا۔ میں زیادہ بہت بولی۔

پر استاد! جہلیں جن۔  
 "جہلیں میں ہے کہ کانتے؟ جھل نے لولہ کا زور میں کہا۔ کانتے  
 اپنے کان نوچنے لگا۔ جہلیں میں ہے کہ کانتے! اور عورت سے پہلے۔  
 جہلیں اگر تم کو کسی بات کی ضرورت ہو تو ہم کو رولہ پر چلنے ہاتھ میں نہیں  
 ہے۔ وہ ہم کو کشن سے سکتے تھے ہمیں ہو گی کہ میں کی کہہ رہا ہوں جہلیں!  
 جب ہی تم ہمارے کانتے کو یا جھل کو کسی کا کیلے بولو گی، ہم تیرے  
 دن ادھر آجائیں گے۔ جس میں آجائیں بولی سکتے ہیں۔

ہا! آپ کا بہت شکریہ۔ جہلیں نے مذہبی ہوئی آواز میں بولی۔  
 "میں جہلیں! لولہ بول کے ہم کو چھوڑا۔ استاد کو۔ ہم نے یہ بہت  
 چھوڑے ہیں۔ تم اپنے ہوش سے چھوڑے آنا جہلیں جو تو آجائیں جہلیں تم رولہ  
 پر جہلیں! جگہ چلنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ آدمی کو کشش کرے تو جہلیں چاہے

وہ لڑکی جگہ جگہ جگہ۔ دنیا میں آدمیوں کی کئی نہیں۔ نظر سناں کے  
 ڈال جائے تو کسی کے آدمی مل جاتے ہیں۔

"میرے لئے کچھ طلب نہیں تھا۔ جہلیں سرگ سے بولی۔  
 "چلی میرا استاد! کانتے نے ہجرے کا۔  
 "پر تو جہلیں میں ہے تیرے ہاتھ میں ہیں ہاں مت بنا۔  
 "میں اس کیلئے اپنے ہاتھ صاف کر لیا گا۔ کانتے نے ہجرے سے لولہ  
 "مادی تو کیا کاماں خرچ ہو چکے گا کانتے! اگر لولہ اگر تو یہ  
 کر سکتا ہے تو کر لے۔ تو اس سے کہہ کر سناں! رولہ میں بند کر کے کھانا  
 "کانتے جہلیں! آپ بابا کے ساتھ جہلیں۔ جہلیں نے اپنی  
 آنکھیں چھپا لیں۔ میں ہاں باکل خوش ہوں گی۔ بہت آرام سے  
 رہوں گی۔"

کانتے نے لولہ کو کھانا چاہا مگر جہلیں نے اس کے کندھے پر ہاتھ  
 رکھ کے اسے جھل کی تعین کی۔ چچا باقی! "جہلیں چچا کو غلط کیا۔  
 اس کی آواز بگڑی ہوئی تھی۔ چچا بھی ہر کے بندہ کی تھی۔ تم نے کیا کیا ہے؟  
 "میں۔۔۔ میں کیا سوچوں۔ وہ جھلکا ہوتی بولی۔

"جہلیں! جھل نے ہم سے کہہ دیا۔ میں میں کچھ سوچنا تو ہو گا۔  
 تم چاہو تو میں حمل کے پاس رہ سکتی ہو یا ہر تو ہلکے ساتھ مل سکتی ہو۔  
 "میں تو غریبیاں کی کہ جسے مسیحی آتی تھی اور اس کے پاس رہنا  
 چاہتی ہیں۔ چچا جھلکتی ہوئی بولی۔  
 "مگر تم سے کہیں کہیں ہو گی؟ میں نہیں کہاں رکھوں گا؟"

میں نے بہت سے کہا۔ جھلے تو تو بہت بہت دور۔  
 جھل نے میری بات کاٹ دی۔ جہلیں! لاڈ لے لولہ! لولہ بھی کسی ایک  
 جگہ میں ہے۔ گا۔ جب بھی اس کا گھر ہو جائے۔ ہم اس کے پاس چلی آنا۔  
 میں لاڈ لے کر تھادی رات سے بولوں گا۔ اگر تم اپنے آپ کے پاس  
 میں محرم کر دے۔ میں نام رولہ، وہی ہو سکتا ہے۔ جہلیں بھی اپنی شیا  
 ہے۔ تم ادھر بھی رہ سکتی ہو اور جہلیں چاہو تو بیل بھی سکتی ہو۔  
 "جہلیں! میری فتنہ دیکھو گی۔ جہلیں کیلئے بیل بلانے کو ملے۔  
 "ابھی چچا کو یاد رکھو۔ رولہ! ہم باکل اکیلا رہا ہوں گا۔  
 "اس کا فیصلہ خود چچا اپنی کرے گی۔ جہلیں نے زور سے کہا۔  
 "کیوں چچا اپنی! اچھی تم ہمارے ساتھ نہیں ہو گی؟ جہلیں کی دل

نے بے مین سے پوچھا۔  
 "میں جہلیں! چچا آدمی کو مجبوریت کر دے جہلیں کی جہلیں کوئی آدمی ہو گی  
 "میں وہاں سے آنے کے بعد کئی جگہ سکتی تھی لیکن مجھے تھیر  
 کے پاس آنا تھا، اس کے پاس رہنا تھا۔ جہلیں کوئی غائب نہیں تھی۔  
 اب بھی یہی ہے لیکن اب مجھے تھیر کی طرف سے کچھ سکون ہے کہ کوئی  
 تھا۔ ساتھ ساتھ جہلیں! میں ایسی جہلیں کے ساتھ ہوں گی



لیکن مجھے رہنا تو غیر ہی کی چوٹ پر ہے میں اس کے لیے دعا کرتی رہوں گی۔ جو لین کی ماں نے چپا کو زور سے چٹا لیا۔  
کچھ بعد بھر جھل آنے کا وعدہ کر کے وہاں سے اٹھ گیا۔ میں جاو اور کاٹنے لگے کسی ایک پتھار کے پتھار سے بھرت چپ پتھا۔ وہاں کے کسی ایک سے بات کیے بغیر رنگ پر لٹ گیا۔ میں رات بھر جو لین کے پاس بیٹھنے کے لیے سوچتا ہی رہا پھر صبح ہو گئی۔

صبح اٹھ کے سب سے پہلے میں نے کرشنا کی کاپی کا مواد اور جنک سے ملنے کا نام لکھواتا نکالے۔ مدد سے آنے کے بعد انھیں میں نے اب تک میں چھپا تھا۔ اس پر لکھا کہ گھر میں بھی نہیں کا تھا۔ جو لین اور چپا کا نام ایک نو بار وہاں جا چکی تھیں۔ مجھے معلوم تھا کہ وہاں رہتا ہے۔ پتہ چھپتے پتھار کے دروازے تک پہنچنے میں کیا پتہ ہوگا۔ میرا ان کے کھانا لے کر آئے باہر آیا اور مجھے اپنے سامنے دیکھ کر تیس نظروں سے گھورتا رہا پھر وہ مجھے فوراً اٹھ لے گیا اور میری اس غیر متوقع آمد کا مقصد پوچھنے لگا۔ شگایا میں نے دل دے لیے میں کہتا ہوں کہ یہ اطلاع دینے آیا ہوں کہ میں جا رہا ہوں۔ آپ اپنی ڈیوٹی پر واپس جائیں۔ میں یہ کافذات اپنے ساتھ لایا ہوں، انھیں کچھ لیجیے میں نے ان میں سے ایک پیسہ استعمال نہیں کیا ہے۔

مگر تم یہ مجھے کیوں دکھانا چاہتے ہو؟ وہ مضطرب لہجے میں رلاتا یہ یہی تھا اسے تم نے کہاں جاؤ غرض کرو۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن اسے ابھی مگر خراج کر دینے کو مجھے خوشی ہو گئی۔

میں نے اسے سختی سے نہیں کیا ہے اور اب میں جا رہا ہوں، چلتے وقت مجھے آپ سے ملنا بھی تھا اور آپ سے ایک کام میں مدد بھی لینی تھی۔

کو کو کیا کام ہے؟ میں نے اسے بتایا کہ میں اپنا سارا ذریعہ جو لین کے نام منتقل کرنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں جو ضروری تلافی کا ڈانیاں ہیں، ان کی تکمیل میں وہ میری مدد کرے۔ چونکہ میرے پاس وقت کم ہے اور میں ان باتوں سے ناواقف بھی ہوں۔ تو یہی غرض آوہ حیرت زدہ آواز میں بولا کہ کیا تھا اور داغ ٹھیک ہے؟

کیوں شکلائی کیا میں یہ جیسے کسی کے نام نہیں کر سکتا؟

مگر ضرور تم اسے آگ بھی لگا سکتے ہو تو میں میں بھی چھپک سکتے ہو۔ تم مالک ہو۔ تم کچھ بھی کر سکتے ہو۔

شگایا مجھے احساس ہے کہ یہ رقم کرشنا کی ہے۔ میں نے اسے اور مالع نہیں کر رہا ہوں، جو لین کر رہے ہیں۔ ہاں میں کرشنا کی ہے مجھے خود سے بہت قرب جھٹکتے تھے۔

میرا ساتھ کسی فکاش کے پاس چلوں ہم یہ سارا ذریعہ جو لین کے نام کر دینا چاہتے ہو۔ وہ لوگ اسے سنبھال کے گی؟ وہ ہڈیاں نماز میں بولا۔ اگر نہیں جو لین کچھ مدد کرنی ہے تو اسے چند سرائے کے سہرے ایک لاکھ سے سکتے ہو، اس سے کچھ اور زیادہ سے سکتے ہو مگر یہ... اور۔ کرشنا کی ہوتے تو! مگر کرشنا کی کیوں ہوتے؟

کیا وہ ذرا سن ہوتے؟

وہ اپنا سر پیٹتے بغیر غماں؟

وہ کچھ بھی نہیں کہتے۔ وہ اگر یہ سب کچھ اپنی زندگی میں کرنا کریتے اور میں اسے جو لین کر دیتا تو وہ زبان پر ایک حرف بھی لاتے۔

تم جو لین کو یہ کیوں دینا چاہتے ہو؟

میں جھٹکا ہوں اسے مجھ سے زیادہ ضرورت ہے، اس کا باب مرگیا ہے۔ ایک بوجی ماں ہے۔ وہ اکیلے ہے اور بڑی چاہتا ہے کہ اسے کسی تم کو پریشانی نہ ہو۔

وہ دوسرے نام کی پریشانی اور بڑھا ہے کاغذی غماں! رپے سے اگر پریشانی دور ہو جائے تو تم اس قدر پریشان نہ ہوتے۔

وہ ادب بات ہے۔

وہ ادب بات نہیں ہے غیر غماں! میرے دوست! ذرا غور کرو۔ شگایا رات بھر دبانے ہوئے غماں آواز میں بولا میں انھیں اس کا مشورہ نہیں دے گا اور وہ اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا ہے۔

شگایا! میں آپ سے شکر دیتے ہیں آپ آیا ہوں۔ آپ سنا سب میں سمجھتے تو یہ رقم ادھی کر دیجیے۔ جو لین کو واقعی رپے کی ضرورت ہے وہ اطلاع تکمیل مل کرنا چاہتی ہے۔ لیکن ہے وہ ولایت مل جائے وہ بہت دیر لڑی ہے۔ اس کی ترقی میں جو کڑاوت ہے، وہ رپے سے بڑی مدد تک دے سکتی ہے۔

تم نے جو لین سے اس کا تذکرہ کیا تھا؟

ہاں میں اس نے منع کر دیا۔

منہ کو کیا! تو جان لو کہ وہ اب بھی اسے قبول نہیں کرے گی۔

کسی طرف بھی مل جائیگا۔

کوئی تو نزل ہوگی؟ وہ لہجے ہوئے لہجے میں بولا۔

ابھی شاید مل سکتے تھے۔ میں نے مذہب سے کہا۔

میرا پتہ! میں سوچنے لگا کہ اسے کیا پتہ بتاؤں۔ مجھے لگتا ہے کہ وہ جانا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر میں لگتا ہوں تو وہاں شاید چند لوگ ہیں گا چھپیں اور چلا جائیں گا مگر آپ پتہ نہیں پوچھ رہے ہیں۔

تمہارے پاس میں کوئی خط آیا تو کہاں ملے گا؟

مجھے چھوٹے شکلائی! غلط آواز بتا کر اب تک آجائے۔

مجھے اب بھی امید ہے۔ فریق کرو، تمہاری مدد موجودی میں کوئی نہیں ہے اسے زمین نہیں کہاں ڈھونڈیں؟

چند لمبے سوچنے کے بعد میں نے اسے فیصلہ آباد میں زبیر کا بتا دیا۔ مجھے یقین تھا کہ اسے خط لکھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اس نے کہا میں زبیر کے پاس وہ خط محفوظ ہے گا۔ وہ جیل کو مطلع کرے گا۔ یہ پتہ کسی آگے کا نہیں تھا۔ زبیر کا خطا۔ شکلائی نے اسے اس میں فوری کر دیا۔ میں نے دوبارہ اس کی توجہ رقم کی طرف دلائی۔ اس نے مشورہ دیا کہ مجھے اور دو سو لینا چاہیے۔ یہ رقم بعد میں بھی کسی وقت پر ہو سکتی ہے۔ اس کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ شاید بعد میں میرا جیل جاتے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ کا فذات کی تکمیل کے بعد اس وقت میرے ساتھ نہیں جائے گا۔ میں اٹھ گیا۔ میں نے اسے اس وقت دیا کہ وہ اپنی ملازمت پر واپس چلا جائے گا۔ اس نے مجھے گھر لے گیا۔ میرے گل جیسے اس کا کل کسی وقت مجھ سے ملنے لے دے گا۔

باہر آنے کے بعد ہی میں نے کسی دیکھ کر فکاش شروع کر دی۔

میں ایک جگہ ایک بڑے پیری کی نظر پڑی۔ میں جھٹکتے جھٹکتے دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک بڑھا آؤنی تھا۔ اس نے میری بات پوری توجہ سے اور جھٹکتے ہوئے کچھ سوچتا رہا۔ اس نے کئی بار میری شکل دیکھی۔

کوئی کڑی نرم ہیں۔ میں نے اسے اپنی پردی نال دکھائی۔ چھوٹے چھوٹے طرح کے سوال کرنے لگا جو لین میری کون ہوتے ہیں اور میں نے اسے کہیں سے دے دیا۔ میں نے کہا، انھیں اس سے کیا تم کو کاغذ کے ٹکڑے سے؟ اور وہ اپنی فیس تبادلو۔ وہ بڑی مشکل سے آمادہ ہوئے بتایا کہ زیادہ لمبے چوٹے طریقہ کار میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جو لین کے نام جو کیا ہوں، ایک چھپک کاٹ لیں اور چھپک کے ساتھ احتیاط کے طور پر ایک کو خط بھی لکھ سکتا

خط کا عنوان بھی اس نے مجھے بتا دیا۔ میں نے فیس کے لیے

کہا تو اس نے اندازہ کیا کہ وہ مشورے کی فیس نہیں لے رہا میری جیب میں پیسے بھی تھے اور میں ڈرنا تھا کہ کہیں وہ زیادہ پیسے نہ لے لے اب تمام کام مجھے کرنا تھا۔ میں سے بات کر کے مجھے اپنا وقت کچھ کم عرصہ ہوا۔

پاؤسے میں چل گیا کہ وہ آخری رات تھی۔ جاو اور کاٹنے پر مشغول تھا۔

مجھے سچے سچے مول سے زیادہ میں بھی تھی۔ سر طرہ ریانی اور مجھے بڑے کوشش کی خوشی بکھری ہوئی تھی۔ آج وہاں مار پیٹا تھا اور آواز اور چھپا بھی تھے۔ بڑے کوشش کے پاس بیٹھا ہوا تھا مگر کسی سے بہت کم بات کر دیا تھا۔ میں نے مار پیٹ کر جو لین کا خیال رکھنے کی تاکید کی۔ وہ نے لگا لگا بولا کہ راجا! مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔ میں نے اسے کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے۔

ہاں چھپک کی ضرورت ملا۔ ہوگی۔ جاو اور کاٹنے سے بھی لڑک کر میں گھر کے لیے سب نے ساتھ لے لیا۔ کھانے کے بعد ملنے کی جگہ پر ساڑھن اور طوائفوں نے قبضہ کر لیا۔ آج تک میں جاو اور کاٹنے پر مجھ تھیں۔ سب ذوق برق لباس پہنے اور کھانے کے لیے تھیں۔ گانے میں ہمیں تھوڑی دیر بیٹھے۔ جاو اور کاٹنے کے درمیان سے مجھے بھی لگا لگا۔

جب ہم چلنے کے تو محفل دردم برہم ہو گئی۔ مجھ اور میرے ساتھ باقی ہمارے ساتھ میں آگے اور باہر میں اپنے بیٹوں میں چھپتے رہے۔

جو لین نے میرے لیے ایک سوٹ کی خرید لیا تھا۔ میرا پرانے آبی سوٹ کس میں چھپے تھے۔ یہ پتہ کرشنا کی ہے۔ بڑے تھے اور بعد میں جو لین نے سولے تھے۔ ہم گھر پہنچے تو یہی بتائی ہوئی تھی۔

جو لین نے چھپنے کا نئے ادھار کے کر رہے تھے۔ میں نے اسے دیکھ کر انھیں متوجہ ہوئی تھیں۔ میں نے اپنے گھر سے میں آگیا۔ وہ وہاں رات گئے تک باہر رہی۔ مجھے ہے۔ صبح ہوئی تو میں آخری بار اسے تلاش کرنے کے لیے گھر سے چل پڑا لیکن ہے وہ اس میں ہوا ادب تک میری نظروں سے اوجھل رہی۔ میں نے کھٹکھٹوں سے صوف چھوڑ دیا۔ پھر ہوا گوں کو کھانا لے کر واپس آیا تو میرے کمرے میں وہ کھنچ رہی تھی۔

گھر کے باہر ایک لمبی سیاہ موٹر کھڑی تھی اور بدھوی ڈھانچہ پڑا ہوا تھا۔ اوگھ لہا تھا۔ یہ موٹر میں نے پہلی بار دیکھی تھی۔ گھر میں وہ چلنے سے چلنے میں نے ڈر نہ ہوا۔ پوچھ لینا مناسب سمجھا کہ اند کوں باہر اس نے لوہن کا نام لیا۔ مجھے تسلی ہوئی۔ اند کوں نے بھی یہی کہی تھی۔ وہ وہاں اکثر آتی رہتی تھی معلوم ہوا کہ کل بھی آئی تھی اور چلنے آئے ہیں۔ وہاں کے ہمارے اس بتا دیا تھا۔ وہ میرے لیے ایک محل دست لائی تھی اور گیارہ دن سے بڑا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے اسے بہت فیس بعد دیا تھا۔ وہ نیلی نیلی اور اسکرٹ پہنے ہوئے تھی۔ اس کے گلے میں ایک گلاب مال بندھا تھا۔ بالکل کسی اسکول کی طالبہ معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے گلے میں اس نے پتہ بھی نہ لیا۔ وہ شکایت کرنے لگی۔ میں نے اسے اسے سختی سے کہا کہ میں زیادہ صوفیت کی وجہ سے اس دوران میں اس سے نہیں مل سکا اور اس

285



کے گھر آکر۔ زورین نے میری مذمت قبول کر لی اور کشت ناجی کا ذکر کرنے لگی۔ کلب میں لوگ انھیں بہت یاد کرتے ہیں اور کبھی کبھی براہ منکر وہ بھی ہوجاتا ہے۔ اس نے بتا کر دو دن لوگ میرے پاسے میں مختلف قسم کی باتیں کرتے ہیں اور ڈیڑھ گھنٹے پر چلتے جاتے ہیں۔ وہ بہت بڑی باتیں انھیں سے کر رہی تھی۔ جو میں بھی مروجہ دینی۔ نوہن نے اس سے باز رہ کر کیا اور جہاں جیسے ہی اندکبھی زورین کھسک کے میرے زب لگتی تھیں۔ نے سرگوشی میں مجھ سے پوچھا کہ میرے پاس کچھ وقت ہے؟ میں نے جواب دیا کہ گاڑی بات کو مانتی ہے، ابھی غاصا وقت بنائے۔ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے مگر یہاں نہیں چھوڑنے کے لیے میرا ساتھ چلے میں تھیں یہیں پہنچاؤں گی۔ وہ راز دارانہ لہجے میں بولی۔

”کیسی باتیں؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

”کچھ اہم باتیں۔ میں نے تم سے اسے دیکھا۔ وہ تیری سے بلی تالیسی کوئی گولہ لے کر بات نہیں ہے۔ تم سے کچھ کہنا ہے۔“

میں نے سنبھلے تانی سے اتر کر میں گردن ہلا دی۔ جہاں سے کہنے پر وہ چپ ہو گئی۔ میرے دل کے لیے کچھ ہو گئی کہ وہ مجھ سے ایسی کیا باتیں کرنا چاہتی ہے۔ چند منٹ بعد وہ واپس ملنے لگی۔ میں بھی اس کے ساتھ موٹر میں بیٹھ گیا۔ جہاں وہ چھاپا دیا۔ وہ آواز سے باہر لگتی تھیں۔ زورین نے اس سے کہا کہ وہ مجھے ابھی کچھ کہنا ہے۔ وہ دو دنوں تک یہی کہیں۔ وہ گھبرا کر آواز دے رہی تھی۔ آواز سے بعد میں اعلان دے کے ایک پرمکون اور ٹھنڈے ریتروں کے ایک کرنے میں بیٹھ گئے تھے۔ قلعہ کے پاس وقت تم ہے۔ اے میں نے کسی تھیک کے بغیر بات کر دی۔ وہ میرے کو کافی آواز دے دیتے تھے۔ میں نے پوچھی اردو میں بولی۔ تم جانتے ہو کہ مجھے ادھر ادھر کی باتیں کرنا ہیں۔ آج میں تمھارے گھر کو دیکھ کر دس بلادی کی ہوں گی۔ تم کسی بار نہیں ملے۔ مجھے شبہ ہوا کہ شاید زورین اور چھاپا تھیں۔ میرے پاس میں کچھ بتاتی نہیں ہیں۔

”نہیں! ایسی بات نہیں ہے۔ انھوں نے براہ مجھے بتایا ہے۔“

”تو ٹھیک ہے۔ وہ جگہ میں بولی۔ پہلے مجھے تم سے چند سوال کرنے ہیں جواب دیتے رہنا۔ میری باتیں اپنی بات بناؤں گی۔ اس کی آواز میں لڑا تھا۔“

”پوچھیے۔“

”یہ بتاؤ کہ میں تھیں کیسی گنتی ہوں؟“

”جی! میں نے حیرت سے کہا۔“

”میں نے بتاؤ کہ میں کیسی گنتی ہوں؟“

”تم.... تم بہت اچھی ہو۔“

”نہیں! وہ چل کے بولی۔ مجھے بتاؤ کہ میں تھیں کیسی گنتی ہوں؟ صرف چہرے سے اور رنگ دھب سے نہیں، وہ دونوں طرح تھیں۔ بڑی آواز دی کہ تم جس طرح سمجھتے ہو کسی جھجک کے بغیر کہ دو بے خوش

کے گھر آکر۔ زورین نے میری مذمت قبول کر لی اور کشت ناجی کا ذکر کرنے لگی۔ کلب میں لوگ انھیں بہت یاد کرتے ہیں اور کبھی کبھی براہ منکر وہ بھی ہوجاتا ہے۔ اس نے بتا کر دو دن لوگ میرے پاسے میں مختلف قسم کی باتیں کرتے ہیں اور ڈیڑھ گھنٹے پر چلتے جاتے ہیں۔ وہ بہت بڑی باتیں انھیں سے کر رہی تھی۔ جو میں بھی مروجہ دینی۔ نوہن نے اس سے باز رہ کر کیا اور جہاں جیسے ہی اندکبھی زورین کھسک کے میرے زب لگتی تھیں۔ نے سرگوشی میں مجھ سے پوچھا کہ میرے پاس کچھ وقت ہے؟ میں نے جواب دیا کہ گاڑی بات کو مانتی ہے، ابھی غاصا وقت بنائے۔ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے مگر یہاں نہیں چھوڑنے کے لیے میرا ساتھ چلے میں تھیں یہیں پہنچاؤں گی۔ وہ راز دارانہ لہجے میں بولی۔

”کیسی باتیں؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

”کچھ اہم باتیں۔ میں نے تم سے اسے دیکھا۔ وہ تیری سے بلی تالیسی کوئی گولہ لے کر بات نہیں ہے۔ تم سے کچھ کہنا ہے۔“

میں نے سنبھلے تانی سے اتر کر میں گردن ہلا دی۔ جہاں سے کہنے پر وہ چپ ہو گئی۔ میرے دل کے لیے کچھ ہو گئی کہ وہ مجھ سے ایسی کیا باتیں کرنا چاہتی ہے۔ چند منٹ بعد وہ واپس ملنے لگی۔ میں بھی اس کے ساتھ موٹر میں بیٹھ گیا۔ جہاں وہ چھاپا دیا۔ وہ آواز سے باہر لگتی تھیں۔ زورین نے اس سے کہا کہ وہ مجھے ابھی کچھ کہنا ہے۔ وہ دو دنوں تک یہی کہیں۔ وہ گھبرا کر آواز دے رہی تھی۔ آواز سے بعد میں اعلان دے کے ایک پرمکون اور ٹھنڈے ریتروں کے ایک کرنے میں بیٹھ گئے تھے۔ قلعہ کے پاس وقت تم ہے۔ اے میں نے کسی تھیک کے بغیر بات کر دی۔ وہ میرے کو کافی آواز دے دیتے تھے۔ میں نے پوچھی اردو میں بولی۔ تم جانتے ہو کہ مجھے ادھر ادھر کی باتیں کرنا ہیں۔ آج میں تمھارے گھر کو دیکھ کر دس بلادی کی ہوں گی۔ تم کسی بار نہیں ملے۔ مجھے شبہ ہوا کہ شاید زورین اور چھاپا تھیں۔ میرے پاس میں کچھ بتاتی نہیں ہیں۔

”نہیں! ایسی بات نہیں ہے۔ انھوں نے براہ مجھے بتایا ہے۔“

”تو ٹھیک ہے۔ وہ جگہ میں بولی۔ پہلے مجھے تم سے چند سوال کرنے ہیں جواب دیتے رہنا۔ میری باتیں اپنی بات بناؤں گی۔ اس کی آواز میں لڑا تھا۔“

”پوچھیے۔“

”یہ بتاؤ کہ میں تھیں کیسی گنتی ہوں؟“

”جی! میں نے حیرت سے کہا۔“

”میں نے بتاؤ کہ میں کیسی گنتی ہوں؟“

”تم.... تم بہت اچھی ہو۔“

”نہیں! وہ چل کے بولی۔ مجھے بتاؤ کہ میں تھیں کیسی گنتی ہوں؟ صرف چہرے سے اور رنگ دھب سے نہیں، وہ دونوں طرح تھیں۔ بڑی آواز دی کہ تم جس طرح سمجھتے ہو کسی جھجک کے بغیر کہ دو بے خوش

نے بندہ جا میں لگی۔ سوچے بغیر سب کچھ کہے ہو سکتا ہے۔ میں سوچنے کا پورا موقع دینا چاہتی ہوں۔“

زورین کے گال تھما ہے تھے میرا راجہ رنگ ہو گیا تھا اس نے جلدی کافی بنائی۔ ایک بال میرے آگے۔ زورین نے اپنے من متع کرنے کی بہت کوشش کی۔ اس سے کچھ کہنے کے لیے میرے من کیلئے لگے۔ چلا اٹھا۔ تھیں وہ بڑی ہے۔ اس نے میرے کے ایک ٹوٹ لے دیا اور ریتروں سے مل آئی۔ واپس پر اس نے دوکان سے میرے لیے سوٹ کا پیرا، ٹیوٹنگ کا سامان جو تھوڑا سا سا لٹا اور بہت سی چیزیں خریدیں اور تمام سامان کے ساتھ مجھے چھوڑ دیا۔ اندر میں آئی۔ موٹر رازدار ہونے سے پہلے اس نے پائنت سے کہا کہ میری بات جواب کی توقع نہ کی۔ اس نے کچھ اور بھی کہا جو میں سننا نہیں۔ موٹر مل چڑھی۔

گھر میں میرے منتظر تھے۔ چھل آچکا تھا۔ سوٹ کیس اور بستر ڈانگ دم میں رکھے تھے جو میں کانتے اور صاف کدیاں نظر میں تھیں۔ میں نے میری سانس ناہو میں نہیں تھی اور مجھے منکرے خیال سے کہہ دیا تھا۔ دل ڈوبا ہوا تھا۔ چھل نے میرا زور پکڑنے کے لیے مجھ کو زور دیا۔

”تو ہے لڑا؟“ وہ بے تزاری سے بولا۔

”کچھ نہیں۔ میں نے منھل کے کہا۔ کچھ بھی نہیں۔“

”چلا ہے۔ وہ مجھے گھر لے کر چلا۔“

”ہاں ملوٹ میں نے سیکے سیکے امان میں کہ میں اس سے پیاس کا کھانا نہیں کر سکا کہ اس آج کے لیے سفر کا اوارہ ملوٹ کو دیا جائے۔ میں نے گیس لینے چلا گیا تھا۔ دو دیکھیاں آئیں۔ جو میں کی ماں گھر پر تھیں۔ میری پیشانی پر زور دیا اور وہاں سے مجھے نصحت کیا کہ چھاپا اور میں ایک جیسے ہیں اور دوسری وہ ہیں نہیں بیٹھے گئے۔

”کیسی میں خاموشی طاری تھی۔ چھاپا کی ڈنکی ہوئی آواز ابھری۔

”میں انھیں کھانا کھاتا۔ میں نے گردن ہلائی۔ وہ انھیں چھڑھ کے چھوڑ کر تھی۔ آئیشن پر پیر پہلے سے موجود تھا۔ اس کے ساتھ دو زوراجیہ، ماچی، مٹا اور دانی تھے گاڑی رازدار موٹر میں زیادہ تھیں تھا۔ میں نے چھاپا کو ملنے دے جانے کا ایک غاف اور اسے دھڑکی کہ وہ گھر پہنچے کسی مناسب وقت انتظار چاہیں کہ وہ۔“

”میں نے میری ٹانگیں چھڑھ تھیں اور اپنا سر رخ رہا تھا۔

”کی انھوں سے ٹپ آسکر کہے تھے۔ وہ سب ہم سے بار بار کہتے تھے گاڑی سے سینی کا پی تو میرے دونوں ہاتھوں سے لے لیں گے۔ اور پیشانی سے سر ہاتھ ہونے جھوٹی ہوئی آواز میں بولا۔

”اے! این کو تیرا انتظار ہے گا۔“

وہ دونوں ہم سے مل کر میری گنتی تھیں۔ کانتے اٹھی کے پاس آئی۔ اس حرکت میں آجاری چاہتی تھی۔ میں دوڑ کے ان کے پاس

نے بندہ جا میں لگی۔ سوچے بغیر سب کچھ کہے ہو سکتا ہے۔ میں سوچنے کا پورا موقع دینا چاہتی ہوں۔“

زورین کے گال تھما ہے تھے میرا راجہ رنگ ہو گیا تھا اس نے جلدی کافی بنائی۔ ایک بال میرے آگے۔ زورین نے اپنے من متع کرنے کی بہت کوشش کی۔ اس سے کچھ کہنے کے لیے میرے من کیلئے لگے۔ چلا اٹھا۔ تھیں وہ بڑی ہے۔ اس نے میرے کے ایک ٹوٹ لے دیا اور ریتروں سے مل آئی۔ واپس پر اس نے دوکان سے میرے لیے سوٹ کا پیرا، ٹیوٹنگ کا سامان جو تھوڑا سا سا لٹا اور بہت سی چیزیں خریدیں اور تمام سامان کے ساتھ مجھے چھوڑ دیا۔ اندر میں آئی۔ موٹر رازدار ہونے سے پہلے اس نے پائنت سے کہا کہ میری بات جواب کی توقع نہ کی۔ اس نے کچھ اور بھی کہا جو میں سننا نہیں۔ موٹر مل چڑھی۔

گھر میں میرے منتظر تھے۔ چھل آچکا تھا۔ سوٹ کیس اور بستر ڈانگ دم میں رکھے تھے جو میں کانتے اور صاف کدیاں نظر میں تھیں۔ میں نے میری سانس ناہو میں نہیں تھی اور مجھے منکرے خیال سے کہہ دیا تھا۔ دل ڈوبا ہوا تھا۔ چھل نے میرا زور پکڑنے کے لیے مجھ کو زور دیا۔

”تو ہے لڑا؟“ وہ بے تزاری سے بولا۔

”کچھ نہیں۔ میں نے منھل کے کہا۔ کچھ بھی نہیں۔“

”چلا ہے۔ وہ مجھے گھر لے کر چلا۔“

”ہاں ملوٹ میں نے سیکے سیکے امان میں کہ میں اس سے پیاس کا کھانا نہیں کر سکا کہ اس آج کے لیے سفر کا اوارہ ملوٹ کو دیا جائے۔ میں نے گیس لینے چلا گیا تھا۔ دو دیکھیاں آئیں۔ جو میں کی ماں گھر پر تھیں۔ میری پیشانی پر زور دیا اور وہاں سے مجھے نصحت کیا کہ چھاپا اور میں ایک جیسے ہیں اور دوسری وہ ہیں نہیں بیٹھے گئے۔

”کیسی میں خاموشی طاری تھی۔ چھاپا کی ڈنکی ہوئی آواز ابھری۔

”میں انھیں کھانا کھاتا۔ میں نے گردن ہلائی۔ وہ انھیں چھڑھ کے چھوڑ کر تھی۔ آئیشن پر پیر پہلے سے موجود تھا۔ اس کے ساتھ دو زوراجیہ، ماچی، مٹا اور دانی تھے گاڑی رازدار موٹر میں زیادہ تھیں تھا۔ میں نے چھاپا کو ملنے دے جانے کا ایک غاف اور اسے دھڑکی کہ وہ گھر پہنچے کسی مناسب وقت انتظار چاہیں کہ وہ۔“

”میں نے میری ٹانگیں چھڑھ تھیں اور اپنا سر رخ رہا تھا۔

”کی انھوں سے ٹپ آسکر کہے تھے۔ وہ سب ہم سے بار بار کہتے تھے گاڑی سے سینی کا پی تو میرے دونوں ہاتھوں سے لے لیں گے۔ اور پیشانی سے سر ہاتھ ہونے جھوٹی ہوئی آواز میں بولا۔

”اے! این کو تیرا انتظار ہے گا۔“

وہ دونوں ہم سے مل کر میری گنتی تھیں۔ کانتے اٹھی کے پاس آئی۔ اس حرکت میں آجاری چاہتی تھی۔ میں دوڑ کے ان کے پاس

پہنچا۔ چھاپے اپنی بانیں پھیلا رکھی تھیں۔ میں بے اختیار اس کے سینے سے چٹ گیا۔ پائے میں! اللہ تھا اسے ساتھ ہے اللہ تھیں خوش رکھے، شاید ادا کرے۔ وہ سسکتی ہوئی لہجہ لہجہ میں لڑا پوچھ کر کہہ اور میرے لیے میں سے رنے کا انتظار کرتی۔

میں چھاپے آگ ہوا تو اس کے پلو میں سے کی ہوئی تھیں کھڑی تھی۔ اس کی انھیں دہلن تھیں۔ سوئی سوئی حال نالی سی۔ میں نے اسے دیکھا تو اس پر پکسی طاری ہو گئی۔ اگر میں اس کا راز تمام کیا تو شاید وہ رگماتی مجھے دھمکتے کیا بولا۔ میں نے اسے زور سے منہ کے اپنے بازو میں بند کر لیا۔ جو میں کی بجائیں بندہ میں نے ٹھلنے ٹھلنے کے لیے ایک گاڑی حرکت میں لگائی تھی۔ چھاپے ایک طرف ادھر طرف سے لڑائی نے جھل کر جو میں کو سنبھالا دیا۔

مٹا اور ٹیک گاڑی کے ساتھ ساتھ جھگڑا۔

ڈنٹے میں ہم جاؤں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ رازٹ کلاس کا ڈنٹا تھا۔ آئیشن سے چلتے ہی گاڑی اندر سے میں ڈب گئی اور تیز چڑھتی ہوئی گئی۔ ڈنٹے میں خاموشی چھاتی ہوئی تھی۔ سب ایک دوسرے سے ڈر کر شستروں کے کونوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ سب نے دیر تک سامان کرکٹس ہی پر بڑا ہوا گھر سے بولیں اور چھاپے جو سامان ساتھ کیا تھا اس میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ پورا اور اس کے آگے لگانے پینے کی اتنی چیزیں ساتھ لائے تھے کہ ایک منٹ کے سفر میں ہی سب جا میں۔ جامو کانتے اور چھل نے اپنے گھون سے بار آسامر کے رخت پر ڈال دیے تھے۔ کچھ دیر بعد چھل قریب آگیا اور میرے گلے میں آٹھ ڈال کے ہتھکی سے بولا۔ ”ٹھیک ہے؟“

”ہاں سب ٹھیک ہے۔ میں نے ڈنٹے سے موٹی آواز میں جواب دیا۔

”تیرا ڈنٹے کی ناک کا ٹوٹے کیا کاسے؟“ وہ سڑکے بولا۔

”وہ میں نے گڑھ میں جھینک دی تھی۔“

”بڑی ٹھیک جگہ پر ڈنٹے۔“

”اور تیرا ڈنٹے کا کیا ہوا؟“ میں نے منظر اب سے پوچھا۔

”وہ کیسی ایسی ہی جگہ پڑا ہوگا۔ چھل کانتے سے لے لے میں بولا۔

”چلتے ڈنٹے اب تو سوجا۔ بائیں میں ہوں گی۔ کچھ کاکے مڑا۔“

”تھیں جھک نہیں ہے۔“

”کھالے! ابھی تو بہت گہ می ہے۔“

”تم کھاو پیرا! نہیں جاہ دیا ہے۔“

”اب بی بی حال کے رکھ کر کب کب بچہ گودی کرے گا؟“

”میں نے گھر کے آگے دیکھا۔ کیسی بچہ گودی؟“

”خفا ہو گیا؟“ وہ ہنسنے لگا۔ ڈنٹا زور سے بات پر خفا ہوتا ہے۔

”ی تو بچہ گودی ہے اور کیا ہے۔ غرہ بے تیری عمر کہے۔“



کیا کم ہوگی۔

”میں ناراض تو نہیں ہوا۔ میں نے جھگلا کے کہا۔

”لاڈلے! وہ گھبردار میں بولا۔ اب کہیں اور مت نکل جانا نا۔

”کیا مطلب؟ میں نے گھبرا کے کہا۔

”میرے ساتھ ہی رہنا۔“

”تھلے ساتھ! اگر مجھے تو۔“

”بھئی! بھئی! بے مبری مت کر۔ بے مبری میں سارا کام خراب

ہو جاتا ہے۔ تو اگر مجھے پہلے بتا دیتا تو شاید یہ بات نہ ہوتی۔“

”تم سب بے مبری کہتے ہو؟ سات سالوں میں گزرتے، ایک

سال سے لوہے ہو گیا اور تم.... تم کیا کر سکتے ہو؟ تم بھی میری طرح مجبور ہو

تم کیا کوئی دوا گر جو۔“

”ہاں! وہ آفاقی سے بولا۔ میں بھی مجبور ہوں۔ پو لاڈلے! ابھی

سوچنے سے مبری سوچ اٹھی ہوتی ہے۔ میں مجھ سے کچھ سوچ بھگے

ہی ہو مت! بھئی۔“

”اب تو تعین تقریباً ساری باتیں معلوم ہیں۔ مجھے سوچ کے چاہا

دو کہ میں کیا کروں؟ میں نے زہر خند سے کہا۔ تم تو مجھے کھٹکتے لیے جا

لے جے ہو لیکن میں تمہیں پہلے سے بتا دیتا ہوں۔ مجھے کھٹکتے میں نہیں

رہنا ہے۔ تم وہاں جا کے اٹکے پڑو۔ جب تم اس معاملے میں کچھ کری

نہیں سکتے تو غراؤ خواہ کوئی پریشان ہوتے ہو۔ میں چلا ہاؤں گا کسی طرف

مجی نکل جاؤں گا۔“

”میں نے مجھ سے کب بولا ہے کہ گزرتے ہیں رہنا کون چاہتا

ہے کہ گزرتا ہے پر بیٹھے۔ ہلا ڈالے! اب تو جانے کا نہیں میں مجھے

اکیلا نہیں جانے دوں گا۔ وہ تمہی لیے ہیں بولا۔ اور اگر تو چاہا تو مجھ لیا

کہ میں مجھ سے کبھی بات کہ نہیں کروں گا اور تو بھی کبھی میرا نام نہ لے لیا۔“

”تو تم میرے ساتھ چلو گے؟“ میں نے غمی سے کہا۔

”ہاں! ایسا باتیں تیرے ساتھ چلوں گا۔“

”کہاں تک؟“ میں نے سچے کہہ کر کہا۔ تو میں چھلے پڑ جائیگی۔

”تیرے دل میں چھلے پڑے ہوئے ہیں۔ تو تلوں کی بات

کرتا ہے۔“

”جھٹک ہے۔ میں نے جھٹک کے کہا۔ تم نے طے کر ہی لیا

ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ تم نے تو کہنے کیلئے کوئی بات نہیں کہی۔“

”لاڈلے! مجھے ایک بار تفصیل سے بتا دیا۔ میں بتا دیکھ! اب

کچھ چھپا نا نہیں۔ ہر بات بول دے۔ وہ اپنا بازو منگاتے ہوئے بولا۔

”اگر کوئی بات رہ گئی تو شاید میں کچھ فیصلہ نہ کر سکوں۔“

جاو اور کانتے اونگھنے لگے تھے۔ میں نے اسے ساری باتیں

ترتیب سے بتا دیں۔ مگر سے کھٹکے کا سارا واقعہ اپنا اہل نام مولوی محمد

تفصیل کے ساتھ اور کھٹکے کے مختلف ہونوں میں قیام۔ ہر گھبرا

گروا کی تھکاش میں جھٹکے والے جھٹکوں کے تانی اس کا نقل میں۔

اُس سے کوئی بات نہیں چھپائی۔ وہ یہ سب کچھ سن کے گری سوچ میں

ڈوب گیا۔ میں کھڑکی سے باہر اڑھیسے میں گھوٹا مارا پائیکوں؟ کب

سوچنے لگے؟ میں نے کھٹکے لیے میں پوچھا۔

”اے! اجرات تو آٹھ سال سے سوچ رہا ہے۔ کیا مجھے اس کیلئے

چند گھنٹوں کا وقت بھی نہیں ملے گا؟“ وہ مجھ کے بولا۔

”گھٹنے کیا، دن لے لو، سال لے لو۔ میں نے تنک کے کاندھے

بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ سوچنے میں اپنا وقت کیوں ضائع کرتے ہو

کچھ نہیں ملے گا۔“

”کیسی باتیں کر رہا ہے؟“ وہ ہلکاری سے بولا۔ جب تو رانا

ہاؤں سے تو پھر خود کو کسی ایک جگہ نہیں کہہ جاتا۔“

”میرا کیا ہے۔ اگر میں کہیں دیر تک بیٹھ جانا ہوں تو میرا

گنا ہے۔ میرے سینے میں ملن ہونے لگتی ہے۔ جب میں ملنے لگتا ہوں

تو میری طبیعت بخیر رہتی ہے۔ میرے لیے عیب ہی میں یہ لگتا ہے

فصل بھائی! مجھے معلوم ہے، دنیا بہت بڑی ہے۔ اس بڑی دنیا میں

اُسے تھکاش کو ثابت شکل ہے۔ جدھر دیکھو، ادھر ہی ایک راستہ

جاتا ہے۔ مگر وہ آخر کسی جگہ تو رہتی ہوگی۔ رہتی ہوگی نا؟“

”کہیں نہیں باہر! شیر پر اسے ڈھونڈیں گے۔ کھٹکے جانا

غوری ہے تھوڑے دن بیٹھ کر پھر نکل پڑیں گے۔“

”مگر کس طرف؟“ میں نے ہلوسی سے کہا۔

”سوچنے سے۔ وہ اچھے ہوئے لیے میں بولا۔ تو نے بتا دیا

وہ گوری کھٹکے کے ایک دُش سے میں پڑھا تھا اور مارا اور مارا میں

”ہاں۔“ میں نے بے چینی سے کہا۔ مگر میں دُش سے بھی گیا اور

مارا با دھمی۔ اُس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ جیسا کہ میں نے نہیں اچھی بتایا ہے

فصل پھر چھپ ہو گیا۔ گاڑی تیز رفتاری سے سفر کرتی رہی

وہ بیٹھے بیٹھے چوک کے مجھ سے کوئی بات پوچھنا۔ پھر کھڑ جاتا۔

ملنے سفر میں اس کا یہی حال رہا۔ جاو اور کانتے تیرے وقت سے

بے ہوا میں کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا جانتی ہوئی مستیاں دیکھتا رہا۔

بھی بیٹھیں آنا، میں اتر جاتا۔ اُس میں سے کوئی نہ کوئی جیسے ساتھ ہوتا

اسے دلچسپ ترین داستان کے

بقیہ واقعات دوسرے حصے

میں ملاحظہ فرمائیں

اسے دلچسپ ترین داستان کے

بقیہ واقعات دوسرے حصے

میں ملاحظہ فرمائیں